

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۲۹۷۵۶۷/۲-۳ Accession No. ۱۵۵۳۵

Author صلاح الدين عبد الرحمن

Title نزهة صوفيه

This book should be returned on or before the date last marked below.

إِنَّا إِنَّمَا أَوْفَوْنَا إِلَهُكَ الْإِيثَافَ عَلَيْكَ فِي قَوْلِكَ هُوَ الَّذِي يُضِلُّ مَن يَشَاءُ لَئِن كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

سلسلہ وار ایہ لمصطفیٰ

(نمبر ۷)

بزم صوفیہ

جس میں

تیموری عہد سے پہلے کے اکابر صوفیہ کے حالات و تعلیمات کی تفصیل اُن کے ملفوظات اور تصنیفات کی روشنی میں بیان کی گئی ہے ،

محرر

سید صباح الدین عبد الرحمن ام ۱۰

بابہام :- مولوی مسعود علی صاحب مذہبی

مطبع معارف اعظم کتب گزیده میں چھپی

1349
1949

فہرست مضامین

بزم صوفیہ

چشتی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۲	سماح	۱۹	رضا	تقریب مولانا عبدالمجید دیادی	
۳۵ - ۶۲	حضرت خواجہ معین الدین چشتی	۲۰	سکر و صحو	ویساپہ	
		۲۱	عزت نشینی	حضرت شیخ ابوالحسن علی ہجویری	
		۲۲	مجاہدہ و ریاضت	۱ - ۳۴	
۳۵	نام و نسب	۲۲	ولایت و کرامت	نام و نسب	
"	ابتدائی تعلیم	۲۳	فنا و بقا	۱	تعلیم
۳۶	سبیت	"	غیبت و حضور	"	تعلیم طریقت
"	شجرہ طریقت	۲۵	جمع و تفرقہ	۲	سیاحت
۳۷	خدمت مرشد	۲۶	حلول رُوح	۵	ازدواجی زندگی
"	سیاحت	۲۷	معرفت	۷	درود لاہور
۳۸	درود و ہند	۲۸	توحید	۸	وفات
۳۹	ازدواجی زندگی	۲۹	ایمان	"	تصانیف و تعلیمات
"	وصال	"	طہارت	۹	علم
"	محبت رسول	۳۰	نماز	۱۰	فقر
۴۰	مجاہدہ	۳۱	زکوٰۃ	۱۲	صوفی کی اہلیت
"	علم و عفو	"	روزہ	۱۳	تصوف
۴۱	مرد و دن سے محبت	۳۲	حج	۱۶	صوفی کا لباس
"	فاضل	"	مشاہدہ	"	ملاصفت
"	حقوق ہمسایہ	"	آداب سالک	۱۷	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۹	خانہ ان	۷۴	فقر	۴۷	لباس و غذا
۹۰	تعلیم	۷۵	جو دوسخا	۴۸	ذوق سماع
۹۱	بیعت	۷۶	استغناء	۴۹	علوئے مرتبت
۹۲	شجرہ طریقت	۷۷	صبر و تحمل	۵۰	بادشاہوں کا خراج عقیدت
۹۳	عظمت مرشد	۷۸	ریاضت و مجاہدہ	۵۱	ملفوظات تعلیمات
۹۴	قیام لیلان	۷۹	حب رسول	۵۲	تکمیل اخلاق
۹۵	فیاضی	۸۰	ذوق سماع	۵۳	نماز
۹۶	استغناء	۸۱	وصال	۵۴	روزہ و حج
۹۷	برو باری	۸۲	مقام درجہ	۵۵	احترام کلام پاک
۹۸	تواضع	۸۳	تصانیف	۵۶	اہل سلوک کی عبادتیں
۹۹	محبت و مودت	۸۴	تعلیمات	۵۷	راہ سلوک کے گناہ
۱۰۰	محضر	۸۵	سالک کی زندگی	۵۸	عارف
۱۰۱	جو دوسخا	۸۶	سالک اور محبت الہی	۵۹	مقامات سلوک
۱۰۲	ذوق سماع	۸۷	راہ سلوک کے درجے	۶۰	خلفاء
۱۰۳	عبادت و ریاضت	۸۸	شریعت کی پابندی	حضرت خواجہ قطب الدین نجیب راکھی	
۱۰۴	وفات	۸۹	خلفاء		
۱۰۵	تعلیمات	حضرت ضیٰ حمید الدین ناگوری		۶۱	تام و نسب
۱۰۶	خلفاء			۶۲	ابتدائی تعلیم و تربیت
حضرت شیخ صدر الدین عارف ۱۰۷ - ۱۱۹		۹۰	بیعت	۶۳	عبادت
		۹۱	ذوق سماع	۶۴	سیاحت
۱۰۷	روحانی مرتبہ	۹۲	پایہ بزرگی	۶۵	دروود دہلی
۱۰۸	فیاضی	۹۳	تصانیف	۶۶	قطب عطاء اور ملتئمیش
۱۰۹	حضرت شیخ صدر الدین اور شہزادہ محمد سلطان	حضرت شیخ بہاء الدین نیکریا سہروردی ۱۱۰ - ۱۲۵		۶۷	ملتئمیش کی ادراوت
				۶۸	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۳	نام و نسب	۱۴۱	اشاعت اسلام	۱۱۳	صحبت کیمیا اثر
"	ابتدائی حالات	۱۴۲	تقنیفات	۱۱۵	علمی یادگار
۱۵۵	کیفیت و مستی	"	تعلیمات	۱۱۶	تعلیمات
۱۵۶	خلافت	"	صفات درویش	۱۱۸	وفات
۱۵۶	عدن بین پذیرائی	"	صلاحیت دل	حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر	
۱۵۸	چ	۱۴۳	سماع		
۱۵۹	سیاحت اقصاء و رم	"	معرفت	۱۲۰ - ۱۵۲	
۱۶۶	تصانیف	"	کرامت	۱۲۰	وجہ تسمیہ گنج شکر
حضرت شیخ امیر حسینیؒ		۱۴۴	عشق الہی	۱۲۲	مولد و نسب نامہ
		"	رزق	"	ابتدائی تعلیم
۱۶۱ - ۱۶۹		۱۴۵	توکل	۱۲۳	بیت
۱۶۱	نام و وطن	۱۴۶	توبہ	"	سیاحت
"	بیت	"	تلاوت کلام پاک	۱۳۰	خلافت
۱۶۳	وفات	۱۴۷	خرقہ	۱۳۱	قیام ہانسی و اجودہن
۱۶۴	تصانیف	۱۴۸	صدیقی	۱۳۲	محنت شاقہ
حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ		"	محبت مرشد	۱۳۳	ذوق سماع
		۱۴۹	انظار کشف	۱۳۴	فقر و فاقہ
۱۸۰ - ۲۳۴		"	تکلیف و محبت	۱۳۵	استغناء
۱۸۰	اسم گرامی و القاب	"	علم شریعت	۱۳۶	زری و ملاطفت
"	نسب نامہ	۱۵۰	شریعت کی پابندی	"	تواضع و خاکساری
"	پیدائش	"	محبت رسول	۱۳۷	انزو و حاجی زندگی
"	ابتدائی تعلیم	۱۵۱	خلفاء	"	ارباب دول و کنار کشی
۱۸۲	کشش مرشد	"	حضرت شیخ فرید الدین عراقیؒ		فیوض و بہکات
۱۸۵	فقر و فاقہ	"			
۱۸۸	خلوت و درنجن	۱۵۳ - ۱۶۰			وصال

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	
۲۴۳	سیدی مولہ	۲۲۷	فراغت قلب	۱۸۸	امراء کی آمد و رفت	
۲۴۸	علامہ الدین غلجی کی عقیدت	۲۲۸	عشق و محبت	۱۸۹	امیر خسرو	
۲۵۰	وصال	~	صبر و رضا توکل	۱۹۲	دربار شاہی سے بے نیازی	
۲۵۱	اشاعت اسلام	۲۲۹	بنیادِ یاد حق	۱۹۶	سلطان غلجی کی ایک نئی تصویق	
"	لقائیت	~	سالک کا پرہیز	۱۹۷	محبوب الہی کے فیض و برکات	
حضرت شیخ ابوالفتح کرن لدی		~	ظاہری اخلاق	۲۰۲	محبوب الہی اور قطب الدین غلجی	
		~	حقوق العباد	۲۰۵	غیاث الدین قلندر اور حضرت کاک	
		۲۳۰	عیب پوشی	۲۰۹	مجاہد و ریاضت	
		~	حقوق ہمسایہ	۲۱۲	خلق اللہ کی محبت	
۲۴۱	خاندان	~	پابندی شریعت	۲۱۳	جو دوستی	
"	تعلیم	~	اظہار کرامت	۲۱۴	استغفار	
۲۴۳	ریاضت	۲۳۱	سماع	۲۱۶	ہر دو باری	
"	خلافت	۲۳۲	خلفاء	~	مخالفین سے حسن سلوک	
"	سلطنت و سرخ سے تعلق	۲۳۴	تبلیغ و اشاعت اسلام	۲۱۷	مردوں کی محبت و صلاح	
۲۴۴	محبوب الہی سے محبت	~	حضرت شیخ بوعلی قلندر پانی پتی		۲۲۰	مرشد کاعزہ اودم بن محبت
۲۵۰	خدمت خلق اللہ	~			۲۲۱	غذا
۲۵۲	محبوب الہی سے آخری ملاقات	~			۲۲۲	لباس
۲۵۳	وصال	۲۴۰			~	محبت رسول
~	نور باطن	۲۴۵	نام و نسب	~	~	
۲۵۴	تواضع	~	جذب و سکھ	~	وصال	
~	تقویم اولاد استاد	۲۴۶	خواجہ شمس الدین ترک	۲۴۸	لمنوعات	
۲۵۵	غذا	۲۴۷	بلین پر بزرگان دین کے اثرات	۲۴۹	تقلبات	
"	خیال و نیا و آخرت	۲۴۸	شمس الدین ترک اور بوعلی قلندر	~	رہروان سلوک کی قسمیں	
"	دھیایا	~	بوعلی قلندر کا فیض	~	راہ سلوک کی لغزشیں	
۲۵۶	تنبیہات	۲۴۹	جلال الدین غلجی کی عقیدت	۲۵۰	عزیمت	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۹۹	جمع و تفرقہ	۲۸۵	عدل و احسان	حضرت شیخ برہان الدین عریضی ۲۶۸ - ۳۰۳	
"	علم یقین و عین یقین	۲۸۶	طہارت باطن		
۳۰۰	موت	"	اہل و عیال کے حقوق	۲۶۹	نام و نسب
"	رضا و صبر	"	اقوال کی مقبولیت	"	خاندان
"	حضور	"	شیریں کلامی	۲۷۹	تعلیم
"	رویت	۲۸۷	مستفیدین	"	عبادت
"	رموز الوہابین	۲۹۱	سلاطین کی عقیدت	"	قیام دہلی
۳۰۱	فقر	۲۹۲	ذوق سماع	"	ارادت
"	صحیح و سکر	"	ریاضت	۲۸۰	مقبولیت
"	تلوین و تکلیف	"	غذا	"	عتاب مرشد
"	جلال و جمال	۲۹۳	لباس و اسباب	۲۸۱	خلافت
۳۰۲	حضرت غریب کے مریدوں کی تصنیفات	"	علامت	۲۸۲	احترام مرشد
حضرت مولانا ضیاء الدین غازی		۲۹۴	درجہ و مقام	"	دکن کو روانگی
		"	ملفوظات	"	اشاعت اسلام
۳۰۳ - ۳۰۸		۲۹۵	شامل الاتقیاء	۲۸۳	رشد و ہدایت
"		۲۹۶	رسالہ غریب	"	طلب حق
۳۰۳	نام و وطن	"	نماز	۲۸۴	کمال انسان
"	ارادت	۲۹۷	تلاوت کلام پاک	"	دنیا کی حقیقت
۳۰۴	عزت نشینی	"	روزہ	"	فضیلت محبت
"	سال و وفات	"	زکوٰۃ	"	راحت رسانی
"	تصانیف	۲۹۸	حج	۲۸۵	عیب جوئی
"	سلک اسلوک پر ایک نظر	"	شریعت، طریقت، حقیقت	"	بخل و سخاوت
حضرت خواجہ نصیر الدین محمود عریضی		"	سلوک لنگوئی	"	ہمان نوازی
		۲۹۹	ذکر	"	
۳۰۹ - ۳۱۹					

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۶۴	امرا کو تلقین	۳۶۲	بزرگی	۳۰۹	نام و نسب
۳۶۲	وردیشا زندگی	۳۶۳	ملفوظات	"	ابتدائی تعلیم
"	خشیت الہی و حب اللہ	۳۶۴	جذب و سلوک	۳۱۰	ترک و تجرید
۳۶۳	اتباع سنت	"	حال و قال	"	بیت
"	خدمت خلق اللہ	۳۶۵	صحت نفس	۳۱۲	ریاضت
۳۶۴	دلجوئی و پردہ پوشی	"	غسل کی تسہیل	۳۱۴	قیام دہلی
"	عجز و انکسار	"	چار عالم	۳۱۶	مرشد کی بانشی
۳۶۵	ذوق سماع	۳۶۶	تجلیہ روح	"	تنگی سماش
۳۶۶	وصال	۳۶۷	محبت کی تسہیل	"	فارغ البالی
"	علوے مرتبت	۳۶۸	خلفاء	۳۱۸	تلقین
۳۶۷	تقانیف	حضرت شرف الدین احمد منیر رحی ۳۵۰ - ۳۹۳		۳۲۰	چراغ دہلی کا لقب
۳۸۲	تعلیمات			"	رشد و ہدایت
"	توحید			۳۲۶	شاہی ملازمن کی اصلاح
۳۸۳	نور			۳۲۷	رجوع خلق سے ریاضت
۳۸۴	ادراک	۳۵۰	ولادت و نسب	۳۲۸	مین غفل
۳۸۵	تجلی	"	خاندان	۳۲۸	شاہی و بارے تعلیق
"	وصل	۳۵۲	تعلیم	۳۳۶	چراغ دہلی اور سلطان فیروشا
۳۸۶	توبہ	۳۵۳	تلاش مرشد	۳۳۷	چراغ دہلی اور خان جہان
"	ایمان	۳۵۶	وصایا مرشد	۳۳۸	چراغ دہلی اور حضرت قطب الدین
۳۸۷	معرفت	۳۵۷	شجرہ شہو خ	۳۳۹	ذوق سماع
"	تقویٰ	۳۵۸	معراج نور دہی	۳۴۱	قاتلہ حملہ
"	مجاہدہ نفس و ریاضت	۳۵۹	نفس کشی	"	وصال
۳۸۸	ترک دنیا	۳۶۰	بہار شریعت کی اقامت	۳۴۲	لطف طبع
۳۸۹	ساک کی مشغولیت	۳۶۲	رشد و ہدایت	"	تجدد
			سلطان وقت کو تلقین		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۴۱	اوزنگ نشینی	۴۳۰	عقد و درگزر	۳۸۹	ذکر
۴۴۲	ترک سلطنت	۴۳۱	غیر شرعی تنظیم سے پرہیز	"	فکر
"	سفر	"	خاکساری	۳۹۰	سالک کا ظاہری اخلاق
۴۴۳	بیعت	"	معاصر صوفیہ کا احترام	۳۹۲	علم
۴۴۴	نواح جنوبیہ کا سفر	۴۳۲	سماع	"	شریعت کی پابندی
"	قیام مجدد آباد (عظیم گدھ)	"	اشاعت اسلام	حضرت جلال الدین بخاری خدمت جہانیاں جہان گشت ۳۹۴ - ۴۴۰	
"	قیام مظفر آباد	"	ازدواجی زندگی		
۴۴۵	قیام جنوبیہ	۴۳۳	وصال		
"	قاضی شہاب الدین دولت آبادی	"	ملفوظات		
۴۵۱	اشاعت اسلام	۴۳۵	تعلیمات	۳۹۴	اسم گرامی و لقب
"	قیام روح آباد	"	فقر	"	خاندان
۴۵۲	فیوض	۴۳۷	شرائط ذکر	۳۹۶	ولادت و طفلی
۴۵۵	ارباب ثروت کی اصلاح	"	عقبات سالک	۳۹۷	تعلیم
۴۵۹	بلاد اسلامیہ کی سیاحت	"	مقامات سالک	۳۹۹	بیعت و خلافت
۴۶۱	سیاحت ربیع مسکون	"	حالات سالک	۴۰۱	شریعت کی پابندی
"	سفر آخرت	۴۳۸	منازل سلوک	۴۰۲	اتباع سنت
۴۶۳	روحانی مرتبہ	۴۳۹	معرفت	۴۰۶	کرامات
"	علمی مرتبہ	"	خلفاء	۴۰۷	سیاحت
۴۶۴	نماز جمعہ کی پابندی	حضرت سید اشرف جالگیر سنہانی ۴۸۲ - ۴۴۲		۴۱۲	مراجعت ہند
۴۶۵	خلفاء			۴۱۳	رشد و ہدایت
۴۶۸	تعلیمات	۴۴۲	لقب	۴۱۵	دربار شاہی سے تعلقات
۴۶۹	علم کی اہمیت	۴۴۱	دطن و خاندان	۴۲۲	فیروز شاہ اویں گان دین
۴۷۰	توحید	"	تعلیم	۴۲۸	فیاضی
۴۷۱	وحدت وجود	"		۴۳۰	سمان نوازی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۱۲	تقدیمات	۴۸۴	طفلی	۴۶۳	ولایت
۵۱۳	وصف	۴۸۵	ابتدائی تعلیم	۴۶۴	ولایت کے شرائط
"	اشراق	"	مرحبت دہلی	۴۶۵	ارادت کے شرائط
"	چاشت	"	بعیت	۴۶۶	شیخ کے آداب
"	قیلولہ	"	ترہیت	۴۶۷	شیخ کے اوصاف
"	نمازی نزول	۴۸۷	ریاضت	"	مرید کی تعلیم
"	ظہر، عصر، مغرب	۴۸۸	خدمت مرشد	"	توبہ
"	عشا	۴۸۹	شفقت مرشد	۴۶۸	نماز
۵۱۴	معمولات شب	۴۹۰	سجادہ نشینی	"	روزہ
"	روزے	۴۹۱	علماء اور حضرت گیسو درازؒ	"	زکوٰۃ
"	طی کے روزے	۴۹۲	فیروز تعلق اور سید کی مجلس سماع	"	حج
"	اعتکاف	"	سفر و کن	۴۶۹	جماد
"	آداب طعام	۴۹۵	فیروز شاہ بہمنی اور سید گیسو درازؒ	"	توکل
"	آداب سماع	۴۹۶	احمد شاہ بہمنی اور سید گیسو درازؒ	۴۸۰	تسلیم و رضا
۵۱۷	احترام شیخ	۴۹۹	مقبولیت	"	جو دو ایثار
۵۱۸	احترام شریعت	۵۰۰	طریقت	"	کھانے پینے کے آداب
"	ترکیہ اخلاق	۵۰۱	معمولات	۴۸۱	ہمان نوازی
"	شرکت جہاد	۵۰۳	سماع	"	
۵۱۹	شاہی ملازمین کا اخلاق	۵۰۴	ازدواجی زندگی	حضرت سید محمد گیسو درازؒ	
"	بادشاہ کا اخلاق	۵۰۵	وصال		
"	خلفاء	۵۰۶	رتبہ بلند	۴۸۳ - ۵۲۰	
۵۲۰	خاتمہ	۵۰۷	تقانیف	۴۸۳	اسم گرامی والقباب
"		۵۱۱	مکتوبات	"	نسب نامہ
"		"	ملفوظات	۴۸۴	خاندان
"		۴۱۲	دیوان	"	قیام دیوگیر

تقریب

از مولانا عبد الماجد دریا بادی

بزم صوفیہ کتاب تصوف کی نہیں تاریخ کی ہے، گو وہ تاریخ صوفیہ سی ہلکی تالیف کا حق یقیناً مولف سید صباح الدین عبد الرحمن کو حاصل تھا، جو تاریخ کے پرانے متعلم اور اس قلم کے دیرینہ رہ نور و بین تقریب نگاری کا حکم ایک ایسے عامی کو ملا ہے جسے نہ تصوف مس، نہ تاریخ سے لگاؤ تعمیل ارشاد میں آگے جو کچھ آ رہا ہے محض ایک عامیانہ خامہ فرسائی ہوگی۔

کتاب میں ۱۹ ایسے اکابر شیوخ کے حالات تعلیمات اور بعض کے خاصے فیصل، درج ہیں جو ہندوستان میں رہے ہیں، جن سے امت کی شوکت و عظمت میں اضافہ ہوا، اور جن کی تعلیمات آج تک کسی نہ کسی تک تحریریں کل میں محفوظ چلی آتی ہیں، انکی تاریخ قلمبند کرنا تاریخ امت ایک نام و روشن باب کی تکمیل کرنی تھی، ہندوستان کا لفظ ابھی استعمال ہوا ہے، یہ ذہن نشین ہے کہ اس سے مراد وہ ہندوستان ہے جس کے اندر پاکستان بھی شامل تھا، لاہور، ملتان وغیرہ، اب پاکستان کے علاقے ہیں، کتاب کی ترویج کے وقت ہندوستان میں شامل تھے،

ذاتی سرگدشتوں کی داستان کسی کی بھی ہو، دلچسپ ہوتی ہے، چونکہ ان بزرگوں کی سرگزشت جو فضیلت کے پہلے تسلیم و رعنا کے بندے، اور محبت و محبوبیت کے محسمے تھے، وہ لاویزی ان کے تذکروں میں بھی نہ ہوگی تو اور کہاں ملے گی، اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ یَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا

اور پھر جبکہ داستان گو خود داستان سرائی سے واقف اور اس فن میں مجھا ہوا ہو،

ذکر اُس پر ہی ویش کا اور پھر بیان اپنا

مؤلف سلسلہ کی حیثیت اس کتاب میں محض ایک ناقل اور محتاط ناقل کی ہی، ناقد یا تبصرہ نگار کی نہیں، ملفوظات و مکتوبات کے انبارِ عظیم میں انھیں جو کچھ اخذ و نقل کے قابل نظر آیا، حسن ترتیب اور سلیقہ مندی کے ساتھ کچھ کر دیا، احتیاط اپنے نزدیک اسکی کر لی کہ جو امور خلافِ شریعت یا بہت زیادہ مبالغہ امیرِ نظر آئے، انھیں نظر انداز کر دیا، لیکن اتنی احتیاط کافی رہی، کتاب میں خال خال نہیں، کثرت سے مقامات ایسے آگئے ہیں جن سے ایک سیدھے سادے متبعِ شریعت مسلمان کو وحشت نہ ہونے لگتی ہے، تصورِ مؤلف کا نہیں، اصل ماخذ و ن کا ہے ع

ہو غم ہی جاگداز تو غمخوار کیا کریں

اول تو یہ حضرات صوفیہ و اللہ علم کن کن احوال و مقامات سے گذرتے رہتے ہیں، ان کے سیر و سلوک کی بہت سی منزلیں ہی ہم عوام و اہلِ ظاہر کے لیے ناقابلِ فہم، اس پر طرہ ان کی خاص خاص اصطلاحات اور رموز و کنایے، لفظ بولا کچھ گیا، اور مراد اس سے کچھ کی گئی، اور سب بڑھکر خوش عقیدہ ملفوظ نویس حضرات کا عقیدہ تمنا از غلو، کمین خاص کو عام کر دیا، کمین مواجید و کیفیات کو شرائع و احکام کا درجہ دے دیا، غرض بات کو کمین سے کمین پہنچا دیا،

ناظرین سے یہ ادب استدعا ہے کہ کتاب کو سیر و تاریخ کی حیثیت سے پڑھیں، عقائد و اعمال کا استناد و استنباط اس سے نہ کرنے لگیں،

اسلامی تاریخ ہند کی اس محدود مدت میں ظاہر ہے کہ ان انیس ناموں کے علاوہ بھی بہت نام مل سکتے تھے، لیکن ہر حال وقت اور کاغذ کی گنجائش محدود ہی ہوتی ہے، اور دائرہ انتخاب کو کسی نہ کسی منزل پر بند کرنا ہی تھا، مؤلف کا انتخاب ماشاء اللہ بہت خوب رہا، ایسا کہ اس پر

بے اختیار صا و کرنے کا جی چاہتا ہے،

اللہ مولف سلمہ کی عمر اور وقت میں بہت بہت برکت دے، حصہ دوم کے لیے ابھی

بڑا امید ان پڑا ہوا ہے،

کتاب اردو کے متین و صالح ادب میں ایک شایستہ اضافہ ہے، اس کے پڑھنے والوں

میں یقیناً بہت سے صالحین اور اہل دل ہوں گے ان سے درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں میں

مولف کتاب کو، تقریب نگار کو اور ادارہ دار المصنفین کو فراموش نہ فرمائیں،

دریاداد، بارہ بنکی

۱۹ جنوری ۱۹۶۹ء مطابق ۲۹ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تمہید

صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین کی طرح صلحا، و اخیار امت کی زندگی بھی مسلمانوں کے لیے نمونہ ہے، اس لیے دارالمصنفین کے سلسلہ سیر الصحابہ اور تابعین کے بعد سیرت صفویہ کی بھی ضرورت تھی، اور یہ کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، راقم سطور تاریخ ہند کا ایک ادنیٰ طالب علم ہے اس لیے اس کتاب کی ترتیب میں یہ بھی مطالعہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ خانقاہ کے بورینہ نشینوں نے اپنے عہد کے مسلمانوں کے مذہب، اخلاق، معاشرت اور سیاست کو کس طرح سنوارا، تاریخ ہند کے مطالعہ میں عموماً مسلمان حکمرانوں کے افعال و کردار سے اس زمانہ کے مسلمانوں کے اخلاق و سیرت کا اندازہ لگایا جاتا ہے، جو صحیح نہیں، ہندوستان میں صلحا و مشائخ ہی نے اسلام کی معنوی شوکت و عظمت قائم کی، اس لیے ان کے حالات و تعلیمات کو ہندوستان کے اسلامی عہد کی تاریخ کا ضروری جز سمجھنا چاہیے،

اب تک صوفیہ کرام کے جتنے تذکرے لکھے گئے ہیں، ان میں زیادہ تر ان کی کرامات و خوارقِ عادات کی تفصیل بیان کی گئی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان بزرگانِ دین کی اصلی تصویر نظروں سے بالکل اوجھل رہی، ممکن ہے اس حقیر تالیف میں ناظرین کو ہندوستان کے مشائخ کی کچھ ایسی نئی تصویریں ملین جو ارتد گردوں میں شاید نہ مل سکیں،

اس کتاب میں صوفیہ کرام کے کرامات، و خوارقِ عادات کا ذکر اس لیے نہیں کیا گیا ہے کہ راقم ان کا قائل نہیں، بلکہ اس لیے کہ جس طرح بعض لوگوں کے نزدیک مجرہ نبوت کی دلیل

نہیں، اسی طرح کرامت بھی دلالت کا ثبوت نہیں، خود اولیاء اللہ اپنی کرامتوں کو اپنا کوئی شرف اور کمال نہیں سمجھتے، اس لیے ان کو اوصاف میں شمار کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا ہے، ہندوستان کے جن دور کے صوفیہ کرام کے حالات اس تالیف میں لکھے گئے ہیں، اس میں اتنے اکابر صوفیہ گزے ہیں کہ اگر ان میں سے ہر ایک کے حالات قلمبند کیے جاتے تو کسی جلد و ن کی ضرورت ہوتی، جو میرے لیے ممکن نہ تھا، اس لیے اس کتاب میں ان ہی ان اکابر صوفیہ کے حالات پیش کیے گئے ہیں، جنہوں نے یا تو ملفوظات، مکتوبات اور وصایا کا کوئی مجموعہ یا کوئی تصنیف چھوڑی ہے، ان ہی کی مدد سے ان کی اصلی تعلیمات بدینہ ناظرین کی گئی ہیں، حضرت عبدالقدوس گنگوہی کا زمانہ زیادہ تر تہ تیوری عہد سے پہلے ہی گزر رہا ہے، لیکن ان کا وصال سنہ ۱۰۹۰ میں یعنی بہاؤن کی بادشاہت شروع ہونے کے بعد ہوا، اس لیے یہ مناسب سمجھا کہ ان کا شمار تیوری عہد کے صوفیہ کرام میں کیا جائے،

جن مشائخ کے حالات لکھے گئے ہیں ان میں سے بعض کے سال وفات میں بڑا اختلاف ہے، اس اختلاف پر بحث کرنے سے قصد اگر بڑھ گیا ہے، کیونکہ بحث طویل ہوتی اور کوئی خاص مفید نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا، حالات لکھتے وقت ترتیب میں حتی الوسع سنہ وفات کا خیال رکھا گیا ہے۔

اس کتاب میں صوفیہ کرام کی بعض تعلیمات بار بار دہرائی گئی ہیں، اور ایسا قصد کیا گیا ہے، تاکہ ناظرین کو اندازہ ہو کہ بزرگان دین کی تعلیمات ہر زمانہ میں یکساں ہی رہی ہیں، عام طور پر یہ غلط فہمی ہے کہ خواجگانِ چشت کی تعلیمات میں زیادہ تر رنگینی و مستی اور نغمہ و سرود کی آواز سنائی دیتی ہے، لیکن اس کتاب کے مطالعہ سے یہ خیال زائل ہو جائیگا، خواجگانِ چشت کے بہت سے ایسے ملفوظات ہیں جن کو الحاقی کہا جاسکتا ہے،

چنانچہ سیر العارفین میں ہے :-

”ایک شخص نے حضرت نصیر الدین محمود دہلوی سے عرض کیا کہ میں نے خواجہ قطب الدین والیدین قدس سرہ کے ملفوظات میں ایسا کچھ لکھا ہوا دیکھا ہے، اپنے جواب میں فرمایا کہ بالکل غلط ہے، میں نے جہنم خود دیکھا ہے، حاشا للہ یہ کلام ان کا نہیں ہے، اکثر غلط کلمات الحاقی ہیں جو مجاوروں نے بڑھا دیے ہیں کسی طرح قطب صاحب قدس سرہ کے حال اور اعمال کے موافق نہیں ہیں“ (ج ۲ ص ۴۲)

اس لیے ان میں یہ خیال رکھا گیا ہے کہ کون سا ملفوظ الحاقی ہو سکتا ہے، جو ملفوظ شریعت کے خلاف یا محدود درجہ مبالغہ آمیز معلوم ہوا اس کو نظر انداز کر دیا گیا ہے،

خواجگانِ چشت کے ملفوظات مثلاً انیس الارواح (مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین) دلیل العارفین (مرتبہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی) فوائد السالکین (مرتبہ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر) راحت القلوب (مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا)، کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان بزرگوں نے انکو مرتب نہیں کیا، بلکہ بعد میں ان کے اسمائے گرامی ان کی طرف منسوب کر دیے گئے ہیں، لیکن ان ہی ملفوظات سے ان بزرگانِ دین کے حالات اور تعلیمات معلوم ہوتی ہیں، اس لیے ان پر بھروسہ کرنا بظاہر، ان کے علاوہ کوئی اور معاصر تذکرہ نہیں ملا جس کو ماخذ بنایا جاسکتا تھا، عام طور پر تذکرہ نویسین ان بزرگوں کے جو حالات و تعلیمات پائی جاتی ہیں، وہ مذکورہ بالا ملفوظات ہی پر مبنی ہیں،

مشائخ کے حالات کے سلسلہ میں تنظیم و تکریم کے لیے آپ ”کالفظ گویا بالکل ہی نہیں استعمال کیا گیا ہے، اس کی اگر کوئی خاص وجہ ہو سکتی ہے تو صرف یہ کہ کسی موقع پر حضرت الاستاذ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مدظلہ العالی نے میری ایک تحریر دیکھتے ہوئے فرمایا تھا کہ ”میں تو لکھتے

وقت آپ کا لفظ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیلئے استعمال کرنا پسند کرتا ہوں۔ یہ بات میرے دل میں اس قدر لگی کہ ان بزرگوں کے لیے آپ کا لفظ استعمال کرنا مناسب نہیں معلوم ہوا، اور زیادہ ان کے اسماء گرامی ہی لکھے گئے ہیں، یا ”وہ“ اور ”انھوں“ سے اشارہ کیا گیا ہے، یہ طریق ناظرین کے ذوق پر گران گزرے ان سے مندرت خواہ ہوں،

کتاب کا نام ”بزم صوفیہ“ بھی شاید بعض ناظرین کو اسیلے پسند نہ آئے کہ صوفیہ کیلئے بزم کا لفظ بے جوڑ سا ہے لیکن یہ نام راقم کو اتنا پسند آیا کہ کسی اور نام کی طرف طبیعت مائل نہیں ہوئی، اس کتاب کے کچھ حصے معارف میں شائع کیے گئے تھے، افسوس کہ پنجاب کے ایک ناشر محمد رفیع ملک مالک ادبستان، بیرون موچی دروازہ لاہور نے دارالمصنفین کی اجازت کے بغیر معارف میں شائع شدہ حصے کو تذکرہ اولیاء کرام کے نام میں شائع کر دیا، کسی دیانتدار ناشر سے اس قسم کے اخلاقی و قانونی جرم کی توقع نہیں تھی، اس کے بعد راقم کو معارف کے شائع شدہ مضامین میں اتنی ترمیم اور اضافہ کرنا پڑا کہ اب اس کتاب میں انکی شکل بالکل ہی بدل گئی ہے،

مکن ہے کہ بادۂ نقیصت کے ذوق شناسوں کو اس کتاب میں وہ کیف و لذت محسوس نہ ہو جس کی عموماً اس قسم کی تصنیف میں توقع کی جاتی ہے، اسیلے کہ عاجز راقم کا نقطہ نظر اور تصانیف سے مختلف ہے، پھر بھی ناظرین سے استدعا ہے کہ اس حقیر تالیف کو بڑھ کر دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے مؤلف کو ان بزرگانِ دین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، یہی اس کی قلمی کاوش کا بہترین صلہ ہے،

اس کتاب کی تالیف میں حضرت الاستاذ مولانا سید سلیمان ندوی کے فیضِ صحبت کا بڑا اثر ہے اسکا ذکر بیان پر ہوا ہے، کیونکہ نہ صرف یہ تالیف بلکہ رنقاے دارالمصنفین کی تمام تصانیف ان ہی کے فیضانِ علم کا نتیجہ ہیں،

چنانچہ سیر العارفین میں ہے :-

”ایک شخص نے حضرت نصیر الدین محمود اودھی سے عرض کیا کہ میں نے خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے ملفوظات میں ایسا کچھ لکھا ہوا دیکھا ہے، آپ نے جواب میں فرمایا کہ بالکل غلط ہے، میں نے چشم خود دیکھا ہے، حاشا للہ یہ کلام ان کا نہیں ہے، اکثر غلط کلمات الحاقی ہیں جو مجاوروں نے بڑھا دیے ہیں، کسی طرح قطب صاحب قدس سرہ کے حال اور اعمال کے موافق نہیں ہیں“ (ج ۲ ص ۲۲)

اس لیے ان میں یہ خیال رکھا گیا ہے کہ کون سا ملفوظ الحاقی ہو سکتا ہے، جو ملفوظ شریعت کے خلاف یا محدود درجہ مبالغہ آمیز معلوم ہوا اس کو نظر انداز کر دیا گیا ہے،

خواجگانِ چشت کے ملفوظات مثلاً انیس الارواح (مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین) دلیل العارفین (مرتبہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی) فوائد السالکین (مرتبہ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر) راحت القلوب (مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا)، کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان بزرگوں نے انکو مرتب نہیں کیا، بلکہ بعد میں ان کے اسمائے گرامی ان کی طرف منسوب کر دیے گئے ہیں، لیکن ان ہی ملفوظات سے ان بزرگانِ دین کے حالات اور تعلیمات معلوم ہوتی ہیں، اس لیے ان پر بھروسہ کرنا بڑا، ان کے علاوہ کوئی اور معاصر تذکرہ نہیں ملا جس کو ماخذ بنا جاسکتا تھا، عام طور پر تذکروں میں ان بزرگوں کے جو حالات و تعلیمات پائی جاتی ہیں، وہ مذکورہ بالا ملفوظات ہی پر مبنی ہیں،

مشائخ کے حالات کے سلسلہ میں تعظیم و تکریم کے لیے آپ ”کافظ گو یا بالکل ہی نہیں مستعمل کیا گیا ہے، اس کی اگر کوئی خاص وجہ ہو سکتی ہے تو صرف یہ کہ کسی موقع پر حضرت الاستاذ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مدظلہ العالی نے میری ایک تحریر دیکھتے ہوئے فرمایا تھا کہ ”میں تو لکھتے

وقت آپ کا لفظ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیلئے استعمال کرنا پسند کرتا ہوں۔ یہ بات میرے دل میں اس قدر لگی کہ ان بزرگوں کے لیے آپ کا لفظ استعمال کرنا مناسب نہیں معلوم ہوا، اور زیادہ ان کے اسماء گرامی ہی لکھے گئے ہیں، یا "وہ" اور انھوں سے اشارہ کیا گیا ہے، یہ طریق ناظرین کے ذوق پر گراں گزرے ان سے مندرت خواہ ہوں،

کتاب کا نام "بزم صوفیہ" بھی شاید بعض ناظرین کو اسیلے پسند نہ آئے کہ صوفیہ کیلئے بزم کا لفظ بے جوڑ سا ہے، لیکن یہ نام راقم کو اتنا پسند آیا کہ کسی اور نام کی طرف طبیعت مائل نہیں ہوئی، اس کتاب کے کچھ حصے معارف میں شائع کیے گئے تھے، افسوس کہ پنجاب کے ایک ناشر محمد رفیع ملک مالک ادبستان، بیرون موچی دروازہ لاہور نے دارالمصنفین کی اجازت کے بغیر معارف میں شائع شدہ حصے کو تذکرہ اولیاء کرام کے نام کو شائع کر دیا، کسی دیانتدار ناشر سے اس قسم کے اخلاقی و قانونی جرم کی توقع نہیں تھی، اس کے بعد راقم کو معارف کے شائع شدہ مضامین میں اتنی ترمیم اور اضافہ کرنا پڑا کہ اب اس کتاب میں انکی شکل بالکل ہی بدل گئی ہے،

ممکن ہے کہ باوہ تصوف کے ذوق شناسوں کو اس کتاب میں وہ کیف و لذت محسوس نہ ہو جس کی عموماً اس قسم کی تصنیف میں توقع کی جاتی ہے، اسیلے کہ عاجز راقم کا نقطہ نظر اور تصانیف سے مختلف ہے، پھر بھی ناظرین سے استدعا ہے کہ اس حقیر تصانیف کو بڑھ کر دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے مؤلف کو ان بزرگانِ دین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، یہی اس کی قلبی کاوش کا بہترین صلہ ہے،

اس کتاب کی تالیف میں حضرت الامام مولانا سید سلیمان ندوی کے فیضِ صحبت کا بڑا اثر ہے اسکا ذکر بیان پر بھی ہے کیونکہ نہ صرف یہ تالیف بلکہ رفقے دارالمصنفین کی تمام تصانیف ان ہی کے فیضانِ علم کا نتیجہ ہیں،

ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی پروفیسر اسلامک اسٹڈیز کلکتہ یونیورسٹی کا بھی ممنون ہوں کہ موصوف نے مجھ کو
 ”Supistic Literature in Indian Persian“ پر پی. ایچ. ڈی
 کے لیے ایک مقالہ لکھنے پر آمادہ کیا تھا، اور یہ مقالہ بڑی حد تک تیار ہو چکا تھا کہ پھر خیال پیدا ہوا کہ صفحہ
 کرام کے حالات و تعلیمات کو دنیاوی اغراض کی تکمیل کیلئے لکھنا مناسب نہیں، اس لیے اس سلسلہ میں
 جو کچھ لکھا تھا وہ اس کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے،

بزرگ محترم مولانا عبدالمجید بی، اے دریا بادی مد فیوض کی تقریباً جزو ثلث کیلئے باعث فخر و امتیاز ہے،
 استاذی المحترم جناب مولانا عبد السلام صفائی ندوی اور برادر محترم جناب مولانا شاہ معین الدین احمد
 ندوی کا بھی شکریہ گزار ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کے مسودے پر نظر ثانی کی اور بہت مفید مشورے
 جناب سید عبدالحکیم صاحب ناظم کتب خانہ الاملا ح و سنہ چٹنے، مولوی محمد انور صاحب ندوی
 منیم کتب خانہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ جناب حسین احمد خان عرف منو بابر میں محلہ خانقاہ، بہار شریف چٹنے، جناب تیار علی
 خان صاحب عشی، ناظم کتب خانہ ریاست رامپور، جناب ناصر محمد خان صاحب محکمہ علی، گلبرگ شریف، اور مولانا
 سید محمد قاسم صاحب مدرس شمس الہدی مدرسہ چٹنے بھی لائق تشکر ہیں کہ انھوں نے بعض
 ضروری کتابیں بھیج کر مدد فرمائی،

بہیچمدان
 سید صباح الدین عبدالرحمن (ء بگ)

دار المصنفین

۲۹ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۹۷۹ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت شیخ ابوالحسن علی ہجویریؒ

نام و نسب | ابوالحسن کنیت اعلیٰ نام ہے، ہجویری اور جلاب غزنین کے دو گانوں میں شہر میں ان کا قیام یہیں رہا، اس لیے ہجویری اور جلابی کہلائے، آخر زندگی میں لاہور آکر رہے اس لیے لاہوری بھی مشہور ہوئے، سال ولادت سنہ ۳۷۲ بتایا جاتا ہے، پورا سلسلہ نسب یہ ہے، علی بن سید عثمان بن سید علی بن سید عبدالرحمن بن شاہ شجاع بن ابوالحسن علی بن حسن بن صغیر بن سید زید شہید بن امام حسن بن علی مرتضیٰؑ۔

تسلیم | تحصیل علم کی تفصیل کچھ زیادہ معلوم نہیں، کشف المحجوب میں اپنے اساتذہ میں حضرت ابوالعباس بن محمد الاشغانی کا نام لیا ہے جن کے بارہ میں لکھتے ہیں :-

اپنے عہد کے امام مکیا اور اپنے طریق میں یگانہ تھے، علم اصول و فروع میں امام، اور معانی میں باندھے، بہت شائع کو دکھایا تھا، اور اکابر و اجلہ اہل تصوف میں تھے، اپنی راہ کو فاسے تبیر کرتے تھے، غلط عبارت ان کے ساتھ مخصوص تھی، جاہلون کے ایک گردہ نے ان کی عبارت کی تقلید کی، لیکن تقلید میں جو عبارتیں کھیں، وہ پرانہ ہو تی تھیں، بھگوان سے بڑا انس تھا، اور وہ میرے ساتھ سچی محبت کرتے تھے بعض علوم میں وہ میرے استاد تھے، جب تک میں ان کے پاس رہا کسی کو ان سے زیادہ نہ ملتا

سے بہت محبت کرتے تھے، جن ان کی بعض تصانیف ان ہی سے پڑھیں۔

شیخ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری سے بھی استفادہ کیا، اور گوان کے نام کے ساتھ "استاذ" برابر لکھتے ہیں، لیکن واضح طور پر کہیں یہ ظاہر نہیں کیا ہے کہ ان سے شاگردی کبھی رشتہ تھا، مگر ان کے علم اور ان کی تصانیف کی تعریف کی ہے، اور ان کے ایسے اقوال بھی نقل کیے ہیں جو ان کی زبان سے خود سے، شیخ ابوالقاسم بن علی بن عبداللہ الکرگانی کو بھی اپنا معلم تسلیم کیا ہے، چنانچہ ان کے ذکر میں لکھا ہے کہ ان سے عجز و نیاز کی تعلیم پائی، اور یہ لکھ کر کہتے ہیں: "مرا سے اسرار بسیار بود، اگر با ظہار ایات وی مشغول گردم از مقصود غامض"۔

ائمہ متاخرین میں ابوالعباس احمد بن محمد القصاب، ابو عبد اللہ محمد بن علی المعروف بالذاتی ثانی، ابو سعید فضل اللہ بن محمد اور ابوالاحمد المظفر بن احمد بن حمدان کا ذکر خاص طور پر لطف و لذت کے ساتھ کیا ہے، ان کی تصانیف و تعلیمات سے مستفید ہوئے ہیں، خواجہ ابوالاحمد المظفر کی تعلیمات فنا و بقا اور مجاہدہ و مشاہدہ سے متاثر تھے، اور ان کی صحبت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ ایک روز ان کے پاس سخت گرمی کے موسم میں الجھے ہوئے بالون کے ساتھ پہنچا، اونھوں نے دیکھ کر پوچھا، کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا، سماع، اونھوں نے فوراً اقوال کو بلایا، اور جب مجلس سماع شروع ہوئی تو بعد پڑھی بقیہ راوی طاری رہی، اور جب میراجوش و نروش ختم ہوا تو پوچھا کہ سماع کا مزہ کیا رہا، عرض کیا اسے شیخ میرے لیے تو بہت اچھا تھا، فرمایا ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ سماع اور کوئے کی آواز تمھارے لیے کیساں ہو جائے گی، سماع میں قوت اس وقت تک تکبیر شاہدہ نہیں ہوتا، اور جب مشاہدہ ہو جائے گا، شوق سماع جاتا رہے گا، لیکن خیال رکھو کہ یہ عادت جزو طبیعت نہیں بن جائے،

لے کشف المحجوب علی نحو ذلک من تصانیفہ لے ایضاً لے ایضاً ذکر ائمہ متاخرین،

تعلیم طریقت | باطنی و روحانی تعلیم ابو الفضل محمد بن الحسن ختمی سے پائی، جو عنید یہ سلسلہ میں منسلک تھے، ان کے حال میں لکھتے ہیں :-

اور تا وہی زینت اور مابدون کے شیخ تھے، میری اقتدا طریقت ان ہی سے ہوئی، علم و روایات کے عالم تھے، اور تصوف میں مذہب جنید کے پابند اور صری کے مرید تھے، میرا دوست اور ابو عمر قزوینی اور ابو الحسن بن سالہ کے معاصر تھے، ساٹھ سال تک گناہی کی حالت میں گوشہ نشین ہو کر لوگوں سے دور رہا، قیام زیادہ ترکہ لگام میں رہتا تھا، اچھی عمر پائی، ان کی ولایت کی بہت سی ولیدیں تھیں، لباس اور آثار ظاہری تصوفین کے نہ تھے، ظاہری رسم کی پابندی کرنے والوں کی مخالفت شدت سے کرتے تھے، ان سے زیادہ کسی کو پرہیز نہیں دیکھا۔

مرشد کا وصال مرید کے رازنوی ہی پر ہوا، تحریر فرماتے ہیں:

جس روز آپ کی وفات ہوئی، آپ بیت الحن میں تھے، یہ گاؤں ایک گھائی پر دمشق اور مانیاز (درجہ) کے درمیان ہے، اس وقت آپ کا سر میری گود میں تھا، میرے دل کو بڑی تکلیف ہو رہی تھی، میں نے اس کا اظہار ایک دوست سے کیا، بدیا کر عام لوگوں کی عادت ہوتی ہے، اپنے مجھ سے کہا اے بیٹے! اعتقاد کا مسئلہ تم کو بتانا ہوں، اگر تم اپنے کو اس کے مطابق درست کر لو تو تمام تکلیفوں سے تم کو رہائی ہو جائے، تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ خدا ہر جگہ اور ہر وقت اچھوں اور بروں کو پیدا کرتا ہے، مگر اس کے فضل سے دشمنی کرنا نہیں چاہیے، اور نزول میں کسی تکلیف کو جگہ دینا چاہیے، سوائے اس کے وصیت کا سلسلہ دراز نہیں کیا، اور جان بحق ہوئے۔

لے کشت المحبوب ذکر ائمہ متاخرین،

سیاحت روحانی کسب کمال کے لیے تمام اسلامی ممالک تمام عراق، بغداد، پارس،
 قستان، آذربائیجان، طبرستان، خوزستان، کرمان، خراسان، ماوراء النہر، اور ترکستان وغیرہ
 کا سفر کیا، اور وہاں کے اولیاء عظام اور صوفیائے کرام کی روح پرور صحبتوں سے تہنض
 ہوئے، خراسان میں وہ تین سو مشائخ سے ملے جن میں شیخ محمد زنی بن العللاء، شیخ القاسم
 سدسی، شیخ الشیوخ ابو الحسن ابن سالبہ، شیخ ابوالحسن بن شہر بار، شیخ ابوالحسن علی بن بکران
 شیخ ابو عبد اللہ حندی، شیخ ابوطاہر کشفی، شیخ احمد بن شیخ خرقانی، خواجہ علی بن الحسین
 السیرکانی، شیخ محمد ابوالعباس دامغانی، خواجہ ابو جعفر محمد بن علی الجوبینی، خواجہ رشید مظفر
 ابن شیخ ابوسعید، خواجہ شیخ احمد جادی سرخی، اور شیخ احمد بن محمد سمرقندی سے خاص طور پر متاثر ہو
 منازل سلوک کے طے کرنے میں جو مجاہدے کیے ان میں ایک عجیب و غریب واقعہ
 خود ہی یہ بیان کیا ہے، کہ میں ایک مرتبہ شیخ ابویزیدؒ کے مزار پر تین مہینے تک حاضر رہا، ہر
 روز غسل اور وضو کر کے بیٹھتا تھا، مگر وہ کشف حاصل نہ ہوا، جو ایک بار وہیں چل ہو چکا تھا،
 آخرین وہاں سے اٹھ کر خراسان کی طرف چلا گیا، ایک گاؤں میں پہنچا تو ایک خانقاہ میں
 متصوفین کی ایک جماعت نظر آئی، میں اس جماعت کی نظر میں بہت ہی حقیر معلوم ہوا،
 ان میں سے کچھ لوگ کہنے لگے کہ یہ ہم میں سے نہیں ہے، اور واقعی میں ان میں سے نہ تھا،
 انہوں نے مجھ کو ٹھہرنے کے لیے ایک کوٹھا دیا، اور وہ خود اونچے کوٹھے پر ٹھہرے، کھانے
 کے وقت مجھ کو تو سوکھی روٹی دی، اور خود اچھا کھانا کھایا، کھانے کے بعد تھوڑے خربزہ کے
 چھلکے میرے سر پر پھینکتے تھے، اور طنز کی باتیں کرتے تھے، مگر وہ جتنا زیادہ طنز کرتے تھے، اتنا ہی
 میرا دل ان سے خوش ہوتا تھا، یہاں تک کہ ذلت اٹھاتے اٹھاتے وہ کشف حاصل ہو گیا،
 جو اس سے پہلے نہ ہوا تھا، اس وقت مجھ کو معلوم ہوا کہ مشائخ جابلوں کو اپنے یہاں کیوں بلے

دیتے ہیں بے

ایک اور موقع پر تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شام میں حضرت بلالؓ موزن کے روضہ کے سرہانے سو رہا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ مکہ منظر میں ہوں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے اندر داخل ہو رہے ہیں اور ایک بوڑھے آدمی کو گود میں لیے ہوئے ہیں جیسے کوئی کسی بچہ کو لیے ہوئے ہو، میں نے اُگے بڑھ کے قدم چومے، اور حیران تھا کہ گود میں یہ بوڑھا شخص کون ہے آپ کو میرے دل کا حال معلوم ہو گیا، اور فرمایا کہ یہ تیرا اور تیرے دیار والوں کا امام ہے یعنی ابو حنیفہ، اس خواب سے مجھ پر یہ ظاہر ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ کو جہانی طور سے فانی ہو چکے ہیں، مگر احکام شرعی کے لیے باقی اور قائم ہیں، اور ان کے حامل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، عراق میں تھے تو خود ان کا قول ہے کہ دنیا حاصل کر کے ٹارہے تھے جس کسی کو کوئی ضرورت ہوتی، ان کی طرف رجوع کرتا، ایسے لوگوں کی خواہش پوری کرنے میں مقروض ہو ایک شیخ نے ان کو لکھ بھیجا کہ اسے فرزند کہیں اس قسم کی مشغولیت میں خدا کی مشغولیت سے دور نہ ہو جاؤ، اور یہ مشغولیت ہوا سے نفس ہے، اگر کوئی ایسا شخص ہو جس کا دل تم سے بہتر ہو، تو ایسے دل کی تم خاطر کر سکتے ہو، تمام لوگوں کے لیے دل پریشان نہ رکھو، کیونکہ اللہ خود ہی اپنے بندوں کے لیے کافی ہے، اس پسند و موغظت سے ان کو قلبی سکون حاصل ہوا، اور خود اپنی کتاب کشف المحجوب میں بھی اس کی تعلیم دی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ مخلوق سے قطع تعلق کرنا گویا بلا سے جھوٹ جانا ہے، ایک انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی کی طرف نہ دیکھے تاکہ اس کی طرف بھی کوئی نہ دیکھے۔

مخلوق سے انقطاع تعلق کے باوجود ان کا بیان ہے کہ وہ پالیس سال تک مسلسل

لے کشف المحجوب باب ششم ذکر ملامت علیہ السلام، ذکر امام غفرلہ ابو حنیفہؒ، ایضاً فضل میری،

سفر میں رہے لیکن کبھی جماعت کی نماز مانعہ نہیں کی، اور ہر جمعہ کو نماز کے لیے کسی قصبین قیام فرمایا
اپنے مرشد ہی کی طرح صوفیوں کے ظاہری رسوم سے نفرت کرتے تھے، ان ظاہری رسوم
کو محضت و ریاضت کہتے ہیں، اور ان کی صحبت کو تمت کا مقام قرار دیتے تھے، چنانچہ اس سبب
(مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَوْمَ بَالَدَةَ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَقْضِ مَوَاقِفَ الْقَهْمِ) کہ کھنکھ
خداوند تعالیٰ سے اپنے لیے اسی کی توفیق عطا کرنے کی دعا کی ہے، یعنی جب کوئی اللہ اور قیام
پر ایمان رکھتا ہو تو اس کو مقام تمت میں کھڑا نہ ہونا چاہیے،

ازدواجی زندگی | تعلقات زنا ثنوی سے پاک رہے کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ ایک سال
کسی سے غائبانہ عشق رہا، مگر جب اس میں غلو پیدا ہونے لگا اور قرب تھا کہ ان کا دین تباہ
ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال لطف سے اس عشق مجازی کے فتنہ سے ان کو بچا لیا،

لے کشف المحجوب میں ذکر صلوة کے سلسلہ میں لکھتے ہیں،

و عبادت انجا کہ می خواہی کن، و شایخ محمد بن سلیم حق ادب ان نگاہ داشتہ اند و مردانہ اند
فرمودہ اند، یکے کی گویا دیشان کہ چهل سال سفر کردم هیچ نایم از جماعت خالی نبو، و هر آینه بقصبة بودم،
خاکس مؤلف کا خیال ہے کہ حضرت شیخ جبریلؑ نے ان سطوح میں خود اپنی طرف اشارہ کیا ہے،

لے ذکر الفرقین، المقام والحال سے کشف المحجوب کی اصل عبارت بھی ملاحظہ ہو،

من کہ علی بن عثمان الجلابی ام از پس آنکہ مرا حق تعالیٰ یازده سال از اذنت تزویج نگاہ داشتہ
بود، ہم تقدیر کرد ما بقصه اندر افتادم، ظاہر با ظہم اسیر صفیے باشد کہ با من کرد ندبے آنکہ
رویت بود و بود و یک سال مستغرق آن بودم، چنانچہ نزدیک بود کہ دین بزن تباہ شود
تا حق تعالیٰ بکمال لطف، و تمام فضل خود عصمت را بر استقبال دل بے چارہ من فرستادند،
بر رحمت خلاصی ارزانی داشت،

فوائد الفوائد (ص ۳۵) میں حضرت شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں :-

”شیخ حسین زنجانی اور شیخ علی ہجویری دونوں ایک ہی پیر کے مرید تھے، اور ان کے پیر اپنے عہد کے قطب تھے، حسین زنجانی عرصہ سے لہاورد (لاہور) میں سکونت پذیر تھے، کچھ دنوں کے بعد ان کے پیر نے خواجہ علی ہجویری سے کہا کہ لہاورد میں جا کر قیام کر دو، شیخ علی ہجویری نے عرض کیا کہ وہاں شیخ زنجانی موجود ہیں، لیکن بھڑپایا کہ تم جاؤ، جب علی ہجویری حکم کی تعمیل میں لہاورد آئے تو رات تھی، صبح کو شیخ حسین کا جنازہ باہر لایا گیا۔“

معلوم ہوتا ہے کہ لاہور اگر پھر اپنے مرشد کے پاس واپس گئے، کیونکہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ وہ مرشد کے وصال کے وقت ان کے پاس موجود تھے، ممکن ہے کہ وفات کے بعد پھر لاہور آئے ہوں، لیکن بہر حال لاہور کے قیام سے خوش نہیں تھے، ایک جگہ رقمطراز ہیں :

”کتب من بھرت غزنین ماندہ بود، من اندوید ہند در بلدہ لاہور کہ از مضافات ملتان است و میان ما جہان گرفتار شدہ بودم۔“

ہندوستان کے سفر میں جا بجا علمی مذاکرہ بھی کیا، فرماتے ہیں :-

”ہندوستان کے سفر میں ایک شخص کو دیکھا جو علم تفسیر و تذکرہ کا مدعی تھا، مقام فنا اور بقا میں اس نے مجھ سے مباحثہ کیا، اس کی تقریر سے مجھ کو فوراً معلوم ہو گیا کہ وہ فنا اور بقا سے بائیں تھا، بلکہ اس کو حادثات و قدیم کا بھی فرق نہیں معلوم تھا۔“ (ذکر بقا و فنا)

وفات آخر زندگی تک لاہور ہی میں قیام پذیر رہے، اور یہیں ابدی نیند سو رہے ہیں، سال وفات ۷۶۵ھ ہے، انتقال کے بعد مزار زیارت گاہ خلائق بن گیا، حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے ان کی قبر پر چلچلیا، اور جب مدت ختم کر کے رخصت ہونے لگے تو یہ شعر پڑھا،

گنج بخش ہر دو عالم منظر نور خدا کا بادل را بہر کامل ناقصان را رہنما

تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ گنج بخش کے نام سے شہرت کا سبب یہی ہے، عوام آماجش کہتے ہیں، حضرت فرید الدین گنج شکرؒ نے بھی ان کے مزار پر چلہ کشی کی تھی، جو ان کے اعلیٰ روحانی کمال کی دلیل ہے، ان کا مزار پر انوار ہر زمانہ میں مرجع خلایق رہا ہے،
دارالشکوہ اپنے زمانہ کا حال لکھتا ہے :-

”خلقی انبوہ برشب جمعہ زیارت ان روضہ منورہ مشرف می گردند و شہور راست کہ ہر کہ
چل شب جمعہ یا چل روز یکم طواف روضہ شریف ایشان بکنند، ہر حاجتے کہ داشتہ باشد حصول
می انجامد، فقیر نیز زیارت روضہ منورہ ایشان و والدین و خال ایشان مشرف گشتہ^۱۔
تصانیف | کشف المحجوب کے علاوہ ان کی تصنیفات میں سے حسب ذیل کتابوں کے
نام ملتے ہیں :-

(۱) منہاج الدین، اس میں اہل صفہ کے مناقب لکھے تھے، بقیہ اور کتابوں کے تصانیف
ان کے نام سے ظاہر ہیں (۲) کتاب الفنا و البقا (۳) اسرار الخرق و المونات
(۴) کتاب البیان لاہل العیان (۵) بحر القلوب (۶) الرعاۃ بحقوق اللہ
شعر و شاعری سے بھی ذوق رکھتے تھے، کشف المحجوب میں اپنے ایک دیوان کا بھی ذکر
کیا ہے، ان کی تحریر سے ان کی دو اور کتابوں کا بھی پتہ چلتا ہے :-

”پیش ازین اندر شرح کلام دے (منصور علاج) کتابے سانحہ ام“

”سن اندر بیان این (ایمان) کتابے کردہ جدا گانہ“

لیکن ان کتابوں میں سے اب کسی کا بھی پتہ نہیں ہے، ہم تک ان کی صرف کشف المحجوب
پہنچی ہے، جو ہر زمانہ میں اپنی نوعیت کے لحاظ سے بے مثل سمجھی گئی ہے، فارسی زبان میں تصنیف

کی یہ پہلی کتاب ہے حضرت نظام الدین اولیاء کا ارشاد ہے کہ جس کا کوئی مرشد نہ ہو، اس کو کشف المحجوب کے مطالعہ کی برکت سے مل جائے گا۔ حضرت شرف الدین عیسیٰ منیریؒ اپنے مکتوبات میں اس کتاب کا بجا ذکر فرماتے ہیں، حضرت جہانگیر شرف سمنانی کے محفوظات لطائف اشرفی میں اس کا حوالہ سحریت موجود ہے، ملا جامی رقمطراز ہیں:-

کشف المحجوب از کتب معتبرہ مشہور دین فن است و لطائف و حقائق دران کتاب جمع کردہ است۔

دارالشکوہ لکھتا ہے:-

حضرت علی ہجویریؒ تصنیف بسیار است اما کشف المحجوب مشہور و معروف است و بیچ کن بر آن سخن نیست و مرشدی است کامل، در کتب تصوف بخوبی آرد و زبان فارسی کتاب تصنیف شدہ۔

کشف المحجوب کی تصنیف کا سبب ابوسعید ہجویری کا ایک استفسار ہے، جو تصوف کے مؤثر و اشارات کو حضرت شیخ ہجویریؒ سے سمجھنا چاہتے ہیں، اسی کے جواب میں شیخ نے تصوف کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے جس سے کشف المحجوب تصوف کی قابل قدر کتاب بن گئی ہے۔ اس کے ذریعہ گویا پہلی مرتبہ اسلامی تصوف کو ہندوستان میں پیش کیا گیا ہو اس لیے اس کے مباحث ناظرین کے سامنے زیادہ تفصیل سے پیش کیے جاتے ہیں،

علم | کتاب کا پہلا باب علم کی بحث سے شروع ہوتا ہے، اس باب میں پانچ فصلیں ہیں،

۱۔ در نظامی مرتبہ شیخ علی محمود جاندار سہ قلمی مملوکہ سلیم الدین خادم نظام المشائخ دہلی، میں نے اس کو محمد ولی المحترم جناب عبد الماجد صاحب دیابادی کی کتاب تصوف اسلام سے لیا ہے جنھوں نے کشف المحجوب اور اس کے مصنف پر ایک

سیر حاصل مقام لکھا ہے۔ ۲۔ نفحات الانس قلمی نسخہ دار الشکوہ ۳۔ سفینۃ الاولیاء ص ۲۸۲۔

شروع میں کلام مجید اور احادیث نبوی کی روشنی میں علم کی اہمیت دکھا کر بتایا ہے کہ علم ہی کے ذریعہ ایک سالک مراتب اور درجات کے حصول کے قابل ہوتا ہے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب وہ اپنے علم پر بھی عمل کرتا ہو، پھر علم کی دو قسمیں بتائی ہیں (۱) علم خداوند تعالیٰ (۲) علم خلق، اور ان کی تصریح اس طرح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے نزدیک اس کے بندوں کا علم بگل میچ ہے، وہ تمام موجودات اور معدومات کو جانتا ہے، بندوں کا علم ایسا ہونا چاہیے کہ ظاہر و باطن میں نفع بخش ہو، اس کی دو قسمیں ہیں، (۱) اصولی یعنی ظاہر میں کلمہ شہادت پڑھنا، اور باطن میں معرفت کی تحقیق کرنا (۲) فروعی یعنی ظاہر میں معاملہ کرتا اور باطن میں اس کے لیے صحیح نیت رکھنا۔

حضرت شیخ تجویریؒ کے نزدیک ظاہر بغیر باطن کے منافقت ہے، اور باطن بغیر ظاہر کے زندگی نہ ہو، باطن حقیقت اور علم ظاہر شریعت ہے، علم حقیقت کے تین ارکان ہیں (۱) خداوند تعالیٰ کی ذات کا علم، یعنی وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، وہ کسی مکان میں ہے نہ جہت میں، اس کا کوئی مثل نہیں (۲) خداوند تعالیٰ کے صفات کا علم، یعنی وہ عالم ہے اور ہر چیز کو جانتا ہے، دیکھتا ہے، اور سنتا ہے (۳) مخلوق کے افعال کا علم، وہ تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا ہے،

علم شریعت کے بھی تین ارکان ہیں (۱) کتاب (۲) سنت (۳) اجماع امت، پہلا علم گویا خدا کا علم ہے اور دوسرا خدا کی طرف سے بندہ کو عطا کیا ہوا علم، حضرت شیخ تجویریؒ نے صوفیائے کرام کے اقوال اور اپنے دلائل سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کہ جس شخص کو خدا کا علم یعنی علم حقیقت نہیں، اس کا دل جہالت کے سبب مردہ ہے، اور جس شخص کو اس کا عنایت کیا ہوا یعنی علم شریعت نہیں، اس کا دل ناوادی کے مرض میں گرفتار ہے، شیخ نے دونوں علموں کو لازم ملزوم قرار دیا ہے، اور حضرت ابو جبرہ راقیؒ رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تائید کی ہے کہ جس شخص نے صرف علم تو حید پر اکتفا کیا وہ زندقہ ہے،

فقر | دوسرا باب فقر سے شروع ہوتا ہے اس میں تین فصلیں ہیں،

پہلی فصل میں کلام مجید اور احادیث کی روشنی میں دکھایا ہے کہ فقر کا مرتبہ خدا کے نزدیک بہت بڑا اور افضل ہے، اور فقر کی تعریف یہ ہے کہ اس کے پاس کچھ نہ ہو، اس کی کسی چیز میں غل نہ ہو، نہ دنیا دار ساز و سامان ہونے سے، والدہ ہو جائے اور نہ اس کے نہ ہونے سے محتاج ہو جائے، یعنی اس کا ہونا اور نہ ہونا اس کے نزدیک برابر ہو، بلکہ نہ ہونے سے اور بھی زیادہ خوش ہو، کیونکہ فقیر قناتنگ دست ہوگا اسی قدر اس پر حال زیادہ کشادہ ہوگا اور اسرار و کشف ہون گے، وہ جس قدر دنیا کے مال و متاع سے بے نیاز ہو جاتا ہے، اتنا ہی اس کی زندگی الطاف نغی اور اسرار روشن سے وابستہ ہوتی جاتی ہے، اور رضائے الہی کی خاطر وہ دنیا کی تمام چیزوں کو نظر انداز کر دیتا ہے، ایک فقیر کا کمال فقر یہ ہے کہ اگر دو دنوں جہان اس کے فقر کے راز و کے پلڑے میں رکھے جائیں تو وہ ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوں، اور اس کی ایک سانس دو دنوں عالم میں نہ سائے،

دوسری فصل میں صوفیاء نقطہ نظر سے فقر و غنا پر بحث کی ہے، بعض صوفیائے کرام کا خیال ہے کہ غنا، فقر سے افضل ہے، ان کی دلیل ہے کہ خداوند تعالیٰ کی صفت ہے، فقر کی نسبت اس کی جانب جائز نہیں، اور دوستی میں ایسی صفت جو خدا اور بندہ کے درمیان مشترک ہو ضرور پائی جائے گی، اور یہ اس صفت یعنی فقر سے بہتر ہے جس کو خداوند تعالیٰ کی جانب منسوب کرنا روا نہیں،

حضرت شیخ بھوپریؒ نے اس منطقیانہ دلیل کو منطقیانہ دلائل ہی سے رد کیا ہے، مثلاً خدا کی صفات میں مماثلت کی کوشش آپس میں برابر ہونے کی دلیل ہے، مگر خدا تعالیٰ کی صفت قدیم ہے، اور خلق کی صفت حادث ہے، اس لیے دو دنوں میں مماثلت ممکن نہیں غنی خدا کے منجملہ دوزخوں کے ایک نام ہے، یہ اسی کے لیے دیا ہے، بندہ اس نام کا سچی تہنیں ہو سکتا،

بندہ کے غنا کا کوئی سبب ہوتا ہے، مگر خدا کا غنا سبب سے بے نیاز ہے خلق کے غنا میں حدوث و قیامت ہوتے ہیں، غنا کا غنا اس سے ماوراء ہے، اس کی قدرت کا کوئی مانع نہیں، وجود بشری کو حیات لازم ہے، کیونکہ حدوث کی علامت احتیاج ہے، اور جب احتیاج پیدا ہوتی ہے تو پھر غنا کیونکر باقی رہ سکتا ہے؟ اس تشریح تفصیل کے بعد حضرت شیخ ہجویریؒ نے غنا کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت قرار دیا ہے، جو ایک بندہ کے لیے کسی طرح سزاوار نہیں،

مگر حضرت شیخ ہجویریؒ کے نزدیک بندہ کا غنی ہونا محال بھی نہیں، الغنی من اغناہ اللہ یعنی غنی وہ ہے جس کو خدا غنی کر دے، اس لیے غنی بالشد فاعل ہے، اور من اغناہ اللہ مفعول ہے، فاعل بذات خود قائم ہے، اور مفعول فاعل کی وجہ سے قائم ہوتا ہے، اگر بندہ غنا سے سرفراز کیا جاتا ہے، تو یہ اس کے لیے نعمت ضرور ہے، مگر اس نعمت میں غفلت اسی طرح آفت ہے جس طرح فقر میں حرص، اس لیے بندہ اگر غنی ہے تو اس کو غافل نہ ہونا چاہیے اور اگر فقر رکھتا ہو تو اس کو حرص نہ ہونا چاہیے، حضرت ہجویریؒ کے نزدیک غنا میں دل کے غم سے مشغول ہونے کا احتمال باقی رہتا ہے، اور فقر میں دل اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے جدا رہتا ہے، اس لیے فقر غنا سے بہتر ہے، اور جب ایک طالب خدا کے سوا دنیا کی تمام چیزوں سے مستغنی ہو جاتا ہے تو فقر و غنا کے دونوں نام اس کے لیے بے معنی ہو جاتے ہیں،

تیسری فصل میں فقر و فقیر سے متعلق مشائخ عظام کے جواہرِ اقوال ہیں، ان کی تشریح اور تفصیل کی ہے، مثلاً حضرت رویم بن محمد فرماتے ہیں کہ فقیر کی تعریف یہ ہے کہ اپنے بھیدن کو محفوظ رکھے، اور اس کا نفس آفت سے مصون ہو، اور وہ فرائض کا پابند ہو، شیخ ہجویریؒ نے اس کی تشریح یہ کی ہے، کہ جو کچھ فقیر کے دل پر گزرتا ہے اس کو ظاہر نہ کرے، اور جس کا ظہور ہو جائے اس کو چھپائے نہیں، اور نہ اسرار کے غالب ہونے سے ایسا منسوب ہو جائے کہ

شرعیت کے احکام ادا نہ کر سکے، یا مثلاً حضرت ابوالحسن نورسؒ فرماتے ہیں کہ فقیر کی صفت یہ ہے کہ نہ ہونے کی صورت میں سکوت کرے، اور ہونے کے وقت خرچ کرے، اور خرچ کے لیے بے چین ہو، حضرت شیخ جمہوریؒ نے ذیل سے اس کی تفسیر کی ہے، "ایک یہ کہ نہ ہونے کے وقت سکوت کرے، گویا خداوند تعالیٰ کی رضا کی دلیل ہے، اور اگر اس کے پاس کچھ ہو گیا تو گویا اس کو خداوند تعالیٰ کی ناپسندیدگی سے خلعت عطا ہوا، مگر خلعت فرقت کی نشانی ہے، کیونکہ محب خلعت قبول نہیں کرتا، اس لیے جو کچھ فقیر کو ملتا ہے، اس کو وہ دوسروں کو دیکر بے حد اپنے سے جدا کر دیتا ہے، دوسری تفسیر یہ کی ہے کہ فقیر کو سکون اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ کسی چیز کا منتظر نہیں رہتا، اور جب کوئی چیز حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اس کو اپنے سے غیر پاتا ہے، اور غیر کے ساتھ اس کو آرام نہیں ملتا، اس لیے اس کو ترک کر دیتا ہے۔"

صوفی کی اصلیت | تیسرے باب میں صوفی کی اصلیت سے متعلقہ بحث کی ہے، اس میں جن تین فصلیں ہیں،

لفظ صوفی کی اصلیت ہمیشہ سے مختلف رہی ہے، ایک گروہ کہتا ہے کہ صوفی صوف کا کپڑا پہنتا ہے، اس لیے اس نام سے منسوب ہوا، دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ صوف اول میں رہتا ہے، اس لیے اس نام سے پکارا جاتا ہے، تیسرے کا خیال یہ ہے کہ صوفی اس درجہ سے کہتے ہیں کہ وہ اسبابِ صوفیہ کے ساتھ دوستی رکھتا ہے، اور چوتھے کی رائے یہ ہے کہ یہ اسم صفا شیعہ تہی ہے، اسی طرح اور توجہات ہیں، مگر حضرت شیخ جمہوریؒ نے ان میں سے ہر ایک کو غلط قرار دیا ہے، فرماتے ہیں کہ صوفی کو صوفی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اپنے اخلاق و معاملات کو مذہب کر لیتا ہے، اور طبیعت کی آفتوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے، اور حقیقت میں صوفی وہ ہے جس کا دل اور رشتے پاک اور صاف ہو، کیونکہ تصوف بابِ تفسیر سے ہے،

جس کا خاتمہ تکلف ہے، یعنی صوفی اپنے نفس پر تکلیف لگاتا ہے، اور یہی تصوف کے اصلی معنی ہیں، اہل تصوف کی تین قسمیں ہیں :-

(۱) صوفی، جو اپنی ذات کو فنا کر کے خدا کی ذات میں بقا حاصل کرتا ہے، اور اپنی طبیعت سے آزاد ہو کر حقیقت کی طرف متوجہ ہوتا ہے (۲) متصوف، جو صوفی کے درجہ کو مجاہدہ سے تلاش کرتا ہے، اور اس تلاش میں اپنی ذات کی اصلاح کرتا ہے (۳) مستصوف، جو محض مال و منال اور جاہ و ثروت کے لیے اپنے کوشش صوفی کے بالیتا ہے،

پس صوفی صاحب وصول (یعنی وصل حاصل کرنے والا) متصوف صاحب اصول (یعنی اصول کے اصول پر چلنے والا) اور متصوف صاحب فنصول ہوتا ہے،

دوسری فصل میں حضرت شیخ جمہوریؒ نے مشائخ کبار کے اقوال نقل کیے ہیں جن سے ان کے مذکورہ بالا خیالات کی تائید ہوتی ہے، مثلاً حضرت حسن نورانیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف نام خلط و نفاسی کے ترک کرنے کا نام ہے، اور صوفی وہ لوگ ہیں جن کا ذکر شہرت کی کدورت سے آزاد ہو گیا ہو، اور نفاسی آفتون سے صاف ہو کر اخلاص سے مل گیا ہو، یہاں تک کہ غیر خدا سے ہرتی ہو کر وہ صف اول اور درجہ اولیٰ میں پہنچ جاتے ہیں،

حضرت حسریؒ کا قول ہے کہ تصوف دل اور بصیرت کی صفائی اور کدورت کی مخالفت کا نام ہے حضرت شیخ جمہوریؒ نے اسکی تصریح یہ کی ہے، کہ فقیر اپنے دل کو خدا کی مخالفت کیل سے پاک کرتا ہے، کیونکہ دوستی میں صرف موافقت ہوتی ہے، اور موافقت مخالفت کی ضد ہے، اور جب خدا کی مخالفت ہوتی ہے، تو مخالفت نہیں ہوتی ہے، اس لیے دوست کو دوست کے حکم کی تعمیل کے سوا اور کچھ نہیں چاہیے۔

حضرت شبلیؒ کا قول ہے، کہ صوفی وہ ہے کہ دونوں جہان میں خدا سے سزا و جہنم کے ایمان کو

چیز نہ دیکھے حضرت سجورجی نے اسکی تشریح کر کے بتایا ہے کہ بندہ جب غیر کو نہ دیکھے گا تو اپنی ذات کو نہ دیکھے گا، اس طرح اپنی ذات کی نفی اور اثبات سے فارغ ہو جائے گا،

تصوف اس بحث میں حضرت شیخ سجورجی نے حضرت جنیدؒ کے اس قول کی تائید کی ہے کہ تصوف کی بنیاد اٹھ خصلتوں پر ہے جن سے اٹھ پیغمبروں کی پیروی ہوتی ہے، یعنی تصوف میں سخاوت حضرت ابراہیمؑ کی ہو، رضا حضرت اسماعیلؑ کی ہو، صبر حضرت ایوبؑ کا ہو، اشارات حضرت زکریاؑ کے ہو، غربت حضرت یحییٰؑ کی ہو، سیاحت حضرت عیسیٰؑ کی ہو، لباس حضرت موسیٰؑ کا ہو، اور فقر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہو،

تیسری فصل میں حضرت سجورجی کے مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ تصوف محض علوم و رسوم کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک خاص اخلاق کا نام ہے، علوم ہوتا تو تعلیم سے حاصل ہوتا، رسوم ہوتا، تو مجاہدہ سے حاصل ہوتا، مگر یہ نہ تعلیم سے حاصل ہوتا ہے، اور نہ صرف مجاہدہ سے، اس اخلاق کی تین قسمیں ہیں (۱) خدا کے احکام کو ریا سے پاک ہو کر پورا کرنا (۲) بڑوں کی عزت کرنا اور چھوٹوں کے

ساتھ عزت سے پیش آنا اور کسی سے انصاف اور عوص نہ چاہنا، (۳) نفسانی خواہشوں کا تابع نہ کرنا، صوفی کا لباس | چوتھے باب میں صوفیوں کے لباس پر تین فصلوں میں بحث کی ہے، صوفی نسبت کی پیروی میں کل یا گڈری لباس کے طور پر استعمال کرتا ہے، جو اس کے فقر و یا عنیت کی دلیل ہے، مگر گڈری پہننے کیلئے شیخ سجورجی نے بہت سی شرطیں مقرر کی ہیں، گڈری پہننے والوں کو تارک الدنیا یا اللہ کا ماشت ہونا چاہیے، اس کے باوجود وہ خود گڈری اسی وقت پہن سکتا ہے، جب کہ اس کو مشائخ پہنائیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ مؤخر الذکر اول الذکر سے ایک سال غن کی خدمت اور ایک سال خدا کی خدمت لیں، اور ایک سال اس کے دل کی رعایت حاصل کریں غن کی خدمت یہ ہے کہ وہ سب کو بلاتمیز اپنے سے بہتر جانتا ہو، اور ان کی خدمت اپنے لیے واجب سمجھتا ہو، مگر

اپنی خدمت کی فضیلت کا گمان مطلق نہ کرتا ہو، خدا کی خدمت یہ ہے کہ دنیا اور عقیقی کے مزے ترک کر دیتا ہو، اور جو کام ہو صرف خدا کی خاطر کرتا ہو، دل کی رعایت یہ ہے کہ اس میں بہت ہو، اس سے تمام غم دور ہوں، اور وہ صرف اللہ کی طرف متوجہ ہو، جب یہ تینوں شرطیں پوری ہو جائیں تو شیخ اپنے مرید کو گڈری پہنا سکتا ہے، گڈری پہننا گویا کفن کا پہننا ہے جس کے بعد زندگی کی تمام لذتوں اور آسائشوں سے کن رہ کٹ ہو کر صرف خدا کا ہو کر رہنا پڑتا ہے۔

ملاست | چھٹا باب ملاست پر ہے، حضرت شیخ ہجویریؒ نے خلق کی ملاست کو خدا کے دوستوں کی غذا کہا ہے، اور اس کی تین قسمیں بتائی ہیں :-

(۱) ایک یہ کہ ایک شخص اپنے معاملات و عبادات میں درست ہو، پھر بھی خلق اس کو ملاست کرتی ہو، لیکن وہ اس کی پروا مطلق نہ کرتا ہو، مثلاً شیخ ابوطاہر حرمی ایک بار بازار میں جا رہے تھے ایک شخص نے ان سے کہا: اے پیر زندقہ! کہاں جاتا ہے؟ ان کے ایک مرید نے اس سے جھگڑا کرنا چاہا، مگر انھوں نے روک دیا، اور جب گھر آئے تو مرید کو بہت سے خطوط دکھائے، جن میں ان کو کسی میں شیخ زکی، کسی میں شیخ زاہد، کسی میں شیخ الاسلام، اور کسی میں شیخ الحرمین لکھ کر مخاطب کیا گیا تھا، اور فرمایا کہ ہر شخص اپنے اعتقاد کے مطابق جو چاہتا ہے مجھ کو کہتا ہے، مگر یہ سب اہم نہیں ہیں، انقباب ہیں، کوئی مجھ کو زندقہ کہے تو اس کے لیے جھگڑا کیوں کیا جائے،

(۲) دوسری یہ کہ وہ دنیا کی جاہ و حشمت سے منہ موڑ کر خدا کی جانب مشغول ہو، اور خلق کی ملاست کو رد کر دے، لیکن وہ دنیا کی طرف مائل نہ ہونے پائے، مثلاً ابو یزید رمضان کے مہینے میں سفر حجاز سے اپنے شہر میں واپس آئے تو لوگوں نے بہت ہی اعزاز و اکرام سے ان کا استقبال کیا، اس خیر مقدم میں وہ خدا کی یاد سے غافل ہو گئے، انھوں نے اسی وقت اپنی آستین سے ٹکلیہ نکال کر کھانا شروع کر دیا، لوگوں نے ان کو ٹکلیہ کھاتے دیکھا تو ان کو ملاست کرنے لگے، اور

ان سے برگشتہ ہو گئے۔ ابو زید نے قصداً ایسا کیا تاکہ وہ دنیا اور دنیا داروں کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔
 (۳) تیسری یہ کہ وہ ضلالت اور گمراہی میں مبتلا ہو، اور اس سے غی کی ملامت کے ڈر سے
 باز آنا محض نفاق اور ریاکاری سمجھتا ہو، یہاں تک کہ شریعت کو بھی ترک کر دیتا ہو بخوشی و بھوری کے
 نزدیک صحیح نہیں۔

حضرت شیخ بھوریؒ نے اس قول کی تائید کی ہے کہ ملامت عاشقوں کے لیے ایک ترو تار
 باغ، دوستوں کے لیے مایہ تفریح، مشاقون کے لیے راحت اور مریدوں کے لیے سرور ہے،
 حضرت ابراہیمؑ اور اہم سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ آپ کبھی اپنی مراد کو بھی پہنچے،
 تو انھوں نے کہا کہ ہاں دوبار، ایک مرتبہ میں کشتی میں بیٹھا ہوا تھا، مجھ کو کسی نے نہیں پہچانا، اس وقت
 میں پرانے اور پھٹے کپڑے پہنے ہوئے تھا، سر کے بال بڑھے ہوئے تھے، میری حالت دکھلک
 کشتی والے مجھ پر ہنستے تھے، جو شخص آتا میرے سر کے بال پکڑ کر کھینچتا، اور تسو کرتا، اس وقت
 میری مراد حاصل ہو رہی تھی، اور میں اس لباس میں خوش ہو رہا تھا، مگر ایک روز یہ خوشی ختم ہو گئی،
 کیونکہ اس روز ایک سخرہ اٹھا اور اس نے میرے اوپر پیشاب کر دیا اور مجھ کو وہ لباس اتارنا پڑا،
 دوسری بار میری مراد اس طرح پوری ہوئی کہ ایک روز سخت بارش ہو رہی تھی، جاڑے کا زمانہ
 تھا، ایک گاؤں میں پہنچا، میرا جبہ بھیگ گیا تھا، ایک مسجد میں گیا، وہاں کسی نے مجھ کو ٹھہر
 نہیں دیا، سردی سے پریشان ہو کر میں ایک حمام کی بٹھی میں گھس گیا، اور اس سیٹ کراگ کی
 طرف بٹھ گیا، اس کے دھوئیں سے میرے کپڑے اور میرا منہ کالا ہو گیا، اس وقت میں اپنی مراد پہنچا
 اُگے سات بابوں میں صوفیانہ نقطہ نظر سے صحابہ عظام، اہل البیت، اہل الصفا،

شیخ تابعین، ائمہ اور صوفیائے متاخرین کا ذکر ہے،

چودھواں باب نہایت اہم ہے، اس میں صوفیوں کے مختلف فرقوں کے عقائد پر

ناقدانہ اور محققانہ مباحث ہیں تفصیل غالباً نامناسب نہ ہوگی۔

رضا | پہلا فرقہ محاسبیہ ہے جو عبداللہ بن عمار بن اسرارہ محاسبی کی جانب منسوب ہے، عمارت محاسبی کا عقیدہ تھا کہ رضا مقامات میں سے نہیں، بلکہ احوال میں ہے، حضرت جبریلؑ نے رضا کے مقامات کی تشریح کر کے عمارت کی رافعت کی ہے، اور رضا کی دو قسمیں بتائی ہیں، (۱) خداوند کی رضا بندہ سے (۲) بندہ کی رضا خداوند تعالیٰ سے۔

بندہ سے خداوند تعالیٰ کی رضایہ ہے کہ وہ ان کو ثواب، نعمت اور بزرگی عطا کرتا ہے، اور خداوند تعالیٰ سے بندوں کی رضایہ ہے کہ وہ اس کے احکام کی تعمیل کریں، خداوند تعالیٰ اپنے احکام میں یا تو کسی چیز سے منع کرتا ہے، یا عطا کرنے کا وعدہ کرتا ہے، مگر اس کے احکام کے ماننے والے اس کے خوف و محبت میں ایسے ہی لذت محسوس کرتے ہیں، جیسے اس کے لطف و کم سے حظ اٹھاتے ہیں، اس کا جلال اور جمال ان کی نظروں میں یکساں ہے، اور وہ ٹھن سے ایسے کہ وہ اپنے اختیارات کو سلب کر لیتے ہیں، جس کے بعد ان کا دل غیر کے اندیشہ سے نجات پا کر تمام غم و اہم سے آزاد ہو جاتا ہے،

اصحاب رضا چار قسم کے ہوتے ہیں، ایک خداوند تعالیٰ کی عطا (خواہ وہ کیسی ہی ہو) پر راضی رہتے ہیں، یہ معرفت ہے، دوسرے اس کی نعمتوں (دنیاوی) پر راضی ہوتے ہیں، وہ دنیا والے ہیں، تیسرے مصیبت پر راضی رہتے ہیں، یہ رنج ہے، چوتھے احوال و مقامات کی قید سے نکل کر صرف خداوند تعالیٰ کی خوشی پر رہتے ہیں، یہ محبت ہے،

دوسرا گروہ قصاصیہ کا ہے، اس کے پیشوا ابو صالح بن حمدون بن احمد بن عمارۃ القصار ہیں جو خلق کی ملامت کو تزکیہ نفس کے لیے ضروری سمجھتے ہیں، ملامت پر بحکمت چھٹے باب میں گندھکی ہے، ایسے حضرت جبریلؑ نے اس موقع پر اس ملامت کی تفصیل کے ساتھ روشنی نہیں ڈالی ہے،

سکر و صحو | اس کے بعد گروہ طیفوریہ اور گروہ جندیہ کا ذکر ہے، اول الذکر کے پیشوا ابو زید طیفور بن
سروشان البطامی، اور موخر الذکر کے امام ابو القاسم الجندی بن محمد ہیں، پہلے گروہ کا عقیدہ سکر
اور دوسرے کا صحو پر مبنی ہے، اس سلسلہ میں حضرت شیخ ہجویریؒ نے بتایا ہے کہ سکر اور صحو کیا ہیں
سکر حق تعالیٰ کی محبت کا غلبہ ہے، ایک سالک جب محبوب کے جمال کو دیکھتا ہے تو اس کی
عقل عشق سے مغلوب ہو جاتی ہے، اور غایت بے خودی میں اس کے ادراک اور ہوش باقی
نہیں رہتے، اس پر محویت اور فنا کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، صحو محویت کے بعد حصول
مراود کا نام ہے، جس میں جمال محبوب کے مشاہدہ سے حیرت اور وحشت باقی نہیں رہتی، صحو
میں غفلت سے حجاب پیدا ہوتا ہے، لیکن جب یہی غفلت محبت بن جاتی ہے، تو وہ کشف
ہے، صحو غفلت کے قریب ہو تو سکر ہے، اور سکر محبت کے قریب ہو تو صحو ہے، جب دونوں
کی اصل صحیح ہوں تو سکر صحو اور صحو سکر ہے، اس جزوی اختلاف کے باوجود، دونوں ایک سلسلے
کی علت و معلول ہیں، لیکن جب دونوں کی اصل صحیح نہ ہو تو دونوں بے فائدہ ہیں، حضرت
شیخ ہجویریؒ خود جندی مسلک کے پابند تھے، اور صحو کو سکر پر فوقیت دیتے تھے، لکھتے ہیں کہ تمام صحو
مردوں کی جائے فنا ہے،

عزلت نشینی | پانچواں گروہ نورید کا ہے جس کے پیشوا ابن الحسن بن نورؒ ہیں، وہ درویشوں کی
عزلت گزینی کو ایک نامعلوم فعل سمجھتے ہیں، اور صحبت کو ضروری قرار دیتے ہیں، اور اصحاب صحبت
کے لیے ایثار و کفایت برداشت کرنے کو بھی ضروری سمجھتے ہیں، ورنہ اس کے بغیر صحبت حرام ہے
اور اگر صحبت کے سبب ایثار رنج و کفایت کے ساتھ محبت بھی شامل ہو، تو یہ اور زیادہ اولیٰ ہے، حضرت
ہجویریؒ نے فرقہ نورید کے اس مسلک کو پسندیدہ کہا ہے،

مجاہدہ و ریاضت | (۶) سہلیہ :- اس کے امام حضرت سہل بن تشریؒ ہیں، ان کی تعلیم اجتہاد

(عبدِ مشقت)، مجاہدہ نفس اور ریاضت ہے، اجتہاد، مجاہدہ اور ریاضت کی غرض نفس کی نجات ہے، ایسے حضرت ہجویریؒ نے نفس کی تشریح واضح طور سے کی ہے،

فرماتے ہیں کہ نفس کی مخالفت تمام عبادتوں کا سرچشمہ ہے، نفس کو نہ پہچاننا اپنے کو نہ پہچاننا ہے، جو شخص اپنے کو نہیں پہچانتا، وہ خدا کو نہیں پہچان سکتا، نفس کا فنا ہو جانا حق کے بقا کی علامت ہے، اور نفس کی پیروی حق عزوجل کی مخالفت ہے، نفس پر جبر کرنا یعنی نفسانی خواہشوں کو روکنا جہاد اکبر ہے، حضرت سہل بن عبد اللہ تستریؒ نے اس میں بڑا غلو فرمایا ہے، وہ نفس کے مجاہدہ کو مشاہدہ کی علت قرار دیتے ہیں، اسل تستریؒ کے اس مسلک سے بعض گروہوں کو اختلاف ہے، ان کا خیال ہے کہ مشاہدہ محض عنایت ایزدی پر منحصر ہے، مجاہدہ وصل حق کی علت نہیں ہو سکتا، ممکن ہے ایک شخص مجرہ کے اندر عبادت میں مشغول ہو، پھر بھی حق سے دور ہو اور ایک شخص خرابات میں رہتا ہو گنگنا رہے اور اسے قرب خداوندی حاصل ہو۔ حضرت شیخ ہجویریؒ نے اس اختلاف کو محض الفاظ اور تعبیر کا اختلاف قرار دیا ہے، کہ ایک شخص مجاہدہ کرتا ہے تو اس کو مشاہدہ حاصل ہوتا ہے، دوسرا مشاہدہ کرتا ہے کہ مجاہدہ حاصل ہو، مشاہدہ کے بغیر مجاہدہ نہیں، اور مجاہدہ کے بغیر مشاہدہ نہیں، اس رائے کے باوجود حضرت شیخ ہجویریؒ مجاہدہ کو مشاہدہ کی علت قرار نہیں دیتے، بلکہ اس کو وصل حق کا طریقہ اور ذریعہ سمجھتے ہیں، نفس کے بند ہوا یعنی نفس کی خواہشوں کا ذکر ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ بندہ دو چیزوں کا تابع رہتا ہے، ایک عقل کا دوسرے نفس کی خواہشوں کا، جو عقل کا متبع ہوتا ہے وہ ایمان کی طرف جاتا ہے، اور جو ہوا کی پیروی کرتا ہے، وہ کفر، گمراہی اور ضلالت کی طرف اٹل ہے، حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ وصل حق کیا چیز ہے فرمایا "ہوا کا ترک کرنا" حضرت ہجویریؒ نے بھی اس کی تائید کی ہے، اور کہہ ہے کہ سب سے بڑی عبادت ہوا کا ترک کرنا ہے، گو اس کا

ترک کرنا اخن سے پہاڑ کھودنے سے بھی زیادہ مشکل ہے،

حضرت تجویریؒ نے ہوا کی دو قسمیں بتائی ہیں (۱) لذت اور ثنوت (۲) جاہ طلبی، اول الذکر کے فتنہ سے خلق محفوظ رہتی ہے لیکن موخر الذکر سے خلق کے درمیان فتنہ پیدا ہوتا ہے خصوصاً جب یہ جاہ طلبی خانقاہوں میں ہو،

ولایت و کرامت | (۱) فرقہ حکیمیہ :- یہ گروہ حضرت ابو عبد اللہ بن علی الحکیم الرضی کی جانب

منسوب ہے، اس فرقہ کا مسلک ہے کہ ولی اللہ خدا کا برگزیدہ بندہ ہوتا ہے جو نفس کی حرص و اڑ سے پاک ہو کر اسرار الہی سے واقف ہوتا ہے، اور اس سے کرامت ظاہر ہو سکتی ہے، اس میں حضرت تجویریؒ نے ولی کی ولایت اور کرامت مفصل بحث کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کچھ بندوں کو اپنا دوست بناتا ہے، ان کی صفات یہ ہیں کہ دنیاوی مال و دولت سے بے نیاز ہو کر وہ صرف ذات خداوندی سے محبت کرتے ہیں جب دوسرے لوگ ڈرتے ہیں تو وہ نہیں ڈرتے، اور جب دوسرے غمزدہ ہوتے ہیں تو وہ نہیں ہوتے، اور جب ایسے لوگ دنیا میں باقی نہ رہیں گے تو قیامت آجائے گی، معترف کا اعتراف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام بندے اس کے دوست ہیں، کوئی بندہ خاص اور برگزیدہ نہیں ہوتا، اللہ کا خاص بندہ صرف نبی ہوتا ہے، حضرت شیخ تجویریؒ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں اپنے بندوں میں سے کسی ایک کو خاص بناتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے رسول کی رسالت کی دلیل روشن اور واضح ہوتی رہے، فرقہ متشیوی خاص بندوں کا ہونا جانے سمجھتا ہے مگر اس کا خیال ہے کہ ایسے بندے تھے ضرور مگر اب نہیں ہیں، لیکن حضرت شیخ تجویریؒ کہتے ہیں کہ ایسے بندے ہر زمانہ میں ہوتے ہیں، اور ان کی قسمیں بتائی ہیں،

(۱) اخیر (۲) ابدال (۳) ابرار (۴) اوتاد (۵) نقباء (۶) قطب یا غوث،

ایک گروہ کا اعتراض ہے کہ دلی اپنی ولایت کے باعث عاقبت سے بے خوف اور دنیا پر مغرور ہو سکتا ہے لیکن حضرت شیخ جویریؒ نے بہت سے اقوال سے ثابت کیا ہے کہ دلی وہ ہے جو اپنے حال میں فانی اور مشاہدہ حق میں باقی ہو، اسے اپنے وجود کی خبر نہ ہو، اور نہ اس کو اللہ کے سوا غیر کے ساتھ قرار ہو، وہ مشہور ہوتا ہے لیکن شہرت سے پرہیز کرتا ہے، کیونکہ شہرت باعثِ فنا و رعونت ہے،

جب دلی اپنی ولایت میں صادق ہوتا ہے تو اس سے کرامت ظاہر ہوتی ہے، کرامت دلی کا خاصہ ہے، کرامت عقل کے نزدیک محال ہے اور نہ اصول شریعت کے خلاف ہے، کرامت محض "مقدور خداوندی" ہے، یعنی اس کا طور کسب سے نہیں، بلکہ خدا کی بخششوں سے ہوتا ہے،

اس کے بعد یہ بحث ہے کہ کرامت کا طور کسب ہوتا ہے، ابو زیدؒ، ذوالنون مصریؒ اور محمد بن خفیف وغیرہ کا خیال ہے کہ اس کا طور سکریہ کے حال میں ہوتا ہے، اور جو صحو کے حال میں ہو، وہ نبی کا مجرہ ہے، ولی جب تک بشریت کے حال میں رہتا ہے، وہ محبوب رہتا ہے، اور جب خدا کے لطافت و اکرام کی حقیقت میں مدہوش ہو جاتا ہے، تو اس حال میں (جو سکریہ) کرامت ظاہر ہوتی ہے، اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب دلی کے نزدیک پتھر اور سونا دونوں برابر ہو جاتے ہیں،

حضرت جنیدؒ اور ابو العباس سیاریؒ وغیرہ کا مسلک ہے کہ کرامت سکریہ میں نہیں بلکہ صحو اور تکلیف میں ظاہر ہوتی ہے، ولی خدا کے ملک کا دبر، واقف کار اور ولی ہوتا ہے اور اس سے ملک کی گتیاں سلجھتی ہیں، اسی لیے اس کی رائے سب سے زیادہ صائب اور اس کا دل سب سے زیادہ شفیق ہوتا ہے، مگر یہ مرتبہ تلویں اور سکریہ میں حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ

توین اور سکر ابتدائی مارج ہیں، اور جب یہ آخری منازل تکمیل اور صومین منتقل ہو جاتے ہیں، تو ولی برحق ہوتا ہے، اور اس کی کرامت صحیح ہوتی ہے،

اس بحث کے بعد اولیاء اللہ کی کرامتوں کا بیان ہے، پھر دو فصلوں میں بتایا گیا ہے کہ انبیاء، اولیاء سے افضل ترین ہیں، اور انبیاء و اولیاء فرشتوں پر فضیلت رکھتے ہیں،

فنا و بقا | (۸) فرقہ خرازی :- یہ فرقہ حضرت ابوسعید خرازی کی جانب منسوب ہے، جنہوں نے سب سے پہلے مقام فنا اور بقا سے بحث کی ہے، اس لیے اس فصل میں حضرت شیخ جہویریؒ نے صرف فنا اور بقا پر روشنی ڈالی ہے،

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ فنا سے مراد اپنی ذات اور وجود کا مٹا دینا، اور بقا سے مراد خدا سے متحد ہو کر اس میں حلول کر جانا ہے لیکن حضرت شیخ جہویریؒ نے ان دونوں کی تردید کی ہے، ان کے نزدیک ذات اور وجود کا نیست ہو کر خدا میں حلول کرنا محال ہے، کیونکہ حادث قدیم سے مصنوع صانع سے، مخلوق خالق سے متحد اور مستخرج نہیں ہو سکتا، حضرت شیخ جہویریؒ کے نزدیک فنا سے مراد شہوات و لذات کو ترک کر کے خصائص بشریت سے اس طرح علیحدہ ہو جانا ہے کہ پھر محبت و عداوت، قرب و بعد، وصل و فراق، اور صحر و سکر میں کوئی تمیز باقی نہ رہ جائے، اور جب یہ مقصود حاصل ہو جائے تو یہی بقا ہے، اس کو مختصر الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ انسانیت کے تعلقات سے کنارہ کش ہونے کا نام فنا ہے، اور اخلاص و عبودیت کا نام بقا ہے، یا علائق و نیروی سے علیحدہ ہونا فنا ہے، اور خدا کا جلال و کھٹنا بقا ہے، اس غلیہ جلال سے یہ کیفیت ہوتی ہے، کہ سالک دین و دنیا کو فراموش کر دیتا ہے، حال و مقام سے بے نیاز ہو جاتا ہے، اور اس کی زبان حق تعالیٰ سے ناطق ہو جاتی ہے۔

فیض و حضور | (۹) فرقہ حقیقی :- یہ فرقہ حضرت ابو عبد اللہ بن خلیفہ کی جانب منسوب ہے،

اس کا مذہب تصوف غیبت و حضور ہے۔

غیبت سے مراد دل کا اپنے وجود سے غائب رہنا اور حضور سے مراد اس کا خدا کے ساتھ رہنا ہے، اپنے سے غیبت حق سے حضور ہے یعنی جو شخص اپنے سے غائب ہے، وہ خدا کا قائل کی بارگاہ میں حاضر ہے، ایک سالک کے اپنے سے غائب ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی ہستی کے وجود کی آفتوں سے دور ہو، اس کی صفات بشری ختم ہو گئی ہوں، اور اس کے تمام ارادے پاک ہوں،

اس سلسلہ میں صوفیہ کرام نے یہ بحث کی ہے کہ غیبت حضور پر مقدم ہے، یا حضور غیبت پر، ایک گروہ کہتا ہے کہ غیبت سے حضوری حاصل ہوتی ہے، دوسرا کہتا ہے کہ حضوری سے غیبت حاصل ہوتی ہے، حضرت شیخ بھویریؒ کا خیال ہے کہ دونوں برابر ہیں، کیونکہ غیبت سے مراد حضور ہے، جو اپنے سے غائب نہیں ہے، وہ حق سے حاضر نہیں ہے، اور جو حاضر ہے، وہ غائب ہے، یہ نکتہ حضرت جنیدؒ کے مال سے واضح ہو جاتا ہے، انھوں نے فرمایا کہ مجھ پر کچھ زمانہ ایسا گذرا ہے کہ آسمان اور زمین میرے حال پر روتے تھے، پھر خدا نے ایسا کر دیا کہ میں ان کی غیبت پر روتا تھا، اور اب یہ زمانہ ہے کہ مجھ کو نہ آسمان کی خبر ہے، نہ زمین کی اور نہ خود اپنی، جمع و تفرقہ (۱۰) فرقہ سیاریہ: یہ فرقہ ابو عباس سیاری کی جانب منسوب ہے، جو مرد کے

امام تھے، ان کی بحث جمع و تفرقہ پر ہو، حضرت بھویریؒ نے اس پر یہ روشنی ڈالی ہے کہ اگر باب علم کے نزدیک جمع توحید کا علم اور تفرقہ احکام کا علم ہے، مگر اصحاب تصوف کے نزدیک تفرقہ سے مکاسب اور جمع سے مواہب مراد ہیں، جب سالک خدا کے راستہ میں مجاہدہ کرتا ہے، تو وہ تفرقہ میں ہے، اور جب خدا کی عنایت اور مہربانی سے سرفراز ہوتا ہے، تو یہ جمع ہے، جمع میں بنہ کچھ سنتا ہے، تو خدا سے، کچھ دیکھتا ہے، تو خدا کو، کچھ لیتا ہے، تو خدا سے اور

کچھ کہتا ہے تو خدا سے پس بندہ کی عزت اس میں ہے کہ وہ اپنے فعل کے وجود اور مجاہدہ کو خدا کی نوازشوں میں مستغرق پائے، اور مجاہدہ کو ہدایت کے پہلو میں منفی کر دے، کیونکہ جب ہدایت غالب ہوتی ہے، تو کسب اور مجاہدہ بے کار ہیں، چنانچہ فرقہ ساریہ کا مسلک ہے کہ تفرقہ اور جمع اجتماع ضدین ہیں، جمع کا اظہار تفرقہ کی نفی پر ہے لیکن حضرت شیخ ہجویریؒ نے اس کی تردید کی ہے، اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ جس طرح آفتاب سے نور، جوہر سے عرض اور موصوف سے صفت جدا نہیں ہو سکتی ہے، اسی طرح شریعت حقیقت سے اور مجاہدہ ہدایت سے علیحدہ نہیں ہو سکتا، ممکن ہے کہ مجاہدہ کبھی مقدم ہو، اور کبھی موخر، مقدم کی حالت میں مشقت زیادہ ہوتی ہے، اس وجہ سے کہ وہ غیبت کی حالت میں ہوتا ہے، اور جب مجاہدہ موخر ہوتا ہے تو رنج و کلفت نہیں ہوتی، کیونکہ یہ حالت حضوری میں ہوتا ہے۔ حضرت شیخ ہجویریؒ نے دونوں کو لازم و ملزوم اس لیے قرار دیا ہے کہ ان کا خیال ہے کہ خدا کا قرب ہدایت سے حاصل ہوتا ہے، نہ کہ کوشش سے، اس کے بعد حضرت شیخ ہجویریؒ نے جمع کی دو قسمیں بتائی ہیں (۱) جمع سلامت (۲) جمع تکسیر، جمع سلامت میں بندہ مغلوب الحال رہتا ہے لیکن خداوند تعالیٰ اس کا محافظ ہوتا ہے، اور اپنے حکم کی تعمیل کرانے میں نگاہ رکھتا ہے، مثلاً حضرت ابو زید بسطامیؒ، ابو بکر شبلیؒ، اور ابو الحسن حسریؒ ہمیشہ مغلوب الحال رہتے تھے، لیکن نماز کے وقت اپنے حال میں لوٹ جاتے تھے، اور جب نماز پڑھ چکے تھے تو پھر مغلوب الحال ہو جاتے تھے، جمع تکسیر میں بندہ خداوند تعالیٰ کے حکم سے بیہوش ہو جاتا ہے، اور اس کی حالت مجنون کی سی ہو جاتی ہے، اسی لیے یہ معذور اور اراول الذکر مشکور کہلاتے ہیں، حضرت شیخ ہجویریؒ نے مشکورہ بندوں کو زیادہ فوقیت دی ہے،

حلول روح | گیارہواں فرقہ علویہ ہے، جو ابو علان مشقی کی طرف منسوب ہے، بارہویں

فرقہ کا نام نہیں لیا ہے، مگر اس سلسلہ کے بانی کا نام فارسی (یعنی فارسی بن عیسیٰ بغدادی) بتایا ہے، حضرت شیخ جویریؒ نے فرقہ حلوئیہ کو زندیق اور کافر کہا ہے..... خداے تعالیٰ میں بندہ کی روح کا حلول کرنا محال ہے، کیونکہ روح حادث ہے قدیم نہیں، اس کو خدا کی صفت بھی کہہ سکتے ہیں، خالق اور مخلوق کی صفت یکساں نہیں ہو سکتی، پھر قدیم و حادث اور خالق و مخلوق کی صفت کیونکر ایک دوسرے میں حلول کر سکتی ہے، روح محض ایک جسم لطیف ہے، جو خدا کے حکم سے قائم ہے اور اسی کے حکم سے آتی جاتی ہے، اس لیے حلوئیہ کا مسلک توحید اور دین کے خلاف ہر جو کسی طرح تصوف نہیں کہا جاسکتا ہے،

گذشتہ صفحات میں حضرت شیخ جویریؒ نے تصوف پر نظری اور تاریخی حیثیت بحث کی ہے، جس سے اس کی اصل تاریخ اور اس کے مختلف فرقوں اور گروہوں کے عقائد کا اندازہ ہوتا ہے، لیکن آئندہ ابواب میں تصوف کے عملی مسائل پر مباحث ہیں، اور راہ سلوک میں بارہ حجاب یعنی پردے بتائے ہیں، ان میں سے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ تشریح اور توضیح ہے،

معرفت پہلا پردہ خدا کی معرفت کا ہے، معتزلہ کہتے ہیں کہ معرفت علم و عقل سے ہوتی ہے، مگر حضرت شیخ جویریؒ نے اس کی تردید کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ اگر معرفت علم و عقل سے ہوتی تو ہر عالم اور مائل عارف ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے، حضرت جویریؒ کا خیال ہے کہ معرفت اسی بندہ کو حاصل ہوتی ہے جس پر خداوند تعالیٰ کی عنایت ہو، وہی دل کو کھولتا ہے اور بند کرتا ہے، کشادہ کرتا ہے اور مہر لگا ہے عقل اور دلیل معرفت کا ذریعہ ہو سکتی ہے، مگر علت نہیں، علت صرف اس کی عنایت ہے، چنانچہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ خدا کو میں نے خدا ہی سے پہچانا، اور خدا کے سوا کو اسکے نور سے پہچانا، معرفت کیا ہے؟ اس پر حضرت شیخ جویریؒ نے صوفیہ کرام کے اقوال کی روشنی میں بحث کی ہے، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ معرفت یہ ہے کہ کسی چیز پر تعجب نہ ہو، کیونکہ تعجب اس

فعل سے ہوتا ہے، جو مقدر سے زیادہ ہو لیکن خدا نے تعالیٰ ہر کمال پر قادر ہے، پھر عارف کو اس کے افعال پر تعجب کیوں ہو، حضرت ذوالنون مصریؒ کا قول ہے کہ معرفت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ پیہم لطائف کے انوار سے بندہ کو اپنے اسرار سے آگاہ یعنی اس کے دل کو روشن اور آنکھ کو بینا کر کے اس کو تمام اقنوں سے محفوظ رکھے، اس کے دل میں خدا کے سوا موجودات اور مشبہات کا ذرہ برائے وزن قائم ہونے نہ دے جس کے بعد بندہ ظاہری اور باطنی اسرار کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے، شیخ شبلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ معرفت حیرت دوام کا نام ہے، حیرت دو طرح پر ہوتی ہے، ایک ہستی میں، دوسرے چگونگی میں، ہستی میں حیرت کا ہونا شرک اور کفر ہے، اور چگونگی میں معرفت، کیونکہ خدا کی ہستی میں شک نہیں کیا جاسکتا، مگر اس کی ہستی کی چگونگی سے یقین کامل پیدا ہوتا ہے، اور پھر حیرت، حضرت بایزید بسطامیؒ کا قول ہے کہ معرفت یہ ہے کہ بندہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ مخلوق کی تمام حرکات و سکنات خدا کی طرف سے ہیں، کسی کو خدا کے اذن کے بغیر اس کے ملک میں تصرف نہیں ہے، اور ہر چیز کی ذات اس کی ذات سے ہے، ہر چیز کا اثر اس کے اثر سے ہے، ہر شے کی صفت اس کی صفت سے ہے، ہر متحرک اس سے متحرک ہے، اور ساکن اس سے ساکن ہے، بندہ کا فعل محض مجازاً ہے، ورنہ وحیقت وہ فعل خداوند عالم کا ہے،

توحید | دوسرا پردہ توحید کا ہے، توحید تین طرح پر ہوتی ہے، (۱) یعنی خداوند تعالیٰ کو خود بھی اپنی وحدانیت کا علم ہے، (۲) خداوند تعالیٰ بندوں کو اپنی وحدانیت تسلیم کرنے کا حکم دیتا ہے (۳) بندوں کو خداوند تعالیٰ کی وحدانیت کا علم ہوتا ہے، اور جب سالک کو یہ علم بدو جہات حاصل ہو جاتا ہے، تو وہ محسوس کرتا ہے کہ خداوند تعالیٰ ایک ہے جو فصل و فصل کو قبول نہیں کرتا، وہ قدیم ہے، اس لیے حادث نہیں، وہ محدود نہیں جس کے لیے طرفین ہوں، وہ مکین نہیں جس کے لیے مکان ہو، وہ عرض نہیں جس کے لیے جوہر ہو، وہ کوئی طبع نہیں کہ اس میں حرکت

اور سکون ہو، وہ کوئی روح نہیں کہ اس کے لئے بدن ہو، وہ کوئی جسم نہیں کہ اس کے لئے اجزا ہو، وہ قوت اور حال نہیں کہ اور چیزوں کی جنس ہو، وہ کسی چیز سے نہیں کہ کوئی چیز اس کا جز ہو، اس کی ذات و صفات میں کوئی تغیر نہیں، وہ زندہ ہے والا ہی، وہ جاننے والا ہی، سننے والا ہے، دیکھنے والا ہے، کلام کرنے والا ہے، اور باقی رہنے والا ہے، وہ جو کچھ چاہتا ہے، وہی کرتا ہے، اور وہی چاہتا ہے، جو بابتا ہے، اس کا حکم اس کی مشیت سے ہے، اور بندوں کو اس کے بجالانے کے سوا کوئی چارہ نہیں، وہی نفع اور نقصان کا باعث ہے، وہی نیکی اور بدی کا اندازہ کرنے والا ہے۔

ایمان | تیسرا پردہ ایمان کا ہے، اس میں یہ بحث ہے کہ ایمان کی علت کیا ہے، معرفت یا طاعت، ایک گروہ کا خیال ہے کہ ایمان کی علت معرفت ہے، اگر معرفت ہو اور طاعت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ بندہ سے مواخذہ نہ کرے گا، لیکن طاعت ہو اور معرفت نہ ہو تو بندہ نجات نہیں پائے گا، حضرت شیخ بھوپریؒ کے نزدیک وہ معرفت پسندیدہ نہیں ہے جس میں طاعت نہ ہو، ان کے نزدیک معرفت شوق اور محبت کا نام ہے، اور شوق اور محبت کی علامت طاعت ہے، شوق اور محبت جس قدر زیادہ ہوتی جائے گی، اسی قدر فرمان الہی کی نظم ... بڑھتی جائے گی، یہ کہنا غلط ہے کہ طاعت کی ضرورت اسی وقت تک ہے جب تک خداوند تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ ہو، اور حصول معرفت کے بعد دل شوق کا محل بن گیا، اور جماعت طاعت کی تکلیف اٹھ گئی، بلکہ عجز یہ ہے کہ جب قلب خدا کی دوستی کا محل بن گیا، اس کے دیدار کا محل، جان عبرت کا محل اور دل مشاہدہ کا مقام ہو گیا تو پھر تن کو اس کی طاعت ترک نہ کرنی چاہیے،

طہارت | چوتھا پردہ طہارت کا ہے، حضرت بھوپریؒ کے نزدیک ایمان کے بعد طہارت فرض ہے،

اس کی دو قسمیں ہیں، (۱) طہارت ظاہر، (۲) طہارت باطن، طہارت ظاہر سے مراد بدن کا پاک ہونا ہے جس کے بغیر نماز درست نہیں، اور طہارت باطن سے مراد دل کا پاک ہونا ہے، جس کے بغیر معرفت حاصل نہیں ہو سکتی، باطن کی طہارت خدا کی بارگاہ میں توبہ سے ہوتی ہے، جو سالک کا پہلا مقام ہے، توبہ کے معنی ہیں خداوند تعالیٰ کے خوف اس کے نواہی سے باز رہنا، توبہ کے لیے تین شرطیں ہیں، (۱) خدا کے حکم کی مخالفت پر تاسف ہو (۲) یہ مخالفت فوراً ترک کر دی گئی ہو (۳) اس کی طرف لوٹنے کا خیال نہ ہو، یہ شرطیں اسی وقت ممکن ہیں جب ندامت ہو، اس ندامت کے لیے بھی تین شرطیں ہیں (۱) عقوبت کا خوف ہو (۲) یہ خیال ہو کہ بڑے کاموں کا حاصل کچھ بھی نہیں (۳) نافرمانیوں سے پشیمانی ہو کہ خدا سب کچھ دیکھتا ہے، ندامت سے توبہ کرنے والوں کی بھی تین قسمیں ہیں،

(۱) عذاب کے ڈر سے، اس کو توبہ کہتے ہیں جو عام بندے کیا کرتے ہیں،

(۲) ثواب کی خواہش سے، یہ اذابت ہے جو اولیاء اللہ کے لیے مخصوص ہے،

(۳) حصول عرفان کے لیے، یہ اذابت ہے جو انبیاء و مرسلین کے لیے ہے،

آگے چل کر توبہ کی بھی تین قسمیں بتائی گئی ہیں:-

(۱) خطاب سے ثواب کی جانب ہو، یعنی گناہ کرنے والا بخشش کا خواستگار ہو، یہ توبہ عام ہے،

(۲) صواب کے صواب کی طرف ہو، یہ اہل ہمت اور فاضل لوگوں کی توبہ ہے،

(۳) خودی سے حق تعالیٰ کی طرف ہو، یہ محبت کی دلیل ہے،

نماز | پانچواں حجاب نماز کا ہے، اس میں حضرت شیخ بھویرتی نے صوفیانہ رنگ میں بتانے کی

کوشش کی ہے کہ نماز بندوں کو خدا کے راستہ پر پہنچاتی ہے، اور ان پر اس راہ کے تمام مقامات کھل جاتے ہیں، وضو یعنی جسم کی طہارت توبہ یعنی باطن کی طہارت ہے، قبلہ رو ہونا، مرشد سے

تعلق پیدا کرنا ہے، قیام نفس کا مجاہدہ ہے، قرأت ذکر ہے، رکوع تواضع ہے، سجدہ نفس کی معرفت ہے، تشہد اُنس یعنی محبت کا مقام ہے، اور سلام دنیا سے تنہا ہو کر مقاماتِ باہر آنا ہے نماز کے سلسلہ میں بہت سی بحثیں ہیں، مثلاً صوفیہ کا ایک گروہ نماز کو حضور کا ذریعہ (اَلہ) اور دوسرا غیبت کا محل سمجھتا ہے لیکن حضرت شیخ ہجویریؒ نے دونوں کی تردید کی ہے، ان کے دلائل یہ ہیں، کہ اگر نماز حضور کی علت ہوتی تو نماز کے سوا حضوری نہ ہوتی، اور اگر غیبت کی علت ہوتی تو غائب نماز کو ترک کرنے سے حاضر ہوتا، چنانچہ حضرت شیخ ہجویریؒ کے نزدیک نماز محض اپنی ذات کا ایک غلبہ ہے جس کا تعلق غیبت اور حضور سے نہیں،

ایک بحث یہ بھی ہے کہ نماز سے تفرقہ ہوتا ہے، یا جمع، جن کو نماز میں تفرقہ ہوتا ہے، وہ فرض اور سنت کے سوا نماز میں بہت کم پڑھتے ہیں، اور جن کو جمع کی کیفیت حاصل ہوتی ہے، وہ رات دن نماز میں پڑھا کرتے ہیں، شیخ ہجویریؒ کے نزدیک نماز پڑھنے والوں کے لیے نفس کا فنا کرنا ضروری ہے، مگر اس کے لیے ہمت کو جمع کرنے کی ضرورت ہے، اور جب ہمت جمع ہو جاتی ہے، تو نفس کا غلبہ ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ نفس کی حکومت تفرقہ سے قائم رہتی ہے، تفرقہ عبادت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا،

حضرت شیخ ہجویریؒ کی رائے میں اہلی نماز یہ ہے کہ جسم عالمِ ناسوت میں ہو، اور روح عالمِ ملکوت میں، صوفیائے کرام نے ایسی نمازیں پڑھی ہیں، حضرت حاتمؒ تم فزایکتے تھے، کہ جب میں نماز پڑھتا ہوں تو بہشت کو اپنی سیدھی جانب اور دوزخ کو پشت کی جانب دیکھتا ہوں، حضرت ابو الخیر قطع کے پاؤں میں اکڑ ہو گیا تھا، اطباء نے پاؤں کا ٹٹا چاہا، مگر وہ راضی نہ ہوئے، ایک دن وہ نماز سے فارغ ہوئے، تو پاؤں کو ٹٹا ہوا پایا، ایک بی بی کو نماز میں بچپونے چالیس بار ٹوک مارا مگر ان کی حالت میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوا، وہ نماز سے فارغ ہوئیں تو ان سے پوچھا گیا، کہ بچپونے کو کیوں

نہیں اپنے سے دور کیا، بولین، خدا کے کام کے درمیان اپنا کام کیسے کرتی، مردوں کے لیے نماز باجماعت کی تاکید ہر حال میں کی ہے، چنانچہ انھوں نے خود چالیس برس کی مسلسل حیات میں ہر وقت کی نماز باجماعت سے ادا کی، اور جمعہ کی نماز کسی قصیدہ میں پڑھی، جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہو، **زکوٰۃ** | چھٹا حجاب زکوٰۃ ہے، جو ایمان کا جز ہے، اس سے روگردانی جائز نہیں، سالک کو زکوٰۃ میں نہ صرف سخی، بلکہ جواد ہونا چاہیے، سخی سخاوت کے وقت اچھے اور برے مال میں او اس کی زیادتی و کمی میں تمیز کرتا ہے، مگر جواد کے ہاں اس قسم کا فرق و امتیاز نہیں ہوتا، اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ صوفی کے فقر میں زکوٰۃ کی گنجائش کتنا؟ مگر حضرت جویریؒ کے نزدیک زکوٰۃ صرف مال ہی کی نہیں ہر شے کی ہوتی ہے، زکوٰۃ کی حقیقت نعمت کی شکر گزاری ہے، تندرستی ایک نعمت ہے جس کے لیے زکوٰۃ لازم ہے، اس کی زکوٰۃ سب اچھا کو عبادت میں مشغول رکھنا ہے، باطن بھی ایک نعمت ہے، اس کی زکوٰۃ عرفان حاصل کرنا ہے،

روزہ | ساتواں حجاب روزہ ہے، حضرت شیخ جویریؒ کے نزدیک روزہ سے مراد حواسِ خمسہ کو اس طرح مقید کرنا ہے کہ نفس و ہوا کا گزر نہ ہو، بھوک سے بچتے ہوئے بتایا ہے کہ اس سے نفس میں فتادگی اور دل میں عاجزی پیدا ہوتی ہے، اگرچہ بھوک سے جسم باطن مبتلا ہوتا ہے، لیکن دل کو روشنی، جان کو صفائی اور سر کو بقا حاصل ہوتی ہے، حضرت ابوہریرہؓ قصابؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں کھاتا ہوں تو اپنے من گناہوں کا ماوہ پاتا ہوں، اور جب کھانے سے ہاتھ اٹھاتا ہوں تو سب طاعتوں کی اصل پاتا ہوں، حضرت عبداللہ ترمذیؒ پندرہ روز میں ایک دفعہ کھانا کھاتے تھے، اور جب ماہ رمضان المبارک شروع ہوتا تھا، تو معمولی افطار کے سوا عید تک وہ کچھ نہیں تناول فرماتے تھے، حضرت ابراہیم ادمؑ بھی رمضان

میں کوئی چیز نہیں کھاتے تھے، حالانکہ سخت گرمی کا موسم ہوتا تھا، روزانہ گھیون کاٹنے کے کام پر جایا کرتے تھے، اور جو کچھ مزدوری ملتی تھی اس کو فقرا اور مساکین کو دیدیا کرتے تھے،

حج | اٹھواں حجاب حج کا ہے حضرت ہجویریؒ کے نزدیک حج کے لیے ایک صوفی کا نکلنا گناہوں سے توبہ کرنا ہے، کپڑے اتار کر احرام باندھنا انسانی مادیاتوں سے علیحدہ ہونا ہے، عرفات میں قیام کرنا مشاہدہ کا کشف حاصل کرنا ہے، مزدلفہ جانا انسانی مرادوں کو ترک کرنا ہے، خانہ کعبہ کا طواف کرنا خدائے تعالیٰ کے جمال بالکمال کو دیکھنا ہے، صفا اور مروہ میں دوڑنا دل کی صفائی اور اس میں مروت حاصل کرنا ہے، بنی میں آنا آرزوؤں کو ساقط کرنا ہے، قربانی کرنا گویا نشانہ خواہشوں کو زبح کرنا ہے اور کنکریاں بھینکنا برے ساتھیوں کو دور کرنا ہے جس صوفی کو حج میں یہ کیفیات حاصل نہیں ہوئیں، اس نے گویا حج نہیں کیا،

مشاہدہ | حضرت شیخ ہجویریؒ نے حج کو مقام مشاہدہ قرار دیا ہے، اس لیے اس باب میں مشاہدہ پر بحث کی ہے، حضرت ابوالعباس نے فرمایا کہ مشاہدہ یقین کی صحت اور محبت کا غلبہ ہے، یعنی جب خداوند تعالیٰ کی محبت کا غلبہ اس درجہ پر ہو کہ اس کی کلیت اس کی حدیث ہو جائے تو پھر اللہ کے سوا کوئی اور چیز دکھائی نہیں دیتی، حضرت شیخ نشلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جس چیز کی طرف دیکھا، خداوند عالم کے لیے دیکھا، یعنی اس کی محبت کا غلبہ اور اس کی قدرت کا مشاہدہ کیا، ان دونوں اقوال سے ظاہر ہوتا ہے، کہ مشاہدہ میں ایک گروہ فاعل کو اور دوسرا مفعول کے فعل کو دیکھتا ہے، حضرت شیخ ہجویریؒ کے نزدیک مشاہدہ دل کا ویدار ہے، دل پر توفیق الہی ہے، اس لیے ظاہر اور باطن میں حق تعالیٰ کا ویدار کرتا ہے، اور یہ ویدار کیفیت ہے جو ذکر و فکر میں حاصل ہوتی ہے،

آداب سالک | اس کے بعد مختلف ابواب میں حضرت شیخ ہجویریؒ نے سالک کے طریق وادب

پرجبٹ کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) سالک کے حال میں حق کے احکام کا اتباع کرتا ہو (۲) بندوں کا حق بھی ادا کرتا ہو (۳) اس کے لیے کسی شیخ کی صحبت ضروری ہے کیونکہ تنہائی اس کے لیے آفت ہے (۴) جب کوئی درویش اس کے پاس آئے، تو عزت کے ساتھ اس کا استقبالیہ کرے (۵) سفر کرے تو خدا کے واسطے کرے یہی اس کا سفر حج یا غزوہ یا علم یا کسی شیخ کی تربیت کی زیارت کے لیے ہو (۶) اس کا کھانا اور پینا بیماروں کے کھانے اور پینے کے مانند ہو اور حلال ہو، وہ دنیا دار کی دعوت قبول نہ کرے (۷) چلے تو خاکساری اور تواضع سے چلے، نہت اور تکبر اختیار نہ کرے (۸) اسی وقت سوئے جب نیند کا غلبہ ہو (۹) خاموش رہے کیونکہ خاموشی گفٹار سے بہتر ہے، کلمہ سکین گفٹار کے ساتھ حق ہو تو وہ خاموشی سے بہتر ہے (۱۰) کسی چیز کی طلب کرے تو خدا سے کرے (۱۱) تجرؤ کی زندگی سنت کے خلاف ہے، اس کے علاوہ تجرؤ میں نفسانی خواہشات کا غلبہ رہتا ہے لیکن اگر سالک نطق سے دور رہنا چاہتا ہو تو مجبور رہنا اس کے لیے بہتر ہے۔

سماع آخر میں سماع پرجبٹ ہی حضرت شیخ عجمی کے نزدیک سماع عباہ ہو مگر اس کیلئے حسب ذیل شرطیں ہیں، سالک سماع بلا غفرت نہ سنے اور طویل وقفہ کے بعد سنے تاکہ اس کی تعظیم دل میں قائم رہے مغل سماع میں مرشد موجود ہو، عوام شریک نہ ہوں، قوال فاسق نہ ہوں، سماع کے وقت دل دنیاوی علاقے سے خالی ہو، طبیعت لہو و لعب کی طرف مائل نہ ہو، اگر وجد کی کیفیت طاری ہو جائے تو اس کو تکلف کے ساتھ نہ روکے اور کیفیت جاری رہے تو تکلف کے ساتھ اس کو جذب کرنے کی کوشش نہ کرے، وجد کے وقت کسی سے مسعدت کی امید نہ رکھے، اور کوئی مسعدت کرے تو اس کو نہ روکے، قوال کے گانے کی اچھائی اور بڑائی کا اظہار نہ کرے مغل سماع میں (۱) نہ ہوں حضرت شیخ عجمی نے سماع کے وقت قص کو کسی حال میں بھی پسند نہیں کیا، بلکہ سکھ حرام اور ناجائز قرار دیا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

نام و نسب | ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے بانی خواجہ معین اللہ والدین حسن چشتی بھرنی قدس سرہ العزیزہ بلکہ بھستان میں پیدا ہوئے، سلسلہ نسب یہ ہے :-

خواجہ معین الحق والدین بن غیاث الدین بن سید کمال الدین بن سید احمد حسین بن سید طاہر ابن سید عبد العزیز بن سید ابراہیم بن سید محمد محمدی بن امام حسن عسکری بن امام تقی بن امام موسیٰ رضا بن امام جعفر بن محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن سید الکونین امام حسین بن علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم جمعین،

ابتدائی تعلیم | بارہ سال کی عمر میں والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا، ترکہ میں ایک باغ ملا، اس کی نگہبانی کرتے تھے، ایک روز ابراہیم قلندر نامی ایک مجذوب باغ میں اُسے تو خواجہ معین الدین نے ان کی خدمت میں انگور کے خوشے پیش کیے لیکن انھوں نے انگور نہیں کھایا،

لے سیر الدارین میں آپ کے مولد شریف کا نام دار بنجان (؟) اور سیر الاقطاب میں اصفہان لکھا ہے، تاریخ فرستہ

ج ۲ ص ۵، ۳ میں ہے، "تولد او دہ بلکہ بھستان بود" اکبر نامہ میں ہے "خواجہ از سیستان است و دارا بھرنی موسیٰ

کوہ بنگری است" (ج ۲ ص ۱۵۴) تزک بہا لگیری میں "مولد آن جناب سیستان است ازین جہت ایشان بھرنی فرستہ

معرب بنگری است" (ص ۱)۔ راقم الحوادث کے خیال میں بھرنی کتابت کی غلطی ہو جو عوام و فواص میں پھیل گئی ہے، دراصل محو

لفظ بھرنی ہے عرب بھرنی نہیں سیستان یا بھستان کو بھرنی کہتے ہیں جسکی نسبت بھرنی ہو، سیستان میں لدین بھرنی کے بھرنی

صحیح ہے، سیر الاقطاب کے مصنف کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھستان است، محض قیاس ہے،

لے سیر الاقطاب ص ۱۰۱ اور موسیٰ الارواح (کلمی نسخہ دار المصنفین) میں ۱۵ سال مذکور ہے،

اور کھلی کے ایک ٹکڑے (کنجارہ) کو دانتوں سے چبا کر خواجہ صاحب کے منہ میں دیا، کھلی کا کھانا نکال کر
 خواجہ صاحب کا دل انوار الہی سے روشن ہو گیا، علانی دنیا کو چھوڑ کر طب خدا میں اٹھ کھڑے
 ہوئے، اور سمرقند پہنچے، یہاں کلام پاک حفظ کیا، اور علوم ظاہری کی تعلیم میں مشغول رہے،
 بیعت | سمرقند سے نکل کر عراق کی طرف روانہ ہوئے، تائبہ ہارون بن حضرت شیخ عثمان
 ہارونی قدس سرہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور ان سے شرف بیعت حاصل کیا،
 بیعت کے وقت مرشد نے مرید سے وضو کرایا، دو رکعت نماز پڑھوائی، پھر قبلہ رو ہو کر سورۃ
 بقرہ پڑھنے کو کہا، اس کے بعد اکیس بار رو و شریف پڑھوایا، رو و شریف کے بعد مرشد نے آسمان
 کی طرف اپنا چہرہ مبارک اٹھایا، اور مرید کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، "ترا نجدہ اسانیدم و مقبول حضرت او
 گردانیدم" پھر مرید کے سر کے بال قنچی سے تراشے اور لکھا چہا تر کی اور گلیم خاص مرحمت کیا، مرشد
 کی کچھ امدادیتوں پر خواجہ صاحب نے شہارہ روز عمل کیا، تو چند دنوں میں انوار الہی سے اپنے قلب کو
 روشن اور منور پایا۔

شجرہ طریقت | حضرت خواجہ صاحب کا شجرہ طریقت یہ ہے:-

خواجہ عثمان ہارونی، حاجی شریف زندانی، خواجہ محمد مودود چشتی، خواجہ ابو یوسف ناصر الدین
 چشتی، خواجہ محمد چشتی، خواجہ ابو احمد چشتی، خواجہ ابو اسحق شامی حسنی سالار چشتیان، خواجہ مشاد علوی دہلوی
 شیخ، خواجہ ہبیرۃ البصری، خواجہ سدید الدین خلیفہ مرعشی، حضرت ابراہیم اہم، شیخ
 ابو العیض فیصل بن عیاض، شیخ ابو الفضل عبدالواحد بن زید، شیخ حسن بصری، حضرت سلیم المؤمنین
 لہ سیر المؤمنین (اردو ترجمہ شمس المطابع) ص ۵، خزینۃ الاصفیاء مطبع شہر ہند لکھنؤ ص ۲۵ و نوٹس لایوچ (تلمیذ خود دارا) لکھنؤ
 لہ سیر المؤمنین میں ہو کر خط کلام پاک اور تحصیل علوم ظاہری سمرقند اور کنجاہ میں کی۔ یہ تصنیف نیشاپور کے محدثین واقع
 خیر الجالس میں ہے خواجہ فرمود کہ ہادی نیرت، ہرنی است، ہرنی است خواجہ و آن دہ بود (بحوالہ کنجاہ الا فیہ ع)
 لہ سیر الاقطاب ص ۱۰۲

علی بن ابی طالب، حضرت خواجہ ابوالحسنی ثامی قصبہ چشت کے رہنے والے تھے، اسی لیے چشتی کہلائے، اور ان کا سلسلہ بھی چشتی سے موسوم ہوا،

خدمت مرشد | سیر العارفین کے مؤلف کا بیان ہے کہ خواجہ صاحب شیخ عثمان ہارونی کی خدمت میں ڈھائی سال رہے، اور بیاضات و مجاہدات میں زندگی بسر کی، سیر الاولیاء، سیر الاقطاب، اخبار الاخیار، مونس الارواح، سفینۃ الاولیاء، میں ہے کہ میں سال تک اپنے پیروں کی خدمت میں رہے۔ اور غلاموں کی طرح ان کی خدمت کرتے رہے، اس مدت میں خواجہ صاحب نے اپنے پیروں کے ساتھ دس سال تک سیاحت کی، (مونس الارواح)، سفر میں مرشد کا ہتھکڑی اور دوسری ضروری چیزیں اپنے سر پر رکھ کر چلتے۔

سیاحت | مرشد کی معیت میں سیوستان پہنچے، یہاں کا ایک واقعہ دلیل العارفین (مجلس چارم) میں خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم ایک صومعہ میں پہنچے جس میں شیخ صد الدین محمد احمد سیوستانی رہتے تھے، یاد حق میں ان کا اشتقاق حد سے زیادہ تھا، میں کئی روز ان کی خدمت میں رہا، جو کوئی ان کے پاس آتا، محروم نہ جاتا، اس کو کوئی چیز لا کر ضرور دیتے اور فرماتے کہ میرے حق میں دعاے خیر کرو کہ اپنا ایمان قبر تک سلامت لے جاؤں، جب وہ قبر اور موت کے شدائد کا حال سنتے تو بید کی طرح کانپتے اور روتے روتے ان کی آنکھوں سے خون بہنے لگتا جیسے کسی چشمہ سے پانی روان ہو، یہ گریہ سات سات دن تک بند نہ ہوتا، آسمان کو دیکھ دیکھ کر روتے، اور ان کے رونے سے رونے لگتا تھا، جب رونے سے فارغ ہوئے تو میری طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا، اے عزیز جس کو موت آنے والی ہو اور اس کا حریف ملک الموت ہو، اس کو سونے، بہننے اور خوش رہنے سے کیا کام؟ اس کے بعد ارشاد فرمایا، اے عزیز! اگر تمہیں ان لوگوں کا درابھی حال معلوم ہو جو زیر خاک ایسی

کوٹھری میں سوتے ہیں جس میں بچھو بھرے ہوئے ہیں، تو اس کو معلوم کرتے ہی تم اس طرح گھل جاؤ جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے، اس کے بعد فرمایا کہ ایک وقت میں ایک بزرگ کامل کے ساتھ بصرہ کے ایک قبرستان میں بیٹھا ہوا تھا، پاس ہی قبر میں ایک مردہ پر عذاب ہو رہا تھا، ان بزرگ نے جب یہ حال معلوم کیا تو زور سے نعرہ مار کر زمین پر گر پڑے، میں نے ان کو اٹھانا چاہا، تو ان کی روح قالب سے پرواز کر گئی، اور تھوڑی دیر میں ان کا جسم پانی ہو کر رہ گیا، اس دن سے مجھ پر قبر کی بڑی ہیبت طاری ہے، اس لیے اسے عزیزِ دنیا میں اتنا مشغول نہ ہونا کہ حق سے غافل ہو جاؤ،

حضرت شیخ ابو عبد اللہ کرمانی کے ساتھ سفر میں تھے تو ایک اور بزرگ نے بھی حضرت خواجہ صاحب کو قبرستان کے احرام کی یقین فرمائی، حضرت خواجہ صاحب خود فرماتے ہیں کہ ایک بار ملک کرمان میں شیخ ابو عبد اللہ کرمانی کے ہمراہ سفر میں تھا، ایک بزرگ کو دیکھا جو بڑے صاحبِ نعمت و ریاضت تھے، میں نے ان کی طرح کسی اور کو یاد حق میں مشغول نہ دیکھا، جب ہم ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ ان کے بدن میں صرف روح ہی باقی تھی، گوشت و پوست بالکل نہ تھا، وہ باتیں بہت کم کرتے تھے، ہم نے ارادہ کیا کہ ان سے دریافت کریں کہ آپ کا ایسا حال کیوں ہے، انھوں نے اپنی روشنی ضمیری سے ہمارے امدادے کو معلوم کر لیا، اور ہمارے سوال کرنے سے پہلے اپنا حال بیان کرنا شروع کیا، کہ اے درویش! ایک روز میں اپنے دوست کے ساتھ قبرستان میں گیا، اودھ ایک قبر کے پاس ہم دونوں ٹھہرے، اتفاقاً اس دوست سے ہمو و لعب کی کوئی بات سرزد ہو گئی جس پر مجھے ہنسی آگئی، ہنسنے پر میرے کان میں یہ آواز آئی کہ جس کا حریف ملک الموت ہو، اور زیرِ خاک سانپ اور بچھو

کے درمیان اس کا گھر ہو اس کو منہ سے کیا سوکار، جب میں نے یہ بات سنی، اہستہ سے اٹھا، اور اپنے دوست کو رخصت کیا، وہ اپنے گھر گیا، اور میں اس غار میں آیا، اور یہاں سکونت اختیار کر لی، اور اس دن سے مجھ پر بڑی ہیبت طاری ہے، اور خوف سے میری جان ڈر رہی گھلتی جاتی ہے، آج چالیس سال ہوئے کہ زمین ہنسا ہون اور زمین نے شرمندگی سے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا ہے، کہ کل قیامت کے دن وہاں کیا منہ دکھاؤں گا،

مرد کے ہمراہ حضرت خواجہ نے حضرت خواجہ بہاء الدین اوشی سے بھی شرف ملاقات حاصل کیا، اور انھوں نے خواجہ صاحب کو نصیحت فرمائی، کہ تمہیں روپیہ پیسہ جو کچھ بھی ملے اپنے پاس نہ رکھنا، خدا کی راہ میں لٹا دینا، تاکہ اللہ کے دوستوں میں تمہارا نام ہو، فرشتہ ہی کے ساتھ مکہ منظرہ اور مدینہ منورہ کی بھی زیارت کی، اور پیر و مرشد نے ان کے حق میں خدا اور اس کے رسول کی بارگاہ میں دعائیں کیں، تو عالم غیب سے نداءئی،

”معین الدین دوست ماست اور قبول کر دم و برگزیدم“

مدینہ منورہ ہی میں بارگاہ رسالت سے خواجہ صاحب کو ہندوستان جانے کی بشارت ملی، (سیر الاقطاب و مونس الادوارح)

حضرت شیخ عثمان ہارونی کو خواجہ صاحب سے بڑی شغفگی اور محبت تھی،

معین الدین محبوب خدا است و مرا فرماست بر مریدی او“

لے دلیل الدارین مجلس چہارم ص ۱۵۰ لے فوائد السالکین مجلس سوم سے حضرت خواجہ صاحب نے انچوم شد کے ساتھ حیات کی سبکے کچھ اور واقعات دلیل الدارین میں مل سکتے ہیں، حضرت خواجہ صاحب نے تو مختلف مقامات کی سیاحت کی تھی، ترتیب کے ساتھ انکا ذکر کرنا مشکل ہو، عاجز دالم نے جیسے سلسلہ میں مختلف مقامات کی جو ترتیب لکھی ہو، ان میں کچھ تذکرہ ہے، لے دلیل الدارین ص ۱۵۰ سیر الاقطاب ص ۱۰۳ نوٹ کشور پریس دہلی ص ۱۰۳

چنانچہ خواجہ صاحب کو خرقہ خلافت سے سرفراز کیا، اس وقت ان کا سن شریف ۵۲ برس کا تھا، (مونس الارواح)، خرقہ خلافت دیتے وقت مرشد نے حضرت خواجہ صاحب کے سر پر کلاہ چارتر کی بھی رکھی، اور نصیحت کی کہ

مراد از کلاہ چارتر کی چارترک است اول ترک دنیا، دوم ترک عقی و سوائے ذات حق مقصود و دیگر نذاری، سوم ترک خور و خواب مگر قدسے براسے سدوق کہ از ضروریات است چہارم ترک خواہش نفس یعنی ہرچہ کہ گویہ خلاف آن کنی، و ہر کہ این چہار چیز ترک کند، پوشیدن کلاہ ترکی بڑے سزاوار است (خزینۃ الاصفیاء ص ۲۵)

اور جب وہ پیر سے رخصت ہونے لگے، تو ان کو عزیز مرید کی فرقت گوارا نہ ہوئی، اؤ بنداد کے سفر میں ساتھ رہے۔

بارون سے خواجہ صاحب بنداد کی طرف روانہ ہوئے تو سبجان پہنچ کر شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں ڈھائی سال تک مقیم رہے، وہاں سے چل کر جیل پنچے، اور حضرت شیخ محی الدین محمد عبدالقادر جیلانیؒ سے شرف نیاز حاصل کیا، اور ان کی ہمیت میں بنداد آئے جہاں شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی اور ان کے پیر شیخ ضیاء الدین کی صحبت سے مشرف ہوئے، اور حسین خواجہ اوصد الدین کرمانی قدس سرہ سے فیضیاب ہو کر ان سے بھی خرقہ خلافت پانے

بنداد کے قیام کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت میں بنداد میں تھا، و جلد کے کنارے ایک خانقاہ میں گیا، اس میں ایک بزرگ مقیم تھے، میں نے سلام کیا، انہوں نے اشارہ سے جواب دیا، پھر بیٹھ جانے کو ارشاد فرمایا، میرے بیٹھ جانے پر تھوڑی دیر مجھ سے مخاطب ہوئے، اور فرمایا مجھے پچاس سال ہوئے کہ خلق اللہ سے علمدہ ہو کر یہاں بیٹھا ہوں

جیسے تم سفر کرتے پھرتے ہو اسی طرح میں بھی سفر کرتا تھا، اتنا سے سفر میں میرا گذر ایک شہر میں ہوا، تو ایک مالدار شخص کو دیکھا، بازار میں کھڑا ہوا لوگوں سے بھاؤ تاؤ کرتا ہوا و نہایت سختی سے پیش آتا ہوا، اور اپنے گاہکوں کو بہت تکلیف دیتا ہے میں خاموشی سے ادھر سے گذر گیا اور اس مالدار شخص کو کچھ نہ کہا، میرے کان میں آواز آئی کہ اگر تو خدا کے لیے اس شخص کو مروار دنیا سے باز رکھتا اور جھڑک دیتا کہ ایسا کام نہ کرو تو شاید وہ تیرا کتنا مان جاتا، اور ظلم سے باز آجاتا، جس روز سے میں نے یہ آواز سنی ہے بہت شرمندہ ہوں اور اس خانقاہ میں مقیم ہوں، کبھی اس سے باہر قدم نہیں نکالا مجھ کو اس بات کا بڑا خوف ہے کہ قیامت کے روز جب اس معاملہ کے متعلق پوچھا جائے گا تو کیا جواب دوں گا، میں نے اس تاریخ سے قسم کھائی ہے کہ کہیں نہ جاؤں گا تا کہ میری نظر کسی چیز پر نہ پڑے اور میں شمسادت میں پکڑا نہ جاؤں۔

بعد اُسے ہمدان آئے، اور خواجہ یوسف ہمدانی سے ملاقات کی، ہمدان سے تبریز پہنچے، اور شیخ جلال الدین تبریزی کے پیر طریقت حضرت ابوسعید تبریزی کی زیارت کی، اور انکی صحبت سے متاثر ہوئے، وہاں سے اصفہان آئے، جہاں شیخ محمود اصفہانی سے کسب فیوض کیا، یہاں کے قیام کے زمانہ میں ایک روز اصفہان کے حاکم محمد یادگار کے باغ میں ایک حوض کے پاس فروکش تھے کہ محمد یادگار سیر کے لیے پہنچا، اور ایک اصنی کو دیکھ کر چہن چہن ہوا لیکن خواجہ صاحب نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ مغلوب الحال ہو گیا، اور اس پر بیہوشی کی کیفیت طاری ہو گئی، خواجہ صاحب نے حوض کا پانی لیکر اس کے منہ پر چند چھینٹے دیے، اس کو ہوش آیا، تو خواجہ صاحب کا گرویدہ ہو گیا، وہ مذہباً شیعتہ تھا، لیکن اپنے اعیان وار کان سلطنت کے ساتھ خواجہ صاحب کامرید ہو گیا، اور اپنی ساری دولت خواجہ صاحب

کی خدمت میں پیش کر دی، مگر خواجہ صاحب نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ جو مال ظلم و تعدی سے وصول کیا گیا ہے، وہ اس کے اصل مالکوں کے حوالہ کر دیا جائے۔ محمد یادگار نے ایسا ہی کیا، غلاموں اور لونڈیوں کو بھی آزاد کر دیا، اور جب ظاہری و باطنی تعلیم کی تکمیل کر لی، تو خواجہ صاحب نے اس کو خرقہ خلافت بھی عطا کیا، خواجہ صاحب اصنمان سے استر آباد آئے، استر آباد میں شیخ ناصر الدین استر آبادی کی صحبت سے مشرف ہوئے شیخ ناصر الدین یازید رباطی کی اولاد میں تھے، اس وقت ان کا سن شریف ۱۲ سال کا تھا، استر آباد سے ہری ہوتے ہوئے خواجہ صاحب سبزوار پہنچے اور وہاں سے حماد امین رائق افغان ہوئے جو حماد سے پہنچ آئے، اور عرصہ تک شیخ احمد خضر ویر کی خانقاہ میں مقیم رہے یہاں حکیم ضیاء الدین درویشوں کے منکر تھے، لیکن ایک روز خواجہ صاحب جنجل میں ایک کنگا کاٹنے لگے اس کا کباب بنا رہے تھے کہ حکیم ضیاء الدین بھی اتفاق سے وہاں پہنچ گئے، خواجہ صاحب نے ان کو کباب کا ایک ٹکڑا کھانے کو دیا، جس کے بعد ان پر ایک غیر معمولی کیفیت طاری ہو گئی، اور خواجہ صاحب کے مرید ہو گئے، مگر آئے تو طب کی تمام کتابوں کو دیا میں ڈال کر راہ طریقت پر گامزن ہو گئے، بلخ سے خواجہ صاحب غوثی کی طرف روانہ ہوئے یہاں شیخ نظام الدین ابوالموید کے پیر شیخ عبدالواحد غزنوی کی زیارت کی، اور پھر وہاں سے ہندوستان کا قصد کیا،

تفصیلات ہم۔ نہ میر العارفین، میر الاقطاب اور خزینۃ الاعفیاء وغیرہ سب جمع کی ہیں، مگر بیل العارفین دینی حضرت خواجہ صاحب کے ملفوظات میں صرف اتنا مختصر ذکر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب اپنی مجلس یازدہم میں عارف کی صفات بیان فرما رہے تھے کہ کیا ایک اشکبار ہو کر ارشاد فرمایا کہ میں اس مقام کا سفر کرتا ہوں، جہاں میرا مدفن ہو یعنی تھمہ

پھر ہر شخص کو رخصت کیا لیکن حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کو ساتھ چلنے کا حکم دیا، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار تحریر فرماتے ہیں کہ

اس کے بعد اجمیر پہنچے، اجمیر اس وقت ہندوؤں سے بھرا ہوا تھا، اور وہاں مسلمان نہ تھے، جب حضرت خواجہ کے قدم مبارک وہاں پہنچے تو اس کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے جن کی حد نہ تھی، (ص ۵۵-۵۶)

اور دوسرے تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ جس وقت حضرت خواجہ صاحب ہندوستان آئے اس وقت حضرت شیخ علی جوہریؒ کا انتقال ہو چکا تھا، لیکن ان کے مزار پر چلے گیا، جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے، لاہور سے خواجہ صاحب لٹان آئے، اور وہاں پانچ سال رہ کر ہندوؤں کی زبان ادا یا سنسکرت اور پراکرت سیکھی، یہاں سے وہ دہلی آئے، اور دہلی سے اجمیر گئے، جہاں دسویں محرم ۷۵۵ھ میں نزول اجلال فرمایا، اور یہیں آخر وقت تک قیام رہا، اس زمانہ میں اجمیر اور دہلی کا حکمران چوہان خاندان کا مشہور راجپوت راجہ پتھوراج تھا، اس کے حکام نے خواجہ کے قیام میں بڑی مہمانداری کی، اور جب وہ خود ان کے مقابلہ میں بے بس اور لاجپور سے تو ہندو جوگیوں کو اپنے سحر اور جادو سے خواجہ صاحب کو مغلوب کرنے کے لیے مامور کیا، ایک مشہور ہندو جوگی جے پال سے حضرت خواجہ کے بڑے بڑے معرکے ہوئے، لیکن خواجہ اپنی روحانی قوت اور کرامت سے اس پر غالب رہے، جوگی نے متاثر ہو کر حضرت خواجہ صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، حضرت خواجہ صاحب نے جے پال کا اسلامی نام علی ثناء رکھا، اور خلافت بھی مرحمت فرمائی، حضرت خواجہ صاحب کے رشد و ہدایت کا سلسلہ برابر جاری رہا، ان کی تعلیم سے راجہ پتھوراج کے ملازمین بھی مشرف بر اسلام ہونے لگے، راجہ نے خواجہ صاحب

کو اجیر سے نکال دینے کی دھمکی دی، مگر خواجہ صاحب نے دھمکی پر صرف یہ ارشاد فرمایا،

”پتھو مارا زندہ برسمانان وادیم“

چنانچہ یہ پیشینگوئی صحیح ثابت ہوئی، سلطان شہاب الدین غوری نے پتھور کے خلاف ^{۵۵۵ھ} اور ^{۵۵۸ھ} میں دو حملے کیے، اور آخری حملہ میں پتھور اگر فقاہ ہو کر مارا گیا، تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ شہاب الدین غوری خراسان میں تھا کہ اس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ خدائے تعالیٰ تم کو ہندوستان کی بادشاہت عنایت کرنے والا ہے، تم اس ملک کی طرف توجہ کرو اسی خواب کے بعد اس نے ہندوستان پر فوج کشی کی ^{۵۵۹ھ}

شہاب الدین غوری کی فتح کے بعد سہلانوں کے سیاسی اقتدار اور خواجہ صاحب کے فیوض و برکات سے ہندوستان اسلام کے نور سے منور ہو گیا، اسی لیے خواجہ صاحب کا لقب ”وارث النبی فی الہند“ ہے، سیر الاولیاء میں ہے،

بوصول قدم مبارک آن آفتاب اہل یقین کہ بحقیقت معین الدین بود

این دیار بنور اسلام روشن و منور گشت“ (ص ۴۷)

مشہور ہے کہ بس وقت حضرت خواجہ صاحب وہلی سے اجیر جاتے تھے تو راستہ میں ^{۵۵۸ھ} ہندوؤں کو مسلمان کیا، ^{۵۵۹ھ} خرمینہ الاعفیاء میں ہے:

”ہزار در ہزار از صفار و کبار بخدمت آن محبوب کرو کار حاضر شدہ مشرف بہرین، سلام

واردت آنحضرت شدند بیکر چراغ اسلام در ہند بظہیل ابن خاندان عالی شان روشن گشت ص ۲۵۹

لے فوائد الکین ص ۱۵، سیر الاولیاء ص ۴۷، اخبار الانبیاء ص ۲۲، بین یافاظہین فرمود پتھور رازندہ گرفتیم و وادیم، اور کسی تذکرہ میں یہ ہے ”اور اہل ہند کو وادیم و وادیم“ سے سیر الاقطاب ص ۱۳۷، دعوت اسلام ترجمہ عنایت اللہ بی، ص ۳۰۱، علی گڑھ،

از دو بجی زندگی | اجیر کے قیام کے زمانہ میں دو شاویان کین جن میں ایک توسید وجہ الدین شہید
 (عالم اجیر) کی دختر نیک اختر عصمت اللہ بی بی تھیں، اور دوسری کسی ہندو راجہ کی لڑکی بی بی امیر اللہ
 تھیں، جو مشرف باسلام ہو گئی تھیں، حضرت خواجہ صاحب کی اولاد میں تین لڑکے حضرت سید فخر الدین
 حضرت سید ضیاء الدین ابو سعید، اور حضرت سید حسام الدین تھے اور ایک دختر نیک اختر بی بی حافظہ
 تھیں، حضرت خواجہ صاحب نے سید فخر الدین اور بی بی حافظہ جمال کو خلافت بھی دی، بی بی حافظہ جمال
 عورتوں کو شرعی اور روحانی تعلیم دیا کرتی تھیں، (خزینۃ الاصفیاء ص ۲۶۵)

وصال | پہلے نہاج کے سائیکل برس کے بعد عالم بقا کو حلت فرمائی، تاریخ وفات بروز دوشنبہ
 ۱۱ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ ہے، سیر العارفین کے مصنف کا بیان ہے کہ وفات کے وقت سن ثلث
 ۹۰ سال کا تھا، لیکن سفینۃ الاولیاء میں حلت کے وقت کا سن ۱۰۴ اور مؤنس الارواح میں
 ۱۰۰ لکھا ہے، سیر الاقطاب میں ہے کہ وفات کے دن عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے حجرہ کا دروازہ بند
 کر لیا، حجرہ کے باہر خانقاہ کے رہنے والوں کے کانوں میں ایسی آواز آتی رہی جیسے کوئی پاؤں
 کو وجہ کی حالت میں پکٹتا ہو، ان کو خیال ہوا کہ خواجہ صاحب پر وجہ کا عالم طاری ہے، اخیر
 شب میں یہ آواز بند ہو گئی، فجر کی نماز کا وقت آیا، تو دروازے پر دستک دی گئی، لیکن اندر سے
 کوئی آواز نہیں آئی، جب دروازہ کسی طرح کھولا گیا، تو لوگوں نے دیکھا کہ حبیب اللہ صاحب
 کی خاطر جان بحق ہو گئے تھے

محبت رسول | تمام عمر عشق الہی میں وارفتہ رہے، خورہنے کے ساتھ محبت رسول کے نشے میں
 بھی سرشار رہے، اپنے ملفوظات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بہت ہی والہانہ انداز میں

لے بعض تذکرہ نویس، اور بعض، برس بھی لکھتے ہیں، (مؤنس الارواح) ۳۵ سیر العارفین ص ۱۶

۳۵ سفینۃ الاولیاء ص ۱۵۹ لکھ راحت القلوب ص ۳۳ سیر الاقطاب ص ۱۵۹

میں فرماتے تھے، اور اکثر حدیث نبوی بیان فرما کر رونے لگتے تھے، ایک جگہ ملفوظات میں فرمایا کہ افسوس ہے اس شخص پر جو قیامت کے دن آپ سے شرمندہ ہوگا، اس کی جگہ کیا ہوگی جو آپ سے شرمندہ ہوگا، وہ کہاں جائے گا، یہ فرما چکے تو ہائے ہائے کر کے رو پڑے۔
جوابہ رات کو کم سوتے اور ہالموم عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے تھے، کلام پاک ایک بار دن میں اور ایک بار رات میں ختم کرتے، مجاہدہ کے ابتدائی دور میں جب کسی شہر میں وارد ہوتے تو قبرستان میں قیام فرماتے، مگر جب لوگوں کو ان کی خبر ہو جاتی تو وہاں توقف نہ کرتے اور چپ چاپ کسی اور شہر کی طرف روانہ ہو جاتے۔

حکم و عفو طبیعت میں علم و عفو کی درویشانہ صفات منتہا سے کمال تک پہنچی ہوئی تھیں کیا ایک بد باطن شخص حضرت خواجہ صاحب کو قتل کرنے کے ارادہ سے آیا، حضرت خواجہ صاحب کو اس کا علم فوراً باطن سے ہو گیا، لیکن وہ شخص جب نزدیک آیا تو بہت ہی اخلاق سے پیش آئے، اور اپنے پاس بٹھا کر فرمایا کہ جس ارادہ سے آئے ہو اس کو پورا کرو، یہ سنتے ہی وہ شخص کانٹے لگا، اور سر بسجود ہو کر عاجزی سے ہلاکہ ٹھکولالچ ویکر آپ کو ہلاک کرنے کو بھیجا گیا تھا، یکسر بغیل سے چھری نکالی اور سانسے ڈال دی، پھر قدم مبارک پر گر کر کہنے لگا کہ آپ مجھ کو اس کی سزا دیجیے، بلکہ میرا کام ہی تمام کر دیجیے، خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہم درویشوں کا شنیوہ ہے کہ ہم سے کوئی بدی بھی کرتا ہے تو ہم اس کے ساتھ نیکی سے پیش آتے ہیں، ہم تو میرے ساتھ کوئی برائی نہیں کی، یہ کہہ کر اس کے لیے دعائیں کیں، وہ شخص بہت متاثر ہوا اور اسی وقت سے خدمت میں رہنے لگا، اور حضرت خواجہ صاحب کی دعاؤں کی بدولت اس کو ہم ہار حج کعبہ کی شہادت حاصل ہوئی، اور اسی مقدس سرزمین میں سپوڑ خاک بھی ہوا۔

مردون سے محبت | حضرت خواجہ صاحب کو اپنے خلفاء اور مریدین سے غیر معمولی محبت تھی، خانہ کعبہ میں
وعمل کی تھی کہ قیامت تک خانوادہ حشمتیہ کا سلسلہ قائم رہے، چنانچہ یہ سلسلہ اب تک قائم ہے
اور انشاء اللہ رہے گا،

فیاضی | فقر و درویشی کے باوجود ان کی خانقاہ میں شاہانہ فیاضوں کا دریا بہتا تھا، مطبخ میں
روزانہ آٹا کھانا پکاتا تھا کہ تمام غریب و مسکین سیر ہو جاتے تھے،

معتوق ہمسایہ | پڑوسیوں میں کسی کا انتقال ہو جاتا تو جنازہ کے ہمراہ خود شریف سے جاتے،
ناز جنازہ اور تدفین کے بعد جب تمام لوگ واپس ہو جاتے تو تنہا اس کی قبر پر بیٹھے رہتے، اور
وہاں جو اس وقت کے لیے موزوں مین پڑھتے، ایک بار ایک ہمسایہ کا انتقال ہوا تو
جنازہ کے ساتھ گئے، حضرت قطب الدین بھی معیت میں تھے، جب تمام لوگ لوٹ گئے تو
حضرت خواجہ ہمسایہ کی قبر پر چڑھ گئے، حضرت خواجہ قطب الدین فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ
آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا، پھر اسی وقت اعلیٰ رنگ پر آ گیا، اور آپ اللہ
فرماتے ہوئے کھڑے ہو گئے، حضرت قطب الدین نے چہرے کے رنگ کے تغیر کی وجہ
پوچھی تو فرمایا قبر میں عذاب کے فرشتے اُسے تھے لیکن پھر رحمت الہی نازل ہوئی، سب عذاب بھی عذاب
سے بے حد فاصل رہتے تھے، اور جب کبھی قبر کا ذکر آتا تو گریہ جاری ہو جاتا، اور کبھی جھین مارا کرتے

لباس و غذا | خواجہ صاحب کے فقیرانہ لباس میں دو ہر انجیہ ہوتا تھا، اگر وہ پھٹ جاتا تو جس
رنگ کا بھی کپڑا مل جاتا اسی کا پیوند لگا لیا کرتے تھے، کھانا بہت کم تناول فرماتے ریاضت
کے ابتدائی زمانے میں لگا آرسات سات دن تک روئے رکھتے اور صرف پانچ مثقال کی

۱۰۰۰ سے لے کر ۱۰۰۰۰۰ (لفظ غلط) حضرت بابا گنج شکر (مجلس ششم)

۱۰۰۰ تفصیل کے لیے دیکھو دلیل الدارفین مجلس چہارم

ٹکیہ سے روزہ افطار کرتے، سیر الاقطاب کے مؤلف کو بیان ہے کہ برابر صائم الدہر رہے،
سفر میں تیر و کمان، نمکدان اور چاقا ساتھ رکھتے، اور شکار کے کباب سے روزہ افطار
فرماتے تھے۔

ذوق سماع | سماع سے بھی ذوق تھا، اور محفل سماع میں ان پر غیر معمولی کیفیت طاری ہو جاتی
تھی، ایک بار حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ کی خانقاہ میں مقیم تھے، وہاں کی مجلس سماع میں قوالوں
نے ان دو شعروں کو گایا،

عاشق بہ ہوا سے دست بیہوش ہو
وزیا و محبت خویش مدہوش ہو
فردا کہ جگر خلق حیران ماند
نام تو درون سینہ و گوش ہو
تو خواجہ کئی روز تک مدہوش رہے

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے روایت ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی محفل سماع
میں شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سرمدیؒ، شیخ محمد کرمانیؒ، شیخ محمد صفائیؒ، مخدوم زادہ شیخ برہان الدینؒ،
مولانا بابا الدین بخاریؒ، مولانا محمد بغدادیؒ، خواجہ اہل بھریؒ، شیخ سیف الدین ماجوسیؒ، شیخ احمد بن محمد
اصفہانیؒ، شیخ جلال الدین تبریزیؒ، شیخ احمد الدینؒ، شیخ احمد واحدؒ، شیخ برہان الدین غزنویؒ، خواجہ
سلیمانؒ، خواجہ عبد الرحمنؒ اور بغداد کے دوسرے مشائخ کبار بھی شریک رہتے،

مفتاح العاشقین (ص ۲۲) میں حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی فرماتے ہیں کہ
شیخ الاسلام خواجہ معین الحق الشریع والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے سماع کے بارے
میں فرمایا کہ سماع اسرا حق معلوم کرنے کا ایک ذریعہ ہے، لیسمعون القول فینبغوا
احسن اولئذ الذین ھداهم اللہ اولئذ ھم اولوا الباب جبکہ اپنی خصلتیں جو کہ تمام عالم کی ذات

مین ہوتی ہیں کسی کی ذات میں مبدل ہو جاتی ہیں اور اس کے دل پر انسانی خصلتوں کا استیلا ہو جاتا ہے تو عشق غالب ہوتا ہے اور بہت طاری ہو جاتی ہے، اس وقت اسرار باطن کا کشف ہوتا ہے اور جب اسرار باطن کا مکاشفہ ہوتا ہے تو اس ذوق میں قص کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، جیسا کہ ایک بزرگ نے فرمایا

گر عروس سبز پوش مراد سے نماید لاجرم طاؤس دل در قص آید

ہندوستان کے صوفیائے کرام میں خواجہ صاحب کامرتہ سب سے زیادہ بلند ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان کو ”قطب المشائخین“ کے لقب کی بشارت ملی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے ان کو ”ملک المشائخ“ سلطان اسلمین ہمناج المتقین، قطب الاولیاء، شمس الفقراء، ختم المہتدین کے لقب سے یاد کیا ہے۔ سیر العارفین کے مؤلف نے ان کو سلطان العاشقین اور برہان العارفین لکھا ہے۔ سیر الاقطاب کے مصنف نے قطب الاقطاب، حجر الاولیاء، مبطل انوار مخزن المعرفۃ والحققت، پروہ انداز اسرار غیبی، چہرہ کشائے صور لاریبی، اور صاحب سفینۃ الاولیاء نے ”زبدۃ مشائخ اجل و قدوۃ اولیاء اکمل“ کہا ہے۔

مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے ان کو ”سر حلقۃ مشائخ کبار“ لکھا ہے، خواجہ صاحب کے فیوض و برکات اور کمالات و خوارق عادات عام طور سے بہت مشہور ہیں، اور آج بھی ان کی ابدی خرابگاہ کی زیارت کے لیے ہندوستان کے ہر گوشہ کے لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے۔

۱۔ سیر الاقطاب ص ۱۰۳ دونوں الارواح ۲۔ دلیل العارفین مطبع مجبلی ص ۲۰ ۳۔ سیر العارفین ص ۴

۴۔ سیر الاقطاب ص ۱۰۳ ۵۔ سفینۃ الاولیاء ص ۵۰

ہاوشاہون کا خراج سعادت | ہر دور میں ہندوستان کے مسلمان فرماؤ اور ان کو حضرت خواجہ کی ذات

اقدس سے غیر ممنوعی عقیدت رہی، سلطان شمس الدین قطبش کو بزرگانِ چشت سے جو روحانی لگاؤ رہا، اس کی تفصیل آگے آئے گی، مالوہ کے سلطان محمود غلامی نے راجپوتوں کے خلاف فوج کشی کی تو حضرت خواجہ کے مزار پر انوار پر پہلے حاضر ہو کر اس کے بعد میدانِ جنگ کی طرف رخ کیا، اور جب اس کو فتح حاصل ہوئی تو مزار کے قریب ایک مسجد بنوائی، جوابِ منزل خانہ کے نام سے مشہور ہے، بلند دروازہ اور دوسری عمارتیں بھی اسی نے تعمیر کرائیں، شہنشاہِ اکبر کو حضرت شیخ سلیم چشتی سے اس لیے سعادت پیدا ہوئی کہ وہ حضرت خواجہ کے سلسلہ سے منسلک تھے، اور جب شیخ کی دعاؤں سے شہزادہ سلیم پیدا ہوا تو اکبر خوشی میں آکر اسے اجمیر شریف تک پہنچا دیا گیا، راستہ میں روپے اور انصاف میں لٹاتا ہوا اجمیر شریف پہنچا، اور وہاں شاہانہ طریقہ پر خیرات تقسیم کرائی، ایک مسجد اور خانقاہ کے لیے کئی عمارتیں بنوائیں، اور درگاہ کے انتظام میں بہتم کی سہولتیں ہم پہنچائیں، مراوی کی پیدائش پر بھی اکبر نے اجمیر شریف کی زیارت کی، اور شہر کے گرد چوڑے اور پتھر کا حصار بنوایا، اس کو جب کبھی ملکی اور فوجی کاموں سے فرصت مل جاتی تو حضرت خواجہ کے آستانہ پر ضرور حاضر ہوتا تھا،

جہاں گزرا اپنے آٹھویں سال جلوس میں اجمیر شریف گیا تو اس کا حال خود لکھتا ہے :-

دوشنبہ کے روزہ شوال مطابق ۲۶ شعبان کو اجمیر میں داخل ہونے کی عادت

قرار پائی، اس روز صبح کو میں شہر کی طرف بڑھا، جب قلعہ اور حضرت خواجہ بزرگوار

کا روضہ نظر آنے لگا تو ایک کوس پہلے ہی میں پہنچا، اور راستے کے دو لڑکے

لے تفصیل کے لیے دیکھو اکبر نامہ ص ۳۵۰، ج ۲ ص ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴

جانب متمدن کو متحرک کیا، کہ فقرا اور ضرورت مندوں کو روپے دیتے ہوئے آگے
 بڑھیں، اور جب دن کی چار گھنٹیاں گز چکیں تو شہر دین داخل ہوا، اور پانچین گھنٹین
 روضہ مبارک کی زیارت کا شرف حاصل کیا، اور پھر اپنی قیام گاہ پر واپس آیا، دوسرے
 دن میں نے حکم دیا کہ شہر کے ہر چھوٹے بڑے شخص (اور ہر اگلیہ کو بھی طرح انعام
 دیکھ خوش کیا جائے۔) (تزک جہانگیری ص ۱۲۵)

۱۲۵ھ میں جہانگیر نے ایک لاکھ دس ہزار روپے صرف کر کے قرار مبارک کے گرد
 ایک طلائی فخر تیار کرایا تھا، جو اب نہیں ہے، وہ اس متبرک اور خوشگوار مقام میں پانچ روز
 کم تین سال تک مستقیم رہا۔

شاہ جہان نے بھی حضرت خواجہ کے آستانہ پر کئی بار حاضری دی، روضہ کے پاس سنگم
 کی مسجد اسی کی بنوائی ہوئی ہے، اس کی لڑکی جہان آرا یکم کو بھی حضرت خواجہ صاحب سے
 والہانہ عقیدت تھی، اسی عقیدت کی بنا پر خواجگانِ حشت پر ایک کتاب مونس الارواح کے نام
 سے تحریر کی، شاہ جہان کے ساتھ اجمیر گئی تو اس سفر کے تاثرات کو اس طرح قلمبند کیا ہے،
 بخت کی یاد رہی اور طالع کی فیروزی سے یہ حقیر و حقیرہ والدہ بزرگوار کے ساتھ خطہ پڑا۔

حضرت جعیر بنے نظیر کی طرف، ارشد بن ستمہ کو روانہ ہوئی اور نمازِ رمضان المبارک
 کو مالِ اناساگر کی عمارتوں میں داخل ہوئی، اس سفر میں ہر روز ہر منزل پر دو رکعت نماز
 نفل ادا کرتی، ایک بار سورہ یٰسین اور سورہ فاتحہ اخلاص و عقیدت سے بڑھ کر حضرت
 پروردگار کے عظیم النعمی والدین رضی اللہ عنہ کی روح پر فتوح کو ایمان تو اب کیا، چند روز
 عمارت مذکور میں ٹھہری، لیکن غایتِ ادب میں رات کو بلنگ پرتہ سوئی، اور درودِ

۱۲۵ھ جہانگیر نے جہر کے مفصل حالات بھی لکھے ہیں، اس کے لیے دیکھو تزک جہانگیری ص ۱۲۵

کی طرف پاؤں پھیلائے اور اس کی طرف پشت کی۔ دن کو درختوں کے نیچے رہتی،
 حضرت کی برکت اور اس سرزمینِ جنتِ اُمین کے فیض سے اطمینان اور پھر ایک خاص
 ذوق پیدا ہوا، ایک راستہ مولود اور چراغان کیا، روضہ کی خدمت اور زینت میں جو
 کچھ بچے سے ہو سکا میں نے اس کے کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور نہ کرو گئی، الحمد للہ واللہ
 لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ بچہ اپنے سرورِ رمضان المبارک کو حضرت پیر و تنگ پیر رضی اللہ عنہ کے
 مرقہ منور کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی، دن کا ایک پہر باقی تھا کہ میں روضہ قدس
 میں گئی، اور اپنے زورِ جہر سے پر اس استاد کی خاکِ ملی، دروازہ سے گنبد مبارک تک
 بزمِ پازین چومتی گئی، گنبد شریف میں داخل ہو کر اپنے پیر کی قبر پر نور کے سات پھیر
 کیے، اپنی پلکوں سے جھار دھوی، اور غرار کی خوشبودار خاک کو تو تیا سے چٹم بنایا، اس وقت
 ایسی حالت اور کیفیت پیدا ہوئی کہ تحریر میں نہیں لائی جاسکتی، غایت شوق اور سرانگمی
 میں سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کہوں اور کیا کروں، عطر اور معطرات کو مٹھری قبہ پر اپنے
 ہاتھ سے ملا، اور بھولوں کی چادر جو اپنے سر پر رکھ کر لائی تھی، قبر مبارک پر چڑھائی اس کے
 بدستگ مرمی مسجد میں جو والد بزرگوار نے تعمیر کرائی ہے نماز ادا کی، اور پھر گنبدِ مبارک
 میں بیٹھ کر سورہ یسین اور سورہ فاتحہ روح پر فتوح کے لیے پڑھی، مغرب کی نماز
 تک وہیں مقیم رہی، شمع روشن کی، جھارو کے پانی سے افطار کیا، عجیب نسیم
 تھی جو صبح سے بہتر تھی، اگرچہ اس فانیہ کے خلاص و محبت و عقیدت کا تقاضا یہ ہو رہا
 کہ اس مقامِ تبرک سے نہ ہٹے، لیکن کوئی چارہ نہ تھا،

نشہ اُڑا، نہ انگلی دوست
 می بردہر جا کہ خاطر خواہ دوست
 گھر سے ہوتا تو ہمیشہ حضرت کے روضہ کے پاس رہتی، کیونکہ عجیب گزشتہ ماہ

اورین گوشہ مافیت کی عاشق ہوں، مجبوراً چشم گریان دل بریان اور لاکھوں افسوس کے تھا
 درگاہ سے رخصت ہو کر گھر آئی، تمام رات بے قراری میں گزری، صبح کو جبکہ کے روزہ الہیہ لگا
 نے اکبر آباد کی طرف کوچ فرمایا (مونس الارواح علی نسخہ دارالمصنفین)

۳۱۱ تاج و تخت کے مالکوں کی اس قسم کی عقیدت میں بعض اعمال ایسے ضرور ہیں جو شرعی
 نقطہ نظر سے محمود و پسندیدہ نہیں لیکن اس حقیقت کا کون انکار کر سکتا ہے کہ ان بودیائیں درویش
 نے جو اپنے روحانی اثرات چھوڑے وہ خواص و عوام کے دل و دماغ پر کیسے مستولی ستی
 عالمگیر بھی کئی بار ورنہ کی زیارت کے لیے گئی، وہ اپنے مستقر سے روضہ تک پایادہ پا جاتا تھا،
 ایک بار پانچ ہزار روپیہ بھی بطور ہدیہ پیش کیے ۱۱

ملفوظات | خواجہ صاحب نے کوئی مستقل تصنیف نہیں چھوڑی ہے،

شیخ نظام الدین می فرمود کہ میں بیچ کتا بے نہ نوشہ ام زیرا کہ شیخ الاسلام فرید الدین و
 شیخ الاسلام قطب الدین و از خواجگان چشت بیچ شیخ تصنیف ذکر وہ است ۱۲

مگر خواجہ صاحب کے نام سے کئی تصانیف منسوب ہیں، مثلاً رسالہ در کسب نفس، رسالہ
 وجودیہ، حدیث المعارف، گنج الاسرار، دیوان معین وغیرہ ہم دو کتابوں انیس الارواح
 دلیل العارفین سے ان کی تعلیمات کو ہدیہ ناظرین کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں،

انیس الارواح میں حضرت خواجہ عثمان بارونی کی ۸ صحبتوں کے ملفوظات ہیں،
 مشہور ہے کہ یہ ملفوظات حضرت خواجہ نے جمع کیے تھے، ان ملفوظات میں تصوف کے مہات
 مسائل و نکات پر بحث نہیں کی گئی ہے، بلکہ قوال کے ذریعہ سے بعض شرعی اخلاقی اور دنیاوی
 مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے، مثلاً نماز اور شریعت کے فرائض کا منکر کافر ہے، صدقہ دینا ہزارہ

۱۱: نثر عالمگیری اور ترجمہ ص ۱۲۶ و ۱۳۲ صفحہ اخیر الجالس نیز و کمیو غیر الجالس کا اردو ترجمہ سیر الجالس ص ۳۵ و
 اخبار لاخیر ص ۶۷

مناہ پرچنے سے افضل ہے، مومن کو گالی دینا اپنی ماں بہن سے زنا کرنا ہے، ایسے شخص کی دعا سود تک
 مستجاب نہیں ہوتی ہے، پیشہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہے لیکن جو شخص یہ عقیدہ رکھے
 کہ پیشہ ہی کے ذریعہ سے روزی ملتی ہے، وہ کافر ہے، کیونکہ رزاق مطلق خدا ہے، مصیبت میں
 چلانا، نوہ کرنا اور کپڑے پھاڑنا ستر مسلمانوں کے خون کرنے کے برابر ہے، مومن وہ شخص ہو
 جو تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے، درویشی، بیماری اور موت، حاجت مندوں کی مدد کرنے والا اللہ
 کا دوست ہے، اگر کوئی شخص اور دو وظائف میں مشغول ہو، اور کوئی حاجت مند آجائے تو لازم ہے
 کہ وہ اور دو وظائف کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو، اور اپنے مقصد کے مطابق اس کی حاجت
 پوری کرے، افضل ترین زہد موت کو یاد کرنا ہے، تین شخص بہشت کی توبہ نہ پائیں گے،
 ایک جھوٹ بولنے والا درویش، دوسرا کنجوس، تیسرا خیانت کرنے والا سوداگر،

ویل العارفين۔ اس کتاب میں خواجہ صاحب کی گیارہ صحبتوں کے ملفوظات
 جن کو حضرت بختیار کاکی نے جمع کیا ہے، یہ وہ صفحہ کا مختصر رسالہ ہے، جو مطبع مجتبیٰ دہلی سے چھپکر
 شائع ہو گیا ہے، اس میں مختلف دینی مسائل و صوفیانہ دوز مثلاً نماز، وضو، طہارت، بجاہت،
 غسل، صدقہ، شریعت، حقیقت، طریقت، محبت الہی، عشق الہی، معرفت الہی، عذاب قبر، توقیر
 گورستان، گناہ کبیرہ، عبادت اہل سلوک، دوزخ، فضیلت سورہ فاتحہ و سورہ یسین، کشف
 و کرامات، محبت نیک و بد، توکل، توبہ اور تجرید پر جستہ مختصر مگر جامع اور بصیرت افروز احکام
 اور کنایے ہیں جن کے سمجھنے میں کوئی وقت نہیں ہوتی ہے،

تکمیل اخلاق | ان ملفوظات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ خواجہ صاحب کے نزدیک
 اہل سلوک کے لیے ہر قسم کے صوری و معنوی اخلاق و محاسن کا حامل ہونا ضروری ہے، کیونکہ
 ان کے نزدیک تصوف نہ علم ہے، اور نہ رسم بلکہ مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کا ایک خاص اخلاق

ہے جس میں جو ہر لحاظ سے مکمل ہونا چاہیے،

صوری حیثیت سے اس اخلاق کی تکمیل یہ ہے کہ سالک اپنے ہر کردار میں شریعت کا پابند ہو، جب اس سے کوئی بات خلاف شریعت سرزد ہوگی، تو وہ دوسرے مقام پر پہنچے گا جس کا نام طریقت ہے اور جب اس میں ثابت قدم رہے گا تو معرفت کا درجہ حاصل کریگا اور جب اس میں بھی پورا ترنگا تو حقیقت کا مرتبہ پائے گا جس کے بعد جو کچھ مانگے گا، اسکو ملے گا، اسی لیے خواجہ نے شریعت کے تمام ارکان اور جزئیات خصوصاً نماز کی پابندی پر بڑا زور دیا ہے،

نماز فرماتے ہیں کہ نماز رکن دین ہے اور رکن بتوں مترادف ہیں اگر ستون قائم رہے گا گھر کھڑا رہے گا، اور جب ستون ہی گر جائے گا گھر گر پڑے گا، جس نے نماز میں غفلت ڈالا اس نے اپنے دین اور اسلام کو خراب کیا، نماز کی اہمیت کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا گذر شام کے قریب ایک شہر میں ہوا، اس شہر کے باہر ایک غار تھا، ایک بزرگ اس میں سکونت پذیر تھے، خوف اور مہبت الہی سے ان کے بدن پر گوشت و پرست نہ تھا، صرف ہڈیاں ہی رہ گئی تھیں، ایک سجادہ پر مشکن تھے، میں ادب سے قریب جا کر بیٹھ گیا، دریافت فرمایا کہ کہاں سے آتے ہو، میں نے جواب دیا، بغداد سے آتا ہوں، فرمایا خوب آئے لیکن سب سے کہ درویشوں کی خدمت کرتے رہو، تاکہ تم کو ذوق درویشی حاصل ہو، مجھے کئی برس اس غار میں رہتے ہوئے گزر گئے، تمام دنیا سے ملحد کی اعتناء کر کے اس غار میں چھپا بیٹھا ہوں، ایک بات سے ایسا ڈرتا ہوں کہ رات دن روتے گزرتے ہیں، میں نے پوچھا حضرت وہ کونسی بات ہے، فرمایا نماز ہے، جس وقت ادا کرتا ہوں، خوف معلوم ہوتا ہے کہ کہیں کوئی شرط فرو گذاشت نہ ہو گئی ہو، اور میری ساری محنت اکارت ہو کر یہی نماز موجب عتاب نہ رہی ہو (دلیل العارفین مجلس دوم)

ناز کو مومن کی معراج کہا ہے، چنانچہ فرمایا کہ جب وہ نماز پڑھے تو اس طرح کہ گویا
انوار تجلی کا شاہدہ کر رہا ہے۔

روزہ ورج | حضرت خواجہ کے نزدیک روزہ اور حج کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوگا
کہ وہ خود صائم الدہر رہے، اور اتنی بارخانہ کعبہ کی زیارت فرمائی کہ اس کا شمار نہیں کیا جاسکتا
ہے، فوائد السالکین (مجلس پنجم) میں ہے کہ اجمیر سے ہر سال حج کے لیے تشریف لیجاتے تھے،
احترام کلام پاک | کلام پاک کی تلاوت کی بھی بڑی فضیلت بتائی ہے، اور اس کو ایک
بڑی عبادت قرار دیا ہے، اور اس کتاب کی تعظیم پر بڑا زور دیا ہے، اس سلسلہ میں
بیان فرمایا کہ سلطان محمود غزنوی انار اللہ پر ہانہ کو ذنات کے بعد خواب میں دیکھا، پوچھا
خدا تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا، جواب دیا ایک رات میں کسی قصبہ میں مہمان تھا،
جس مکان میں ٹھہرا تھا وہاں طاقین قرآن شریف کا ایک ورق رکھا ہوا تھا، میں
نے خیال کیا یہاں ورق مصحف رکھا ہوا ہے، سو ناہ جا ہیے، پھر دل میں خیال آیا کہ ورق
مصحف کو کہیں اور رکھوا دوں، اور خود یہاں آرام کروں، پھر سوچا کہ یہ بڑی بے ادبی ہوگی
کہ اپنے آرام کی خاطر ورق مقدس کی جگہ تبدیل کروں، اس ورق کو دوسری جگہ نہ بھیجا، اور
تمام رات جاگتا رہا، میں نے کلام پاک کے ساتھ جواب دیا کہ اسی کے بدلے حق تعالیٰ
نے مجھ کو بخش دیا۔

اہل سلوک کی عبادتیں | خواجہ صاحب نے اہل سلوک کی منجملہ عبادتوں میں پانچ اور عبادتیں

۱۔ دلیل الدارین مطیع مبنی اس ۲۔ دلیل الدین مجلس پنجم ص ۱۲ یہ ایک خواب کی بات ہے جس کو موجود
دور کے مورخ اپنی تحقیق و تدقیق میں اہمیت دینا پسند نہیں کریں گے، لیکن اولیاء اللہ محمود غزنوی کو کن نظروں
سے دیکھتے تھے، وہ اس واقعے سے ظاہر ہوگا،

بتائی ہیں (۱)، والدین کی خدمت (۲)، کلام اللہ کی تلاوت (۳)، علماء و شائخ کی تنظیم اور دوستی (۴)، خانہ کعبہ کی زیارت (۵)، پیر کی خدمت،

راہ سلوک کے گناہ | خواجہ صاحب کا ارشاد ہے کہ راہ سلوک میں چار گناہ کبیرہ ہیں (۱)، گورستان میں قہقہہ لگانا (۲)، گورستان میں کھانا پینا، کیونکہ یہ عبرت کا مقام ہے (۳)، مردم بازی کرنا (۴)، خدا کا نام لیکر لرزہ بر اندام نہ ہونا، سالک کو ان گناہوں سے بچنا لازمی ہے،

عارف | ایک عارف کی مغوی خوبیوں کا اندازہ خواجہ صاحب کے مندرجہ ذیل ارشادات عارف سے ہو گا،

عارف غلم کے تمام رموز سے واقف رہتا ہے، اسرار الہی کے حقائق اور انوار الہی کے وقائع کو آشکار کرتا ہے بلکہ

عارف عشق الہی میں کھو جاتا ہے، اور اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے اسی کی قدرت کاملہ میں محو اور متحیر رہتا ہے بلکہ

عارف ہر جب حال کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو وہ اس میں ایسا مستغرق ہو جاتا ہے کہ اگر گمراہوں فرشتے بھی اس سے مخاطب ہوں تو وہ ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، عارف ہمیشہ مسکراتا رہتا ہے، عالم ملکوت میں خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں مقربین پر اس کی نظر پڑتی ہے اور وہ ان کے حرکات و سکنات کو دیکھ کر مسکراتا ہے،

عرفان میں ایک ایسی حالت پیدا ہوتی ہے کہ عارف ایک قدم بڑھا کر عرش سے حجاب عظمت، اور حجاب غفلت سے حجاب کبریا تک پہنچ جاتا ہے، اور دوسرے قدم میں واپس آ جاتا ہے، یہ تو عارف کا کترین درجہ ہے، ایک عارف کامل کمان تک پہنچ جاتا ہے، و

خدا ہی جانتا ہے

عارف و دونوں جہان سے قطع تعلق کر کے یکتا (فردا) ہو جاتا ہے، اور جب یہ یکتائی (فردائیت) حاصل کر لیتا ہے، تو وہ ہر چیز سے بیگانہ نظر آتا ہے

عارف وہی ہے کہ وہ جہان بھی ہو، اس کی خواہش کے مطابق کام انجام پائے، وہ نہیں ہے جو کسی چیز کے پیچھے پریشان ہو

عارف کے مراتب بہت ہیں، جب ان کو وہ طے کر لیتا ہے تو وہ دنیا کو اپنی انگلیوں کے حلقہ میں دیکھتا ہے

عارف کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس میں صفات الہی کا ظہور ہو، اور خدا سے تعالیٰ سے عارف کی محبت کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے اوپر دل کے نور کو ظاہر کر دے، اور کوئی شخص اس کے سامنے دعویٰ کے ساتھ آئے، تو اس کو اپنی کرامت سے ملزم ٹھہرائے

”اگر کے بروہ بدعویٰ آید ان رابقت کرامت ملزم کند“

اگر کوئی شخص کرامت دیکھنا چاہے تو اس کو خدا کی اجازت سے کرامت دکھلائی جائے

عارف خاموش رہتا ہے تو وہ گویا خدا سے باتیں کرتا ہے، اور جب آنکھیں بند کر لیتا ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس وقت تک سر نہ اٹھائے، جب تک صوفی اسرافیل کی آواز اس کے کانوں تک نہ پہنچ جائے

عارف وہ ہے جو اپنے دل سے ساری باتیں نکال کر بیگانہ ہو جائے، عارف کا کمال یہ ہے کہ دوست کی راہ میں اپنے کو بھلا کر خاک سیاہ کر دے

عارف اسی قدر معرفت کی باتیں کر سکتا ہے، جس قدر اس کو عبور ہے، کو سے بار میں

لے دین الہی بن مطیع مجتبیٰ عے ایضاً، عے ایضاً، عے ایضاً، عے ایضاً، عے ایضاً، عے ایضاً، عے ایضاً

عارف وہ ہے جو صبح اٹھے تو رات کو یاد نہ کرے۔^۱

عارف کی محبت یہ ہے کہ ذکر حق کے سوا کسی چیز سے لگاؤ نہ رکھے۔^۲

عارف کی صفت آفتاب جیسی ہے، تمام دنیا اس سے منور ہے، دنیا کی کوئی چیز اس کی

روشنی سے محروم نہیں ہے،

عارف کے لیے تین ارکان ضروری ہیں، ہیبت، تنظیم، حیا، اپنے گناہوں سے

شرمندہ ہونا ہیبت ہے، طاعت گزاری تنظیم ہے، اور خدا کے سوا کسی پر نظر نہ ڈالنا

حیا ہے، (سیر الاقطاب ص ۱۳۹)

خواجہ صاحب کی طرف ایک دیوان بھی منسوب ہے، مگر اہل نظر کی رائے ہے کہ

یہ جعلی ہے، اس لیے ہم اس پر کسی قسم کی بحث کرنی نہیں چاہتے،

مقامات سلوک | دلیل العارفین کے علاوہ خواجہ صاحب کے ملفوظات بعض تذکروں میں

بھی محفوظ ہیں، ان ملفوظات میں ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ راہ سلوک میں چودہ مقامات

ہیں (۱) توبہ، (۲) عبادت، (۳) زہد، (۴) رضا، (۵) قناعت، (۶) مجاہدہ، (۷) پاہد، (۸) صدق

دہ، (۹) تفکر، (۱۰) استرشا، (۱۱) اصلاح، (۱۲) اخلاص، (۱۳) معرفت، (۱۴) شکر، (۱۵) محبت،

ان میں سے ہر ایک مقام ایک ایک پیغمبر کے ساتھ منسوب ہے، یعنی توبہ حضرت آدمؑ،

عبادت حضرت ادریسؑ، زہد حضرت عیسیٰؑ، رضا حضرت ایوبؑ، قناعت حضرت یعقوبؑ،

مجاہدہ حضرت یونسؑ، صدق حضرت یوسفؑ، تفکر حضرت شعیبؑ، استرشا حضرت شیشؑ،

اصلاح حضرت داؤدؑ، اخلاص حضرت نوحؑ، معرفت حضرت خضرؑ، شکر حضرت ابراہیمؑ،

اور محبت افضل الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰؐ، اصلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے،

لہ دلیل العارفین ص ۵۳ ۵۴ ایضاً ص ۵۴

سلوک کے مراتب میں اہل طریقت کے لیے مندرجہ ذیل دس شرطیں ضروری قرار دی ہیں۔
 (۱) طلب حق (۲) طلب مرشد کامل (۳) ادب (۴) رضا (۵) محبت و ترک فضول (۶)
 تقویٰ (۷) استقامت شریعت (۸) کم کھانا اور کم سونا (۹) لوگوں سے کنارہ کش ہونا۔
 (۱۰) صوم و صلوة کا پابند ہونا۔

اسی طرح اہل حقیقت کے لیے بھی دس چیزیں لازمی ہیں :-

(۱) معرفت میں کامل ہونا۔ (۲) کسی کو رنج نہ پہنچانا، اور نہ کسی کی برائی کرنا (۳)
 لوگوں سے ایسی گفتگو کرنا جس سے ان کی دنیا اور آخرت بنے۔ (۴) متواضع ہونا (۵) عزت
 نشین ہونا (۶) ہر شخص کو عزیز اور محبوب رکھنا، اور اپنے کو سب سے حقیر اور کمتر سمجھنا (۷) رضا
 و تسلیم کو راہ دینا (۸) ہر درد اور تکلیف میں صبر اور تحمل کرنا، (۹) بجز تو بیازا اور سوز و گداز پیدا
 کرنا (۱۰) قناعت اور توکل پسند ہونا۔
 خلفاء | خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں :-

(۱) قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار (وشی کاکی دہلی) (۲) خواجہ فرخ الدین
 فرزند ارجمند حضرت خواجہ (قبیلہ سردار) (۳) شیخ حمید الدین ناگوری (دہلی) (۴) شیخ
 وحید الدین (۵) شیخ حمید الدین صوفی (ناگور) (۶) خواجہ برہان الدین عرف بدود (۷) شیخ احمد
 (۸) شیخ محسن (۹) خواجہ سلیمان غازی (۱۰) شیخ شمس الدین (۱۱) خواجہ حسن خیل (۱۲) شیخ بابا
 جوگی المعروف بہ عبد اللہ (اجمیر) (۱۳) شیخ صدر الدین کرمانی (۱۴) بی بی حانظہ جلال صیدہ
 سعیدہ حضرت خواجہ (اجمیر) (۱۵) شیخ محمد ترک ناروئی (دہلی) (۱۶) شیخ علی سبزی
 (۱۷) خواجہ یادگار سہروردی (۱۸) خواجہ عبد اللہ بیابانی (۱۹) شیخ متا (۲۰) شیخ وحید برادر

شیخ احمد (۲۱) شیخ مسعود غازی (داجیر) (یہ سلطان سالار مسعود غازی شہید سے مختلف ہیں)۔
 یہ بزرگان دین مختلف مقامات پر اس لیے مامور کئے گئے تھے کہ وہ شیعہ اسلام روٹ
 کہہ کے ہندوستان کے ظلمت کدہ کو منور کر دیں، اور جب سلاطین دہلی تخت و تاج کیلئے
 ایک جگہ سے دوسری جگہ فرج کشتی میں منقول تھے تو خاندانہ کے یہ بوریہ نشین انسانوں کے قلوب
 کی نشیترہ کر رہے تھے۔ رفتہ رفتہ دو متوازی حکومتیں قائم ہو گئیں، ایک تو ان کی تھیں جن کے
 ہاتھوں میں تلواریں تھیں اور ایک انکی جن کے گھروں میں فقر و فاقہ تھا لیکن انہی فقر و فاقہ والوں کے
 ذریعہ ہندوستان میں اسلام کی سچی عظمت اور شوکت قائم ہوئی،

سے خبریتہ الاسلامیا ص ۲۶۲



حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

نام و نسب | خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی قدس سرہ قصبہ اوش (ہاورا، النہر) میں پیدا ہوئے، بختیار نام، اور قطب الدین لقب تھا۔ عروت عام میں خواجہ کاکی کہلاتے تھے، حسین سادات میں سے تھے، سلسلہ نسب یہ ہے :

خواجہ قطب الدین بختیار اوشی بن سید کمال الدین بن سید موسیٰ بن سید احمد اوشی بن سید کمال الدین بن سید محمد بن سید احمد بن سید رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین بن سید جعفر بن حضرت فقی الوجود بن علی موسیٰ رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن ابن امام حسین بن امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہم

ابتدائی تعلیم و تربیت | ڈیڑھ سال کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، والدہ ماجدہ نے پوری ذمہ داری سے تعلیم و تربیت کا فرض انجام دیا، اور پانچ برس کے سن سے ایک نیک اور صالح بزرگ مولانا ابو حفص سے تعلیم حاصل کرنی شروع کی، اور ان سے ظاہری علوم کے علاوہ باطنی علوم اور سلوک کے آداب و طریق کی بھی تعلیم پائی، اور اوائل عمر سے ریاضات و مجاہدات میں مشغول رہنے لگے، جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا ورود اوش میں ہوا تو ان سے شرف بیعت حاصل کیا، اور سترہ سال کی عمر میں ان سے خرقہ خلافت پایا،

لے سیرۃ القطاب ص ۴۳ و تذکرۃ اللاحقین ص ۶۰ لے سیرۃ الانبیاء ص ۶۸ و سیرۃ النبیین ص ۶۴ سیرۃ الکتاب ص ۱۴۱ میں ہر کاوش سے نکل کر حضرت بختیار کاکی بغداد پہنچے اور یہاں امام ابواللیث عمر قندی کی مسجد میں خواجہ معین الدین چشتی (دہلی حاشیہ ص ۶۴ پر)

عبادت | تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ بیعت کے بعد وہ رات دن میں پانچا نوے رکعت نماز ادا کرتے تھے اور ہر رات کو تین ہزار بار درود شریف پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بارین پر بھیجا کرتے تھے، شادی کی ابتدائی تین راتوں میں یہ معمول ناغہ ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رئیس احمد نامی ایک زادہ کو خواب کے ذریعہ یہ ہسیام دیا کہ وہ بختیار سے دریافت کریں کہ آخری بے نیازی کیوں؟ یہ سن کر حضرت بختیار نے اسی وقت بیوی کو طلاق دے کر آزاد کر دیا، حالانکہ شادی کو کل تین دن گزرے تھے، اس کے بعد دنیاوی علائق سے بالکل کنارہ کش ہو گئے۔

سیاحت | غالباً ازدواجی زندگی کے بعد ہی مختلف مقامات کی سیاحت کی، عاجز رقم کے لیے ترتیب کے ساتھ اس سیاحت کا حال لکھنا ممکن نہیں، خود حضرت قطب صاحب نے اپنے ملفوظات میں جتنی تفصیل بتائی ہے، اس کو ہم ہیہ ناظرین کرتے ہیں،

غزنو، نین قشرف لے گئے تو وہاں ایک بزرگ سے ملے جو بڑے صاحب تجرید و تقرید تھے، ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ جو کچھ ان کو فتوحات حاصل ہوئیں کبھی اپنے پاس نہ رکھتے، دن میں چہیزین آتین ہا شام تک تقسیم کر دیتے، اور جو رات کو حاصل ہوئیں، صبح تک نہ رکھتے، چھوٹے بڑے درویش و توانگر ان کی خانقاہ سے محروم نہ جاتے، بھوکوں کو کھلاتے، ننگوں کو کپڑے پہناتے، غرضیکہ بڑے صاحب نعمت تھے، میں نے ان کو فرماتے سنا کہ چالیس برس میں نے مجاہدہ کیا، کچھ حاصل نہ ہوا اور کوئی روشنی نظر نہ آئی۔

(بقیہ حاشیہ ص ۶۳) سے شرف بیعت حاصل کیا، اس مجلس میں شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ ابو حامد الدین کرمانی، شیخ بہان الدین خجندی اور شیخ محمد اصفہانی بھی تھے، (حاشیہ ص ۶۴) لے سیر العارفین ص ۱۱۱، سیر الابرار ص ۱۱۱، خزینۃ الاصفیاء ص ۲۴۳، اخبار الاخیار میں بیوی کو طلاق دینے کا ذکر نہیں ہے۔

لیکن جب سے کم سونا، کم پوننا، کم کھانا اور لوگوں سے کم لینا اختیار کیا تو روشنی نظر آئی، اور اب
عرش اور حجاب غنمت تک کی چیزیں پوشیدہ معلوم نہیں ہوتیں، (فوائد الالکین مجلس اول)
فرماتے ہیں، ایک بار میں دریائی سفر میں تھا کہ ایک درویش کی جوڑے بزرگ اور
صاحب نعمت تھے زیارت کی، مجاہد سے ان کا یہ حال ہو گیا تھا کہ ہم مبارک میں صرف
ہڈیان رہ گئی تھیں، ان کا یہ دستور تھا کہ چاشت سے فارغ ہو کر لنگر خانہ میں تشریف لے جاتے
جس میں ہزاروں من کھانا ہوتا، طہر کی نماز تک اس کی تقسیم میں مصروف رہتے، ہر نے والے
کو کھانا کھلاتے، اور ننگے کو حجرے میں لے جا کر کپڑے پہناتے، یہاں تک کہ لنگر خانے میں
کوئی چیز باقی نہ رہتی، پھر مصلے پر جا بیٹھتے، ان کا حکم تھا کہ جو کوئی بھی آئے ان کے پاس بھیج دیا جائے
وہ مصلے کے نیچے سے جو کچھ کہ اس کی قسمت میں ہوتا اٹھا کرتے، چند روز میں ان بزرگ کی خدمت
میں رہا، وہ صائم الدہر تھے، افطار کے وقت ان کے پاس چار کھجوریں آئیں، دو بھجودیتے اور
دو خود کھاتے، مجھ سے فرمایا کہ درویش جب تک لوگوں کی صحبت ترک کر کے گوشہ گیر نہ ہو جائے
اور کم نہ کھائے، کم نہ سوئے، کم نہ بوسے عالی مقام نہیں ہو سکتا (فوائد الالکین مجلس اول)
دریائی سفر کا ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اپنے یار غار قاضی حمید الدین انور
کے ساتھ ایک دریا کے کنارے فروکش ہو گیا کہ ایک بہت بڑا بھوتیزی سے کہیں جا رہا ہے،
میں نے قاضی سے کہا کہ اس میں کوئی سرائی پوشیدہ ہو تو دو دن بھوکے پیچھے ہو لیے، بھجوریں
دخت کے پاس پہنچا، تو اس نے ایک بہت ہی خوفناک آواز سے کہ ڈرنا، اس سے وہ
مر گیا، پاس ہی ایک شخص سو رہا تھا، ہم وہاں ٹھہر گئے، کہ یہ نیند اٹھے تو ہم اس سے ملاقات
کرین، ہم نے اس کے نزدیک جا کر دیکھا تو وہ تشہین بدست پڑا تھا، تعجب ہوا کہ ایسے نافرمان
بندے پر اللہ تعالیٰ نے اس قدر کیون رحمت فرمائی، غیب سے آواز آئی کہ اگر ہم پار ساؤن ہی پر

اپنی توجہ رکھیں تو غریبوں کا کون حامی ہوگا، اس کے بعد وہ متوالا اٹھا تو مردہ اندھے کو پاس دیکھ کر پریشان ہوا، ہم نے بچھو اور اندھے کی کیفیت اس سے بیان کی تو وہ نادوم ہوا، اور کچھ عرصہ کے بعد ہم نے سنا کہ وہ بہت بڑا بزرگ ہو گیا، اور اس نے ستر بار پاپیادہ حج کیا،

مجلس اول ہی میں فرماتے ہیں: میں نے ایک شہر میں دیکھا کہ دس دس بیس بیس آدمی جا بجا تھیر کھڑے ہیں، نماز کے وقت عالم صحو میں آجاتے ہیں، اور نماز ادا کر کے پھر عالم سکڑ میں چلے جاتے ہیں، میں بہت دنوں تک ان کی خدمت میں رہا، ایک روز ان میں سے کچھ لوگ عالم صحو میں آئے تو میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ لوگوں کا یہ حال کب تک ہے، جواب دیا کہ ساٹھ یا ستر سال ہوئے ہوں گے کہ ہم نے راندہ درگاہ اہلسین کا قصہ سنا تھا، اسی وقت سے ہمارا یہ حال ہے،

مجلس دوم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک بار سمرقند میں ایک بزرگ سے ملاقات کی جو عالم تحیر میں تھے، میں نے وہاں کے لوگوں سے پوچھا کہ انکو اس حال میں پہتے ہوئے کتنے سال ہوئے لوگوں نے جواب دیا کہ ہم ان کو بیس سال سے اسی حالت میں دیکھتے ہیں، میں چند روز انکی صحبت میں رہا، ایک بار عالم صحو میں پایا، تو دریافت کیا کہ کتنے روز سے آپ کو کسی کے آنے جانے کی اطلاع نہیں ہوئی، جواب دیا اے نادان! درویش جب دریاے محبت میں غرق ہو جاتا ہے تو گواہ کو ٹکڑے ٹکڑے بھی کر ڈالیں لیکن اس کو کچھ خبر نہ ہوگی، جا بھاری کی اس راہ میں جس نے بھی قدم رکھا اس کی جان محفوظ نہیں رہتی،

آگے چل کر فرماتے ہیں کہ میں قاضی حمید الدین ناگوری کے ساتھ خانہ کعبہ کے طواف میں تھا، ہم دونوں کے آگے ایک بزرگ تھے، جن کا نام شیخ عثمان تھا، اور وہ شیخ ابو بکر شبلی کی اولاد میں سے تھے، ہم دونوں ان کے نقش پا پر اپنا قدم رکھتے تھے، شیخ عثمان نے

لے مجلس اول۔ اس واقعہ کی اور بھی تفصیلات ہیں لیکن ہم نے اختصار سے کام لیا ہے۔

اپنی روشن ضمیری سے ہمارا حال معلوم کر لیا اور فرمایا متابعت ظاہری کیا کرتے ہو، میری متابعت باطنی بھی اختیار کرو، ہم دونوں نے عرض کیا کہ آپ کی متابعت باطنی کیا ہے، فرمایا ہر روز ہزار بار قرآن شریف ختم کرتا ہوں، ہم دونوں کو اس پر تعجب ہوا کہ یہ تو طاقت بشری سے باہر ہے، شاید ہر سورت کی ابتدائی آیتیں پڑھ لیتے ہوں گے، ہم اسی خیال میں تھے کہ انھوں نے مرکہ ہر جاری طرٹ دیکھا اور فرمایا کہ تمھارا یہ خیال غلط ہے، میں ہزار بار روزانہ قرآن شریف حرف بہ حرف پڑھتا ہوں، جب حضرت خواجہ قطب الدینؒ نے یہ واقعہ مجلس میں سنایا تو حاضرین میں سے مولانا علاء الدینؒ کرمانی نے کہا کہ جو بات عقل میں نہ آئے وہ کراست ہے، کیونکہ کراست میں عقل کو کچھ دخل نہیں، حضرت خواجہ یہ سنکر ابدیدہ ہو گئے۔

مجلس دوم ہی کے ملفوظات میں ہے کہ میں قاضی حمید الدین ناگوری کے ساتھ ایک شہر میں پہنچا تو وہاں بارہ آدمیوں کی ایک جماعت دیکھی جن میں سچرا ایک عالم تھیں جن میں تھا، صرف نماز کے وقت ان کو ہوش آجاتا تھا، واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت خواجہ قطب الدینؒ نے حضرت فرید الدینؒ کو مخاطب کر کے فرمایا اے فرید! انبیاء علیہم السلام معصوم اور اولیائے کرام محفوظ اس لیے ہیں کہ ان سے عالم سکھیں بھی کوئی فعل خلاف شریعت سرزد نہیں ہوتا، سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے مرشد خواجہ بزرگ کے ساتھ حج کو گیا، واپسی میں ہم ایک ایسے شہر میں ٹھہرے جس کا نام اب یاد نہیں، وہاں ایک بزرگ کی زیارت کی، جو ایک غار میں تھے، ہیبت الہی سے ان کے جسم پر گوشت باقی نہ رہا تھا، گویا ایک چرب خشک تھے، خواجہ بزرگ علیہ الرحمہ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر تمھاری مرضی ہو تو چند روز ہم یہاں قیام کریں، میں نے ادب سے

عرض کیا کہ جیسی مرضی ہو، عرض ہم ان کی صحبت میں ایک ماہ تک رہے، اس عرصہ میں صرف ایک روز وہ بخود ہی دیر کے لیے عالم صحو میں آئے، ہم نے سلام عرض کیا، جواب دیکر فرمایا، عزیز و اٹھین بیان تکلیف ہوئی لیکن اس کا نیک بدلہ پاؤ گے کیونکہ جو شخص درویشوں کی خدمت کرتا ہے، منزل مقصود کو ضرور پہنچ جاتا ہے، پھر فرمایا بیٹھ جاؤ، ہم بیٹھ گئے تو اپنا ذکر فرماتے گئے کہ میں شیخ محمد اسلم طوسی کی اولاد سے ہوں، اس عالم تحریر میں تیس سال سے ہوں، مجھ کو روز و شب کی کوئی خبر نہیں ہوتی، حتیٰ تعالیٰ آج صرف تمہارے لیے عالم صحو میں لایا ہے، اسے عزیز و اب تمہیں اجازت ہے، تم رخصت ہو جاؤ، خداوند تعالیٰ تمہیں اس زحمت کا نیک بدلہ عطا فرمائے، لیکن میری ایک بات تم یاد رکھنا کہ دنیا کی طرف متوجہ نہ ہونا، اور مخلوق سے دور رہنا، اور جو کچھ تمہارے پاس پہنچے اس کو کبھی اپنے پاس نہ رکھنا، ورنہ درویشی حاصل نہ ہوگی اور حق کی مشغولیت کے سوا کسی اور چیز کی طرف التفات نہ کرنا، یہ کہہ کر وہ پھر عالم تحریر میں چلے گئے،

مجلس چہارم میں ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ کو بغداد میں بارہا حضرت شیخ شہاب الدین عمر سرور دسی کی صحبت میں جانے کا اتفاق ہوا، وہ واقعی بہت بڑے بزرگ اور بڑے عابد و زاہد تھے، میں نے اپنی سیر و سیاحت میں ان باعبادات گذار نہیں دیکھا، اسی مجلس میں حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف شہیدی سے شرف ملاقات کا بھی ذکر فرمایا ہے،

بعض تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ حضرت نجفیار کو بغداد میں خبر ملی کہ حضرت خواجہ معین الدین شہیدی خراسان سے ہندوستان جا رہے ہیں تو مرشد کے شوق ملاقات میں

وہ بھی ہندوستان روانہ ہو گئے، لیکن خود دلیل العارفین کی ایک عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ہندوستان اپنے مرشد کی معیت میں آئے، جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے، (نیز دیکھو دلیل العارفین ص ۵۴) پھر مرشد نے اجمیر سے دہلی جانے کا حکم دیا۔

دہلی کے سفر میں ملتان پہنچے، تو یہاں کے مشہور بزرگ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہ کمال محبت و شفقت سے ملے، اس لیے حضرت قطب صاحب نے وہاں کچھ دنوں قیام فرمایا، اسی اثنا میں منگولوں نے ہندوستان پر یورش کی، تو ملتان کا حاکم قباچہ حضرت قطب صاحب سے فیوض و برکات کا طلب گار ہوا، اور کہا جاتا ہے کہ انہی کی کرامت سے منگل شکست کھا کر فرار ہوئے، ملتان سے وہ دہلی آئے، اور دہلی کے قریب پہنچے تو سلطان شمس الدین ملتیش نے خدم و حشم کے ساتھ ان کا استقبال کیا، اور ان کے قیام کا انتظام شہر کے اندر کرنا چاہا، لیکن انھوں نے کیا و گھڑی میں سکو بند کی، سلطان ملتیش ہفتہ میں دو بار ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتا تھا، آخر میں سلطان ملتیش نے عرض کی کہ شہر سے اتنی دُور آنے میں سلطنت کے کاروبار میں غلغلہ پڑتا ہے، تو مجبوراً وہ شہر دہلی کے اندر فروکش ہونے پر راضی ہو گئے، اور ملک عین الدین کی مسجد میں قیام فرمایا، شیخ الاسلام جمال الدین بطنامی کی وفات کے بعد ملتیش نے حضرت قطب صاحب کو ان کی جگہ پر مامور کرنا چاہا، لیکن جب انھوں نے انکار کیا، تو شیخ نجم الدین صغریٰ کو اس عہدہ پر مامور کیا گیا، شیخ نجم الدین صغریٰ حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے مرید تھے، اور برگزیدہ بزرگوں میں شمار کئے جاتے تھے، لیکن حضرت خواجہ قطب الدین کی مقبولیت

سے ان کے دل میں رشک و حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔

دہلی سے حضرت قطب صاحب نے حضرت خواجہ بزرگ کی خدمت میں شوق ملاقات اور اشتیاق قدم بوسی کا عرصہ ارسال کیا، خواجہ صاحب اپنے بھورمیر کی آتش شوق بجھانے کے لیے خود دہلی تشریف لائے، اور یہاں کے تمام خواص و عوام اور مشائخ کبار ان کے دیدار سے مشرف ہونے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، مگر دہلی کے شیخ الاسلام شیخ نجم الدین صغریٰ نہیں آئے تو خواجہ صاحب خود ان سے ملنے کے لیے گئے، انھوں نے شکایت کی کہ قطب صاحب کے ساتھ لوگوں کی گرویدگی اور فریفتگی کی وجہ سے ان کا وقار اور وقار معرض خطر میں آگیا ہے، شیخ الاسلام کی خاطر حضرت خواجہ صاحب نے قطب صاحب کو دہلی چھوڑ کر اپنے ساتھ اجمیر چلنے کا حکم دیا، المیتش نے بڑی منت و زاری کی، لیکن حضرت خواجہ صاحب نے اس کی بات نہ مانی اور قطب صاحب کو لے کر روانہ ہو گئے، دہلی کے باشندوں نے قطب صاحب کو جاتے دیکھا تو عاشق زار کی طرح آہ و بکا کرنے لگے جس جگہ قطب صاحب قدم رکھتے تھے، وہاں کی خاک اٹھا کر تبرکات کھون سے لگاتے تھے، خواجہ صاحب نے دہلی کو قطب صاحب پر ایسا شیفہ اور فریفتہ پایا، تو ارشاد فرمایا کہ بابا قطب الدین تم یہیں رہو، تمھارے چلے جانے سے دہلی کے لوگوں کا دل خراب و کباب رہے گا، مجھ کو یہ منظور نہیں، چنانچہ آخر وقت تک وہ دہلی ہی میں مقیم رہے۔

دلیل العارفین کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مرشد کی وفات سے پہلے دہلی سے اجمیر جا کر آخری دیدار سے مشرف ہوئے، دلیل العارفین کی مجلس دوازدہم میں ہے کہ

فرمایا ساری دنیا انوار سے روشن ہے، یہ فرما کر رو پڑے، اور فرمایا اسے درویشو مجھے
 اس جگہ اس واسطے لائے ہیں کہ یہاں میرا دفن ہے، اب چند روز میں اس عالم سے
 کوچ کروں گا، شیخ علی سجری آپ کے کاتب موجود تھے، ان سے فرمایا کہ فرمان شیخ قطب الدین
 بختیار کے نام تحریر کرو، کہ وہ دہلی جائیں، میں نے خلافت اور سجادہ خواجگان ان کو عطا کیا،
 اس کے بعد مجھ سے (یعنی حضرت شیخ قطب الدین سے) ارشاد فرمایا کہ تمہارا مقام دہلی ہے،
 جب فرمان لکھا جا چکا تو مجھے عنایت فرمایا، اور حکم ہوا آگے آؤ، میں نزدیک گیا تھوڑے
 سے اپنی دستار یا کلاہ میرے سر پر رکھی، اور حضرت شیخ عثمان ہارونی قدس سرہ کا کھٹا
 اپنا مصحف تلاوت اور مصلیٰ بخشا اور یہ فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت
 خواجگان چشت کے پاس تھی، جو محکمہ ملی تھی، میں نے تمہیں سونپی، تم اس کا قیام دیا
 ہی ادا کرو جیسا کہ اور خواجگان چشت ادا کرتے ہیں، تاکہ حشر کے روز میں اپنے شاخ
 کے رو بہ و شرمندہ نہ ہوں، میں نے (یعنی حضرت خواجہ قطب الدین نے) اس کو
 قبول کیا، اور دو رکعت نماز ادا کی، اس کے بعد اپنے میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان کی طرف
 روئے مبارک کو اٹھا کر ارشاد فرمایا جاؤ، خدا کو سونپا اور تمہیں اپنی منزل پر
 پہنچا دیا، پھر فرمایا چار چیزیں جو ہر نفس ہیں، اول درویش امیر تو انگریز دکھلائی دے،
 دوم وہ بھوکون کو سیر ہو کر کھلائے، سوم غمگین رہے لیکن ایسا کہ خوش و خرم نظر آئے
 چارم دشمن سے دوستی اور مہربانی سے پیش آئے، پھر فرمایا اہل محبت کا مرتبہ ایسا
 ہے کہ جب کوئی اس سے پوچھے رات کی نماز ادا کی تو جواب دے کہ مجھے فراغت نہیں،
 ملک الموت کے پیچھے پیچھے پھر تا ہوں، جہاں کہیں وہ در ماندہ ہوتا ہے، سوتگی
 کرتا ہوں، میں نے (یعنی حضرت شیخ قطب الدین نے) ارادہ کیا کہ قدمبوسی

حاصل کر کے رخصت ہوں، آپ نے یہ امر روشن ضمیری سے دریافت کیا، فرمایا،
 آگے آؤ، میں گیا اور قدموں پر گر پڑا، آپ نے مجھے اٹھایا، اور بنگلہ گھر سے، فاتحہ پڑھی،
 اور ارشد کو لکھا، راہِ طریقت سے منہ نہ موڑنا، اس راہ میں مرد بنے رہنا، میں پھر قدموں پر گر
 آپ نے ازراہِ فداوش مجھے اٹھایا اور دوبارہ نعل گیر ہوئے، میں رخصت ہو کر واپس آیا،
 اور وہاں کی سکونت اختیار کی، کئی دوست بھی ہمراہ آئے، اور فقیہ کے ساتھ رہے، مجھے
 دہلی آئے چالیس روز ہوئے تھے کہ اجمیر شریف سے قاصد خبر لایا کہ تمہارے روانہ
 ہونے کے بعد آپ بس روز تک زندہ رہے، پھر رحمتِ حق میں پیوست ہو گئے،
 مجھے بڑا رنج ہوا،

قطب حسن اور المیتش | قطب صاحب کے قیام سے شاہی دربار پر غیر معمولی اثر پڑا، شمس الدین
 المیتش ان کی خدمت میں حاضر ہوتا، تو وہ اس کو رہایا، فقیروں، غریبوں اور درویشوں
 کے ساتھ دوستی کی تلقین فرماتے۔ اور المیتش اس پر عمل کرتا، چنانچہ قطب حسن خود فوائد المکین
 میں فرماتے ہیں:-

”اس کا (یعنی المیتش کا) عقیدہ صحیح تھا، وہ راتوں کو جاگتا، کسی نے اس کو سوتے
 نہیں دیکھا، وہ بیدار رہ کر عالم تحریر میں کھڑا رہتا، اور اگر سو جاتا تو فوراً بیدار ہو جاتا،
 اٹھ کر وضو کرتا اور مصلیٰ پر جا بیٹھتا، اپنے نوکروں میں سے کسی کو نہ اٹھاتا، اور کتنا کلام
 سے سونے والوں کو تنگ نہ کیوں دی جائے، رات کو وہ گڈری بہن لیتا، تاکہ اس کی
 کسی کو خبر نہ ہو، اور کسی شخص کو ساتھ لے کر باہر نکل جاتا، اس کے ہاتھ میں سونے کے ٹکے
 کا ایک توشہ دان ہوتا، اور وہ ہر مسلمان کے دروازہ پر جاتا، اس کے حالات پوچھتا، اور
 اس کی مدد کرتا، وہاں سے واپس ہوتا تو مسجدوں، دیرانوں، خانقاہوں اور بازاروں

میں گشت کرتا، اور ان مقامات کے رہنے والوں اور دوستوں کو مالی مدد پہنچاتا، طرح طرح کی معذرت کر کے کہتا کہ وہ لوگ اس کی مدد کا ذکر کسی سے نہ کریں، ورنہ اس کے دربار میں عام اجازت تھی، اگر جو مسلمان رات کو نفاذ کرتے ہوں، اس کے پاس لائے جائیں، اور جب وہ آتے تو ان میں سے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ دیتا، اور ان کو قسمیں دے کر یقین کرتا کہ جب ان کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ رہے، یا کوئی ان پر ظلم کرے تو وہ یہاں آکر عدل و انصاف کی زنجیر کو جو باہر لٹکی ہوئی ہے، ہلایں، تاکہ وہ ان کے ساتھ انصاف کر سکے، ورنہ قیامت کے روز ان کی فریاد کا بار اس کی طاقت برداشت نہ کر سکے گی،^۱

ایلیتمش کی اس نیک نفسی کی وجہ سے تذکرہ نویسوں نے اس کا ذکر اولیاء اللہ کی فہرست میں کیا ہے، چنانچہ خزینۃ الاصفیاء کے مولف کا بیان ہے کہ

بادشاہ رحمدل و عادل و سلطان کامل و مکمل از خلفائے نامدار و مہمان باوقار
خواجہ قطب الدین بختیار راست، و از محبوبان و نظر منظوران خواجہ معین الدین بکری
بود، و کمال اعتقاد و بخدمت اہل چہشت نیک سرشت پیدا کرد، اگرچہ بظاہر تعلق باویشا
داشت، لیکن از دل فقیر و حقیر دوست بود، کم خودی و کم خفتی و شبہاے دراز
میدار بودے.....^۲

ان اوصاف کے ساتھ ایلیتمش پر عاقبت کا خوف غالب رہتا، حضرت خواجہ قطب الدین
اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں :-

”ایک رات وہ (یعنی ایلیتمش) میرے پاس آیا، اور میرا پاؤں پکڑ لیا، میں نے کہا
کہ مجھ کو کب تک تکلیف پہنچاتے رہو گے، جو ضرورت ہو بیان کرو، اس نے کہا

رب العزت نے مجھ کو مملکت تو دی ہے، لیکن قیامت کے روز جب مجھ سے اس کی باز پرس ہوگی، اور اس کا حساب دینا ہوگا تو اس وقت بھی آپ مجھے نہ چھوڑیں۔ وہ اس وقت تک واپس نہ گیا جب تک کہ میں نے اس کی بات قبول نہ کر لی؛ لہٰذا

نفر | مگر بادشاہ وقت کی اس ارادت و نیاز مندی کے باوجود قطب صاحب کے گھر میں برابر فاقہ رہتا، جب کئی قانون کی نوبت آجاتی تو ان کی حرم محترمہ پروس کے بقال کی بیوی سوا ایک ملکہ یا ایک بھول قرض لیکر خورد و نوش کا انتظام کرتیں، جب کہیں سے کچھ میسر ہوتا تھا تو قرض ادا کر دیا جاتا تھا، ایک روز بقال کی بیوی نے بی بی صاحبہ سے طنزاً کہا کہ میں تم کو قرض نہ دوں تو تمہارے بچے بھوکوں مر جائیں، قطب صاحب کو معلوم ہوا تو قرض لینے سے منع کر دیا، اور فرمایا کہ حجرہ کے طاق میں سے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ کر جس قدر کاک کی ضرورت ہو نکال لیا کرو، اور بچوں کو کھلادیا کرو، چنانچہ ضرورت کے وقت وہ ایسا ہی کیا کرتی تھیں، اسی لیے قطب الدین بختیار کاکی کے نام سے مشہور ہوئے ہیں۔

مرشد نے ان کو پانچ سو درہم تک قرض لینے کی ہدایت کی تھی، مگر آخر میں اس سے بھی پرہیز کرنے لگے تھے، اپنے پاس اتنی رقم نہ رکھتے جس سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

لے فوائد السالکین ص ۲۹، سیر الاولیاء ص ۴۸ و سیر العارفین ص ۵۴، سفینۃ الاولیاء ص ۱۱۱، سیر الاقطاب کے مصنف کا بیان ہے کہ قطب صاحب نے حرم احتیاط کی خاطر قرض لینا بند کر دیا تھا، اور مصلے کے نیچے رفتہ رفتہ ایک قرص مل جاتی جس کو کھا کر گھر کے تمام لوگ گذر اوقات کرتے، سیر الاولیاء میں ہے کہ بقال جسے جب قرض لینا بند کر دیا گیا تو دیکھا کہ قطب صاحب ناخوش ہیں، اس لیے اپنی بیوی کو قطب صاحب کی اہلیہ کے پاس بھیجا، انھوں نے قطب صاحب کے کشف کا ذکر کر دیا، اسکے بعد مصنف مذکور کا بیان ہے کہ کاک مصلے کے نیچے پھرنے لگی،

اسی طرح کی کچھ اور روایتیں بھی ہیں، سیر الاولیاء ص ۴۹، سیر العارفین ص ۵۴

جود و سخا | لیکن اس ناداری پر بھی جود و سخا کا یہ حال تھا کہ لنگر خانہ میں جو چیز ہوتی فوراً تقسیم کر دی جاتی جس روز کوئی چیز نہ ہوتی، تو خانقاہ کے ملازم سے فرماتے کہ اگر پانی ہو تو اسی کا دو رچلاؤ اگر کوئی روز بخشش اور عطار سے خالی نہ آئے، بلے

استغناء | استغنا کا یہ عالم تھا کہ ایک بار شاہی حاجب اختیار الدین ایک قدیم بوسی کیلے حاضر ہوا، اور کئی گانوں بطور نذر پیش کیے، قطب صاحب نے اس کو بلایا اور اپنی جانماز کا گوشہ الٹ کر نیچے دیکھنے کے لیے کہا، اختیار الدین نے چٹم بنیاسے خزانہ الہی کا دیا سے زخار بہتے ہوئے دیکھا، پھر اختیار الدین سے مخاطب ہو کر فرمایا، کہ جس کے یہاں خزانہ الہی کا دریا بہتا ہو، وہ چند گانوں لے کر کیا کرے گا، جاؤ آئندہ درویشوں کے ساتھ ایسی گستاخی نہ کرنا، بلے

ایک بار سلطان المیتیش کا وزیر بھی کچھ گانوں کا فرمان لے کر خدمت میں حاضر ہوا، اور قبول کرنے کی درخواست کی، لیکن خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہمارے خواجگان نے کسی سے گانوں قبول کیا ہوتا تو ہم بھی قبول کر لیتے، اگر ہم یہ گانوں لے میں توقیامت کے روز اپنے خواجگان کو کیا منہ دکھائیں گے،

صبر و تحمل | صبر و تحمل کا یہ عالم تھا کہ ان کے چھوٹے لڑکے کا انتقال ہوا، اور لوگ اسے دفن کر کے واپس آئے تو قطب صاحب کی زوہد محترمہ و فخر غم سے گریہ و زاری کرنے لگیں، قطب صاحب نے لوگوں سے گریہ و زاری کا سبب پوچھا، معلوم ہوا کہ چھوٹے لڑکے کا انتقال ہو گیا، ارشاد فرمایا کہ میں جانتا تو اس کی زندگی کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کرتا، بلے

۱۔ رحمت القلوب ص ۵۰ مطبع قاسمی میرٹھ، ۲۔ سیر الاولیاء ص ۵۳، فوائد السالکین ص ۱۰۰
۳۔ رحمت القلوب ص ۱۰۰، سیر الاولیاء ص ۵۴

حضرت خواجہ قطب الدین نے عبادت و ریاضت اور مجاہدہ میں بڑی مشقتیں اٹھائیں، سیر الاولیاء (ص ۴۹) میں ہے کہ ابتدائی دور میں تو کچھ سوجھ بچھتے تھے، لیکن اخیر عمر میں مطلق نہ سوتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اگر کسی وقت سو جاتا ہوں تو تکلیف ہوتی ہے، میں برس تک وہ رات کو اطمینان سے نہ سوتے اور نہ زمین سے پیٹھ لگائی، یا دھوپ میں استغراق کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی ملے کو آنا تو دیر کے بعد ہوشیار ہوتے، برابر مراقبہ میں رہتے، نماز کے وقت آنکھ کھولتے، اور غسل فرما کر تجدید وضو کرتے، اور نماز ادا فرماتے، آخر عمر میں کلام پاک حفظ کیا تھا، ہر روز دوبارہ کلام پاک ختم کرتے تھے، اسرار الاولیاء (ص ۳۱) میں ہے کہ جب وہ کلام پاک پڑھتے تو ہر... آیت پر اپنے سینہ پر ہاتھ مارتے اور بیہوش ہو جاتے، ایک روز تہراہ بار بیہوش ہوئے، لیکن جب شاہرہ کی آیت پڑھی تو مسکرائے، اور پھر عالم تحریر میں کھو گئے، اور اس عالم میں ایک دن اور ایک رات رہے جو جامع الکلمین ہے کہ دل شکستہ لب بستہ، حجرہ کا دروازہ بند کئے... گریہ و زاری میں مشغول رہے، زیارت کے لیے متقدمین کا ہجوم ہوتا تو آہ سر و بھرتے ہوئے حجرہ سے باہر تشریف لاتے، اور خادم کو فرماتے کہ ایک ایک پیالہ پانی سب کو دو جب تک وہ پانی پیتے و غظ کتے، پھر سب کو رخصت کر کے حجرہ میں چلے جاتے اور یا د الہی میں مشغول ہو جاتے، راحت القلوب میں ہے کہ ایک بار حضرت قاضی حمید الدین اور مولانا بدر الدین غزنوی کے ساتھ جامع مسجد دہلی میں متکلف ہوئے، تو دن اور رات میں دوبارہ کلام پاک ختم کرتے، ایک رات تہیہ فرمایا کہ پوری رات میں مزن و کسوت نماز

لے فوائد السالکین مجلس پنجم ص ۷۷ سیر الاولیاء ص ۴۹ و سیر الخلفین اردو ترجمہ ص ۳۵۵ اسرار الاولیاء غلوفا ص ۳۱

ادا کریں، چنانچہ نماز عشا کے بعد حضرت قاضی حمید الدین امام ہوئے، اور خود حضرت خواجہ قطب الدین اور مولانا بدر الدین غزنوی مقتدی بنکر پیچھے کھڑے ہوئے، حضرت خواجہ حمید الدین نے پہلی رکعت میں ایک قرآن اور چار پائے پڑھے، دوسری رکعت میں دوسرا قرآن ختم کیا، آخر میں یہ دعا کی کہ اے ہم کو تیری عبادت نہیں ہو سکتی، لیکن تو اپنی رحمت سے ہم کو بخش دے۔

حُب رسول | اپنے مرشد کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں بھی سرشار رہتے، پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ہر بات میں ہزار بار بار درود و شریف پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کو ہر بار میں ہدیہ بھیجا کرتے تھے، اپنی مجلسوں میں حدیث نبوی بار بار بیان فرماتے، اپنی ایک مجلس میں فرمایا کہ شروع میں مجھ سے قرآن شریف حفظ نہ ہوا تھا، ایک رات خواب میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، قدموں پر گر پڑا، رونے لگا، پھر عرض کی کہ میں چاہتا ہوں کہ کلام پاک کو حفظ کر لوں، رسول اللہ علیہ وسلم کو میرے رونے پر رحم آیا اور شفقت سے فرمایا کہ سر اٹھاؤ، میں نے حسبِ حکم سر اٹھایا، ارشاد ہوا کہ سورہ یوسف برابر پڑھا کر قرآن مجید یاد ہو جائے گا، میں بیدار ہوا، تو حسبِ حکم سورہ یوسف کی تلاوت کی، یہاں تک کہ میں نے پورا کلام پاک حفظ کر لیا،

ذوقِ سماع | سماع کو بہت عزیز رکھتے، اس کی مجلس کبھی اپنی قیاسگاہ میں منعقد کرتے کبھی حضرت خواجہ قاضی حمید الدین ناگوری کے یہاں، اوجکھی کسی اور رئیس کے یہاں جا کر شرکت فرماتے۔ ایک بار مجلسِ سماع میں قوالوں نے گانا شروع کیا جب یہ شعر پڑھا

سر و صلیت کہ چندین فنونِ عشقِ دوست
سر و محرمِ عشقت و عشقِ محرمِ دوست

لے فائدہ اس کلین مجلسِ خجتم

تو سلسلہ سات شبانہ روز بیہوش رہے، نماز کے وقت ہوشیار ہو جاتے لیکن نماز ادا فرما کر پھر بیہوش ہو جاتے۔

وصال | سماع ہی کی بدولت وصال ہوا، ایک باریشخ علی سجتانی کی خانقاہ میں مغل

سماع تھی تو انہوں نے شیخ احمد جام کا قصیدہ گانا شروع کیا، جب یہ شعر پڑھا
کشتگانِ خنجر تسلیم را ہر زمان از غیب جان دیگر است

تو حضرت قطب صاحب پر وجد طاری ہو گیا، اور مرغِ نسل کی طرح ترپنے لگے، اسی حال میں حضرت شیخ حمید الدین ناگوری اور مولانا بدیع الدین غزنوی ان کو گھر تک لائے، متصل تین دن اور تین رات تک یہی حالت رہی، جب نماز کا وقت آتا تو وضو کر کے فرض اور سنتیں ادا کر لیتے اور پھر اسی سکر کی حالت میں چلے جاتے، یہاں تک کہ وصال ہوتی ہو گئے، اسی لیے ان کو شہید المحبت کہا گیا ہے، میر حسن نے اس شعر پر ایک غزل کی ہے جس میں حضرت قطب صاحب کی شہادت کی طرف اشارہ کیا ہے،

جان برین یک بیت داد است آن بڑا
آہے این گوہر ز کانِ دیگر است
کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جانِ دیگر است

وفات کے وقت سر مبارک حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری کے زانو پر تھا، اور دونوں ہاتھوں نے شیخ بدیع الدین غزنوی کی آغوش میں، سال وفات ۸۳۳ھ ہے، وصال سے پہلے وصیت کی تھی کہ ان کے جنازہ کی نماز ایسا شخص پڑھائے جس نے کبھی حرام کاری نہ کی ہو، عصر کی سنتیں قضا نہ کی ہوں، اور ہمیشہ نماز باجماعت میں تکبیر اولیٰ سے شریک رہا ہو، یہ شرطیں صرف سلطان الملتش کی ذات میں پوری ہوتی تھیں، اس لیے

لے خواجہ صاحب کی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شعر پر ایک بار اوبھی غیر معمولی کیفیت طاری ہوئی تھی۔ دیکھو مجلس

اسی نے جنازہ کی نماز پڑھانے کی سعادت حاصل کی ہے

وصال سے کچھ دن پہلے عید کی نماز پڑھ کر عید گاہ سے قیامگاہ کی طرف تشریف لارہے تھے کہ ایک مقام پر آکر توقف کیا، اور ہمراہی درویشوں سے فرمایا کہ اس مقام سے عشق کی بو آتی ہے، چنانچہ زمین کے مالک کو بلایا اور معاوضہ دے کر اس زمین کو خریدوا، اسی سرزمین پر روضہ مبارک واقع ہے ہے

مقام و درجہ | صفویائے کرام بن قطب الاقطاب، قطب الاسلام، ملک المشائخ، سلطان الطریقیت، برہان الحقیقت، رئیس السالکین، امام العالمین، سراج الاولیاء، تاج الاصفیاء کے اقطاب سے یاد فرمائے جاتے ہیں،

تضانیف | حضرت قطب صاحب کے نام سے دو کتابیں منسوب ہیں، ایک دیوان اور ایک فوائد السالکین، دیوان تو نو لکھنؤ پریس سے چھپ کر شائع ہو گیا ہے لیکن یہ کسی اور کا ہے جو ان کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے،

تقدیمات | فوائد السالکین میں حضرت قطب صاحب کی سات مجلسوں کے محفوظات ہیں جن کو حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر نے جمع کیا ہے، یہ ۳۶ صفحے کا ایک مختصر رسالہ ہے جو مطبع مجتبائی دہلی میں چھپا ہے، اس میں وہ تمام باتیں آگئی ہیں جو ایک سالک کے لیے مفید ہو سکتی ہیں، یہ باتیں جتہ جتہ مختلف صحبتوں میں لکھی گئی ہیں جن کے تجزیہ سے سالک کے لیے مندرجہ ذیل ضوابط مرتب کیے جاسکتے ہیں،

سالک کی زندگی | سالک کم کھائے، اگر وہ پیٹ بھرنے کے لیے کھاتا ہے تو وہ

لے فوائد القوادس ص ۴۴، سیر الاولیاء ص ۵۵، سیر الاقطاب ص ۱۶۰، خزینۃ الاصفیاء ص ۵، ۶، سیر الاولیاء ص ۵۵

سیر العارفین اردو ترجمہ ج ۱ ص ۶۲

نفس پرست ہے، کھانا صرف عبادت کی قوت کو قائم رکھنے کے لیے کھائے، اس کے لباس میں نمائش نہ ہو، اگر وہ دکھانے کے لیے لباس پہنتا ہے تو راہ سلوک کا راہزن ہے، کم سوئے کم بولے، الالیش دنیا سے پاک رہے، حضرت بایزید بطامیؒ نے ستر سال تک عبادت کی مگر جب مقام قرب آیا تو ان کو قربت محض اس وجہ سے حاصل ہوئی کہ ان کے پاس ہٹی کا جو کوزہ اور چمڑی کا جو خرزہ تھا، ان کو پھینک دیا تو یہ درجہ حاصل ہوا،

سالک اور محبت الہی | سالک ہر وقت محبت الہی میں غرق رہے، اور سر میں اس کا یہ حال ہو کہ اس کے سینہ میں زمین و آسمان بھی داخل ہو جائیں، تو اس کو خبر نہ ہو، اگر سالک راہ سلوک کی تکلیف میں فریاد کرتا ہے تو محبت کا دعویدار نہیں ہو سکتا، بلکہ کاذب اور دروغ گو ہے سچی دوستی یہ ہے کہ جو کچھ دوست کی جانب سے پہنچے اس کو نعمت غیر مترقبہ سمجھے کہ اس بہانہ سے دوست نے اس کو یاد تو کیا، چنانچہ راہ بصری پر جس روز بلا نازل ہوتی تھی، وہ نہایت خوش ہوتی تھیں، اور جس روز بلا نازل نہ ہوتی، وہ بہت ہی ملول خاطر رہتیں، کہ دوست نے ان کو یاد نہیں کیا، حضرت خواجہ معین الدین بھی فرماتے تھے کہ محبت کا دعویٰ اسی کو کرنا چاہیے جو دوست کی بلا پر صبر کر سکے، کیونکہ دوست کی بلا دوست کے واسطے ہے جس روز یہ بلا نازل نہ ہو سمجھنا چاہیے کہ یہ نعمت اس سے لے لی گئی، کیونکہ راہ سلوک میں نعمت دوست کی بلا ہی کو کہتے ہیں،

راہ سلوک کے درجے | ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ مشائخ طریقت نے بالاتفاق سلوک کے ایک سو اسی درجے رکھے ہیں، لیکن اولیائے طریقت جنیدؒ نے سو درجے، صوفیائے طریقت ذوالنونؒ نے ستر درجے قائم کیے ہیں، طبقہ براہیم بشر حافیؒ میں کل پچاس درجے شمار کیے

لہ فوائد لکین ع م لہ ایضاً لہ ایضاً ص لہ ایضاً ص لہ ایضاً ص لہ ایضاً لہ ایضاً

جاتے ہیں، خواجہ بایزید بسطامیؒ و عبد اللہ مبارک اور خواجہ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ سلوک کے کل پتالیس درجے ہیں، اولیائے طریقہ، شاہ شجاع کرمائی سمون حجت اور خواجہ مرعش کے نزدیک سلوک میں بیس ہی درجے ہیں، مگر مشائخ چشتیہ سلوک میں صرف پندرہ درجے شمار کرتے ہیں، ان درجات میں ایک درجہ کشف و کرامت کا ہے، جن کے نزدیک سلوک میں ایک سو آٹھ درجے ہیں، ان میں ۱۰۰ وان درجہ کشف و کرامت کا ہے، طبقہ جنید میں ۱۰۰ وان، طبقہ بصریہ میں ۳۰ وان، طریقہ ذوالنون میں ۲۵ وان، شاہ شجاع کرمائی کے نزدیک ۱۰ وان اور خواجگان چشت کے یہاں ۵ وان درجہ ہے، اس درجہ کے حاصل ہونے کے باوجود سالک کو کشف و کرامت میں اپنی ذات کو ظاہر کرنا نہیں چاہیے کیونکہ اس کے اظہار سے بقیہ درجات سے وہ محروم ہو جاتا ہے۔

حضرت قطب صاحب نے اسرار الہی کے پوشیدہ رکھنے پر بڑا زور دیا ہے، فرماتے ہیں کہ راہ سلوک میں حوصلہ وسیع ہونا چاہیے، کہ اسرار جاگزین ہو سکیں، اور فاش نہ ہونے پائیں، کیونکہ جو شخص کامل ہوتا ہے، وہ کبھی دوست کے اسرار کو فاش نہیں کرتا، چنانچہ قطب صاحب کا بیان ہے کہ وہ ایک مدت تک اپنے مرشد کی صحبت میں رہے، لیکن کسی حال میں بھی انھوں نے اسرار الہی ظاہر ہونے نہ دیے، حضرت قطب صاحب کے نزدیک مقصود عارف کامل نہ تھا، کیونکہ اس نے ستر دوست کو ظاہر کر دیا، حضرت جنید بغدادی پر عالم سکر میں کٹھن گھڑیان گذرتیں، لیکن وہ صرف یہ کہتے کہ ”ہزار افسوس اس عاشق پر کہ وہ دوستی کا دم بھرے، اور جب عالم غیب کے اسرار اس کو معلوم ہوں تو فوراً ان کو دوسرے کے سامنے کھدے۔“

شرعیات کی پابندی حضرت قطب صاحب نے شریعت کی پابندی سالک کے لیے لازمی قرار دی ہے، سالک سکر یا کسی حال میں ہو، اس کا کوئی فعل شریعت کے خلاف نہ ہونا چاہیے چنانچہ وہ خود جب کبھی عالم سکر میں بہوش ہوتے تو نماز کے وقت ہوش میں آجاتے، اور نماز ادا کر کے پھر بہوش ہو جاتے، ایک موقع پر فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم اور اولیاء کرام محفوظ اس لیے ہوتے ہیں کہ ان سے عالم سکر میں بھی کوئی فعل خلاف شریعت سرزد نہیں ہوتا، (دیکھو فوائد السالکین مجلس دوم)۔

خلفاء، حضرت قطب صاحب کے خلفاء کے اسماء گرامی یہ ہیں :

شیخ فرید الدین گنج شکر (پاک پٹن)، شیخ بدر الدین غزنوی (دہلی)، شیخ برہان الدین بلخی، شیخ عین الدین رومی (دہلی)، سلطان شمس الدین الہیتمش (بادشاہ دہلی)، شیخ بابا سہری بھرویا (دہلی)، مولانا محمد الدین حلوانی، شیخ احمد تہمتی، شیخ حسین، شیخ فیروز، شیخ بدر الدین موتاب برادر شیخ شاہی موتاب (دہلی)، شاہ خضر قلندر، شیخ نجم الدین قلندر، خواجہ پیر، شیخ سعد الدین، شیخ محمود بہاری، مولانا محمد جاجری، سلطان نصیر الدین غازی، قاضی حمید الدین ناگوری (دہلی)، مولانا شیخ محمد، مولانا برہان الدین حلوانی مولانا خضر حسین، مولانا سید، شیخ صفوی بدھنی، شیخ جلال الدین ابوالقاسم تبریزی، شیخ نظام الدین ابوالوید (دہلی)، شیخ تاج الدین منور اوشی،

ان خلفاء نے مختلف مقامات میں رشد و ہدایت کی مسند پر جلوہ افروز ہو کر عوام و خواص کی مذہبی اور اخلاقی حالت سنوارنے کی کوشش کی، ان میں سے حضرت جلال الدین تبریزی بنگال کی طرف گئے، جہاں انھوں نے غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد کو حلقہ گوش

اسلام کیا، ایک مسجد تعمیر کرائی، اور ایک خانقاہ میں فروکش ہو کر خلق اللہ کی روحانی تعلیم و تربیت میں مصروف رہے، اور اسی سرزمین میں ان کی ابدی خواہگاہ ہے،^۱
 لیکن ہم اپنی اس ناچیز تصنیف میں ان اکابر صوفیہ کے حالات اور تعلیمات کے
 قلمبند کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جنہوں نے یا تو ملفوظات یا کوئی تصنیف چھوڑی
 ہے اس لیے ان کے علاوہ ہم اور دوسرے بزرگان دین کے حالات کو پھیلا کر لکھنے کی
 سعادت سے محروم ہو رہے ہیں،

۱۔ خزینۃ الاصفیاء ص ۸۲

حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ

اُمّ گرامی محمد تھا، مگر حمید الدین کے نام سے مشہور تھے، ان کے والد ماجد حضرت عطاء اللہ محمود والتجاری، سلطان معز الدین سام عرف شہاب الدین غوری کے زمانہ میں بخارا سے دہلی تشریف لائے، اور یہیں ان کا انتقال ہوا۔

بیعت | والد بزرگوار کے انتقال کے بعد حضرت حمید الدینؒ کو ناگور کی قضائے تقویض ہوئی اور اس عہدہ پر تین سال تک مامور رہے، اس کے بعد دنیا سے دل برداشتہ اور کنار کش ہو کر سیاحت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، بغداد تشریف آئے، اور حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ سے شرف بیعت حاصل کیا، اور ایک سال تک ان کی خدمت میں رہ کر ریاضت و مجاہدہ کرتے رہے، اسی زمانہ میں یہاں حضرت خواجہ قطب الدین نختیاوشی تشریف فرما تھے، ان سے گہرے روابط و مراسم قائم ہو گئے، جو آخر وقت تک استوار رہے، حضرت خواجہ قطب الدین نے درویشوں سے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے جو سیاحت کی اس میں حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری کا ذکر رفیق سفر کی حیثیت سے بار بار کرتے ہیں جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

مرشد سے اجازت لیکر قاضی حمید الدینؒ مدینہ منورہ آئے، اور ایک برس وہیں سا روز تک روضہ نبوی کے مجاور رہے، وہاں سے مکہ معظمہ پہنچے، جہاں تین سال تک

قیام کر کے ہر قسم کے فیوض و برکات حاصل کیے۔ مکہ منظمہ سے سلطان شمس الدین ملتیش کے زمانہ میں وہی تشریف لائے، اور حضرت خواجہ قطب الاسلام بختیار کاکی کے ساتھ قیام کیا اور وفات کے بعد ان ہی کے پہلو میں دفن ہوئے، لطائف اشرفی میں سال وفات ۸۱۳ھ ہے، رمضان کے مہینہ میں تراویح کے بعد وتر کی نماز میں سجدے میں گئے تو روح عالم بالا کی طرف پرواز کر گئی۔

ان کو بیعت اگرچہ سلسلہ سرور دین تھی، مگر حضرت بختیار کاکی سے گہرے تعلقات کی بنا پر وہ چشتی ہی سمجھے جاتے ہیں، لطائف اشرفی میں ہے کہ خواجہ بختیار کاکی نے ان کو خرقہ خلافت بھی عطا کیا تھا، سیر الاقطاب میں ہے کہ حضرت حمید الدین ناگوری حضرت خواجہ بختیار کاکی کے استاد تھے، خواجہ صاحب نے علوم ظاہری کی تعلیم انہی سے پائی، یہ لافظ کے مولف کا بیان ہے کہ

”باوجودیکہ حضرت قاضی حضرت خواجہ کے استاد تھے، لیکن ادب اور خدمت میں اس قدر لگے رہتے تھے کہ لوگوں کو حیرت ہوتی تھی، اور وہ کہتے تھے کہ خواجہ قطب الدین قطب المشائخ ہیں اور قاضی حمید الدین سے ہزار درجہ بزرگ اور برتر ہیں، وہ (یعنی حضرت قاضی) ان کے ایک بال کی بھی پرابری نہیں کر سکتے، بالآخر قاضی کہ حضرت خواجہ سے خلافت بھی ملی، حالانکہ ان کے پیر سے مل چکی تھی (معاذ اللہ) حضرت قطب الدین اپنے ملفوظات تو امداد لیکن میں حضرت حمید الدین ناگوری کو استاد کی حیثیت سے یا نہیں فرماتے، بلکہ ان کو اپنا بارگاہ بتاتے ہیں، (دیکھو فوائد) لیکن مجلس اول،

ذوق سماع | حضرت قاضی حمید الدین ناگوری سماع سے والہانہ ذوق رکھتے تھے، اور اس ذوق کی وجہ سے علمائے ظاہر نے ان کے خلاف فتوے بھی دیے، مگر انھوں نے کسی کی پروا نہ کی، اور اس ذوق کو بدستور قائم رکھا، حضرت خواجہ بختیار کاکی بھی ان کے ساتھ سماع کی محفلوں میں شریک ہوتے تھے، ایک بار سلطان ایتیش کے محل کے پاس ایک درویش کے مکان پر محفل سماع تھی، حضرت خواجہ بختیار کاکی اور حضرت حمید الدین ناگوری بھی اس میں شریک ہوئے، اس زمانہ کے جدید علماء میں مولانا رکن الدین سمرقندی بھی تھے، جو مجلس سماع کو پسند نہیں کرتے تھے، ان کو خبر ملی کہ حضرت خواجہ بختیار کاکی اور حضرت حمید الدین ناگوری ایک محفل سماع میں ہیں تو کچھ لوگوں کے ساتھ اس درویش کے مکان پر پہنچے کہ اس محفل کو روک دیں، حضرت حمید الدین ناگوری کو ان کی آمد کی خبر ہوئی تو صاحب خانہ سے کہا کہ تم کہیں چھپ جاؤ، تاکہ مولانا رکن الدین سمرقندی تمھارے گھر میں آنے کی اجازت تم سے طلب نہ کر سکیں، اور اگر بلا اجازت گھر میں داخل ہوئے تو یہ شرعی حکم کے خلاف ہوگا، اور ان سے مواخذہ کیا جائے گا، صاحب خانہ نے ایسا ہی کیا، مولانا رکن الدین نے دروازے پر پہنچ کر اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی، مگر صاحب خانہ سے کوئی اجازت نہ ملی تو دروازے سے واپس گئے، کئی اور موقعوں پر حضرت حمید الدین ناگوری پر سماع کے لیے پابندی عائد کرنے کی کوشش کی گئی، مگر وہ کسی تدبیر کو خاطر میں نہیں لائے،

پایہ بزرگی | حضرت شہاب الدین سہروردی، حضرت حمید الدین ناگوری کی بڑی وقعت کرتے تھے، اپنی بعض تصانیف میں لکھا ہے کہ ہندوستان میں میرے بہت سے خلفاء تھے، فوائد الفوائد ص ۲۳۹ و خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۲۱۰ تفصیل کے لیے دیکھو فوائد الفوائد ص ۲۳۹ - ۲۴۱

ہیں لیکن ان میں بزرگ ترین شیخ حمید الدین ناگوری ہیں (دخترۃ الاصفیاء ص ۳۱۰)
 حضرت فرید الدین گنج شکر کو قاضی حمید الدین سے بڑی عقیدت تھی، ایک بار قاضی
 حمید الدین نے ان کو ایک خط تحریر کیا جس میں یہ باغی لکھی :-

آن عقل کجا کرد کمال تو رسد وان روح کجا کرد جمال تو رسد
 گیرم کہ تو پر دہ برگزفتی ز جمال آن دیدہ کجا کرد جمال تو رسد
 حضرت گنج شکر اس باغی کو پڑھتے اور وجد کرتے تھے، وہ اپنے ملفوظات
 میں قاضی حمید الدین کی تصانیف کا حوالہ بار بار دیتے تھے، (دیکھو راحت القلوب ص ۲۹، ۳۰)
 مولانا قطب الدین کاشانی دہلی آئے تو فرمایا کہ میں حمید الدین کے عشق کی وجہ سے
 دہلی آیا ہوں، ایک روز انھوں نے قاضی حمید الدین کی تمام تصانیف منگو کر پڑھیں
 اور اپنے ہمراہی علماء سے کہا کہ اے یارو! جو کچھ ہم نے اور تم نے پڑھا ہے، وہ سب
 ان رسالوں میں موجود ہے، اور جو کچھ نہیں پڑھا ہے وہ علم ہی ان کتابوں میں موجود ہے
 حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، فرماتے تھے کہ جو حال اور کمال شیخ حمید الدین
 کو دبار الہی سے عطا ہوا تھا، وہ ہر شخص کو میسر نہ آیا ہے

سیر العارفین کے مصنف نے حضرت قاضی حمید الدین کو علم و وقار کا کوہ قاف، بحر
 اسرار کا کجہر، ہر وان منازل نامتناہی کا پیشوا اور ابوسفیان ثور سی ثانی کہا ہے،
 اخبار الاخیار میں مولانا عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں :
 اوجاع بود میان علوم شریعت و طریقت و حقیقت

سفینۃ الاولیاء میں ہے :

لے راجعہ القلوب ص ۲۴ و سیر العارفین ج ۲ ص ۲۰، لے قرآن الفوائد ص ۲۴ و سیر العارفین ص ۱۵،
 لے سیر العارفین ص ۵، لے ایضاً کوہ قاف اخبار الاخیار ص ۳۱

در تجرید و تغرید یگانہ عصر و از مقدان مشائخ ہمد و جامع میان علوم ظاہری

و باطنی و صاحب کرامات و مقامات علیہ بودند (ص ۱۶۰)

تصانیف | صاحب سیر العارفین نے لکھا ہے کہ سلوک و اسرار میں ان کی تصانیف بکثرت ہیں، مولانا عبدالحی محبت دہلوی لکھتے ہیں۔

قاضی حمید الدین راتصانیف بسیار است :- (اخبار الاخبار ص ۳۶)

ان کی سب سے مشہور کتاب طوابع الشمس ہے، اس میں باری تعالیٰ کے نانویں اسماء کی شرح ہے، اور دو جلدوں پر مشتمل ہے، لطائف اشرفی میں اس کتاب کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے،

طابع شمس کہ مطلع شمس حقائق و منبع کیوس دقائق است از دی سرزد و ہم
آن مقدار معارف و عوارف کہ از طوابع و طالع می گردد، در دیگر کتاب یافتہ نمی شود،

امروز در جمیع ملل و نحل دستور و سند شدہ است (ص ۳۶۸)

اس کے بارے میں مولانا عبدالحی فرماتے ہیں :-

”ہر جامع موج از اسرار حقیقت و فوج فوج از معانی طریقت است، متعسر است

جمیع مواضع اور متانت و حرارت و حالت متماثل و متشابه واقع شدہ :- (اخبار الاخبار ص ۳۶۸)

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر نے قاضی حمید الدین ناگوری کی دو کتابوں

تواریخ (۱) اور راحۃ الارواح کا حوالہ اپنے ملفوظات میں بار بار دیا ہے،

سیر العارفین میں ان کی ایک اور کتاب لوائح کا ذکر ہے۔ حضرت خواجہ گنج شکر کے

ملفوظات میں شاید کتابت کی غلطی سے لوائح ہی تواریخ ہو گئی ہو۔

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا سہروردی

خاندان | حضرت شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہ العزیز کے جد بزرگوار حضرت کمال الدین علی شاہ قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے، فرشتہ تذکرہ اولیائے بہتہ مصنف شیخ عین الدین بیجاپوری کے حوالہ سے رقمطراز ہے کہ

شیخ بہاء الدین زکریا از اولاد بہار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیز بن اقصیٰ است و بہار اسلام آوردہ بود برادران او مدعوہ و عمر و عقیل با حالت کفر و جہنم بقتل رسیدند و سودہ کہ در زمان پیغمبر بود دختر مدعوہ است۔

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کے جد امجد حضرت کمال الدین شاہ قریشی مکہ منظرہ سے خوارزم آئے، اور وہاں سے آکر بلقان میں سکونت اختیار فرمائی، یہاں ان کے فرزند مولانا وحیم الدین محمد تولد ہوئے جن کی شادی مولانا حام الدین ترمذی کی لڑکی سے ہوئی مولانا حام الدین

لے سہروردہ چشت کی طرح ایک مقام کا نام ہے، جو عراق عجم کے اندر بہان و زنجان کے درمیان واقع تھا، حضرت شہاب الدین ابو حفص عمر اودان کے پیر شیخ ضیاء الدین ابو نجیب اور مولانا کے پیر شیخ وحیم الدین عین کے رہنے والے تھے، اس لیے ان کے سلسلہ کو سہروردیہ کہتے ہیں، حضرت شہاب الدین عمر کی ولادت ۷۵۲ھ اور وفات ۸۳۲ھ میں ہوئی، مزار اقدس بغداد میں ہے، تصانیف میں عوارف المعارف، کشف الصالح الایاد، وکشت الصالح النیام، وحبیب الاولاد بہت مشہور ہیں، جن سوا تک فیوض و برکات حاصل کیے جاتے ہیں،

ان کو پروشگیر کی طرف سے ساری روحانی نعمتیں مل گئیں، اور خرقہ خلافت سے بھی سرفراز کیے گئے، اس سے شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سروردی کے دوسرے مریدوں کے دل میں شک پیدا ہوا، اور شیخ سے عرض کی کہ ہم نے اتنے دنوں تک خدمت کی لیکن ہم کو ایسی نعمت نہیں ملی، مگر ایک ہندوستانی آیا، اور تھوڑی سی مدت میں شیخ ہو گیا، اور بڑی نعمت پائی،

مگر شیخ نے ان کو یہ لکھ کر خاموش کر دیا کہ تم لوگوں کے مانند ہو، جن میں آگ شکل اور دیر سے لگ سکتی ہے، بہاء الدین زکریا خشک لکڑی کے مانند تھے جس میں آگ جلد اثر کرتی ہو، شجرہ طریقت | سلسلہ طریقت یہ ہے، شیخ بہاء الدین زکریا، شیخ شہاب الدین سروردی، شیخ ضیاء الدین ابونجیب سروردی، شیخ جمیع الدین سروردی، شیخ ابو عبد اللہ شیخ اسود احمد دینوری، شیخ ممتاز علی دینوری، خواجہ جنید بندادی، خواجہ تری قطبی، خواجہ معروف کوٹھی، خواجہ داؤد طائی، خواجہ حبیب عجمی، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم،

عظمت درشد | خرقہ خلافت پانے کے بعد حضرت بہاء الدین زکریا کو مدد کی طرف سے حکم ملا کہ متان واپس جا کر قیام کرو، اور وہاں کے باشندوں کو فیض پہنچاؤ، حضرت جلال الدین تبریزی بھی شیخ الشیوخ کے ساتھ مقیم تھے جب حضرت بہاء الدین زکریا بغداد سے رخصت ہونے لگے، تو غایت محبت میں وہ بھی اپنے پیروں سے اجازت لے کر ان کے ساتھ ہو گئے، بیان کیا جاتا ہے کہ جب دو وزن بزرگ نیشا پور پہنچے تو شیخ جلال الدین تبریزی، حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے، ملاقات کے بعد واپس ہوئے تو حضرت شیخ بہاء الدین زکریا نے ان سے دریافت کیا کہ آج کی سیر میں درویشان میں کس کو سب سے بہتر پایا، بولے

شیخ فرید الدین عطار کو، حضرت بہار الدین زکریاؒ نے پوچھا کہ ان سے کیا کیا صحبت رہی، جواب دیا کہ مجھ کو دیکھتے ہی انھیں نے دریافت کیا کہ آپ لوگوں کا کہاں سے آنا ہوا، میں نے عرض کی خطہ بغداد سے آتا ہوں، پھر استفسار کیا کہ وہاں کون درویش مشغول ہجرت ہے، میں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا، حضرت شیخ بہار الدین زکریاؒ نے حضرت جلال الدین تبریزی سے پوچھا کہ اپنے مرشد شیخ جلال الدین سہروردی کا ذکر کیوں نہ کیا، جواب دیا کہ شیخ فرید الدینؒ کی عظمت میرے دل پر ایسی چھائی ہوئی تھی کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کو بھول گیا، یہ سن کر شیخ بہار الدین زکریاؒ کو بہت ملال ہوا، اور وہ حضرت جلال الدین تبریزی سے علحدہ ہو کر ملتان چلے آئے، اور حضرت جلال الدین تبریزیؒ فراسان جا کر مقیم ہوئے۔

قیام ملتان | ملتان کی مدت قیام میں نہ صرف ملتان بلکہ سارا ہندوستان حضرت بہار الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات کے انوار سے منور ہو گیا تھا، ایمان کا عذیر لاکھ لکھا جاتا ہے،

شیخ محمد نور بخش مولف، سلسلۃ الذہب میں رقمطراز ہیں :-

حضرت بہار الدین زکریا ملتان میں قدس سرہ ہندوستان میں رئیس الاولیائے علوم ظاہری کے عالم اور مکاشفات و مشاہدات کے مقامات و احوال میں کامل تھے ان سے اکثر اولیاء اللہ کے سلسلے نشیب ہوئے، لوگوں کو رشد و ہدایت فرمائی، اور ان کو کفر سے ایمان کی طرف، معصیت کی اطاعت کی طرف اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف لائے، اور ان کی شان بڑی تھی،

۱۔ سیر العارفین ج ۱ ص ۷۱ و ج ۲ ص ۳۵ و فوائد الفوائد ص ۲۵۲ ۲۔ فرشتہ ج ۱ ص ۸۳

۳۔ بحوالہ اخبار الاخبار ص ۲

سفینۃ الاولیاء میں ہے :-

حضرت شیخ الشبوخ سے رخصت ہو کر ملتان آئے، اور یہیں توطن اختیار کیا،
رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے تو بہت سے لوگوں نے ان کی ہدایت کی برکت پائی،
اور اس دیار کے تمام لوگ ان کے مرید اور معتقد ہو گئے، اس دیار میں تمام مریدان ہی
کے ہیں، (ص ۱۹۶)

رشد و ہدایت عوام و خواص دونوں کے لیے تھی اور دونوں طبقوں کو اپنی ذات باریک
سے فیض پہنچانے کی کوشش فرماتے، اس وقت ملتان کا حکمران ناصر الدین قباچہ تھا، جو
سلطان شمس الدین ایلتمش کا حریف بھی تھا حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کا قلبی راجان سلطان
ایلتمش کی طرف تھا کیونکہ جیسا کہ ذکر آچکا ہے، وہ اپنے زہد و تقویٰ، دینداری، اور شریعت
کی پاسداری کے لحاظ سے اولیاء اللہ میں شمار کیا جاتا ہے، ناصر الدین قباچہ نے سلطان ایلتمش
کی بڑھتی ہوئی سطوت و قوت کو دیکھ کر اس کے خلاف معاندانہ سازش شروع کی، اسکو
ملتان کے قاضی مولانا شرف الدین اصفہانی اور خود شیخ بہاء الدین زکریا نے پسند نہ کیا،
قاضی شرف الدین اصفہانی بہت ہی متدین عالم تھے، انھوں نے دین کی فلاح اسی میں
دیکھی کہ سلطان ایلتمش کو قباچہ کی سازش سے مطلع کر دیں، شیخ بہاء الدین زکریا نے بھی ان کی
حمایت کی، اور دونوں نے علیحدہ علیحدہ سلطان ایلتمش کو خطوط لکھے، مگر دونوں مکتوب
قباچہ کے آدمیوں کے ہاتھ لگ گئے، قباچہ ان کو بڑھ کر بہت مشتعل ہوا، اور ایک محضر کے
ذریعہ دونوں کو طلب کیا، جب وہ دونوں بزرگ مجلس میں تشریف لے گئے تو قباچہ نے شیخ
بہاء الدین زکریا کو اپنی دہنی جانب بٹھایا، اور قاضی شرف الدین اصفہانی کو اپنے دُور
بیٹھنے کا حکم دیا، اور ان کا خط ان کے ہاتھ میں دیدیا، قاضی شرف الدین اصفہانی نے خط پڑھا

خاموشی اختیار کی، قباچہ نے غصہ میں جلاؤ کو حکم دیا کہ اسی وقت پیر تین کر دیے جائیں، جلاؤ نے آگے بڑھ کر سر قلم کر دیا، جب شیخ بہار الدین زکریا کے ہاتھ میں ان کا مکتوب دیا گیا، تو انھوں نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا، کہ بیشک یہ میرا خط ہے، مگر میں نے حق تعالیٰ کے حکم سے لکھا ہے، اور صحیح لکھا ہے، یہ سن کر قباچہ پر لرزہ طاری ہو گیا، اور اس نے معذرت کر کے شیخ بہار الدین زکریا کو اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔

فیاضی | مگر خلق کی خاطر شاہی حکام کے ساتھ اشتراک عمل کرنے میں بھی دریغ نہ فرماتے، مانا میں ایک بار سخت قحط پڑا، والی ملتان کو غلہ کی ضرورت ہوئی، شیخ بہار الدین زکریا نے غلہ کی ایک بڑی مقدار اپنے ہاں سے اس کے پاس بھیجی، جب غلہ اس کے پاس پہنچا، تو اس کے انبار سے تقریباً ٹنکے کے سات کوڑے بھی نکلے، والی ملتان نے شیخ کو اس کی اطلاع دی، تو انھوں نے فرمایا ہم کو پہلے سے معلوم تھا، لیکن غلہ کے ساتھ اسے بھی ہم نے بخشا،

حضرت شیخ بہار الدین زکریا کے مطبخ میں طرح طرح کے کھانے پکتے تھے، لیکن انکو ان نعمتوں کے کھانے میں اسی وقت لذت ملتی جب وہ مہمانوں، مسافروں اور درویشوں کے ساتھ مل کر کھاتے، جس شخص کو دیکھتے کہ وہ کھانا رغبت سے کھاتا ہے تو اس کو بہت دوست رکھتے تھے، ایک مرتبہ فقرا کی ایک بڑی جماعت دسترخوان پر شریک تھی، حضرت شیخ بہار الدین زکریا نے ہر فقیر کے ساتھ ایک لقمہ کھایا، ایک فقیر کو دیکھا کہ روٹی شوربے میں جھگو کر کھا رہا ہے، فرمایا سبحان اللہ ان سب فقروں میں یہ فقیر خوب کھانا جانتا ہے، کیونکہ

لے فوائد انوار ص ۱۲۰، سیار النافین ص ۲۸۱ تا ۲۸۲ تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۴۰۶، فوائد انوار ص ۱۲۱

کہ قباچہ نے اسی وقت کھانا منگوایا کہ اگر شیخ بہار الدین زکریا کھانے میں اس کے ساتھ شریک نہ ہونگے، تو اسی ہانا انکو ناپہنچے گا، مگر شیخ بہار الدین زکریا بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر کھانے میں شریک ہو گئے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ناب ترکو اور کھاتون پر وہی فضیلت ہے جو
مچھکو تمام اینٹا پر ہے، اور عائشہؓ کو تمام دنیا کی عورتوں پر ہے۔

استغنا، حضرت شیخ زکریا کو کبھی دولت کی کمی محسوس نہ ہوئی، مگر وہ خود اس سے ہمیشہ مستغنی
و بے نیاز رہے، ایک روز خادم سے فرمایا کہ جاؤ جس صندوقچہ میں پانچ ہزار دینار سرخ لکھے
ہیں، اس کو اٹھا لاؤ، خادم نے ہر چند تلاش کیا مگر صندوقچہ کہیں نہ ملا، وہ مایوس ہو کر واپس
آیا، اور شیخ کو اطلاع دی تو کچھ تامل کے بعد فرمایا، الحمد للہ، تھوڑی دیر کے بعد خادم پھر آیا،
اور صندوقچہ کے مل جانے کی اطلاع دی، پھر الحمد للہ لکھ کر خاموش ہو گئے، حاضرین نے
عوض کی کہ حضرت نے صندوقچہ گم ہونے پر بھی الحمد للہ فرمایا، اور مل جانے پر بھی، اس میں کیا
حکمت تھی، ارشاد فرمایا کہ فقیروں کے لیے دنیا کا وجود اور عدم دونوں برابر ہے، ان کو کسی
چیز کے آنے پر نہ خوشی ہوتی ہے، اور نہ اس کے جانے کا غم ہوتا ہے، اور پانچون ہزار دینار
عاجت مندوں میں تقسیم کر دیے۔

بروباری | مزاج میں ظلم و برادری بہت تھی، ایک روز خانقاہ میں تشریف فرما تھے کہ دلی
پوش قلندروں کی ایک جماعت پہنچی، اور ان سے مالی مدد کی خواہش کیا، انھوں نے
اس جماعت سے بیزاری کا اظہار فرمایا، اس قلندروں نے گستاخی شروع کر دی، اور
اینٹ پتھر سے ان کو مارنے لگے، حضرت شیخ نے خادم سے فرمایا کہ خانقاہ کا دروازہ بند
کر دو، جب دروازہ بند ہو گیا تو قلندروں نے دروازہ پر پتھرا مارنے شروع کیے، حضرت
شیخ نے کچھ تامل کے بعد خادم سے فرمایا، دروازہ کھول دو، میں اس جگہ شیخ شہاب الدین
عمر سہروردی قدس سرہ کا بٹھایا ہوا ہوں، خود سے نہیں بیٹھا ہوں، خادم نے دروازہ کھول دیا،

لے فوائد النواویر العارفین ص ۳۸، ۳۹ سیر العارفین ص ۲۹ و مرآۃ الاسرار قلمی

اس وقت قلندر نام ہوئے اور اپنے قصور کی معافی چاہی۔

تواضع | غایت تواضع میں اپنی تنظیم و تکریم پسند نہیں فرماتے تھے، ایک بار خانقاہ میں کچھ مرید عرض کے کنارے وضو کر رہے تھے، حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ان کے پاس پہنچ گئے، مریدوں نے وضو ختم بھی نہیں کیا تھا کہ تنظیم کے لیے کھڑے ہو گئے، اور سلام عرض کیا، مگر آپ مرید نے وضو تمام کر کے مرا تہم تنظیم ادا کیے، حضرت شیخ بہاء الدین زکریا نے فرمایا تم سب درویشوں میں افضل اور زاہد ہو،

مگر وہ خود دوسروں کی بڑی تنظیم کرتے تھے، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی جب وارد ہندوستان ہوئے۔ اور ملتان آکر ٹھہری تو حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ان سے تنظیم اور محبت اور شفقت سے ملے، اور اصرار کر کے کچھ دنوں ان کو اپنے یہاں روکا، حضرت خواجہ بختیار کاکی بھی حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کی بڑی قدر کرتے تھے، چنانچہ جب معتقدین نے ان کو ملتان میں قیام کرنے کی دعوت دی، تو فرمایا کہ ملتان کی سرزمین پر شیخ بہاء الدین کا قبضہ اور سایہ کافی ہے، یہاں ان ہی کا قتل ہے، ان ہی کی حمایت تم لوگوں کے ساتھ رہے گی۔

محبت و مودت | حضرت شیخ بہاء الدین زکریا بابا گنج شکر کی بھی بہت عزت کرتے تھے، بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ دونوں خالہ زاد بھائی بھی تھے، اور باہم بڑی محبت اور مودت تھی، حضرت شیخ بہاء الدین زکریا نے ایک موقع پر کسی بات کی معذرت کرتے ہوئے بابا صاحب کو لکھا،

”میان ما و شما عشق بازمی است“

بابا گنج شکر نے اس کا جواب دیا۔

”میان ماوشما عشق است بازی نیست“

مفسر | ایک موقع پر حضرت جلال الدین تبریزیؒ کے ساتھ حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ نے عزت و احترام کا جو نمونہ پیش کیا تھا، اس کا ذکر ماوہ تصوف کے سرشاروں کے لیے بہت ہی خاراگین ہے، اوپر بیان کیا جا چکا ہے، کہ حضرت جلال الدین تبریزیؒ مینشا بوندین حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ سے علیحدہ ہو کر خراسان چلے گئے تھے، کچھ عرصہ کے بعد وہی تشریف لائے سلطان الیقتمش ان کی عظمت اور بزرگی کی شہرت پہلے سے سن چکا تھا، چنانچہ جب دہلی کے قریب پہنچے، تو سلطان نے علما و مشائخ کی ایک جماعت کے ساتھ شہر کے باہر جا کر ان کا استقبال کیا، اور ان کو دیکھتے ہی گھوڑے سے اتر آیا، اور ان کو آگے کر کے خود پیچھے پیچھے شہر کی طرف روانہ ہوا، یہ تعظیم و تکریم شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ کو بوندہ آئی، ان کے دل میں حضرت جلال الدین تبریزیؒ کی طرف سے رشک و حسد کی آگ بھڑک اٹھی، مگر اس کا اظہار نہیں کیا، اور سلطان سے یہ خواہش ظاہر کی کہ حضرت جلال الدین تبریزیؒ کی (یعنی نجم الدین صغریٰ) قیام گاہ کے قریب ہی فروش ہوں، اور قیام کے لیے ایک مکان تجویز کیا، جب بہت الجھن کے نام سے مشہور تھا، سلطان نے اپنے عزیز اور محبوب ہمان کو جنوں کے مکان میں ٹھہرانا پسند نہ کیا، مگر نجم الدین صغریٰ نے کہا اگر حضرت جلال الدین تبریزیؒ کو فروش ہوں گے، تو مکان خود جنات سے پاک ہو جائے گا، اور اگر ناقص ہوں گے تو اپنی فریب دہی کی سزا پائیں گے، یہ گفتگو بالکل علیحدہ ہوئی تھی، مگر حضرت جلال الدین نے خود اس مکان میں رہنے کا اعلان کر دیا، جب وہ اس مکان میں داخل ہوئے تو

ان کے تدم کی برکت سے مکان تمام بلیات سے پاک ہو گیا، اور ان کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچا۔
دوسرے روز حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لیے شہر کی تنگ گلیوں میں
سے ہو کر چلے حضرت بختیار کاکی کو کشف ہوا کہ حضرت جلال الدین تبریزی ان سے ملنے آ رہے
ہیں تو وہ خود گلیوں میں ہوتے ہوئے ان کے استقبال کو بڑھے، راستہ میں قرآن السعیدین پڑھا
جس وقت حضرت جلال الدین خواجہ بختیار کے ہمراہ انکی خانقاہ پہنچے اس وقت
یہاں مجلس سماع ہو رہی تھی، فقرہ جمع تھے، اس بیت پر خواجہ صاحب کو وجد آ گیا،
دیکھو وحدۃ ایشا رخمی گنجہ در عالم سحر کی اغیار غمی گنجہ
سلطان الیقین حضرت جلال الدین تبریزی کے ساتھ مرشد کا یہ لگاؤ دیکھ کر ان کا اور
بھی متعجب ہو گیا، اس سے نجم الدین صغریٰ کا حسد اور زیادہ بڑھا، ایک روز موسم بہار میں
سلطان الیقین نے فجر کی نماز سے پہلے نجم الدین صغریٰ کو اپنے محل میں بلایا، اور ان کو امام
بنایا، نماز شاہی محل کی چھت پر ہوئی، چھت کے سامنے حضرت جلال الدین تبریزی کی قیام گاہ
وہ صبح کی نماز سے فراغت کے بعد صحن غازی میں چادر اوڑھے آرام فرما رہے تھے، اور ایک
علامہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حسن صورت بھی عطا کیا تھا، ان کے پاؤں دبار ہا تھا، نجم الدین صغریٰ
کو خیال ہوا کہ حضرت جلال الدین تبریزی نماز سے غافل ہو کر خود ترحت ہیں اسی وقت سلطان
کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ آپ ایسے ہی دنیا پرست درویشوں کے معتقد ہیں، یہ سونے کا کونسا وقت
ہے، اور ایک صاحب جمال غلام بھی پاس بیٹھا ہے، حضرت جلال الدین تبریزی کو نوبہاٹن
سے نجم الدین صغریٰ کی بدگمانی معلوم ہو گئی اسی وقت اٹھے، اور صحن غازی میں سلطان
کو خشیت سے آگاہ کیا، سلطان نادام ہوا اور نجم الدین صغریٰ سے کہنے لگا کہ تم شیخ الاسلام
ہو کہ ایسی باتیں کرتے ہو، تم کو نیک و بد کی بھی پہچان نہیں، مگر نجم الدین صغریٰ شرمندہ ہوئے

کے بجائے اندرونی طور پر اور زیادہ برہم ہو گئے، اور حضرت جلال الدین تبریزی کے ساتھ پرخاش بہت زیادہ بڑھ گئی، اور شہر کی ایک حسین و جمیل مطربہ کو پانچ سو اشرفیان دینے کا وعدہ کر آتا دیکھا کہ وہ حضرت جلال الدین تبریزی پر فسق و زنا کا الزام لگائے، مطربہ نے سلطان کے پاس جا کر حضرت جلال الدین تبریزی کو متہم کیا، سلطان سن کر ششدر ہو گیا، وہ سمجھتا تھا کہ یہ جھوٹا الزام ہے، اور مطربہ کو اس کی دروغ گوئی کی پوری سزا دے سکتا تھا، لیکن قانون کی وجہ سے معذور تھا، مدعیہ خود اپنے بیان سے واجب التعمیرہ فاحشہ ثابت ہو رہی تھی مگر حضرت جلال الدین تبریزی پر بغیر شہادت کے تہمت زنا ثابت نہیں ہو سکتی تھی، مدعیہ کا تنہا بیان کافی نہ تھا، لیکن اس کا مقدمہ سامنے آ جانے کے بعد اس کی شرعی تحقیقات بھی ضروری تھی، اس لیے سلطان نے مشورے کے بعد ایک محضر طلب کرنے کا فیصلہ کیا، محضرین شہرکت کے لیے ہندوستان کے مشاہیر علماء و مشائخ کو دعوت دی گئی، حضرت شیخ بہاء الدین زکریا نے بھی اس دعوت کو قبول کیا، اور وہ دہلی تشریف لائے، اس محضرین دو سو صرف اولیائے کرام شریک ہوئے، محضر جامع مسجدین منعقد ہوا۔

شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ کو حضرت بہاء الدین زکریا اور جلال الدین تبریزی کی کشیدگی کا علم تھا، چنانچہ وہ ان دونوں کی اس کشیدگی اور ناراضی سے فائدہ اٹھاتا چاہتے تھے، شیخ الاسلام کی حیثیت سے انھوں نے شیخ بہاء الدین زکریا ہی کو حکم مقرر کیا، جمعہ کی نماز کے بعد مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی، مطربہ پیش کی گئی، حضرت شیخ جلال الدین تبریزی کو بھی طلب کیا گیا، جس وقت وہ مسجد کے دروازے پر پہنچے، سارے علماء و اولیائے ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے، اور جب حضرت جلال الدین تبریزی نے اپنی جوتیاں اتاریں تو شیخ بہاء الدین زکریا نے بڑھ کر ان کی جوتیاں اپنے ہاتھوں میں لے لیں

سلطان الیقین بہت متاثر ہوا کہ ایک جلیل القدر حکم اپنے سامنے پیش ہونے والے ملزم کی
ایسی توقیر و عظمت کر رہا ہے، جو حضرت جلال الدین تبریزیؒ کے معصوم ہونے کی دلیل ہے
اور تحقیقات کی کارروائی روک دینی چاہی، مگر شیخ بہاء الدین زکریاؒ نے فرمایا،

میرے لیے فخر کی بات ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزیؒ کے پاؤں کی خاک کو
اپنی آنکھوں کا سرمہ بنالیں، کیونکہ وہ میرے مرشد شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین
سہروردیؒ کے ساتھ سات سال تک سفر و حضر میں رہے، لیکن شاید شیخ الاسلام
نجم الدینؒ کے دل میں یہ خیال ہو کہ بہاء الدین نے شیخ جلال الدین تبریزیؒ کی تنظیم
کر کے ان کے عیب پر پردہ ڈال دیا ہے، تو یہ اہل اللہ پر بخوبی روشن ہے کہ حضرت جلال
سے ایسے فعل شنیع کا واقع ہونا محال ہے، لیکن پھر بھی دلائل مدینہ کا اظہار ضروری ہے،
اس لیے مدعیہ مطربہ کو سامنے لاؤ۔

چنانچہ مطربہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ کے سامنے لائی گئی، مگر اس پر ایسا رعب طاری
ہو گیا کہ اس نے تمت ثابت کرنے کے بجائے شروع سے آخر تک پورا واقعہ بیان کر دیا
کہ نجم الدین صفریؒ نے اس کو طمع دلا کہ حضرت جلال الدین تبریزیؒ پر الزام رکھنے کے لیے
آبادہ کیا تھا، اس سازش کے افشا پر نجم الدین صفریؒ ایسے ذلیل اور پشیمان ہوئے کہ مجلس
ہی میں ان کو بغض آگیا، اور حضرت جلال الدین تبریزیؒ کی معصومیت ثابت ہو گئی، سلطان
الیقین نے اس کذب و بہتان کی سزا میں نجم الدین صفریؒ کو شیخ الاسلام کے عہدہ سے
برطرف کر کے حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ سے اس کے قبول کرنے کی استدعا کی، انھوں
قبول فرمایا، اور ایک مدت تک شیخ الاسلام کا عہدہ ان کے خاندان میں قائم رہا۔

جود و سخا | حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ کے صحیفہ کمال میں جو دو سخا کی بھی اعلیٰ مثالیں ملتی ہیں،

ایک بار ان کے معتقدوں اور مریدوں کا جہاز غرق ہو رہا تھا، غایت اضطراب میں انھوں نے حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ سے روحانی استمداد کی، اللہ جل شانہ کی قدرت سے وہ جہاز محفوظ رہ گیا، جہاز پر موتی اور جواہرات کے بڑے بڑے تاج رہے تھے، جب جہاز ساحل پر پہنچا، تو ان تاجروں نے اپنے مال کا ایک ٹنٹ حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ کی خدمت میں تذکرہ کرنے کا عہد کیا، اور ان کی جانب سے خواجہ فخر الدین گیلانی نقد و جواہرات لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جواہرات کی قیمت اور نقد رقم ملا کر ستر لاکھ چاندی کے ٹنکے ہوتے تھے، شیخ نے اس کو قبول تو کر لیا، لیکن تین دن کے اندر یہ کل رقم حقدار محتاجوں اور مسکینوں میں تقسیم کرادی، خواجہ فخر الدین گیلانی اس سے اتنے متاثر ہوئے کہ انھوں نے اسی وقت اپنا تمام مال و اسباب فقر میں بانٹ دیا، اور فقیری اختیار کر لی، پانچ برس شیخ کی خدمت میں گزار کر بیت اللہ کے حج کو روانہ ہوئے، مگر جہہ پہنچ کر جنت کی راہ لی،

ذوق سماع | سماع سے بھی کبھی کبھی شغل فرماتے تھے، ایک مرتبہ عبد اللہ روحی قوال لکھنؤ وار د ہوا، اور خدمت عالی میں حاضر ہو کر عرض کی، کہ اس کا گانا شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سروردی نے شوق کے ساتھ سنا ہے، اور وہ ان کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتا رہا ہے، شیخ نے فرمایا کہ جب شیخ الشیوخ نے سنا ہے تو زکریاؒ بھی سنے گا، چنانچہ قوال کو ایک خاص حجرہ میں بلا لیا گیا، عشا کی نماز کے بعد ایک پہر رات گزری ہوگی، کہ حجرہ میں تشریف لائے، اردو پارے کلام پاک تلاوت کر کے قوال کو سنانے کا حکم دیا،

اور حجرہ کے دروازہ میں زنجیر لگا دی، تو ال نے گانا شروع کیا،
 ستان کہ شراب ناب خورد از پہلوے خود کباب خورد
 جب اس بیت کی تکمیل کی تو حضرت شیخ بہار الدین زکریا وجدین کھڑے ہو گئے،
 اور حجرہ کا چراغ گل کر دیا، تو ال کا بیان ہے کہ اس کو کچھ معلوم نہ ہوتا تھا کہ شیخ کی کیا کیفیت
 ہو رہی ہے، صرف دامن معلوم ہوتا تھا، اور کچھ نظر نہ آتا تھا، تھوڑے وقفہ کے بعد شیخ حجرہ
 سے باہر تشریف لے گئے، اور وہ (یعنی تو ال) اپنے رفیقوں کے ساتھ حجرہ ہی میں رہا، جب
 صبح ہوئی تو شیخ نے خادم کے ہاتھ خلعت اور میں نقرئی ٹکے بھجوا دیے،
 عبادت و ریاضت | عبادت و ریاضت میں کلام پاک کی تلاوت سے بڑا شغف رکھتے تھے،
 ایک بار اپنے خلفاء کے ساتھ مجلس میں بیٹھے تھے کہ ان سے مخاطب ہو کر فرمایا تم میں سے
 کوئی شخص ایسا ہے جو دو رکعت نماز کی نیت باندھے، اور ایک رکعت میں پورا
 کلام پاک ختم کرے، حاضرین میں سے کسی کی یہ ہمت نہ ہوئی، پھر خود ہی نماز کے لیے کھڑے
 ہو گئے، اور دو رکعت نماز کی نیت کر کے پہلی ہی رکعت میں پورا کلام مجید ختم کر دیا، اور چار پارے
 اور پڑھے، دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی، بارہا فرماتے تھے کہ اہل دل سے مجھ کو جو کچھ
 فیض پہنچا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو عمل میں لانے کی بھی توفیق عطا فرمائی ہے، اور جس کام کے لیے
 حوصلہ کیا، وہ پورا ہوا، لیکن ایک کام اب تک نہیں ہو سکا، ایک بزرگ آغاز صبح سے
 طلوع آفتاب تک قرآن شریف ختم کر لیتے ہیں، میں نے بھی ہر چند اس کی کوشش کی،
 مگر یہ حوصلہ پورا نہیں ہو سکا، تین چار پارے باقی رہ جاتے ہیں، مگر سیر العارفین کے مولف
 کا بیان ہے کہ میں نے اپنے پیر و دستگیر شیخ سہاراجی والدین سے سنا تھا کہ حضرت شیخ

شیخ بہاء الدین زکریا کا معمول تھا کہ تہجد کی نماز کے بعد کھانا پک شہزادہ کرتے، اور فجر کی نماز کی سنتوں تک پورا ختم کر لیتے تھے،

وفات | وفات کے روز اپنے حجرہ میں عبادت میں مشغول تھے، کہ حجرہ کے باہر ایک فانی چہرہ کے مقدس بزرگ نمودار ہوئے، اور حضرت شیخ صدر الدین کے ہاتھ میں ایک لمبر خط دیا، حضرت شیخ صدر الدین خط کا عنوان دیکھ کر تعجب ہوئے، والد بزرگوار کی خدمت میں پیش کر کے باہر آئے تو قاصد کو نہ پایا، خط پڑھنے کے ساتھ ہی حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کی روح حقن غصہ سے پرواز کر گئی، اور آواز بلند ہوئی،

”دوست بدوست رسید“

یہ آواز سن کر حضرت شیخ صدر الدین دوڑے ہوئے حجرے میں گئے، دیکھا آواز حقیقت بن چکی تھی۔

راحت القلوب (ملفوظات حضرت بابا گنج شکر) میں ہے کہ جس وقت حضرت بہاء الدین زکریا کا وصال ہوا، اسی وقت اجمودھن میں حضرت بابا گنج شکر بیوش ہو گئے، بڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو فرمایا کہ

”برادرم بہاء الدین زکریا را ازین بیابان فنا بہ شہرستان بقا بردند۔“

اور پھر اٹھ کر مریدوں کے ساتھ غائبانہ جنازہ کی نماز پڑھی، مزار شریف ملتان میں ہے، سنہ وفات میں اختلاف ہے، راحت القلوب میں سال وفات ۷۵۶ھ

لے فوائد الفوائد ص ۶ و سیر العارفین ص ۳۶ و ۳۷ راحت القلوب مجلس ہفتم، فوائد الفوائد ص ۲۲۱ و سیر العارفین

ج ۴ ص ۴۴ و فرشتہ ج ۲ ص ۱۰۹ ۳۵۱ تجار الاحیاء ص ۲۸، ۲۹ سفینۃ الاولیاء ص ۶-۱۹۵، مرآۃ الاسراء قطب نحمدہ دار المصنفین، فرشتہ ج ۲ ص ۱۰۹،

اخبار الاخیار میں ۶۶۵ ہجری میں اولیاء اور فرشتہ میں ۶۶۶ اور مدار الاسرار میں ۶۶۷ ہجری میں پہلی بار لکھی گئی۔
 کا سال ۵۶۵ لکھا ہے،

تعلیمات حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی نہ کسی تصنیف کا پتہ ہے، اور نہ ملفوظات کا ذکر بہ تذکرہ میں ہے مگر مضمون نے اپنے مریدوں کے لیے جو وصایا اور خطوط لکھے تھے، ان کو اخبار الاخیار کے مولف نے نقل کیا ہے، ان سے ان کی صوفیانہ تعلیمات پر روشنی پڑتی ہے اس لیے ان کے اقتباسات ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں،

فرماتے ہیں کہ بندہ پر واجب ہے کہ سچائی اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس کے عبادات و اذکار میں غیر اللہ کی نفی ہو، اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے احوال کو درست اور اقوال و افعال میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے، ضرورت کے سوا نہ کوئی بات کہے، اور نہ کوئی کام انجام دے، ہر قول و فعل سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ سے التجا کرے اور اس سے نیک عمل کی توفیق کی مدد چاہے،

دوسرے موقع پر اپنے مرید کو نصیحت فرماتے ہیں، کہ تم اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر کو اپنے اوپر لازم کر لو، ذکر ہی سے طالب محبت تک پہنچتا ہے، محبت ایسی آگ ہے جو تمام میں کھیل کو جلا ڈالتی ہے، جب محبت راسخ ہو جاتی ہے تو مذکور کے مشاہدہ کے ساتھ ذکر حقیقی ذکر ہوتا ہے، یہی وہ ذکر کثیر ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے اس قول **وَ اذْكُرْ دَانَ اللّٰهِ** کَثِیْرًا اَعَدَّ لَكُمْ ثَقَلٰیْنِ میں فلاح کا وعدہ کیا گیا ہے،

پھر فرماتے ہیں کہ مرید کو چاہیے کہ اپنے روزگار کی حفاظت کرتا رہے، ماسوا اللہ کو دل سے دور کر دے، دنیا کے لوگوں کی صحبت کو اپنے اوپر حرام کرے، اور حق تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہے، اگر اس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے موافقت نہ ہوگی، تو خدا سے تعالیٰ

کی محبت کی بوجھ سے وہ نہ سوئگھ سکے گا۔

ایک نصیحت میں ارشاد فرمایا کہ بدن کی سلامتی قلت طعام میں اور روح کی سلامتی ترک گناہ میں اور دین کی سلامتی حضرت خیر الانام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ہے،^۱ حضرت شیخ بہار الدین نے کیا اپن مریدوں میں شیخ حسن افغان کو بہت ہی محبوب رکھتے تھے، وہ ان پڑھ تھے، مگر ان کا ظاہر و باطن روحانی تعلیم سے آراستہ تھا، انکی بزرگی کا یہ حال تھا کہ ایک بار ایک کاغذ پر تین سطرین لکھ دی گئیں، جن میں ایک میں کلام پاک کی آیت تھی، ایک میں حدیث شریف اور ایک میں کسی شیخ کا قول منقول تھا، یہ کاغذ دکھا کر شیخ حسن افغان سے پوچھا گیا کہ کون سی سطر میں کیا چیز ہے شیخ حسن افغان نے قرآن مجید کی آیت الی سطر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ یہ کلام پاک ہے، اس کا نور مجھ کو زمین سے عرش معلیٰ تک نظر آ رہا ہے، حدیث شریف کی سطر پر انگلی رکھا کہ یہ حدیث مقدس کی سطر ہے، اس کا نور ساتویں آسمان تک دکھائی دیتا ہے، پھر شیخ کے قول پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ اس کا نور زمین سے آسمان تک دکھتا ہوں، حضرت شیخ بہار الدین نے ذکر یا رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرماتے تھے کہ اگر قیامت کے دن بارگاہ الہی میں مجھ سے پوچھا جائے گا کہ ہماری بارگاہ میں کیا کمائی لایا ہے تو میں عرض کروں گا کہ میری کمائی حسن افغان ہے۔

حضرت شیخ بہار الدین نے ذکر یا رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں شیخ فخر الدین عراقی اور شیخ امیر حسینی بھی خاص طور پر ذکر کے لائق ہیں، ان کے حالات اُن کے چل کر علیحدہ ابواب میں بیان کیے جائیں گے، دو ایسے اساتذہ گرامی یہ ہیں شیخ جمال خندان اور شیخ نجیب الدین علی بخش

۱۔ اخبار الانبیاء ص ۲، سیر النبیین ص ۲۶ و فرشتہ ج ۲ ص ۱۳۰۔

حضرت شیخ صدر الدین عارف

روحانی مرتبہ | حضرت شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ بہار الدین زکریا نور اللہ مضجیہ کے فرزند ارجمند تھے، والد بزرگوار ہی کی صحبت میں عقلی و روحانی تعلیم پائی، اسی تعلیم کی بدولت اپنے زمانہ میں سر حلقہ اولیا سمجھے جاتے تھے، ان کے والد کے ایک مرید امیر حسینی نے نجفا ذکر آگے آئے گا، ان کے روحانی مرتبہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :-

آن بلند آوازہ عالم پناہ	سرور دین افتخار صدر گاہ
صدر دین دولت آن مقبول حق	نفلک از خواں جودش کی طبع
آب حیوان قطرہ بحر دوش	چون خضر علم لدنی حاصلش
معتبر چون قول او افعال او	ہم بیان او گواہ حال او
مقتدرے دین قبول خاص عام	دولتش گفتہ توئی خیر الامام
سلک معنی جملہ در فرمان او	ہم بکسب ہم ہمیراث آن او

تاریخ فرشتہ میں ان کے روحانی اوصاف و کمالات کی تعریف و توصیف حسب ذیل اشعار میں کی گئی ہے،

آن گہر سدان حق ایقین	تازہ ز آب کرش باغ دین
دادہ ز پاکی بلائک صلہ	خرقہ وحدت بحسلا و ملا

نچ موج دل پاک او عقل فردماندہ درادرک او

صدر نشین گشت بعش برین گشتہ خطابش از خاصہ دین

وہ عام طور سے شیخ صدر الدین عارف کے نام سے مشہور تھے، کہا جاتا ہے کہ جب کلام پاک پڑھتے یا ختم کرتے تو معرفت کے نئے نئے اسرار و مومنان پر عیان ہوتے، اسی لیے وہ عارف کے لقب سے مشہور ہوئے، تاریخ فرشتہ میں ہے،

”دیر عارف ازان گو کہ ہر بار ختم کلام اللہ کر دی، سمنذ فکر ت بیشتر راندی،

و دقتیکہ بتلاوت مشغول بودے اور افوج فوج معانی رونو دی“

فیاضی | والد بزرگوار کے وصال کے بعد جب رشد و ہدایت کی مندرپشمن ہوئے، تو ترکیب میں سات لاکھ نقد ملے، مگر یہ ساری رقم ایک ہی روز میں فقراء و مساکین میں تقسیم کرادی اور اپنے لیے ایک درم بھی نہ رکھا، کسی نے عرض کی کہ آپ کے والد بزرگوار اپنے خزانے میں نقد و جمع رکھتے تھے، اور اس کو تھوڑا تھوڑا صرف کرنا پسند کرتے تھے، آپ کا عمل بھی ان ہی کی روش کے مطابق ہونا چاہیے تھا، شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت بابا و نیا پر غالب تھے، اس لیے دولت ان کے پاس جمع ہو جاتی تو ان کو علانی دنیا کا کوئی خطرہ لاحق نہ ہوتا، اور وہ دولت کو تھوڑا تھوڑا خرچ کرتے تھے، مگر مجھ میں یہ وصف نہیں، اس لیے اندیشہ رہتا ہے کہ دنیا کے مال کے سبب دنیا کے فریب میں مبتلا نہ ہو جاؤں، اسی لیے میں نے ساری دولت علیحدہ کر دی،

مگر اس فیاضی اور جود و سخا کے باوجود ان کے یہاں دولت کی فراوانی رہتی تھی، ایک بار شیخ زکریا الدین فردوسی دہلی سے ملتان تشریف لے گئے، تو حضرت شیخ صدر الدین نے تاریخ فرشتہ ص ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵

سے بھی ملے آئے، اس وقت ان کے یہاں علماء و فقہاء کی بڑی تعداد موجود تھی، شیخ رکن الدین
 فردوسی کا بیان ہے کہ کھانے کا وقت آیا، تو ایسا پر تکلف و ستر خوان بچھایا گیا، جیسا بادشاہوں
 کے یہاں ہوا کرتا ہے، خود شیخ صدر الدینؒ کے سامنے طرح طرح کے کھانے اور حلوے تھے
 شیخ رکن الدینؒ فردوسی ایام بھین کے روزے سے تھے، مگر تبرکاً دیتنا کھانے میں شریک ہو گئے
 اور شیخ صدر الدینؒ کے قریب ہی دسترخوان پر بیٹھے، شیخ رکن الدینؒ نے اپنے میزبان
 کی خاطر روزہ تو افطار کر لیا، مگر سوچنے لگے کہ صرف افطار ہی پر اکتفا کی جائے یا کچھ اور کھا
 جائے، شیخ صدر الدینؒ نے اپنے ذریعہ باطن سے ان کی اس کشمکش کو محسوس کر کے فرمایا کہ
 جو شخص حرارت باطن سے طعام کو نور بنا کر حق تک پہنچا سکے اس کے لیے تقبیل طعام
 کی پابندی لازم نہیں،

چونکہ لقمہ می شود بر تو کمن تن من ہر چند بتوانی بخور^۱

ہمانوں کی خاطر سے شیخ دسترخوان پر ہاتھ نہ روکتے تھے کہ ان کے ہاتھ روک لینے
 سے ہمان کیس تکلف میں بھوکے نہ رہ جائیں،

حضرت شیخ صدر الدین	حضرت شیخ صدر الدین عارف کے خوارق و کرامات کی بہت
شہزادہ محمد سلطان	سی حکایتیں مشہور ہیں، ان میں سے ایک کچھ غور طلب ہے،

بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان غیاث الدین بلبن نے اپنے بڑے لڑکے شہزادہ محمد سلطان
 کو مغلوں کی یورش روکنے کے لیے ملتان بھیجا، شہزادہ کے ساتھ اس کی بیوی بھی
 تھی، جو سلطان رکن الدین ابراہیم بن شمس الدین المیتش کی لڑکی تھی، یہ شہزادی اپنی
 نیکی، حیا اور حسن کے لیے مشہور تھی، مگر شہزادے کی شرانجوری اور بستی سے عاجز تھی،

۱۔ فرشتہ ج ۲ ص ۱۱۱ و مرآۃ الاسرار قلمی نسخہ دارالمصنفین

مندان پہنچ کر ایک روز شہزادہ نے شراب کے نشہ میں بیوی کو طلاق دیدی اور اس سے علیحدگی اختیار کر لی، مگر نشہ کے بعد بیوی کی مفارقت گوارا نہ ہوئی، اور علما کو جمع کر کے مسئلہ پوچھا، انھوں نے بتایا کہ شہزادی اس کی زوجیت میں اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک کہ حلالہ نہ کر لے، شہزادہ کی تنک مزاجی اور حمیت نے اس کو گوارا نہ کیا اور غصے میں اٹھ کر خلوت میں چلا گیا، اور قاضی امیر الدین خوارزمی کو بلا کر کہا کہ باپ کے غیظ و غضب اور دوزخ کے عذاب سے ڈرتا ہوں، لیکن اس کی (یعنی شہزادی کی) مفارقت اور دوری بھی گوارا نہیں، قاضی امیر الدین خوارزمی نے رائے دی کہ شیخ صدر الدین عارف نیک اور اچھے بزرگ ہیں، پوشیدہ طور پر ان سے شہزادی کا نکاح کر کے طلاق دلا دیا جائے، شہزادہ اس پر راضی ہو گیا، اور حضرت شیخ صدر الدین عارف سے شہزادی کا نکاح کر دیا گیا، جب نکاح ہو چکا تو شہزادی نے حضرت شیخ صدر الدین عارف کے ہاتھوں پر گر کر کہا کہ اگر آپ مجھ کو پھر اس ظالم اور فاسق کے حوالہ کر دیں گے تو قیامت کے روز آپ کی دامنگیر ہوں گی، شیخ صدر الدین عارف کو اس کے عجیب و غریب پرہم آ گیا، اور انھوں نے شہزادی کو طلاق دینے سے انکار کر دیا شہزادہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس کے غصہ کی کوئی انتہاء نہ رہی، اور اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ دوسرے دن شیخ کے گھر کو خون سے رنگین کر دیا جائے، شیخ کو اس حکم کی خبر دی گئی تو ان میں کوئی تغیر نہ ہوا، اور اپنے اہلادہ پر قائم رہے، اسی دوران میں اجانک منزل حملہ آور ہو گئے، شہزادہ کی فوج پسپا ہوئی، اور وہ خود ان کے ہاتھوں قتل ہوا، فرشتہ نے اس واقعہ کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے، اور آخر میں یہ شعر نقل کیا ہے کہ

گنج قارون کہ فرومی رود از قعر مہنوز خواندہ باشی کہ ہم از غیرت و ریش ناست

مگر تعجب ہے کہ فرشتہ نے اس روایت کو صحیح سمجھا کر اپنی تاریخ میں کس طرح قلمبند کیا، اس نے سلطان غیاث الدین بلبن کے ذکر میں شہزادہ محمد سلطان کے اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ کی جو تصویر کھینچی ہے اس سے اس روایت کی تکذیب ہوتی ہے۔
فرشتہ لکھتا ہے :-

بلبن کے فرزندوں میں سب سے بہتر اور افضل شہزادہ محمد سلطان خان شہید ہے، یہ شہزادہ سلطان غیاث الدین بلبن کا بڑا پیارا اور محبوب ترین فرزند تھا، تمام عمدہ صفات اور پسندیدہ عادتیں جو ایک شہزادہ میں ہونی چاہیں سب حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس کو مرحمت کی تھیں یہ شہزادہ اپنی فضیلت، دانش اور ہنرمیں بے مثل تھا، اس کی مجلس ہمیشہ بڑے بڑے فاضلین اور شاعروں سے آراستہ رہتی تھی، اور وہ ان کو ہر طرح کی عنایتوں اور مہربانیوں سے سرفراز کرتا رہتا تھا، زمانہ اس کے جو دو کرم کی وجہ سے بہار اور چمن بنا ہوا تھا، اور اس کا (یعنی زمانہ کا) جیب و دامن انہرین اور سنہرنے سے پر تھا، امیر خسرو اور خواجہ حسن جیسے لوگ ملتان میں اس کے نزدیک خاص رہے، وہ دوسرے درباریوں سے زیادہ ان دونوں کی عزت کرتا تھا، اور ان کی نظم و نثر سے محفوظ ہوتا تھا، وہ اس قدر مہذب اور شایستہ تھا کہ اگر کسی مجلس میں تمام دن اور رات بیٹھنا پڑتا تو بھی اپنا ذوق اور نچاز نہ کرتا تھا، قسم کے وقت مرت تھا کہ لفظ اس کی زبان پر ہوتا، شراب کی مجلس اور ہستی میں بھی اس کی زبان سے کوئی نامائیک لفظ نہ نکلتا،

لے محمد سلطان جب غزنویوں کے ہاتھوں سے ہلاک ہوا تو محمد سلطان خان شہید کے نام سے مشہور ہوا،

ادب بزرگ کندم و راتو شاید طبع بجلۂ ادب آراہی تا بزرگ شوی

اس کی خوشگوار علمی مجلس میں شاہنامہ، دیوان خاقانی، انوری، جمنہ نظامی اور امیر خسرو کے اشعار پڑھے جاتے تھے، ارباب فہم و دانش اس کی شعر فہمی کے مستر تھے، امیر خسرو فرماتے تھے کہ میں نے سخن فہمی، باریک بینی، ذوق صحیح اور متقدمین اور متاخرین کے اشعار کی یادداشت میں سلطان محمد کے جیسا کسی کو نہ پایا، اس کے پاس ایک بیاض تھی جس میں مشہور شعراء کے منتخب اشعار خوش خط منقول تھے، امیر خسرو اوڈ خواجہ حسن اشعار کے انتخاب کی خوبی اور اس کی (یعنی سلطان محمد کی) سخن فہمی اور نکتہ رسی کے مداح تھے، اس کی شہادت کے بعد سلطان غیاث الدین بلبن نے یہ بیاض امیر علی بامداد کو دی، جس کے بعد امیر خسرو کو ملی اس زمانہ کے تمام شعراء نے اس بیاض کو دیکھا، اور ان منتخب اشعار کو اپنی اپنی بیاض میں نقل کیا، اور آپسے نوجوان شہزادہ کی وفات پر رنجیدہ ہوئے جس زمانہ میں سلطان محمد ملتان میں مقیم تھا، شیخ عثمان ترہذی جو اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ تھے وہ ان تشریف لائے، اس نے ان کی بڑی تعظیم اور خاطر داری کی، ان کی خدمت میں نذر اور ہدیہ پیش کیا، اور بہت اصرار کیا کہ وہ ملتان میں قیام فرمائیں اور ان کے ایک خانقاہ تعمیر کرائی جائے، اور اس کے مصارف کے لیے گائون وقف کیے جائیں، مگر شیخ عثمان ترہذی نے اس کو قبول نہ کیا اور وہاں سے چل کھڑے ہوئے، ایک روز شیخ عثمان اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے صاحبزادے شیخ غیاث الدین شہزادہ کی مجلس میں تشریف رکھتے تھے مجلس میں عربی اشعار پڑھے جاتے تھے کسی شعر کو سنکر ان بزرگوں اور مجلس کے تمام درویشوں پر وجد طاری ہو گیا، اور

وہ رقص کرنے لگے، محمد خان سلطان شہیدان کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوا، اور برابر زار و قطار روتا رہا، اگر کوئی شخص اس کی مجلس میں کوئی نصیحت امیر شہزادہ کو دے دینا کو دل سے بھلا کر اس کو بڑے شوق سے سنتا اور اس پر رقت طاری ہو جاتی۔

فرشتہ کے مندرجہ بالا بیان کی لفظ بلفظ تصدیق مولانا ضیاء الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی سے بھی ہوتی ہے، جو بابن کے عہد کی سب سے زیادہ معتبر اور مستند تاریخ ہے، مولانا ضیاء الدین برنی نے شہزادہ محمد سلطان کی بیوی کے طلاق اور پھر شیخ صدر الدین کے جناح کا ذکر مطلق نہیں کیا ہے بلکہ وہ شہزادہ کے ان تمام محاسن و اوصاف کو لکھ کر جن کا فرشتہ نے ذکر کیا ہے، ان الفاظ میں شہزادہ کی وفات کا تم کرتے ہیں،

”میں نے بار بار امیر خسرو اور امیر جن کو حسرت اور افسوس کے ساتھ کہتے سنا کہ اگر ہم لوگوں اور دوسرے ارباب ہنر کی قیمت یاد رہتی تو خان شہید زندہ رہتا، اللہ بلی تخت پر بیٹھتا، اور ہم اور تمام ارباب ہنر روپیوں میں غرق ہو جاتے، لیکن ارباب فضل و کمال کی قیمت کھوٹی تھی، زمانہ نے ان کی طرف کبھی انصاف کی آنکھوں سے نہیں دیکھا اور کبھی ان کو صاحب دولت و استقامت دیکھ سکتا ہے، غدار اور سفلہ نواز فلک میں اتنی طاقت کہاں سے آسکتی تھی کہ ایک مہربان ہنر شناس اور ہنر پرور بادشاہ کو شاہی تخت پر بیٹھنے دیتا، اور ارباب ہنر کو فروغ بخواتی، ان کے کام میں یہ شہر گر گئی ہے، کہ زمانہ کی بے نظیر و عدیم المثال شخصیتوں کو جا بجا جہنم اور ضرورت مند بنائے رکھتا ہے، اور گنہگار اور نا کام لوگوں کو جن کے حلق میں گند پانی اور ناپاک چیزیں ہونی چاہئیں، ہزار ناز و نعمت کے ساتھ پرورش کرتا ہے،

ریچھ اور سوہ کو تو مرصع اور مکمل اور عنذ لیب و لیل کو قفس میں ذلت کے ساتھ مجبور و مجبوس اور مایوس
رکھتا ہے۔

خود امیر خسرو شہزادہ محمد سلطان کے ساتھ منفلون کی ٹیم میں تھے، اور شہزادہ کی شہادت کے
بعد منفلون کے ہاتھوں گرفتار ہو کر مجبوس بھی رہے، شہزادہ کی شہادت پر ایک نئے پٹان مڑی بھی کہتا
مگر کہیں اس کی بیوی کے طلاق و نکاح کا ذکر نہیں کیا ہے۔ میر حسن نے بھی نثر میں شہزادہ کی وفات
حسرت آیات پر آنسو بہائے ہیں، ایک جگہ اس میں بھی شہزادہ کی بیوی کے حلالہ کا کہیں ذکر نہیں
امیر خسرو اور امیر حسن کے مرثیوں کو اتم نامے استقدر مقبول ہوئے کہ لوگ شہزادہ کی یاد تازہ کرتے
کے لیے ان کو برابر اپنے مطالعہ میں رکھتے تھے، چنانچہ تیموری دور کے مورخ ملا علی القادر بلخی
نے میر حسن اور امیر خسرو کے مرثیوں کو اپنی منتخب التواریخ میں چوبیس صفحوں میں نقل کیا ہے،
مگر شہزادہ محمد سلطان اور شیخ صدر الدین کی کشیدگی اور ناگواری کا کہیں اشارہ تک نہیں ہے،
البتہ طبقات اکبری میں اس واقعہ کا کچھ ذکر ہے، مگر مؤلف کو خود اس کی صحت میں شک ہے
اس لیے اس روایت کی ابتداء گویہ سے کی ہے، یعنی یہ عوام کی روایت ہے، رقم السطور
کی بھی یہی رائے ہے کہ یہ واقعہ محض عقیدہ تمدن عوام کی روایت ہے، جس کی کوئی اصلیت
نہیں ہے۔

صحبت کیا اثر | حضرت شیخ صدر الدین کی کیا اثر صحبت اور تربیت سے منور و ابزرگال پیدا
ہوئے جو مختلف مقامات میں مخلوق خدا کے ظاہری و باطنی اخلاق کو آراستہ کرنے میں مشغول
تھے، شیخ جمال خندان ان سے تربیت پائے۔ کہ ہو، اور چھ مین قیام قیام ہوئے، اور وہاں
کی مخلوق کو فیضیاب کرنے کے بعد اسی سرزمین میں آسودہ خواب ہیں، ایک دوسرے خلیفہ

لہذا تاریخ فیروز شاہی ص ۶۸ و ۶۹، منتخب التواریخ ج ۱ ص ۱۵۵-۱۶۱، طبقات اکبری ج ۱ ص ۸۸

شیخ حسام الدین لمٹانی کو بایون میں رہنے کا حکم ملا تھا چنانچہ وہ آخر وقت تک یہیں رہے اور یہیں ان کا فرار ہے، ایک اور خلیفہ مولانا علاء الدین بخندی حضرت شیخ صدر الدین کی خدمت میں چودہ سال تک رہے، ان کا سب سے بڑا وصف یہ تھا کہ وہ روز و رات کلام پاک ختم کرتے تھے، ان کے مرشدان کو محبوب اللہ کہا کرتے تھے، ان خانقاہ میں شیخ احمد بن محمد قندھار

المعروف بہ شیخ احمد مستوف پر سب سے زیادہ جذبِ سکر کی کیفیت طاری رہتی، اس کو چہرہ میں آنے سے پہلے وہ گھوڑوں اور دوسری چیزوں کے تاجر تھے، دولت کی فراوانی کی وجہ سے عیش و عشرت میں مشغول رہتے تھے، محض نشاط میں شراب سے بھی مشغول کرتے تھے، ایک مرتبہ تجارت کے سلسلہ میں قندھار سے لمٹان آئے تو حضرت شیخ صدر الدین کی زیارت کے لیے بھی حاضر ہوئے۔ شیخ نے اپنا جھوٹا ایک لقمہ ان کو کھانے کو دیا، اس کو کھاتے ہی ان پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی، اسی وقت تجارت کا سارا سامان فقرا و مساکین میں تقسیم کر دیا، اور مرشد کی خانقاہ میں عزت نشین ہو گئے، اور سات سال تک تربیت پاتے رہے، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں فوائد الغلوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ

”ایک بار پہلے کے جاڑے میں آدمی رات کو وہ باہر آئے، اور پاس ہی بستے ہو پانی میں جا کر کھڑے ہو گئے، اور کہنے لگے کہ الہی میں اس وقت تک اس جگہ سے باہر نہ نکلوں گا، جب تک مجھ کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں کیا ہوں، ان کے کان میں آواز آئی کہ تم وہ ہو کہ تمہاری وجہ سے قیامت کے روز بہت سے لوگ دوزخ سے محفوظ رہیں گے، شیخ احمد نے کہا کہ صرف اس بات پر اکتفا نہیں کر سکتا ہوں، پھر آواز سنی کہ تم وہ ہو کہ قیامت کے روز تمہاری عنایت کی وجہ سے بہت سے لوگ

بہشت میں جائیں گے۔ شیخ احمد نے کہا کہ اس سے بھی تسلی نہیں ہوئی، میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میں کیا ہوں، آواز دانی کہ ہم نے حکم کر دیا ہے کہ سارے درویش اور عارف ہمارے عاشق ہوں، مگر تم ہمارے معشوق ہو، یہ سنکر خواجہ احمد ہاشمی نکل کر شہر کی طرف گئے، راستہ میں جو شخص ان سے ملتا "السلام علیکم یا شیخ احمد معشوق" کہتا،

فوائد الفوائد میں ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا واقعہ بیان کر کے زار و قطار رونے لگے، کسی نے اس مجلس میں کہا کہ شیخ احمد نماز نہیں پڑھتے تھے، خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہاں جب ان سے کہا جاتا تھا کہ وہ نماز کیوں نہیں پڑھتے، تو کہتے تھے کہ نماز پڑھوں گا، مگر سورہ فاتحہ نہیں پڑھوں گا، اس پر اعتراض ہوتا کہ یہ نماز درست نہ ہوگی، اور جب ان سے اور صراحت کیا جاتا تو کہتے کہ سورہ فاتحہ پڑھوں گا، مگر آیات نعبد و آیات نستعین "چھوڑ دوں گا، پھر ان سے کہا جاتا کہ اس آیت کو بھی پڑھنا ہوگا، اس رد و قدح کے بعد وہ نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے مگر سورہ فاتحہ پڑھتے وقت جب مذکورہ بالا آیت زبان پر آتی تو ان کے ہرین منہ سے خون جاری ہو جاتا، اور نماز توڑ دیتے اور حاضرین کو مخاطب کر کے کہتے کہ ایسی حالت میں نماز کیسے جائز ہو سکتی ہے، واللہ اعلم بالصواب،

علی بادگار حضرت شیخ صدر الدین نے ان روحانی یادگاروں کے علاوہ ایک علی بادگار کنونز الفوائد میں بھی چھوڑی ہے، یہ ان کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، جس کو ان کے ایک مرید خواجہ ضیاء الدین نے مرتب کیا تھا، رقم السطور کی نظر سے یہ کتاب نہیں گزری، مگر

اخبار الاخیار میں اس کے طویل اقتباسات ہیں، ان ہی کی مدد سے ہم شیخ صدر الدین کی صوفیانہ تعلیمات کا خاکہ ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں،

تعلیمات | فرماتے تھے کہ حدیث قدسی میں ہے کہ لا الہ الا اللہ حصنی فمن دخلہ امن

عند ابی یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ (حصن) ہے جو کوئی اس کے اندر داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا، اس قلعہ کی تصریح کرتے ہوئے

فرماتے ہیں کہ قلعہ کی تین قسمیں ہیں، ظاہر، باطن اور حقیقت، حصن ظاہر یہ ہے کہ بندہ خدا کے سوا کسی سے نہ خوف زدہ ہو، اور نہ کسی سے کوئی امید رکھے، اگر تمام دنیا کے لوگ اس کے

دشمن ہو جائیں تو اس سے مترد نہ ہو، اگر دنیا والے اس کے دوست ہو جائیں تو اس سے عموماً نہ ہو، کیونکہ خداوند تعالیٰ کے حکم کے بغیر نفع و ضرر اور خیر و شر کا طور نہیں ہوتا، حصن باطن

یہ ہے کہ یقین ہو کہ موت سے پہلے جو کچھ بھی پیش آتا ہے وہ بالکل ماضی اور آئی و فانی ہے اور دنیا کی کسی چیز کو ثبات نہیں، اس لیے اس کی ہستی و نیستی قابل التفات نہیں

حصن حقیقت یہ ہے کہ دل میں نہ بہشت کی آرزو ہو، اور نہ دوزخ کا خوف ہو، صرف اللہ ہی اللہ ہو، دل میں جب یہ سچائی راسخ ہو جاتی ہے، تو بہشت خود بخود پیچھے چلی آتی ہے

ایک اور موقع پر مریدوں سے فرمایا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی پہلی شرط یہ ہے کہ جس پر آپ ایمان لائے، اس پر ایمان لا کر بندہ ثابت قدم رہے، اور شک و شبہ

کے بجائے رغبت، محبت اور معرفت کے ساتھ دل میں یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اپنی ذات میں اکیلا اور اپنی صفات میں یگانہ ہے، وہ تمام صفات کمالیہ سے متصف ہے

اسما، صفات اور افعال کے لحاظ سے قدیم ہے، اوہام و افہام کی اور اک سے بالاتر ہے،

حدوث، عوارض اور اجسام کی علامتوں سے پاک ہے، تمام عالم اسی کا پیہا کیا ہوا ہے اس کی ذات و صفات میں چون و چرا کرنا جائز نہیں، وہ خود کسی چیز سے مشابہ ہے، اور نہ کوئی چیز اس سے مشابہ ہے، تمام پیہر اسی کے بھیجے ہوئے ہیں، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام پیہر دن میں غفلت میں، اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے، صحیح اور درست ہے، اور اس میں کوئی تفاوت نہیں، خواہ یہ باتیں عقل میں آئیں یا نہ آئیں، اگر نہ آئیں تو بھی ان کو تسلیم کر لینا چاہیے، تاکہ اعتقاد درست رہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم کو جانا، اس کی کیفیت اور کنہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کی، اگر خداوند تعالیٰ کے حکم کی تاویل آیات اور احادیث کے مطابق ہو تو تاویل کرنا جائز ہے، ایمان کی صحت کی علامت یہ ہے کہ اگر بندہ نیک کام کرے تو اس کو خوشی محسوس ہو، اور اگر اس سے برائی سرزد ہو تو اس کو برائی برائی محسوس بندہ کے ایمان کی استقامت کی علامت یہ ہے کہ وہ علم کے بجائے ذوق و حال کی بنا پر اللہ اور رسول کو محبوب رکھے،

ایک دوسرے موقع پر مریدوں کو نصیحت کی، کہ کوئی سانس ذکر کے بغیر باہر نہ نکلنا چاہیے، کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کوئی ذکر کے بغیر سانس لیتا ہے، وہ اپنا حال ضائع کرتا ہے، ذکر کے وقت وسوسہ اور حدیث نفس سے گریز کرنا چاہیے، اور جب یہ صفت پیدا ہو جائے گی تو وسوسے اور حدیث نفس ذکر کے نور سے جل جائیں گے، اور دل میں نور ذکر اترتا جائے گا، اور اس میں ذکر کی حقیقت شکن ہو جائے گی، پھر ذکر مذکور کے مشابہہ کے ساتھ ہو گا، اور دل نور کے یقین سے منور ہو جائے گا، اور یہی طالبوں اور سالکوں کا مقصود ہے،

این کار دوست است کنون تا کرین رسد

ایک اور موقع پر مریدوں کو تلقین کی کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، تو اس کو بندہ سید لکھ دیتا ہے، اور اس کو زبان کے ذکر کے ساتھ قلب کی موافقت کی توفیق عطا کرتا ہے، اور زبان کے ذکر سے قلب کے ذکر کی جانب ترقی دیتا ہے، یہاں تک کہ اگر زبان ذکر سے خاموش رہتی ہے تو قلب خاموش نہیں ہوتا، ایسی ذکر کثیر ہے، اور اس ذکر تک بندہ اس وقت تک نہیں پہنچتا جب تک کہ وہ نفاق سے بری نہ ہو، جس کا اشارہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں ہے کہ میری امت کے اکثر منافق اس کے قاری ہیں، اس نفاق سے مراد غیر خدا کے ساتھ وقوف اور تعلق باطن ہے، اس سے پرہیز ضروری ہے، باطن کا لگاؤ صرف خدا کے ساتھ ہونا چاہیے، چنانچہ بندہ کو تجرید ظاہری یعنی ناپسندیدہ چیزوں سے علیحدگی کی توفیق ملتی ہے اور وہ برے وساوس اور اخلاقی ندموں سے پاک و صاف ہو کر تفرید باطن سے معزز ہوتا ہے، تو قریب ہوتا ہے کہ اس کے باطن میں نذر کا ذکر متجلی ہو جائے، اور شیطانی وساوس اور نفسانی خواہشات اس سے دور ہو جائیں، اور اس کے باطن میں نور کے ذکر کا جوہر نمایاں ہو جائے، یہاں تک کہ اس کا ذکر مشاہدہ نذکور کو متجلی کر دے، اور یہ وہ مرتبہ بلند اور عطیہ عظمیٰ ہے کہ اس کے حصول کے لیے امت کے اصحاب ہمت اور ارباب بصیرت کی گردنیں بڑھتی ہیں،

وفات | حضرت شیخ صدر الدین قدس سرہ کا وصال ملتان میں ۳ ماہ ذی الحجہ کو ظہر و عصر کے درمیان ہوا، تاریخ فرشتہ میں سال وفات ۱۰۰۰ھ ہے، جو غلط معلوم ہوتا ہے

لے تاریخ فرشتہ ج ۲ ص ۱۱۱،

سفینۃ الاولیاء اور مرآۃ الاسرار میں ۶۸۴ھ درج ہے، سفینۃ الاولیاء کے مصنف کا بیان ہے
 ”و در ملتان بمناقصہ والد بزرگوار خود ہزودہ سال بعد از ایشان بارشاد و تکمیل
 طالبان و مریدان اشتغال داشتند“

۶۵۶ھ
 حضرت بہاء الدین زکریا کئے سال وفات کی صحیح تعیین نہیں ہو سکی ہے، اگر
 تسلیم کر لیا جائے تو حضرت شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا سال وصال ۶۴۴ھ ہو سکتا
 ہے، مرآۃ الاسرار کے مؤلف کا بیان ہے کہ وفات کے وقت عمر شریف ۶۹ سال کی
 تھی، مگر بعض تذکروں میں ۷۳ سال بھی بتائی جاتی ہے، اس لیے تاریخ ولادت کی
 تعیین مشکل ہے، گو بعض روایتوں کے مطابق شب جمعہ ۱۱۳۷ھ بتائی گئی ہے، مرقہ مبارک
 ملتان ہی میں حضرت بہاء الدین زکریا کے پسر ہیں ہے۔

لے سفینۃ الاولیاء ص ۱۹۹



حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ

وجہ تسمیہ گنج شکر | اہم گرامی مسعود، لقب فرید الدین تھا، مگر عام طور سے گنج شکر کے لقب سے مشہور تھے۔ گنج شکر کی وجہ تسمیہ مختلف بتائی جاتی ہے، سیر العارفین کے مولف کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں اپنے مرشد حضرت خواجہ بختیار کاکی کی خدمت میں تربیت حاصل کر رہے تھے تو ایک بار انھوں نے سات دن تک متواتر روزے رکھے، ایک دن افطار کے وقت اپنے حجرے غزنین دروازہ سے خواجہ بختیار کاکی کے پاس جا رہے تھے کہ ایک جگہ کچڑ میں پاؤں پھسل گیا اور آپ زمین پر گر پڑے کچھ کچڑ منہ میں چلی گئی، مگر اللہ تبارک تعالیٰ کی قدرت سے کچڑ شکر بن گئی، مرشد کی خدمت میں پہنچ کر یہ واقعہ بیان کیا، انھوں نے فرمایا اگر مٹی تمہارے منہ میں شکر بن گئی، تو خداوند تعالیٰ تمہارے سارے وجود کو شکر بنا دے گا۔ اور تم ہمیشہ شیریں رہو گے، اسی کے بعد گنج شکر مشہور ہو گئے۔ سیر العارفین کے مصنف کا بیان ہے کہ ایک بار خواجہ فرید الدین نے متواتر روزے رکھے ایک دن افطار میں کوئی چیز کھانے کو نہ ملی، حالت گرسنگی میں رات کو سنگریزے منہ میں رکھ لیے سنگریزے شکر ہو گئے، جب یہ خبر خواجہ بختیار کاکی پہنچی تو فرمایا، فرید گنج شکر ہے، خزینۃ الاصفیاء کے مولف نے تذکرۃ العاتقین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک سماعی و اگر اونٹوں پر شکر لاد کر ملتان سے دہلی جا رہا تھا جب وہ اجودھن پہنچا، تو شیخ فرید الدین

نے اس سے پوچھا اونٹون پر کیا ہے، سوداگر نے منحرف سے جواب دیا، نلک ہے، یہ
 شکر شیخ فرید الدینؒ نے فرمایا بہتر ہے، نلک ہی ہوگا، سوداگر جب اپنی منزل مقصود
 پر پہنچا تو اونٹون پر شکر کے بجائے نلک پا کر سخت گھبرایا، اسی وقت واپس ہوا، اور
 شیخ فریدؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر تقصیر کی معافی چاہی، شیخ نے فرمایا کہ اگر شکر تھی تو
 شکر ہو جائے گی، چنانچہ پھر نلک شکر میں تبدیل ہو گیا، بیرم خان غاٹخانان نے
 اس واقعہ کو منظوم کیا ہے، اس کا ایک شعر ہے:

کان نلک، جان شکر شیخ مجرور
 آن کر شکر نلک کنڈاز نلک شکر

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت شیخ فرید الدینؒ جب جنگلون اور پہاڑوں میں
 ریاضت کر رہے تھے، تو ایک دن ان کو بہت پیاس معلوم ہوئی، ایک کنوین کے
 پاس پہنچے، لیکن وہاں ڈول اور ڈوری نہ تھی، ناامید ہو کر کنوین کے پاس کھڑے
 ہو گئے، تھوڑی دیر میں دو جنگلی ہرن کنوین کے پاس آئے، کنوین کا پانی ابل کر کنارہ
 تک آگیا، دونوں ہرنوں نے اپنی پیاس بجھائی، شیخ فرید الدینؒ بھی پانی پینا چاہتے
 تھے کہ پانی گہرائی میں اتر گیا، شیخ فرید الدینؒ متحیر ہوئے، آسمان کی طرف منہ اٹھا کر
 کہا "اللہ ابرہون کو تو تر نے پانی پلا دیا، اور اپنے بندے کو کیوں محروم کر دیا، اواز دانی
 تو نے ڈول اور ڈوری پر اعتماد کیا اور ان جانوروں نے مجھ پر بھروسہ کیا، اس لیے تم
 محروم رہے، وہ دونوں ہرن میرا بھروسہ ہوئے، یہ سن کر شیخ فرید الدینؒ بہت متاسف
 ہوئے، اور نفس کشی کے لیے چالیس روز تک چلہ منکوس کیا، اس مدت میں پانی کا
 ایک قطرہ بھی منہ میں نہ ڈالا، چلہ ختم ہونے کے بعد ایک مٹی خاک منہ میں ڈالی جو فوراً

شکر ہو گئی، غیب سے آواز آئی، اسے فرید ایتیرے چلے کو ہم نے قبول کیا، اور تھکوا لے لیے چن لیا، اور شیریں سخون کے گروہ میں تھکوا گنج شکر بنایا۔
اسی طرح کی کچھ اور روایتیں بھی ہیں،

مولد و نسب نامہ | حضرت شیخ فرید الدین کی ولادت باسعادت ۷۸۲ھ میں قصبہ کنہی ل (کھوتوال) ضلع ملتان میں ہوئی، سلسلہ نسب درمیان میں فرخ شاہ بادشاہ کابل اور سلطان ابراہیم بن ادہم اور آخر میں حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا ہے، پورا نسب نامہ یہ ہے
شیخ فرید الدین گنج شکر بن جمال الدین سلیمان بن شیخ شعیب بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ محمد بن شیخ شہاب الدین بن شیخ احمد المشہور بہ فرخ شاہ بادشاہ کابل بن نصیر الدین بن محمد المعروف بہ نیشاں شاہ بن سامان شاہ بن سلیمان بن مسعود بن عبد اللہ واعظ الاکبر بن ابوالفتح بن اسحاق بن قطب الداعیین سلطان ابراہیم بادشاہ بلخ بن ادہم بن سلیمان بن ناصر بن عبد اللہ بن امیر المومنین فاروق الاعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

حضرت شیخ فرید کے والد بزرگوار حضرت جمال الدین سلیمان شہاب الدین غوری کے زمانہ میں کابل سے لاہور آئے، پھر کچھ دنوں قصود اور ملتان میں رہ کر کسی وال اُسے، اور یہیں سکونت پذیر ہو گئے، اور اسی مقام پر حضرت فرید الدین کی ولادت ہوئی، والدہ ماجدہ کا نام قمر سم خاتون بنت ملا وجیہ الدین تھا، ابتدائی تعلیم | حضرت شیخ فرید نے ابتدائی تعلیم قصبہ کنہی وال ہی میں باپ ہی سے

لے خزانۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۲۹۳ ۲۹۴ ایضاً ج ۱ ص ۲۸۸ مگر سیر الادبیات میں ۷۹۹ھ مرقوم

مزید تعلیم کے لیے ملتان آ گئے، یہاں ایک مسجد میں قیام کر کے کلام پاک حفظ کیا، بیان کیا جاتا ہے کہ ہر رات ایک بار کلام مجید ختم کرتے تھے، اسی مسجد میں فقہ کی کتاب نافع مولانا منہاج الدین ترمذی سے پڑھی، اسی زمانہ میں حضرت بختیار کاکی کا درو و مسعود ملتان میں ہوا۔

بعیت | ایک روز حضرت بختیار کاکی اسی مسجد میں جس میں شیخ فرید رہتے تھے، نماز پڑھنے گئے تشریف لائے، اور پہلی ہی نظر میں شیخ فرید اس شیخ معرفت کے پڑانے ہو گئے، اور انکے ہاتھ پر بعیت کی، اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال کی تھی، خیر المجلس (اردو ترجمہ ص ۱۷۱) میں ہے کہ بعیت کے وقت حضرت شیخ فرید کو مخاطب کر کے حضرت بختیار کاکی نے یہ رباعی پڑھی،

مقبول توجہ مقبل جاوید نشد وز لطف تو بیج بندہ نوید نشد

لطفت بکدام بندہ پیوست نہی کان ذرہ باز نہ زاد خود شید نشد

جب حضرت بختیار کاکی نے دہلی کا رخ کیا تو شیخ فرید کو مزید تعلیم کی تلقین فرمائی، چنانچہ وہ ہندوستان سے نکل کر غزنی، ہندوستان اور بدخشان وغیرہ میں علوم ظاہری و باطنی حاصل کرتے رہے۔

سیاحت | حضرت خواجہ فرید الدین کے ملفوظات، احاطہ القلوب میں ان کی سیاحت کے جتہ جتہ واقعات مذکور ہیں، جن کو ہم بیان اس غرض سے قلمبند کرتے ہیں کہ ہر اندازہ ہو کہ وہ مختلف مقامات کے اولیاء اللہ کی صحبت سے کس کس طرح بہرہ مند ہوئے، فرماتے ہیں کہ میں نے ہندو میں شیخ شہاب الدین عمر سرور دہلی کی زیارت کی، اور

لے راحت القلوب ص ۱۵۵-۱۵۹، ۱۶۱-۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴

ان سے کئی روز تک فیضِ صحبت ماحصل کرتا رہا، کوئی دن ایسا نہیں گذرتا تھا کہ ان کی خانقاہ میں دس بارہ ہزار سے کم فتوح نہ لگتی ہو، اور وہ اس کو اسی روز راہِ خدا میں خرچ نہ فرمادیتے ہوں، ایک پیسہ بھی شام تک باقی نہیں رکھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اگر میں ایک پائی بھی رکھوں تو مجھے موت دکھیں گے بلکہ مالدار کہیں گے،

حضرت بابا گنج شکر کو حضرت شیخ شہاب الدین سروردی سے آخر عمر تک بڑی عقیدت رہی، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدین سروردی کی تصنیف عوارف المعارف کو آپ (یعنی حضرت بابا گنج شکر) بڑی خوش اسلوبی سے پڑھاتے تھے، اور آپ کے پڑھانے میں یہ اثر تھا کہ سننے والوں کے ہوش بیا نہیں رہتے تھے، میں نے اس کتاب کے پانچ باب آپ ہی سے پڑھے، اور آپ کے بیان کی لذت سے مجھ پر کسی بے خودی طاری ہو جاتی کہ اگر ایسی حالت میں موت آجاتی، تو ایک بڑی دولت ملتی، آپ کے گھر میں فرزند ارجمند پیدا ہوا، تو اس کا نام بھی شہاب الدین ہی رکھا،

فرماتے ہیں کہ جب میں بندہ امین تھا تو برابر اسی خیال میں رہتا کہ کسی اہل اللہ کی زیارت نصیب ہو، اپنا یہ خیال ہر کس و ناکس سے ظاہر کرتا، اور بزرگانِ دین کا سراغ لگاتا، ایک بزرگ کا حال معلوم ہوا کہ وہ دریا سے دجلہ کے کنارہ ایک غار میں سکونت پذیر ہیں، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، تو وہ نماز میں مصروف تھے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے سلام کیا، سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، میں بیٹھ گیا، ان کے چہرے سے بڑی عظمت و مہیبت ظاہر ہوتی تھی، ان کا منہ چودہویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا، میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا، اگر بزرگوں کی زیارت کی غرض سے یہ سفر اختیار

کیا ہے، تو اللہ تعالیٰ تم کو بھی بزرگی عطا فرمائے گا، میں نے سر تسلیم خم کیا، اس کے بعد فرمایا کہ کم و بیش پچاس سال سے اسی غار میں رہتا ہوں، حضرت جبریل علیہ السلام کی اولاد سے ہوں، جڑی بوٹی میری غذا ہے، عرصہ میں سال سے شب زندہ دار ہوں، لیکن گذشتہ شب اتفاقاً میری آنکھ مصلے پر لگ گئی، اور ایک خواب دیکھا، یہ رات معراج کی تھی، خواب میں اس رات کی فصیلت ظاہر ہوئی، خواب بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ جو شخص خدا کی طلب کرتا ہے حق تعالیٰ بھی اس کا طالب ہوتا ہے، ان کا معمول تھا کہ عشا کی نماز کے بعد سے صبح تک نماز منکوس پڑھتے رہتے تھے۔

حضرت بابا گنج شکر ارشاد فرماتے ہیں کہ جس وقت میں بغداد اور اس کے نواح میں سفر کر رہا تھا، تو میری ملاقات خواجہ اہل سحری سے ہوئی، میں نے سلام کیا، اور انھوں نے جواب دے کر مصافحہ کیا، اور مجھ کو دیکھ کر فرمایا:

”بیا شکر عالم نیک آمدی بنشین“

میں وہیں بیٹھ گیا، آپ نے میرے حال پر بہت لطف و کرم فرمایا، اور کئی روز تک مجھ کو ہمان رکھا، میں نے اپنے قیام کے زمانہ میں دیکھا کہ کسی آنے والے کو خالی نہ جانے دیتے تھے، اگر کچھ موجود ہوتا، تو خستہ خراہی عطا فرماتے، میں جب رخصت ہونے لگا تو دعاوی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے رزق میں برکت دے، میں نے وہاں کے لوگوں سے سنا کہ آپ صیبا فرماتے ہیں ویسا ہی ہوتا ہے، اسی نواح میں ایک اور بزرگ سے ملاقات ہوئی، جو بہت ہی لاغر اندام تھے، ان کے جسم میں گوشت مطلق نہ تھا، جس مقام پر وہ رہتے تھے وہ ایسے دیرانے میں تھا کہ وہاں چرند و پرند بھی نہ تھے، میں سوچنے لگا کہ یہ بزرگ ایسے خراب میں کیوں

رہتے ہیں، یہاں ان کی خورش کا سامان کہاں سے ہوتا ہوگا، وہ بزرگ میری طرف مخاطب ہوئے، اور فرمانے لگے کہ مجھ کو اس غار میں رہتے ہوئے چالیس سال گزر گئے۔ میری خود بخود عرض و خاشاک کے کچھ اور نہیں، میں چند روز ان کی صحبت میں رہا، اور پھر وہاں سے بخار کی طرف روانہ ہوا، وہاں شیخ سیف الدین باخزندی سے ملاقات ہوئی، بڑے با عظمت اور پر ہیبت بزرگ تھے، جب ان کی مجلس میں پہنچا، اور سلام عرض کیا تو فرمایا بیٹھ جاؤ، میں بیٹھ گیا، آپ ہر لحظہ میری جانب دیکھ کر فرماتے یہ مشائخ میں سے ہوگا، اور بہت سے اس کے مرید ہوں گے، تھوڑی دیر کے بعد اپنے دوش مبارک سے سیاہ کھل اتار کر مجھ پر ڈال دیا، اور فرمایا کیسل اوڑھ لو، میں نے اوڑھ لیا، چند روز آپ کی خدمت میں رہا، ایک دن بھی ایسا نہیں ہوتا تھا کہ تقریباً ایک ہزار آدمی ان کے دسترخوان پر کھانا نہ کھاتے ہوں، کوئی خانقاہ سے محروم نہ جاتا، (ص ۵)

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں کہ جب میں بخارا میں شیخ سیف الدین باخزندی کی خدمت میں حاضر تھا تو ایک شخص ان کے پاس آیا، اور عرض کیا کہ یا حضرت! میں مال رکھتا ہوں، لیکن کئی سال سے اس میں نقصان ہوتا ہے، اور میں خود بھی بیمار ہو جاتا ہوں، اس سے اور بھی نقصان ہوتا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی مسلمان کے مال میں نقصان ہو تو سمجھنا چاہیے کہ اس کے دل میں کھوٹ ہے، اس کو نقصان اس لیے ہوتا ہے کہ اس کا ایمان درست ہو جائے،

فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ سیف الدین باخزندی کے یہاں سے روانہ ہو کر میں آپ مسجد میں شب باش ہوا، یہاں خبر ملی کہ اس مسجد کے پاس ایک غار ہے جہاں ایک اہل دل بزرگ رہتے ہیں، علی الصباح انکی خدمت میں پہنچا، اس وقت تک کہ میں نے

ان کے جیسا پر ہیبت بزرگ کسی اور کو نہیں پایا تھا، عالم تفکر میں کھڑے تھے، چار رات اوڑھ
 دن کے بعد عالم صبح میں آئے، میں نے سلام کیا، سلام کا جواب دیکر فرمایا، تم کو مجھ سے
 تکلیف پہنچی، بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا، فرمایا میں خاندان خمس العارفین سے ہوں، تیس برس
 سے اس صومعہ میں رہتا ہوں، لیکن اس مدت میں حیرت اور دہشت کے سوا مجھ کو کوئی
 اور چیز حاصل نہیں ہوئی، شاید تم اس کے سبب کے واقف نہ ہو، میں نے عرض کیا کہ مجھ کو
 اس کی وجہ معلوم نہیں، آپ ارشاد فرمائیں، فرمایا یہ راہ راست بازوں کی ہے، جس
 شخص نے اس راہ میں راستی سے قدم رکھا وہ منزل مقصود کو پہنچا، اور اس کو وصالِ دوست
 نصیب ہوا، اور جس نے دوست کی رضا کے بغیر قدم بڑھایا وہ جل کر رہ جائے گا،
 میرے اور حق تعالیٰ کے درمیان ستر ہزار حجاب ہیں، جب پہلا حجاب اٹھا تو دیکھا کہ مقربان
 بارگاہِ آنکھیں اوپر کیے ہوئے دیکھ رہے ہیں، اس طرح کچے بعد دیگرے حجابات اٹھتے
 گئے، اور جب حجاب خاص کے پاس پہنچا تو آواز آئی کہ اس حجاب کے آگے وہی بڑھ سکتا
 ہے جس نے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بیگانہ ہو کر مجھ سے رشتہ یگانگی جوڑا، میں نے
 عرض کیا کہ میں تمام چیزوں سے بیگانہ ہوں، آواز آئی کہ اگر تو نے سب کو چھوڑ دیا ہے تو
 مجھ سے مل گیا، اس وقت میں نے نگاہ ڈالی تو اپنے آپ کو اس صومعہ میں پایا، پس
 اے فرزند! اس راہ میں سب سے بیگانہ ہونا چاہیے، تاکہ حق تعالیٰ سے رشتہ یگانگی قائم ہو،
 اس کے بعد حضرت بابا گنج شکر نے فرمایا کہ اس گفتگو کے بعد مغرب کی نماز کا وقت آیا،
 تو ہم دونوں نے باجماعت نماز پڑھی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو دو پیالہ آش اوڑھ
 چار روٹیاں آئیں، مجھ سے کھانے کو ارشاد فرمایا، میں نے کھانا ساتھ کھایا، عجیب مزے
 کا تھا، وہ حلاوت آج تک میں نے کسی اور کھانے میں نہیں پائی، اس رات کو میں

وہیں مقیم رہا،

ارشادات گرامی میں ہے کہ جب میں نواح غزنی میں تھا، تو ایک رات کسی مسجد میں شب باش ہوا، وہاں چند درویش رہتے تھے، ان میں سے ہر ایک بڑا عبادت گزار تھا، میں رات بھر ان کی خدمت میں رہا، صبح کو وہاں سے روانہ ہو کر ایک حوض پر پہنچا، جہاں ایک بزرگ تشریف فرما تھے، وہ بہت لاغر ضعیف اور کمزور تھے، میں نے لاغری اور کمزوری کا سبب پوچھا تو فرمایا مجھے عارضہ شکم ہے، دن بھر ان کی خدمت میں رہا، جب رات ہوئی، تو ان کا عارضہ بڑھا، ان کا معمول تھا کہ ہر رات سو رکعت نفل ادا فرماتے، لیکن دور رکعت کے بعد ان کو قضاے حاجت کی ضرورت ہوتی تھی، قضاے حاجت کے واسطے تشریف لے جاتے، واپس آ کر غسل فرماتے، اور پھر نماز میں مشغول ہو جاتے، پھر حاجت ہوتی، اور پھر غسل کر کے دو گانہ ادا فرماتے، اس طرح اس رات وہ مسلسل ساٹھ بار نہائے اور اپنا وظیفہ ادا کیا، آخری بار جب نہانے تشریف لے گئے تو پانی کے اندر ہی انتقال فرما گئے، سبحان اللہ، کتنے مضبوط اور راسخ العقیدہ تھے، یہ لکھ رہا ہوں کہ گنج شکر رونے لگے،

غزنی ہی کے نواح کی سیاحت کے متعلق فرماتے ہیں کہ کسی شہر کی مسجد میں مصائب تشریف میں امام حادسی کی بھی قدم بوسی کی، اور ان کی خدمت میں عزم رکھا، وہاں ایک اور عظمت بزرگ تھے، جو ہر رات تین بار کلام پاک ختم کرتے، بلکہ چار پارے اور زیادہ پڑھ جاتے، انھوں نے مجھ کو نصیحت فرمائی کہ ماہ سلوک میں جفا کشی اور محنت بہت ضروری ہے، جب تک عبادت کاملہ اور ریاضات شادہ

لے راحت القلوب ص ۵۰۷

نہ کرو گے، مقام اعلیٰ کو نہ پہنچو گے، کیونکہ اہل صفہ نے فرمایا ہے کہ اس راہ میں اصلی چیز مجاہدہ ہے غزنی کے ایک بزرگ کی نصیحت کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے مجھ کو نصیحت کی کہ دنیا آدمی کی طرف پیٹھ دکھتی ہے اور آخرت منہ، زندگی میں یہ دونوں ساتھ ہیں، لازم ہے کہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دی جائے، کیونکہ آخرت ہی کام آئے گی۔

فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں سیوستان کی سیر و سیاحت میں مصروف تھا، انہی دنوں شیخ سعد الدین کرمانی سے ملاقات ہوئی، انھوں نے ازراہ کرم مجھ کو اپنے سینے سے لگایا، اور فرمایا کہ مشائخ کی تم نے جو خدمت کی ہے وہ تمھارے لیے باعث سعادت ہے، اور میرے پاس بھی آنا تمھارے لیے اچھا ہوا۔

سیوستان ہی کے ایک بزرگ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ان کو دیکھا، کھڑے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر فرما رہے ہیں، میں ان کے پاس ٹھہرا ہوا، ایک روز ان کو ہوش آیا، تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کو سعادت ابدی عطا کرتے ہیں، اس کے لیے ذکر کا دروازہ کھول دیتے ہیں، اور وہ شخص سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے ذکر ہی میں رہتا ہے فرمایا قضاے حاجت کے وقت کے سوا اور تمام وقت ذکر کرنا چاہیے،

ارشاد استاد عالیٰ میں ہے کہ بدخشان میں شیخ عبدالواحد نبیسہ، حضرت ذوالنون مصری سے میری ملاقات ہوئی، وہ شہر سے باہر ایک غار میں رہتے تھے، ان کا جسم بالکل گھل گیا تھا، صرف ایک پاؤں رکھتے تھے، ان کو ایک ہی پاؤں پر عالم تحریر میں کھڑے دیکھا، ان کے پاس پہنچا تو سلام کیا، انھوں نے بیٹھے کو کہا، اور پھر عالم تحریر میں کھو گئے، تین دن اور تین رات، عالم صحو میں نہ آئے، اور مجھ سے مخاطب نہ ہوئے، تیسرے دن

عالم صحہ میں آئے، تو فرمایا میرے پاس نہ آؤ، ورنہ جل جاؤ گے، دو روز بھی نہ رہو کہ مجھ پر ہو گے
میرا حال سن لو، میں اس غار میں ستر برس سے ہوں، ایک بار ایک عورت ادھر سے
گزری، میری نگاہ اس پر پڑی، اور اس کی طرف میرا میلان ہوا، اور میں نے اس غار سے
باہر نکلنا چاہا لیکن غیب سے آواز سنی "اے مدعی، یہی عہد تھا کہ تم میرے سو کسی دوسرے
سے بھی لگاؤ رکھو، یہ آواز سنکر میں متنبہ ہوا، اور فوراً اس پاؤں کو جو باہر نکل آیا تھا، کاٹ کر
پھینک دیا، اس واقعہ کو تیس سال گزرے ہوں گے، میں حیران ہوں کہ قیامت کے
روز جب مجھ سے سوال کیا جائے گا تو میں کیا جواب دوں گا۔"

فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت ابو یوسف چشتی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں
حاضر تھا، ایک صوفی آیا، اور اس نے کہا کہ آج کی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی
کہتا ہے کہ تیری موت قریب ہے، حضرت نے سنتے ہی ارشاد فرمایا کہ کل تمھاری صبح کی نماز
قضا ہوئی تھی، صوفی نے خیال کیا تو سوچ تھا،

راحت القلوب کی مجلس نعم کے بعض محفوظات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت بابا
گنج شکر نے بیت المقدس میں بھی کچھ دنوں رہ کر وہاں کی جادو بکشی کی تھی،
خلافت | حضرت شیخ فرید الدین ایک مدت کی سیاحت کے بعد وہی حضرت بختیار کاکی کی خدمت
میں حاضر ہوئے، مرشد نے ان کی اقامت کے لیے غزنین دروازہ کے پاس ایک جگہ
کی، جہاں وہ ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے، تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ اس ریاضت
و مجاہدہ میں ان کی یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی حضرت بختیار
کاکی سے ملنے دہلی آئے تو شیخ فرید کو دیکھنے ان کے حجرے میں تشریف لے گئے، مگر شیخ

فریضہ کی وجہ سے تقییم کے لیے اٹھ نہ سکے حضرت خواجہ معین الدین نے ان کے لیے دعا کی اور غیب سے بشارت ملی کہ ”فرید را برگزیدم“ چنانچہ خواجہ صاحب نے ان کو غلعت مرحمت فرمایا، اور حضرت بختیار کاکی نے بھی اپنی خلافت کی دستار ان کے سر پہ باندھی، اس وقت حضرت خواجہ معین الدین نے حضرت بختیار کاکی کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ

”بابا قطب الدین شاہیازے عظیم در دام آورده که بجز سدرۃ المنتہی اشیا ذی گبرۃ^۱

قیام ہانسی واجوہن | مرشد کی صحبت میں پوری تقایم پانچے تو حضرت گنج شکر مرشد کے حکم سے دہلی سے ہانسی آئے، اور رخصت کرتے وقت مرشد نے فرمایا کہ تم میری موت کے وقت تو میرے پاس نہ ہو گے، لیکن میری موت کے دو تین روز کے بعد فاتحہ خوانی کے لیے پہنچو گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرت گنج شکر ہانسی پہنچے تو کچھ دنوں کے بعد ایک روز خواب میں دیکھا کہ مرشد کا وصال ہو گیا ہے، ہانسی سے پریشان ہو کر روانہ ہوئے، تو وصال کے تیسرے روز دہلی پہنچے، مزار مبارک کی زیارت فرما چکے تو قاضی حمید الدین ناگورہی نے حضرت خواجہ بختیار کاکی کا خرقہ اور دوسری امانتیں حضرت گنج شکر کو دیں جنکو مرشد نے اپنے محبوب خلیفہ کے حوالہ کرنے کو کہا تھا، تین روز کے بعد حضرت گنج شکر نے دہلی کو چھوڑنا چاہا، تو تمام لوگوں نے دہلی ہی میں قیام کرنے کی درخواست کی، مگر انھوں نے دہلی میں ٹھہرنا پسند نہیں کیا، اور ہانسی آئے، لیکن بیان لوگوں کا ہجوم بڑھا تو اجوہن کی طرف بڑھ گئے، یہاں تنہائی اور سکون پایا، تو اسی کو مسکن بنا لیا، لیکن کچھ دنوں کے بعد متعین کا ہجوم بیان بھی بڑھا، تو اس جگہ کو بھی چھوڑنا چاہتے تھے، مگر مرشد نے خواب میں یہی ٹھہرنے کی ہدایت کی، اور ایک روز ہاتھ غیبی نے بھی آواز دی کہ ”اے شیخ!

پریشان نہ ہو، اور لوگوں کی جفاکاری کو برداشت کر۔ اس کے بعد سے ہر شخص کو ان کے پاس آنے کی عام اجازت تھی، اور وہ ہجوم سے بلول خاطر نہیں ہوتے تھے،^۱
 محنت شاقہ | حضرت گنج شکر نے راہ سلوک کے نئے کرنے میں بڑی بڑی محنتیں کیں، ان کا
 خود بیان ہے کہ وہ میں سال تک عالم تفکر میں کھڑے رہے، مطلقاً بیٹھے، ان کے پاؤں
 سوچ گئے تھے، اور ان سے خون بہتا تھا، اس درمیان میں ان کو یاد نہیں کہ انھوں نے
 کچھ کھایا ہو، مرشد کے پاس رہ کر بھی اپنی عبادت و ریاضت کو اسی شدت کے ساتھ جاری
 رکھا، پہلے ذکر اچکا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین ان کے حجرے میں ان کو دیکھنے کے
 تشریف لے گئے تو ریاضت کی وجہ سے وہ اس قدر ضعیف ہو گئے تھے کہ تنظیم کے لیے
 نہ اٹھ سکے، ایک بار اٹھ کر تھوڑی دور چلنا چاہتے تھے، عصا کے سہارے اٹھے، مگر چند
 قدم چلے ہوں گے کہ چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا، ہاتھ سے عصا چھوڑ دیا، حضرت خواجہ نظام الدین
 اولیاء ساتھ تھے، انھوں نے پریشانی کا سبب پوچھا، تو فرمایا، عصا پر سہارا کیا تھا، اس لیے
 عتاب نازل ہوا کہ غیر کا سہارا لیتے ہو، اسی لیے عصا چھوڑ دیا، اور محبوب ہوں، ہمیشہ روزہ
 رکھتے تھے، اگر کوئی عارضہ بھی لاحق ہوتا یا قصد لیتے تو بھی روزہ انظار نہ کرتے تھے، رمضان میں
 مہر رات تراویح کی نماز میں دو کلام پاک ختم کرتے، کبھی دس دس یا سے زیادہ بھی پڑھ
 جاتے، اور کچھ رات باقی رہتی تو تراویح سے فارغ ہو جاتے، حضرت خواجہ نظام الدین
 بھی ان کے ساتھ تراویح کی نمازوں میں شریک رہتے تھے، خشیت الہی کا بڑا غلبہ
 رہتا تھا، مریدوں کی مجلسوں میں بات بات پر روتے، اور بعض اوقات دھار میں مار کر
 گرہ کرتے تھے، اس شعر کو جب پڑھتے تو ہائے ہائے کر کے روتے، انفرے لگاتے

۱۔ فوائد الفوائد ص ۸۸ و سیر الاقطاب ص ۱۶، راحت القلوب ص ۲۹ سیر الاولیاء ص ۸۱ و سیر الاقطاب
 ص ۱۶۶ فوائد الفوائد و سیر السالکین ص ۸۱ و راحت القلوب ص ۲۱

اولیائے لرزہ بر اندام ہو کر عرض کیا کہ قرض کا ہے، حضرت گنج شکر نے فرمایا کہ درویشوں کو فاقہ سے موت آجائے تو اس سے بہتر ہے کہ لذت نفسانی کے لیے وہ مقروض ہوں، قرض اور توکل میں بعد المشرقین ہے، اگر کسی مقروض درویش کو اچانک موت آجائے تو قیامت میں اس کی گردن قرض کے بار سے جھکی رہے گی، یہ کمکم پیار کو غریب، میں تقسیم کر دینے کا حکم دیا، ایک بارٹی کاروزہ رکھا، تین دن تک کچھ نہ کھایا تیسرے روز افطار کے وقت ایک شخص چند روٹیاں لیکر حاضر ہوا، اس کو رزق غیب سمجھ کر نوش فرمایا، مگر فوراً ہی کراہت محسوس ہوئی، اور اسی وقت قے کر دی، معلوم ہوا کہ جو شخص کھانا دے گیا تھا، وہ شرابی تھا۔

استنار | اس قدر عسرت اور تنگدستی کے باوجود بابا گنج شکر اپنے مرشد کی طرح مال و متاع دنیوی سے مستغنی رہے، ایک بار سلطان ناصر الدین محمود اجدوہن میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ان کی ملاقات ایسا متاثر ہو کر اپنے وزیر الخ خان کو دجو بعد میں غیاث الدین بلبن کے نام سے بادشاہ ہوا، چار گاؤں کا فرمان اور ایک کثیر رقم بطور ہدیہ دیکر بھیجا، مگر انھوں نے اس کو یہ کمکر واپس کر دیا کہ یہ ان کو دوجن کو ضرورت ہو، ہمارے خواجگان کی یہ رسم نہیں، اسی طرح ایک دلی اجدوہن نے کچھ گاؤں اور نقد رقم پیش کرنے کی کوشش کی، تو فرمایا کہ اگر میں یہ گاؤں اور رقم لے لوں تو مجھے لوگ درویش نہ کہیں گے مالدار کہیں گے، اور درویش دیکھ کر میرا لقب ہو جائے گا، اس کے بعد یہ منہ درویشوں کو دیکھنے کے لائق نہ رہے گا، اور میں ان کے درمیان کھڑا نہ ہو سکوں گا، اور کبھی کسی سے کچھ قبول کر لیتے تو راہ خدا میں تقسیم کر دیتے، فرما

تھے، کچھ بھی اور بتنا بھی اللہ کی راہ میں دیا جائے اسرار نہیں ہے، اور جو کچھ بھی غیر اللہ کے لیے خرچ کیا جائے اسرار ہے، جب زائرین اور معتقدین کا ہجوم ہوتا مصطفیٰ کے نیچے ہاتھ ڈال کر ٹنکہ، زر اور حیتیں نکالتے اور لوگوں کو عطا فرماتے۔ زائرین سٹھائی لاتے، تو مسٹھائیوں کا انبار لگ جاتا لیکن یہ مسٹھائیاں اجدہن کے بچپن اور درویشوں میں تقسیم کر دی جاتیں، کوئی محروم نہ رہتا۔

زری و ملاطفت | طبیعت میں سجدہ زری و ملاطفت تھی، ایک بار چار درویش آئے، اور بابا صاحب دشت لہجہ میں گفتگو کی، انھوں نے پھر بھی ان کی دلجوئی اور مہمان داری کرتے کی کوشش کی، لیکن وہ رکے نہیں جب جانے لگے تو حضرت بابا صاحب نے ہایت کی کہ وہ بیابان کی راہ سے نہ جائیں، لیکن وہ نہ مانے، اور جب وہ جا چکے تو زار و قطار رونے لگے جیسے کوئی ماتم کرتا ہو، بعد میں معلوم ہوا کہ بیابان میں بادِ سموم اٹھی اور وہ چاروں درویش ہلاک ہو گئے۔

تواضع و عکاسی | ایک بار بابا صاحب کے ہاؤن میں کچھ تکلیف تھی، اس لیے مریدوں کی مجلس میں جارپائی (کھٹ) پر بیٹھے تو اپنے کو اونچی جگہ پر کر مریدوں سے معذرت کی، اور اپنی تکلیف بتائی، حاضرین نے دعا کی اور کہا کہ

”حیات شہامی باید، و حیات متعلق حیات شہاست۔“

یعنی آپ کو صحت ہو، ہماری صحت آپ ہی کی صحت کے ساتھ ہے، حضرت خواجہ نظام الدین نے اسی وقت یہ بیت پڑھی،

جانِ جانیانِ توئی دشمنِ جانِ بود
اے ہمہ دشمنانِ تو دشمنِ جانِ خوشین

ایک بار خانقاہ میں کچھ درویش آئے، گھر میں سوائے جوار کے اور کچھ نہ تھا، خود ہی جوار پسیا اور اسکی روٹیاں پکا کر درویشوں کے پاس لائے،

ازدواجی زندگی | حضرت گنج شکر کے نکاح میں آنے خان کی ایک لڑکی بی بی ہزیرہ بھی تھیں، جن سے چھ لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں، مگر آنے خان کی بادشاہت سے پہلے اور اس کی بادشاہت کے زمانہ میں بھی اس سے وہی شان استغنا و بے نیازی قائم رہی، تخت نشین ہونے سے پہلے بلبن نے بابا گنج شکر سے ایک بار درخواست کی کہ ناصر الدین محمود کے کوئی اولاد زینہ نہیں، اس لیے دعا فرمائیں کہ دہلی کی بادشاہت اسی کی قسمت میں لکھی ہو، بابا گنج شکر نے اس کے جواب میں صرف یہ رباعی پڑھی،

فریدون فرخ فرشتہ نبود ز عود د ز عنبر سرشتہ نبود
زود و دہش یافتہ نی کوئی داد و دہش کن فریدون توئی نہ
بلبن جب بادشاہ ہوا تو ایک بار کسی نے بابا گنج شکر سے اس کے پاس کچھ سفارش کرانی چاہی تو سفارش نامہ اس طرح لکھا،

میں اس شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بعد آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، اگر آپ اس کو کچھ دیدیں گے تو حقیقی عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہوگا اور آپ مشکور ہوں گے اور اگر آپ نہ دیں گے تو اس کا مانع اللہ تعالیٰ ہوگا اور آپ معذور ہوں گے،

ارباب دول سے کنارہ کشی | اس استغنا کا یہ نتیجہ تھا کہ اپنے متوسلین کو بھی ارباب حکومت اور

لے خزینۃ الاصفیاء ص ۳۱ سے سیر الاولیاء ص ۸۰ و مرآۃ الاسرار قلمی نسخہ دار المصنفین،

سے اخبار الاخیار ص ۵۲

اصحاب ثروت سے دور رہنے اور ان سے کسی قسم کا فائدہ نہ اٹھانے کی ہمیشہ ملحقین کیا کرتے تھے۔ شیخ بدر الدین غزنوی حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کے خلفاء میں تھے، وہی میں ملک نظام الدین خربطہ دار نے ان کے لیے ایک خانقاہ بنوادی تھی، اور ان کی راحت کے لیے ہر قسم کا سامان میا کیا کرتا تھا، کچھ دنوں کے بعد شاہی حکام نے ملک نظام الدین کو زکثیر کے غبن کے الزام میں ماخوذ فرمایا جس سے شیخ بدر الدین کی رحمت میں خلل واقع ہوا، انھوں نے حضرت شیخ فرید الدین کی خدمت میں ایک رقعہ تحریر کیا، کہ شاہی عمدہ داروں میں میرا ایک معتقد ہے اس نے میرے واسطے خانقاہ بنوادی تھی، اور فقہروں کی خاطر عمدہ طریقہ سے کرتا تھا، مگر اب وہ غبن کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا ہے، میری طبیعت پریشان ہے، عموماً باز آئیں گے کہ آپ دعا سے مدد فرمائیں کہ اس کی رہائی ہو، اور درویشوں کا کاروبار سر انجام پائے، حضرت بابا گنج شکر نے اس رقعہ کو پڑھا، تو سر بلایا اور جواب میں تحریر فرمایا،

عزیز الوجود کا رقعہ پہنچا، اس کے مطالعہ سے خوشی ہوئی، اور جو کچھ اس میں درج تھا اس سے آگاہی ہوئی، جو کوئی اپنی روش پر چلے گا وہ ضرور ایسی حالت میں گرفتار ہوگا جس سے ہمیشہ بے چین رہے گا، آپ تو پیران پاک کے معتقد ہیں، پیران کی روش کے خلاف خانقاہ کیوں بنوادی، اور اس میں کون بیٹھے، حضرت خوجہ قطب الدین اور آپ کے پیر بے نظیر خواجہ معین الدین کی روش اور عادت تو نہیں رہی کہ اپنے لیے خانقاہ بنا کر وہ مذہبی کریں، ان کا شیوہ تو گنگامی اور بے نشانی کا رہا ہے

اگر کسی شاہی موزم سے کوئی واسطہ رکھتے تو اس کو پسند و نصیحت کے ذریعہ سے ماہِ راستہ پر لانے کی کوشش کرتے، اجمودھن کے ایک عامل منشی پر اس جگہ کا والی مہربان نہ تھا، اور اس کو ایذا پہنچاتا تھا۔ عامل نے بابا گنج شکر کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا کہ والی مجھ کو تنگ کرتا ہو، آپ میری اس سے سفارش کروں، بابا صاحب نے اس کی التجا سن کر اپنے خادم کو والی کے پاس بھیجا کہ خرید پر احسان کرو، اور عامل کو ایذا نہ پہنچاؤ، لیکن والی کی عداوت پہلے سے بھی بڑھ گئی، عامل پھر بابا صاحب کی خدمت میں آیا، اور عرض کیا کہ وہ ظالم تو پہلے سے بھی زیادہ تکلیف پہنچاتا ہے، بابا صاحب نے فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح میں نے تمہاری سفارش اس والی سے کی اور اس نے نہ سنی، اسی طرح تم سے بھی کسی شخص نے کسی مظلوم کی سفارش کی ہوگی اور تم نے نہ سنی ہوگی، یہ سن کر عامل متاثر ہوا، اور فوراً توبہ کی، اور عہد کیا کہ اب کسی شخص کی سفارش سے روگردانی نہ کروں گا، اور نہ کسی مظلوم کو ایذا دوں گا، تھوڑے دنوں کے بعد وہ والی عامل سے خوش ہو گیا، اور انعام میں اس کو علمت اور گھوڑے دیے، پھر کچھ روز کے بعد وہ بھی (یعنی والی) بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ظلم کرنے سے توبہ کی،

فیوض و برکات | حضرت گنج شکر کے رشتہ و ہدایت سے جو فیوض جاری ہوئے ان سے سلطان غیاث الدین بلبن بھی متاثر ہوا، بلبن کا عہد نہ صرف سیاسی نقطہ نظر سے ممتاز تھا، بلکہ اس زمانہ میں اتنے مشائخ عظام جمع ہو گئے تھے کہ مورخوں نے اس عہد کو خیر الاعداء لکھا ہے، حضرت بابا گنج شکر کے علاوہ شیخ اشیر، شیخ بہار الدین، زکریا، شیخ صدر الدین، شیخ بدر الدین، غزنوی، اور سیدی مولا کے انوار سے ہندوستان منور

ہو گیا تھا، بلین کو ان تمام اولیاء اللہ سے عقیدت تھی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ اس نے اپنے لڑکے کو خاص طور پر تاکید کی تھی کہ

”قنۃ وحکام متقی و متین نصب فرمائی تاکہ رواج دین و رونق عدل میان

علایق پذیر آید“ (فرشتہ ج ۱ ص ۸۳)

مہال | فوائد الفوائد (ص ۵۳) میں ہے کہ حضرت بالاجنگ نگر کی وفات تیراٹھ سال کی عمر میں ہوئی، اگر سال ولادت ۵۸۵ھ صحیح تسلیم کر لیا جائے تو سال وفات ۶۰۱ھ قرار پاتا ہے مگر اس میں تذکرہ نویسوں کا سخت اختلاف ہے، سیر الاولیاء، اخبار الاخبار، اویغینہ الاولیاء میں ۵۸۵ھ محرم روزہ شنبہ ۶۰۲ھ، تاریخ فرشتہ میں ۶۰۱ھ، سیر الاقطاب میں ۶۰۲ھ، خزینۃ الاصفیاء میں بحوالہ خبر الاولیاء تذکرۃ العاشقین ۶۰۱ھ درج ہے وفات سے کچھ روز پہلے شمس دہر شاعر نے خواجہ نظامی کی مندرجہ ذیل مثنوی سنائی،

جہان چسپت بگڑ ز زینرنگ او	رہائی بچنگ آراز چنگ او
میتھے نہ بینی درین باغ کس	تماشا کند ہر یکے ہر نفس
درین چار سو ہج بیگانہ نیست	کہ کیسہ ہر مرد خود کامہ نیست
درد ہر دمے از نو بے می رسد	یکے می رود و دیگرے می رسد
جہان گرچہ آرا مگاہ خوش است	شنا بندہ رانل در آتش است
دور دارد این باغ آراستہ	دور بند این ہر دو بر خاستہ
دور آرد سے باغ بنگر تمام	زدیگرے سے باغ بمرن خرام
اگر زیر کے باگلے خو ملیر	کہ باشد بجا ماند نش ناگزیر
درین دم کرداری بشادی بیچ	کہ آئندہ در زیر پچیت و پیچ

یکے را در آرد بہ ہنگامہ تیز دگر را ز ہنگامہ گوید کہ خیز
 نظامی سبک باش یا ران شد تو نامدی بہ غم غمگاران شدند
 اس شہوی سے متاثر ہو کر بہوش ہو گئے، اور جب ہوش آیا تو شمس دہر کو پہرین صلی
 عطا فرمایا، اور تلاوت کلام پاک میں مصروف ہو گئے، اس کے بعد سے وصال تک کسی
 اور سے مخاطب نہیں ہوئے، صرف عبادت میں مشغول رہتے، پانچویں محرم کی رات
 کو بابا صاحب پر مرض کا غلبہ ہوا، عشا کی نماز جماعت سے پڑھی، اور بہوش ہو گئے،
 ایک گھنٹہ کے بعد ہوش میں آئے تو فرمایا کہ میں نے عشا کی نماز پڑھ لی ہے، حاضرین نے
 عرض کیا، حضرت ہاں لیکن پھر فرمایا کہ ایک بار اوہ پڑھ لون، پھر کون جانے کیا ہو، پھر
 تیسری مرتبہ پڑھی، اور فرمایا یاسحی یا قیوم اور جان بخت تسلیم کی،
 مزار اقدس اجودھن میں ہے، جواب تک زیارت گاہ خاص و عام ہے شہنشاہ
 اکبر کو حضرت بابا کے مزار سے بڑی عقیدت تھی، اس لیے اس نے اجودھن کا نام پاک
 پٹن رکھا،

تذکرہ نگاروں نے ان کو زبدہ اتقیای ابرار، شیر بیشہ تقدیس ربانی، محرم اسرار
 مشیت انبوی، ہدم انوار قربت صمدی وغیرہ کے القاب سے یاد کیا ہے،
 اشاعت اسلام | حضرت بابا صاحب کے رشد و ہدایت سے نہ صرف مسلمان مسلمان بنے،
 بلکہ غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد بھی شرف اسلام ہوئی، اجودھن کے قیام کے ابتدائی
 زمانہ میں ایک جوگی سخی سمبھو ناتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوا، جو جادو، مہتر اور استاد راج میں
 مشہور تھا۔ بابا صاحب کو دیکھتے ہی اس پر ان کی محبت اس قدر غالب ہوئی
 کہ زبان سے کچھ بول نہ سکا، پھر حضرت بابا صاحب کے کشف و کرامت سے ایسا متاثر ہوا کہ

تدمون پر گر پڑا، اور اپنے چلیون کے ساتھ بابا صاحب کے ہاتھ پر ایمان لایا، کہا جاتا ہے
ہے کہ پاک پن کے اطراف میں زیادہ تر جو مسلم تو ہیں وہ حضرت بابا صاحب ہی کی برکت
سے مسلمان ہوئی ہیں،

تصفینات | حضرت گنج شکر کی تصفینات میں انکے ملفوظات کے مجموعے ہیں، راحت القلوب
اور سیر الاولیاء، راحت القلوب کو خواجہ نظام الدین اولیاء اور سیر الاولیاء کو حضرت بدست
نے مرتب کیا ہے، دونوں بزرگ گنج شکر کے خلیفہ تھے،

تعلیمات | راحت القلوب میں راہ سلوک کی بنیادی باتیں وہی ہیں جو انیس الارواح
دیس العارفین اور فوائد السالکین میں پائی جاتی ہیں، مگر اس میں ملفوظات نسبتاً زیادہ ہیں،
اس لیے ان سے بعض مسائل پر زیادہ روشنی پڑتی ہے، اس کتاب کے آخری حصہ میں خشتیہ
سلسلہ کے اور ادو وظائف اور ان کے فضائل و برکات کا ذکر ہے، جو مذکورہ بالا ملفوظات
میں نہیں ہیں،

درویش | شروع میں درویش کی مختلف صفات بتائی گئی ہیں، مثلاً درویش کی صفت پر دوشی
اور خود فراموشی ہے، پردہ پوشی سے مراد خدا کے بندوں کی پردہ پوشی ہے،

درویش کو چاہیے کہ چار باتیں اختیار کرے (۱) اپنی آنکھوں کو بند کرے کہ خدا کے
بندوں کے عیوب نہ دیکھ سکے (۲) کانوں کو بہر کرے کہ جو باتیں سننے کے لائق نہ ہوں
ان کو نہ سن سکے (۳) زبان کو گونگی کرے کہ جو باتیں کہنے کے لائق نہ ہوں ان کو نہ کہے،
(۴) پاؤں کو ننگڑا رکھے کہ جب اس کا نفس کسی غیر ضروری یا ناجائز کام کی طرف لے جانا چاہے
تو نہ جاسکے، اگر یہ باتیں اس کو حاصل ہو گئیں تو وہ درویش ہے، ورنہ وہ دروغ گو ہے،

جو درویش اس دنیا سے دنی کی عزت و جاہ کا خواستگار اور اہل دنیا کے لطف و کرم کا
خواہان ہو وہ درویش نہیں ہے، بلکہ درویشوں کو بدنام کرنے والا اور طریقت کا متد ہے،
جس درویش کے دل میں ذرہ برابر بھی دنیا کی محبت ہوگی وہ مردود طریقت ہے،
درویشوں کا طریقہ تحمل ہے، اور تحمل بھی ایسا کہ اگر کوئی شخص اس کی گردن پر ننگی تلوار
رکھے تو بھی اس سے وہ خوش رہے، اور اس کے لیے بد دعا نہ کرے،

درویش کا زہد تین چیزوں میں ہے (۱) دنیا کا جاننا اور اس سے ہاتھ اٹھا لینا (۲)
مولا کی طاعت کرنا، اور آداب کی رعایت رکھنا، (۳) آخرت کی آرزو اور اس کو طلب کرنا،
صلاحیت۔ دل | حضرت گنج شکرؒ نے راہ سلوک میں دل کی صلاحیت پر زیادہ زور دیا ہے، اور اس
سلوک کی اصل کہا ہے، اور یہ صلاحیت اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جو نعمت حرام سے
پرہیز اور اہل دنیا سے اجتناب کرتا ہے، ایک جگہ حضرت کبھی معاذ راہی کا قول نقل کر کے
فرمایا ہے کہ حکمت اس کے دل میں قرار پا سکتی ہے، جس کے دل میں دنیا کی حرص نہ ہو،
شک و حسد نہ ہو اور شرف و جاہ کی خواہش نہ ہو،

سما | حضرت گنج شکرؒ نے سماع کو راحت دل قرار دیا ہے کہ اہل محبت کے دل میں حرکت
پیدا کرتا ہے، اور حرکت کے بعد حیرت، حیرت کے بعد ذوق اور ذوق کے بعد بیہوشی طاری
ہو جاتی ہے، اس بیہوشی میں ایسا مستغرق ہوتا ہے کہ اگر اس وقت اسکے سر پر ہزاروں تلواریں
چلین تو بھی اس کو خبر نہ ہو، اور یہی چار چیزیں معرفت کے اسباب بنتی ہیں،

معرفت | معرفت کی تعریف یہ ہے کہ جب تک کسی شخص کو اپنی معرفت حاصل نہیں ہوتی،
وہ دوسروں کے پیچھے ہٹتا رہتا ہے، لیکن جب اس کو حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت ہو جاتی
ہے تو پھر اس کو ایسا مستغرق ہو جاتا ہے کہ اگر اس کے پاس ہزاروں فرشتے بھی آئیں

تو ان کی طرف کنکھیدون سے بھی نہ دیکھے، اور اگر اس کو آنے کی خبر ہو جائے تو وہ کاذب و دروغ گو ہے،

کرامت | کرامت کے متعلق فرمایا کہ اس کو اظہار کمر ناپست حوصلہ والوں کا کام ہے مشائخ

نے اس کے اظہار کو پسند نہیں کیا ہے، کیونکہ اس سے نفس تکبر پیدا ہوتا ہے۔

سیر الاولیاء میں بایں فضلیں ہیں اور ہر فصل میں تصوف کے مستقل موضوع پر حضرت گنج شکر کے ارشادات ہیں، جس سے اس موضوع کے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے،

عشق الہی | شروع میں عشق الہی پر گفتگو ہے، حضرت گنج شکر نے فرمایا کہ فقرا کا عشق الہی

علماء اور صحاب عقل کے عشق سے بالکل جدا ہے، (ص ۴)

آن عشق کہ بود کم نگرود و تا باشد ازان قدم نہ گرد (نظامی)

عشقتے کہ نہ عشق جاودان است باز کچھ شہوت جوان است (ص ۴)

ایک دوسری جگہ فرمایا،

سریت مردرون جان در عشقت گرسر رود اے دوست نگو کم باکس

سریت عاشقان را در طاقت نہائی پوشیدہ دار خود را تا آنجا بخیل نہائی

اس عشق کا غصہ صرف آگ ہوتی ہے جس کے شعلے سے تمام عالم جل کر خاک سیاہ ہو سکتا ہے

اس عشق کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ صاحب عشق اپنی دوئی کو کھو کر اپنی ذات سے

بالکل متحد ہو جاتا ہے، (ص ۶)

عشق میں عاشق اپنے معشوق کی طلب میں مجاہدہ کرتا ہے جس سے اس کو مکاشفہ

ہوتا ہے، مکاشفہ کے بعد مشاہدہ یعنی معشوق کا دیدار ہوتا ہے، اس مشاہدہ سے اس کا

عشق اور بھی تیز ہو جاتا ہے، اور رفتہ رفتہ حجابات اٹھتے جاتے ہیں، اور عاشق ایک ایسے مقام پر پہنچتا ہے جہاں وہ صرف عالم تحریر میں رہتا ہے (اسرار الاولیا ص ۹۴)

راہ عشق میں محبت کے سات سو مقامات ہیں، پہلا مقام یہ ہے کہ (مشتوق) کی طرف سے جو بلا بھی نازل ہو اس کو صبر و سکون سے عاشق برداشت کرے (ص ۱۰۱) اس راہ میں محبت کی کوئی غایت نہیں (ص ۱۰۲) اور عاشق اپنے تمام اعضا کے ساتھ محبت معشوق میں مستغرق رہتا ہے، اور اپنی آنکھوں سے صرف معشوق کو دیکھتا ہے، وہ اپنے کانوں سے صرف معشوق کی باتیں سنتا ہے، وہ اپنے ہاتھ پاؤں کو صرف معشوق کے لیے حرکت دیتا ہے، اور اپنی زبان سے صرف معشوق کا ذکر کرتا ہے، اور محبت میں وہی صادق ہے جو ہر لمحہ معشوق کے ذکر یعنی ذکر الہی میں مشغول رہتا ہے (ص ۱۰۵)

ذکر یعنی عبادت الہی سے عشق کی تکمیل ہوتی ہے، عبادت الہی میں ظاہر اور باطن کا یکساں ہونا ضروری ہے، عبادت سے اسرار الہی معلوم ہوتے ہیں، مگر ان کا ظاہر کرنا عشق کے منافی ہے،

رزق ایک جگہ فرمایا راہ سلوک میں بندہ صادق وہ ہے، جو رزق حاصل کرنے کے لیے پریشا خاطر نہ ہوتا ہو، اور اگر وہ اس کے لیے پریشان رہتا ہے، تو وہ بدوین اور بددیانت ہے، رزق کی چار قسمیں ہیں:

(۱) رزق مقسوم (۲) رزق مذموم (۳) رزق ملوک (۴) رزق موعود

رزق مقسوم وہ رزق ہے جو روز ازل سے لوح محفوظ پر لکھ دیا گیا ہے، اس میں کمی اور زیادتی نہیں ہو سکتی، رزق مذموم وہ رزق ہے کہ جتنا بھی زیادہ لے، اس پر قناعت نہ کی جائے، رزق ملوک وہ رزق ہے جو ضرورت کی کفالت کے بعد جمع کیا جائے، رزق موعود

وہ رزق ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے، اور اس کا ملنا ضروری ہے۔

راہ سلوک کی سچائی یہ ہے کہ سالک ہر قسم کے رزق سے بے غم رہے، اور اگر وہ رزق کے لیے اندوگہن رہتا ہے تو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے، خداوند تعالیٰ خود اس کا رزق اس کے پاس پہنچائے گا، پھر بھی اس کا توکل یہ ہونا چاہیے کہ اس کو جو کچھ بھی ملے، راہ خدا میں دیدے، اگر رزق جمع کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی تمام عنایتوں سے محروم ہو جاتا ہے، توکل | آگے چل کر ایک فصل میں بالکل شکر نے فرمایا کہ مائل وہی شخص ہے جو دنیا کے تمام مسائل میں اللہ پر توکل کرتا ہے، توکل کی تشریح اس طرح کی ہے کہ متوکل کے ایمان میں خوفِ رجا اور محبت ہو، خوف سے وہ گناہ کو ترک کرتا ہے، اور رجا سے اللہ کی اطاعت کرتا ہے، اور محبت سے خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے تمام کمزریات سے باز آتا ہے۔

توبہ | راہ سلوک میں توبہ ایک اہم چیز ہے، بالکل شکر نے توبہ کی چھ قسمیں بتائی ہیں،

(۱) توبہٴ دل، حسد، ریا، ہمو و لعب اور تمام نفسانی لذتیں اور شہوت سے صدقہ لے سے باز آنا، اس سے دل کی آلائش دور ہوتی ہے، جس کے بعد بندہ اور مولیٰ کا حجاب اٹھ جاتا ہے،

(۲) توبہٴ زبان، ناشائستہ، بیہودہ اور ناروا کلمات زبان پر نہ لانا، زبان صرف خدا تعالیٰ کے ذکر اور کلامِ پاک کی تلاوت کے لیے وقف ہونی چاہیے، عشقِ حقیقی میں وہی سالک ثابت قدم رہ سکتا ہے جس نے دل اور زبان کی توبہ سچائی سے کر لی ہو، زبان کی توبہ کے بغیر صرف دل کی توبہ سے وہ انوارِ عشق کی تجلی نہیں دیکھ سکتا ہے، آنکھ، کان، ہاتھ اور نفس زبان سچا

تابع ہیں، اس لیے زبان کی توبہ سے یہ تینوں چیزیں بھی محفوظ رہتی ہیں،

(۳) توبہ خشیم (۱) اور ام چیز کو نہ دیکھنا (۲) کسی کا عیب نہ دیکھنا (۳) ظلم ہوتے ہوئے نہ

دیکھنا، سالک جب شاہدہ حق کر چکا ہو، تو پھر اسکو دنیا کی کسی چیز پر نظر نہیں ڈالنی چاہیے،

(۴) توبہ گوش، گوشت کے سوا کوئی اور چیز نہ مننا،

(۵) توبہ دست، ناروا اور ناجائز چیزوں کو ہاتھ نہ لگانا،

(۶) توبہ پا، حرام چیزوں کی طرف نہ جانا،

(۷) توبہ نفس، ماکولات، شہوات اور لذات سے باز آنا،

اس تقسیم کے علاوہ توبہ کی تین تقسیم اور کی ہے،

(۱) توبہ حال (۲) توبہ ماضی (۳) توبہ مستقبل، حال کا توبہ گناہوں سے پشیمان

اور نادم ہو کر باز آنا ہے، ماضی کا توبہ اپنے دشمنوں کو خوش کرنا ہے، اگر تائب کسی کا بیٹھیم

بھی غضب کر لیا ہو تو اس کو دس درہم واپس کرنا چاہیے، اگر اس نے کسی کو برا کہا ہو تو

اس کے پاس جا کر معافی مانگے، اور اگر وہ مر گیا ہو تو معذرت کے بجائے اس کے نام سے

غلام آزاد کرے، اور اگر شراب پیتا رہا ہو تو توبہ کے بعد خدا کے بندوں کو سرور اور لطیف

پانی پلائے،

مستقبل کا توبہ یہ ہے کہ تائب آئندہ تمام گناہوں سے پرہیز کرنے کیلئے عہد کرے،

تلاوت کلام پاک | حضرت گنج شکر نے اگلی دو فصلوں میں مرشد اور پیر کی خدمت اور تلاوت

کلام پاک کی فصیلت کا ذکر کیا ہے، فرمایا ہے کہ سات دن مشائخ اور پیروں کی خدمت

سات سو سال کی عبادت کے برابر ہے، کلام پاک کی تلاوت کے متعلق فرمایا ہے کہ اس

سے بہتر اور افضل نہ کوئی عبادت نہیں، کلام پاک کی تلاوت سے بندہ اللہ تعالیٰ سے

ہم کلام ہوتا ہے، جس سے بڑھ کر اور کوئی سعادت نہیں ہو سکتی،
 خرقہ | حضرت گنج شکرؒ نے صوفیوں کے لباس خرقہ، گلیم اور صوف اور طاقیہ پر بھی بحث
 کی ہے، خرقہ، گلیم اور صوف کو انبیاء کا لباس بتایا ہے، اس لیے اس کی تعظیم و تکریم پر پورا
 زور دیا ہے،

خرقہ پہننے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ دونوں عالم سے قطع تعلق کر لے، اس کے
 دل میں دنیا کی کوئی آلائش نہ ہو، اسی طرح صوف اور گلیم پہننے والے کے لیے ضروری ہے
 کہ وہ دنیا سے کنارہ کش ہو جائے اور اگر اس لباس کو اہل دنیا کے لطف و کرم کا ذریعہ بناتا ہے
 تو وہ کذاب اور دروغ گو ہے، (ص ۷۴)

صوفی | اسی سلسلہ میں تصوف اور صوفی کی بھی جتہ جتہ بحث آگئی ہے، باب گنج شکرؒ نے
 فرمایا کہ

صوفی وہ ہے جس کے دل میں اتنی صفائی ہو کہ اس کے صفا قلب کے سامنے کوئی چیز
 پوشیدہ نہ رہے،

تصوف مولیٰ کی صفا دوستی کا نام ہے،

اہل تصوف وہ ہیں جو ہر وقت خاموش اور عالم تحریر میں مستغرق رہتے ہیں،
 اہل تصوف ایک ایسی قوم ہیں کہ جب وہ خدا سے پیوستہ ہو جاتے ہیں، تو پھر ان کو
 خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کی خبر نہیں ہوتی،

تصوف کا کمال یہ ہے کہ اصحاب تصوف ہر روز با نچون و مت نماز میں اپنے کو
 عرش پر دیکھیں،

تصوف ایک اخلاق ہے، ایسے حضرت گنج شکرؒ نے ارباب تصوف کو اخلاقی ہدایتیں

بھی دی ہیں، مثلاً

صوفی دنیا اور دنیا کے لوگوں سے بے نیاز اور مستغنی ضرور رہتا ہے، مگر کسی حال میں وہ دنیا کی مذمت اور سچو نہیں کرتا ہے، وہ نہ اس سے محبت اور نہ اس سے عداوت رکھتا ہے،
(ص ۹۲)

محبت مرشد | صوفی ایک مرشد سے وابستہ ہوتا ہے، پیر سے اس کی ارادت اور بیعت

عشق کے درجہ تک پہنچ جانی چاہیے (۶)، اور ان تمام احکام کو دل و جان سے بجالانا فرض ہے (ص ۹۱)۔ وہ تمام عمر اپنے پیر کو سر پر اٹھا کر حج کرتا رہے، تو بھی پیر کے حقوق کی ادائیگی سے سبکدوش نہیں ہو سکتا (ص ۹۱)، وہ صدق دل اور تقییم سے اپنے مرشد کے ہاتھوں کا بوسہ دیتا ہے، تو اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں، (فضل شاہ دوم)، حضرت گنج شکرؒ

نے دوسرے علماء اور مشائخ کی تقییم پر بھی زور دیا ہے، فرمایا کہ جو ان کو دوست رکھتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے، (فضل سیزدہم)، صوفی کی زندگی ذکر حق میں مشغول ہوتا ہے، وہ جب تک ذکر حق میں مستغرق ہو کر بیہوش رہتا ہے، تو وہ زندہ ہے،

اور جب ہوش میں آکر ذکر حق چھوڑ دیتا ہے، تو مردہ ہو جاتا ہے (فضل ہفدہم)

اظہار کشف | حضرت گنج شکرؒ نے خواجگانِ حقیقت کے مسلک کے مطابق صوفی کو کشف کے

اظہار سے منع کیا ہے، لیکن وہ راہِ ساوک کے تمام مقامات کو طے کر لے تو اس کے اظہار میں

کوئی ہرج بھی نہیں،

تکلیف و مصیبت | آخر میں فرمایا ہے کہ راہِ سلوک میں سالک پر جس قدر رنج، تکلیف،

مصیبت نازل ہوگی وہ اللہ تعالیٰ سے قریب تر ہوتا جائے گا، کیونکہ اس کے ذریعہ سے

وہ خدا کی طرف سے یاد کیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت خواجہ حسین الدینؒ تکلیف میں اس کی زیادتی کی

کرتے تھے اور اپنے ایمان کی صحت اسی میں سمجھتے تھے (ص ۹۳)

علم شریعت | ایک بار حضرت نظام الدین اولیاؒ خلافت سے پہلے ایک مسجد میں بیٹھ کر ایک شرعی مسئلہ پر غور و فکر کر رہے تھے، وہاں ایک مجذوب نے کہا کہ مولانا نظام الدین علم بہت بڑا حجاب ہے، حضرت شیخ نظام الدین کے دل میں یہ بات کھٹکی کہ علم حجاب تو ہو سکتا ہے، لیکن بڑا حجاب کیونکر ہو سکتا ہے، مجذوب نے کہا جب اس جگہ پہنچو گے تو یہ معلوم ہو جائے گا۔ اس کے بعد حضرت شیخ نظام الدین اپنے مرشد کی خدمت میں پہنچے، اور مجذوب کی باتیں کہہ سنائیں، شیخ الاسلام حضرت فرید الدین گنج شکر نے فرمایا کہ حجاب دو قسم کا ہوتا ہے، ایک ظلمانی، دوسرا نورانی، گناہ اور برائی ان ظلمانی حجاب ہیں، جو شخص ان سے توبہ کرے گا اس کا گناہ معاف کر دیا جائے گا، لیکن علم ایک نورانی حجاب ہے، جس کو ہر شخص نہ عبور کر سکتا ہے، اور نہ اس کے کنارے سے اٹھ سکتا ہے، جس وقت تک شرعی علوم میں بھی دستگاہ نہیں ہوگی خدا کی محبت، معرفت اور قربت حاصل نہیں ہو سکتی، اس لیے علم ایک بڑا حجاب ہو جاتا ہے۔

شریعت کی پابندی | حضرت بابا گنج شکرؒ کے ملفوظات نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دوسرے شرعی امور کے متعلق اس کثرت سے ہیں کہ یہ عاجز و راقم اپنی کج معیاری کی بنا پر ان کو سمیٹ کر لکھنے سے قاصر ہے، خود حضرت بابا صاحب نے بھی کسی حال میں جادہ شریعت سے تجاوز کرنا پسند نہیں فرمایا، عالم سکر میں ہوتے تو نماز کے وقت عالم صومین آجاتے، نماز کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ دینی و دنیاوی نعمت جو اٹھارہ ہزار عالم میں پیدا کی ہے، وہ دراصل نماز ہے، نماز باجماعت کی بڑی پابندی کرتے، اور اپنے مریدوں کو تلقین فرماتے کہ اگر وہ آدمی بھی ہوں تو جماعت قائم کر لینی چاہیے، روزے کی برکت کے لیے تمام عمر روزے رکھے۔

لے شامل الاقتیاص... لے ایضاً ص ۱۰۷ سے راحت القلوب مجلس پانزدہم

مریدوں اور مستقصدوں کو ایک بار مخاطب کر کے فرمایا کہ رمضان المبارک کے روزے رکھنے سے ہزار سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے، اور روزہ دار کے نامہ اعمال سے بے شمار برائیاں نکال دی جاتی ہیں، لہٰذا زکوٰۃ کے متعلق فرمایا کہ شریعت کی زکوٰۃ تو یہ ہے کہ جب دوسو درہم ہوں تو پانچ درہم زکوٰۃ نکالے، لیکن طریقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دوسو درہم میں پانچ درہم تو اپنے لیے رکھے اور ایک سو پچانوے راہ خدا میں دیدے اور حقیقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دوسو درہم میں ایک جہ بھی اپنے لیے رکھے۔

ایک موقع پر اپنے مریدوں کو ایک بزرگ کے قول کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جب ایک آدمی تین باتوں سے بشتاب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے تین چیزیں اٹھالیتا ہے۔ اول جو شخص زکوٰۃ نہیں دیتا تو اللہ اسکے دل سے برکت اٹھالیتا ہے، دوم جو شخص قربانی نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس سے نعمت چھین لیتا ہے، سوم جو شخص نماز نہیں پڑھتا اللہ تعالیٰ مرنے کے وقت اس سے ایمان کو جدا کر دیتا ہے۔

کئی بار حج کی بھی سعادت حاصل کی،

محبت رسول | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک جب کبھی آتا تو زار و قطار روتے، ایک بار آپ کی وفات کا ذکر خود ہی فرمایا، اور جب بیان کر چکے تو آہ کھینچی، نعرہ مارا، اور روتے روتے بیہوش ہو گئے، اور جب ہوش آیا تو فرمایا جس کے واسطے تمام عالم پیدا کیا گیا، جب اسی کو اس عالم سے اٹھالیا گیا تو اور دوسرے ناچیز بندوں کی کیا حیثیت ہے؟ جو زندگی کی خواہش کریں ہم اپنے کو جانے والوں ہی میں شمار کریں، غفلت کا پردہ درمیان سے اٹھا دیں اور زاد راہ کی فکر میں لگے رہیں گے۔

خلفاء | بعض خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء (دہلی) شیخ علاء الدین علی احمد صابر (کلکتہ شریف)
 شیخ جمال الدین قطب (ہانسی) شیخ نجیب الدین توکل (دہلی) شیخ داؤد پاشا (دہلی) سید
 امام علی لاقی (سیالکوٹ) شیخ برہان الدین محمود ابی الخیر السعد البغی (دہلی) شیخ منتخب الدین چشتی
 (دیوگیری) سید محمد بن سید محمود کرمانی (دہلی) خواجہ علاء الدین بن شیخ بدر الدین (دیال پور)
 شیخ زکریا سندھی، شیخ برہان الدین ہانسوی، مولانا محمد مولانی، مولانا علی بہار
 شیخ محمد نیشاپوری، شیخ حمید الدین مکانی، شیخ شہاب الدین بخاری اور عصارہ سیستانی،
 ان خلفاء سے تین سلسلے جاری ہوئے، حضرت شیخ نظام الدین اولیاء سے نظامیہ
 حضرت شیخ علاء الدین صابر سے صابریہ، اور حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی سے جمالیہ،
 لیکن کچھ دنوں کے بعد جمالیہ سلسلہ نظامیہ میں غم ہو گیا،

حضرت شیخ فخر الدین عرقی

نام و نسب | پورا نام شیخ فخر الدین ابراہیم ہے، تاریخ گزیدہ میں سلسلہ نسب یہ ہے: فخر الدین ابراہیم بن بزرجمہر بن عبدالغفار بخوالقی، لکھنؤ، گزیدہ ذکرہ دولت شاہ، مراۃ الخیال، سیر العارفین، مخزن الغرائب اور برٹش میوزیم کے فارسی خطوط کی فہرست میں ان کے والد بزرگوار کا اسم گرامی شہر یار مرقوم ہے، سیر العارفین کے مولف کا بیان ہے کہ

شیخ فخر الدین محمد شہر یار بہار الدین زکریا کی بہن کے بیٹے یعنی بھانجے تھے۔

مگر بعض تذکروں میں ان کو شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کا بھانجا بتایا جاتا ہے، سہدان کے نواح میں قریہ کجبان (باکو نجان) میں پیدا ہوئے، عفر سنی میں کلام پاک حفظ کیا، سہدان کے لوگ ان کی خوش گلوئی پر شفیقہ تھے۔

ابتدائی حالات | سترہ سال کی عمر میں سہدان کے مدرسہ سے معقولات و منقولات پڑھ کر فارغ ہوئے، ایک روایت یہ ہے کہ وہ سہدان سے بغداد آئے، اور شیخ شہاب الدین سہروردی

لے تاریخ گزیدہ ص ۷۷ تذکرہ دولت شاہ ص ۲۱۵ مراۃ الخیال ص ۶۴ سیر العارفین

جلد اول اردو ترجمہ ص ۲۲ ۷۵ برٹش میوزیم فارسی خطوط ص ۵۹ ۷۶ سیر العارفین اردو ترجمہ ص ۲۲

۷۷ مراۃ الاسرار تہذیبی نسخہ دار المصنفین ۷۸ میخار عبدالنبی ص ۲۸ مرتبہ: جناب محمد شفیع صاحب ایم اے

۷۹ لغات الاسرار علمی نسخہ دار المصنفین، ایک روایت ہے کہ نو مہینے میں پورا کلام پاک حفظ کیا

اور اس وقت ان کی عمر پانچ سال نو مہینے کی تھی،

کی خدمت میں رہ کر روحانی تعلیم پائی، اور ان سے شہرتِ بیعت حاصل کیا، ان کے پاس ہر
 برسوں عبادت و ریاضت کرتے رہے، شیخ شہاب الدین سہروردی نے اسی مدت میں
 ان کو عرقیٰ متخلص عطا فرمایا، اور ہندوستان جانے کا حکم دیا، یہاں پہنچ کر حضرت شیخ بہاء الدین
 زکریا کی خدمت میں ملتان آئے، اور ان کے فیضِ صحبت سے روحانی اور باطنی دولت
 مالا مال ہوئے، ایک دوسری روایت ہے کہ تعلیم سے فارغ ہو کر ہمدان کے مدرسہ میں
 درس دے رہے تھے کہ فلسفہ و لون کی ایک جماعت پہنچی اور مندرجہ ذیل غزل پڑھنے لگی۔

مادخت ز مسجد بخرابات کشیم	خط بروق ز بدو کرات کشیم
در کئے منان و صف عشاق شستیم	جام از کف زندان خرابات کشیم
از زہد و مقامات گذشتیم کہ بیار	کاسِ تعب از زہد مقامات کشیم

ان اشعار کو سن کر شیخ فخر الدین ابراہیم بے تاب ہو گئے، اور ان پر ایک وجہ طاری
 ہو گیا۔ قلندر و نین سے ایک قلندر اپنے حسن و جمال میں بے نظیر تھا، اس کے حسنِ فانی کو
 دیکھ کر ان کے دل میں عشقِ حقیقی کی آگ بھڑک اٹھی، کپڑے پھاڑ ڈالے اور عمامہ سر سے اتار
 پھینکا، اور اسی وقت فرمایا،

چہ خوش باش کہ دلدارم تو باشی ندیم و مولس و یارم تو باشی

اور پھر قلندروں کے ساتھ ہمدان سے چل کھڑے ہوئے اور عراق و عرب و عجم کی سیاحت
 کرتے ہوئے ہندوستان پہنچے، جب ملتان آئے تو قلندروں کے ساتھ حضرت شیخ بہاء الدین
 زکریا کی خانقاہ میں قیام کیا، حضرت شیخ بہاء الدین زریا کی نظر ان پر پڑی تو ان کو صورتِ آفتاب
 اور اپنے مقرب خاص شیخ عماد الدین سے فرمایا :-

”درین جہان استعداد تمام یافتہ از ابنِ جامی باید بودن“

شیخ فخر الدین عراقی نے بھی حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کی طرف کشش محسوس کی اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ

”بر مثال متعاطیس کہ آہن را کشد، شیخ مرا جذب می کند و مقید خواهد کرد و ازین جا زود ترمی باید رفت“

چنانچہ ملتان سے دہلی چلے آئے، اور دہلی سے سومات کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں سخت آندھی آئی، آندھی میں قلندر ایک دوسرے سے علحدہ ہو گئے، شیخ فخر الدین عراقی ساتھیوں سے جھوٹ کر ادھر ادھر پریشان خاطر پھرتے رہے۔ بالآخر ملتان کی طرف مراجعت کا تہیہ کیا، وہاں پہنچے تو حضرت شیخ بہاء الدین زکریا نے دیکھتے ہی فرمایا:

”عراقی! از ما بگریختی!“

شیخ فخر الدین نے جواب میں کہا:

از تو مگر زودل من یک زمان کالبد را کے بود از جان گزیر

وایہ لطفت مرا در برگرفت داد بیش از مادرم صد گونہ شیر

کیفیت دست | حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ان کو اپنی خلوت میں لے گئے، جہاں وہ دس روز تک چلہ میں بیٹھے، گیارہویں روز ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی، وہ روتے تھے اور یہ غزل پڑھتے تھے،

نخنین بادہ کا نہرجبام کردند چشم مست ساقی وام کردند

چوبے خود خواستند اہل طرب را شراب بے خودی در کام کردند

برائے صید مرغ جان عاشق ز زلف فتنہ جو یاں وام کردند

لے سینا و جلہ النبی ص ۳۲، لے غزلن الزرائب، خوبان، لے ایضا، ز زلف قید خوبان وام کردند،

بہ عالم ہر کبار رنج و بلا بود
بہم بردند و عشقش نام کر دند
چو خود کردند راز خوشیتن فاش
عراقی را چہ ابد نام کر دند

حضرت شیخ بہار الدین زکریا کے مریدوں نے چلمین شیخ فخر الدین عراقی کو ننگہ سرائی کرتے دیکھا، تو مرشد کو اطلاع دی کہ ان چیزوں کی تو ممانعت ہے، پھر شیخ فخر الدین عراقی اس کے یکے مرتکب ہو رہے ہیں، مرشد نے فرمایا کہ

”شمار اذین چیز مانع است اور امانع نیست“

اس کے کچھ دنوں کے بعد شیخ عماد الدین شہرین نکلے، ایک خرابات سے گزر رہے تھے کہ زندون کو مندرجہ بالا غزل چنگ و چخانہ کے ساتھ پڑھتے سنا، شہر سے واپس ہوئے تو اپنے مرشد شیخ بہار الدین زکریا کو یہ واقعہ سنایا، مرشد نے یہ سن کر شیخ فخر الدین عراقی کے متعلق فرمایا کہ

”کار او تمام شد“

اور پھر شیخ فخر الدین عراقی کے پاس خلوت میں پہنچکر ارشاد فرمایا :-

”عراقی! مناجات، خرابات می کنی، بیرون آئی“

شیخ عراقی باہر آئے، مرشد کے قدموں پر سر رکھ دیا، اور دیر تک پھوٹ پھوٹ کر روتے

لے مخزن الغائب، رنج و بلائیت لے مخزن الغائب، ستر لے یہ پوری غزل تذکرہ دولت شاہ ص ۲۱
سے نقل کی گئی ہے، دولت شاہ اور مخزن الغائب کے مولف کا بیان ہے کہ شیخ فخر الدین نے یہ غزل اپنے مرشد شیخ شہاب الدین سروردی کے فراق اور اپنی غربت و وطن پر کمی تھی، جس کے بعد شیخ بہار الدین زکریا نے انکو عراق واپس جانے کی اجازت دیدی، مگر میخانہ مولفہ عبدالنبی میں شیخ فخر الدین عراقی کے تفصیلی حالات درج ہیں اسکے مطالعہ سے یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی ہے لے مرآۃ الخصال ص ۶۴،

رہے، مرشد نے اپنے دست مبارک سے ان کا سر اٹھایا، اور سینہ سے لگایا، شیخ عراقی نے اسی وقت ایک غول کسی جس کا مطلع یہ ہے،

در کوے خرابات کے راگینا راست ہشیاری مستیش ہمہ عین نماز است

مرشد نے اسی وقت اپنا خرقد اتار کر ان کو پہنا دیا، اور اسی مجلس میں اپنی صاحبزادی کو ان کے جلالہ کساح میں دیدیا، شیخ عراقی اپنے مرشد اور خسر کی خدمت میں پچیس سال رہے، اسی اثنا میں ان کے فرزند ارجمند شیخ کبیر الدین کی پیدائش ہوئی،

خلافت حضرت شیخ بہاء الدین زکریا نے اپنے دصال کے وقت شیخ فخر الدین عراقی ہی کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنایا تھا، مگر شیخ فخر الدین عراقی نے مرشد کی دیرینہ روایات کی بامندی نہ کی، وہ مغلوب الحال ہو کر اپنے جذبات کا اظہار شعرو شاعری کے ذریعہ سے کیا کرتے تھے، جس کو حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کے اور دوسرے مرید اپنے مرشد کے طریقے اور مسلک کے خلاف سمجھتے تھے، شیخ فخر الدین نے یہ محسوس کیا، تو اس منصب سے علیحدہ ہو کر عدن کی طرف روانہ ہو گئے،

عدن میں پذیرائی عدن کا سلطان ان کی شہرت سن چکا تھا، اور ان کی شاعری کا مستقد تھا، چنانچہ وہ عدن پہنچے، تو علماء و صلحا کی مسیت میں ان کا شاندار استقبال کیا، اور شاہی خانقاہ میں ٹھہرایا، اور ہر قسم کی خاطر تواضع کی، حج کا موسم آیا تو حضرت شیخ فخر الدین عراقی نے خانہ کعبہ کی زیارت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، سلطان ان کا اس قدر گرویدہ ہو گیا تھا کہ ان کی مفاد گواری کی بلکین وہ خانہ کعبہ کی زیارت کے اشتیاق میں سلطان کی اجازت کے بغیر چپ چاپ عدن سے چل کھڑے ہوئے، سلطان کو ان کے جانے کی خبر ملی تو ان کی علیحدگی سے بیتاب ہو کر خود بھی عاجز م حج ہوا، مگر پھر لوٹ آیا، اور بے انتہا مال و دولت کا نذرانہ ان کی خدمت میں

اس ہدایت کے ساتھ بھیجا، اگر وہ اس کو قبول نہ کریں تو ان کے خادموں اور مریدوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

حج۱ حضرت شیخ فرالدین عراتی مُست و سرشار مکہ منظمہ پہنچے، احرام باندھتے وقت انھوں نے ایک قصیدہ تحریر فرمایا، جس کا مطلع یہ تھا،
 اے جلالت فرش عزت جاؤں اندا خستہ گوئے در میدان وحدت کامر ان اندا خستہ
 اور جب خانہ کعبہ پر ان کی نظر پڑی تو اس کے انوار و تجلیات سے مسحور ہو کر ایک دوسرا قصیدہ
 کہا جس کے دو شعر یہ ہیں،

تعالیٰ من توحدا بالکمال تقدس من تضرع بالجلال
 جنہ اصغہ بہشت مثال کہ بود آسمانش صف نعال
 مدینہ منورہ پہنچے تو ان پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو گئی، اور ایک رات
 میں پانچ قصیدے کہے، ان قصیدوں کے صرف مطلعے ملاحظہ ہوں :-

(۱)

عاشقان چون بر در دل حلقہ سواژ آتش سوئے جان در دل شیدا زند

(۲)

شہبازم و چو صید جان نیت در خرم ناگہ بود کہ از کف ایام بر پریم

(۳)

اے رخت مجمع خیال شدہ مطلع نور ذوا بحلال شدہ

(۴)

راہ بابکیت و شہتاریک مکہ مشکوبیر اے سہولت رخ نمای و اے غایت دستگیر

دل ترا دوست ترز جان دارد جان زہر تو در میان دارد

سیاحت اقصائے روم | ماریہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہو چکے، تو اقصائے روم کی سیاحت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، قونیہ پہنچ کر وہاں حضرت شیخ محی الدین عربی کے خلیفہ اور سچے نشین حضرت شیخ صدر الدین کی خدمت میں پہنچے، ان کی صحبت میں زمانہ پیچھے پیچھے ہوئی تو ایک عرصہ تک قونیہ میں قیام پذیر رہے، اور حضرت شیخ صدر الدین کی صحبت میں خصوصاً حکم کا مطالعہ کیا جس کے مدنی شہر کتاب لمعات تصنیف کی حضرت شیخ صدر الدین نے اسکو پڑھ کر فرمایا۔
”اے فخر الدین عراقی سر سخن مردان آشکارا کر دے۔“

چنانچہ یہ کتاب ارباب تصوف کے حلقہ میں برابر مقبول رہی، ملا نور الدین عبدالرحمن جامی نے شمعہ اللغات، اور مولانا صائغ الدین علی ترکہ اصفہانی نے ضوء اللغات کے نام سے اس کی شرحیں لکھی ہیں، سیر العارفین کے مولف کا بیان ہے کہ صدر خاوری نے بھی اس کی شرح تحریر کی ہے، اور لمعات کی تعریف میں یہ شعر لکھا ہے،
چہ در سنبیل چہ در آہوئے تاتار نیش تا نو شک اود بار
اور خود سیر العارفین کے مولف نے لمعات کی توصیف ان الفاظ میں کی ہے،

”ارباب بصیرت پر غنی نہیں ہے کہ لمعات ایک نظر و صاحب فیض کا ہے، جو دریا

مہر سے شیخ بہاء الدین ذکر کیا تفسیر العزیز کے فخر الدین کی زبان پر پڑ چکا ہے
یہ کتاب فصوص الحکم کے طرز پر لکھی گئی ہے، اور اس میں بھی فصوص کی طرح اٹھائیس فصلیں

۱۔ یہ تمام تفصیلات میخانہ مؤلف عبد الباقی ص ۳۶ - ۳۷ سے لی گئی ہیں، ۲۔ میخانہ ص ۳۷،

۳۔ بیش میزیم کتیلداگ ص ۴۴ ۴۔ ایضاً ص ۸۳ ۵۔ سیر العارفین اردو ترجمہ ج ۱ ص ۲۴

ہیں، میخانہ کے مولف کا خیال ہے کہ

”لمعات بحقیقت لب فصوص است“^۱

یہاں کے قیام کے زمانہ میں امیر معین الدین حضرت شیخ فخر الدین عراقی کا بے حد معتقد ہو گیا تھا، اس کا اعتراف تھا کہ وہ کوئی جگہ انتخاب کر کے اپنے لیے خانقاہ بنالین، پہلے تو انھوں نے اس کو پسند نہ کیا، لیکن پھر تو قات میں خانقاہ بنوائی، ایک بار امیر معین الدین کچھ نقد رقم لیکر ان کی خدمت میں حاضر ہوا، مگر انھوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا، امیر معین الدین نے شکستہ خاطر ہو کر کہا کہ آپ مجھ سے نہ کوئی خدمت لیتے ہیں، اور نہ میری طرف التفات فرماتے ہیں، شیخ نے ہنس کر جواب دیا کہ

”اے امیر! بار بزرگمی تو ان فریفت“

طبیعت میں دار فنگی تھی، اور اس وار فنگی کے عالم میں بعض اوقات ان کے حرکات و اعمال ارباب ظاہر کے لیے ناپندیدہ ہو جاتے تھے، ایک روز امیر معین الدین ان کی قیام گاہ پر آیا، تو ان کو وہاں نہ پایا، ان کی تلاش میں باہر نکلا، تو دیکھا کہ کچھ لڑکے ان کے گچھ میں رسی ڈال کر ان کو ادھر ادھر دوڑا رہے ہیں، بعض لوگوں نے شیخ عراقی کی اس حرکت پر طنز بھی کیا لیکن امیر معین الدین نے طنز و تشنیع پر توجہ نہ کی، اور شیخ کی معیت میں ان کی قیام گاہ پر واپس آیا، اسی طرح ایک روز شیخ اپنی قیام گاہ سے باہر گئے، تو دو دن تک واپس نہ آئے، امیر معین الدین نے ہر طرف آدمی دوڑائے، لیکن ان کا کہیں پتہ نہ چلا، تیسرے روز خبر ملی کہ وہ بہار کے دامن میں مقیم ہیں، امیر معین الدین : اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہاں پہنچا، تو شیخ کی عجیب کیفیت دیکھی، وہ بہہ نہ پایا اور بہہ نہ سہر برف کے تو دو دن پر رقص کر رہے تھے

ان کے جسم سے پسینہ جاری تھا، اور اسی جذب کے عالم میں اشارے کتے جاتے تھے جن میں سے ایک شعر یہ ہے:-

در جام جهان نمائے اول نہ نقش مہمہ جان مثل

بڑی شکل سے شہر کی طرف مراجعت کرنے کے لیے رہنا مند ہوئے، تھوڑے ہی عرصہ کے بعد امیر معین الدین کے برے دن آ گئے، اور باب سلطنت اس سے برگشتہ ہو گئے اور حکومت کی طرف سے اس کی املاک ضبط کر لی گئی، اس کو اپنی زندگی کی خاطر شہر بھی خاموشی سے چھوڑ دینا پڑا، مگر جب وہ شہر سے جانے لگا، تو رات کو شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور جواہرات کا ایک ذخیرہ پیش کر کے گزارش کی کہ ان کو جس طرح چاہیں خرچ کریں، مگر میرالڑکا مصر میں مقید ہے، اگر ممکن ہو تو اس کی رہائی کی کوشش کریں، اس کو رہا کر کے اپنے پاس رکھیں، اور اس کو ایک لکھ کیلے بھی اپنے سے جا نہ کریں، اس کو اپنا پرانا خرقہ بھی پہنائیں، اور اس کو موقعِ ندین کہ وہ اس خرقہ کو ضائع کرے، امیر یہ باتیں کہتے وقت اشکبار ہو رہا تھا، خود شیخ پر بھی گریہ طاری تھا، بالآخر شیخ کے پاؤں کا بوسہ دیکر وہ رخصت ہو گیا اور شیخ نے جواہرات کو بطور امانت اپنے پاس رکھ لیا۔

امیر معین الدین کی مغزولی کے بعد اس علاقہ کی نگرانی خواجہ شمس الدین کے سپرد کی گئی، اس کی معیت میں مولانا امین الدین بھی تشریف لائے، تو قیامت پہنچ کر مولانا امین الدین شیخ فرید الدین عرواقی سے بھی ملے آئے، دو دنوں بڑی گرم جوشی سے ایک دوسرے سے ملے، اور جب سیر و سلوک گفتگو شروع ہوئی، تو دونوں ایسے محو ہوئے کہ راستہ کا پتہ ہلاکو کے زمانہ سے اربعوں کی محنتِ فنی (سنہ ۸۰۰) تک رہائی یون کے دیوانی معاملات کی نگرانی خواجہ شمس الدین کے سپرد تھی، دیکھو حاشی میخانہ ص ۵۰ لکھ میخانہ کے سرفہ نے مولانا کے لیے یہ نقابِ ستارہ کیے ہیں، سلطان المحققین امین الحق والدین حامی ملت قدس اللہ روحہما،

کافی حصہ گزر گیا، پھر بھی دونوں کی تشنگی باقی رہی، یہاں تک کہ تین دن گزر گئے، چوتھے روز مولانا امین الدین خواجہ شمس الدین سے ملے، تو موخر الذکر نے تین دن کی مفارقت کی شکایت کر کے اپنے ملال کا اظہار کیا، مولانا امین الدین نے خواجہ شمس الدین کی دُجوبی کر کے فرمایا کہ شیخ فخر الدین عراقی کی صحبت میں تھا، اور ان سے ایسی باتیں سنیں جو کسی سے عمر بھر نہ سنی تھیں، ان کی صحبت میں تین سال رہتا یا تمام زندگی رہنے کا موقع مل جاتا، تو بھی ان کی مفارقت گوارا نہ کرتا، مولانا امین الدین کی اس عقیدتمندی کو سن کر خواجہ شمس الدین کو بھی شیخ فخر الدین عراقی سے ملنے کا اشتیاق ہوا، اور ان کو لانے کے لیے خلعت کے ساتھ ایک اونٹ بھجوا، شیخ فخر الدین عراقی جب قریب پہنچے تو خواجہ شمس الدین معزز لوگوں کے ساتھ ان کے استقبال کے لیے گیا، شیخ نے مولانا امین الدین کو دیکھ کر کہا "ان ہی اکھ فتنۃ شمس" یعنی مجھ کو یہاں بلا بھیجے ہیں، تھا رہا ہی فتنہ ہے، خواجہ شمس الدین ان سے بڑی تعظیم کے ساتھ پیش آیا، اور جب سلوک پر گفتگو شروع ہوئی، تو شیخ کی گفتگو میں اتنی تاثیر اور گرمی تھی کہ خواجہ شمس الدین کی آنکھوں سے بہت دیر تک بے اختیار آنسو جاری رہے،

کچھ ہی عرصہ کے بعد حاسدوں نے ارباب حکومت سے مخبری کی، کہ امیر حسین الدین کی ساری دولت شیخ فخر الدین عراقی کے پاس جمع ہے، مگر ان کی گرفتاری سے پہلے خواجہ شمس الدین نے ان کو اس کا موقع دیا کہ وہ تو قات چھوڑ کر کہیں اور منتقل ہو جائیں، چنانچہ وہ امیر معین الدین کی امانت لیکر دو آدمیوں کے ساتھ شیرب کی طرف روانہ ہو گئے، اور وہاں سے مصر پہنچے، یہاں خانقاہ صاحبیہ میں قیام کر کے امیر معین الدین کے رٹکے کی رہائی کی تدبیریں کیں، مگر کوئی صورت کارگر نہیں ہوئی، تو سلطان مصر کے دربار کے دروازے پہ پہنچے، حاجون نے پہلے دو کا گھر پھر اندر جانے کی اجازت دیدی، سلطان کو دیکھ کر سلام کیا،

اور امیر معین الدین کی امانت اس کے سامنے رکھ کر کھڑے ہو گئے، سلطان نے ان کو دیکھ کر محسوس کیا کہ وہ کوئی اعلیٰ پایہ کے بزرگ ہیں، چنانچہ اس نے ان کو عزت سے بٹھایا، اور جواہرات کی گٹھری کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ اس میں کیا ہے، حضرت شیخ فخر الدین عراقی نے جواب دیا کہ یہ امانت ہے، سلطان نے اس کو کھولنے کا حکم دیا، اور بیش بہا جواہرات دیکھ کر تعجب ہوا، مزید تفصیل پوچھی تو شیخ فخر الدین عراقی نے ساری باتیں بتائیں، سلطان کو تعجب ہوا کہ انھوں نے جواہرات کو میرے سامنے لا کر تحفہ کے طور پر حاضر کر دیا ہے، اور اپنے لیے ان کو پسند نہیں کیا، شیخ کو نور باطن سے سلطان کے اس تعجب کا کشف ہو گیا، چنانچہ اسی وقت کلام پاک کی اس آیت قل متاع الدنیا قلیل واکخرتہ لمن اتقى ولا تظلمون فتیلہ کی تفسیر بیان فرمائی، سلطان ان کی تقریر سے متاثر ہو کر اپنی منہ سے نیچے اتر آیا، اور شیخ کے سامنے مودب ہو کر بیٹھ گیا، اور ان کی باتیں سن رہا تھا، اور ہر بات پر روتا تھا، کہا جاتا ہے کہ سلطان اس روز اتنا رويا کہ تمام عمر نہ روتا تھا (میخانہ ص ۴۳)

اسی روز سلطان نے امیر معین الدین کے لڑکے کو قید سے رہا کرنے کا حکم جاری کیا، اور اس کے ساتھ بہت ہی لطف و کرم سے پیش آیا، غایت عقیدت میں اس نے حضرت شیخ فخر الدین عراقی کو سلطنت کا شیخ الشیوخ بنانے کا ارادہ ظاہر کیا، دوسرے دن اس منصب کے عطا کرنے کی تقریب میں تمام صوفیہ و علماء اور اکابر سلطنت کو مدعو کیا، اس دعوت پر دربار میں چھ ہزار صوفیہ جمع ہوئے، اور بڑے اعزاز کے ساتھ شیخ فخر الدین عراقی کو خلعت اور طبلان پہنایا گیا، اس کے بعد ایک جلوس مرتب کیا گیا، جس میں صرف شیخ فخر الدین عراقی گھوڑے پر سوار تھے، اور باقی تمام صوفیہ، علماء، اور امراء ان کے رکاب میں پیادہ تھے، شیخ نے اپنی عظمت اور توقیر دیکھی تو انھوں نے اپنے نفس کا استیلاء اور غلبہ

محسوس کیا، اس لیے اضطراراً طلیسان اور دستار تار کر گھوڑے کی زین کے لگے رکھنا کچھ دیر کھڑے رہ کر پھر دستار کو سر پر رکھ لیا، حاضرین یہ دیکھ کہنے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ ایسا دیوانہ مزخرف آدمی شیخ انشیوخ کے منصب کے لیے کیونکر موزون ہو سکتا ہے، وزیر نے شیخ سے پوچھا یا شیخ لہما فخذت هذا (اے شیخ آپ نے ایسا کیوں کیا) شیخ نے جواب دیا، وانت ما تعرف الحال (آپ کو حال سے واقفیت نہیں) اور جب سلطان کو اس کی خبر ملی تو شیخ کو بلا کر اس واقعہ کے متعلق استفسار کیا، شیخ نے جواب دیا کہ

”نفس بر من متولی شدہ بود، اگرچہ میں نہ کروں غلام نیابتی، مگر در عقوبت باندہ“

اس جواب کو سن کر سلطان کا اعتقاد اور بھی بڑھ گیا، اور شیخ کے وظیفہ میں مزید اضافہ کر دیا، مگر شیخ کی طبیعت کی بے قراری اور مزاج کی اشتعلیت بدستور سابق قائم رہی، وہ بازاروں، شہر کوں اور گلیوں میں بلا تکلف گھومتے نظر آتے تھے، اور اس بے تکلفی میں ان سے بعض ایسی باتیں سرزد ہو جاتیں جو بدوشی اور مشیخت کے لیے ناموزون ہوتیں، پھر بھی ان سے لوگوں کی عقیدہ تمندی قائم رہی، سلطان نے حکم دے رکھا تھا کہ وہ اس کے پاس جس وقت بھی تشریف لانا چاہیں، ان کی مزاحمت نہ کی جائے، چنانچہ اگر وہ حرم یا خانہ بگاہ میں بھی ہوتا بھی فوراً قدمبوسی کے لیے حاضر ہو جاتا، کچھ روز کے بعد شیخ کی طبیعت مہر سے گھبرا گئی، تو دمشق کی طرف جانے کا قصد کیا، سلطان نے روکنا چاہا، مگر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اس کے بعد سلطان نے شام کے ملک الامراء کو ان کے استقبال اور پذیرائی کے لیے لکھا، چنانچہ اس نے تمام علماء و مشائخ کے ساتھ ان کا پر جوش خیر مقدم کیا، (میں خانہ ص ۴۶)

وفات | یہاں ان کے قیام کے چھ مہینے کے بعد ان کے فرزند شیخ کبیر الدین ہندوستان سے ملے آئے، صاحبزادے کے کچھ دنوں کے بعد ان کے چہرے پر دموی دم ظاہر ہوا،

جس سے دو پانچ روز تک سو نہ سکے، اور یہی عارضہ ان کے لیے مرض الموت ثابت ہوا، موت
کے وقت شیخ کبیر الدین کو پاس بلایا، اور یہ آیت پڑھتی،

يَوْمَ رَافِعُ الْمَسَاءِ مِنْ اَخِيهِ وَاعِي
جس کو زیبا کو می اپنی بھالی سوا در اپنی مالک
وَابْنِيَّ وَصَاحِبَتِي وَبَنِيَّ كُلِّ
اور اپنی بیٹی کو اپنی بیٹی سوا در اپنی اولاد
اَمْرِي مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ
بھاگے گا ان میں ہر شخص کو اپنا شغل ہو گا جو
يُغْنِيهِ (عبس)
اسکو اور غرت متوجہ نہ ہونے دیگا۔

پھر یہ رباعی کہی

در سابقہ چون قرار عالم دادند
مانا کہ نہ بر مراد آدم دادند
ز ان قاعدہ و قرار کار و زان
ز بیش کیس وعدہ و نہ کم دادند

اس کے بعد کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے عالم جاودانی کو سدھارے، وفات کے وقت
سن شریف اٹھاسی سال تھا، میخانہ اور نفحات الانس میں سال وفات منسبت ہے تاہین
گزیدہ میں ۸۵۰ اور تذکرہ دولت شاہ میں ۸۵۱ مرقوم ہے، مگر اول الذکر سن ہی صحیح سمجھا
گیا، ان کے خزانہ مبارک کے متعلق نفحات الانس میں ہے،

”و قبر وے در قفایہ قد شیخ محی الدین بن العربی است قدس اللہ تعالیٰ روحہما
در صاحبہ دمشق و قبر فرزندے کبیر الدین در پہلو سے قبر وے رحمہ اللہ تعالیٰ“
تذکرہ دولت شاہ میں ہے،

”در مقدمہ بارکش جبل صاحبہ است، و در قدم حضرت قدوة العارفین شیخ الشیوخ

لے مراد الخلیل، ہر قاعد و قرار کار و زان و بے بیش کیس ز وعدہ نے کم دادند لے تذکرہ دولت شاہ میں یہی
سال مرقوم ہے کہ دیکھو عیاشی میخانہ ص ۱۰، نیز مراد الخلیل ص ۳۴۴ مراد الاسرار علی النعم دار المصنفین،

العالم ہادی الخلائق والاظم شیخ محی الدین بن العربی قدس اللہ سرہ العزیز اسودہ است۔
سیر العارفین میں ہے :-

”قبران کی برابر مزار شیخ محی الدین عربی کے ہے۔ چنانچہ یہ فقیر جالی بھی وہاں جا کر
زیارت سے فیضیاب ہوا ہے، محلہ مشہور صالحیہ دمشق میں مزار ان کا واقع ہے، اور اس
دیار کے زائر و نون مزاروں کی نسبت الفاظ سے یوں کرتے ہیں کہ ہذا بحر العرب یعنی
یہ قبر شیخ محی الدین عربی کی سمندر پر فیض عرب شریف کا ہے، اور نسبت قبر شیخ مولانا
فخر الدین کی کہتے ہیں، ہذا بحر العجم یعنی یہ سمندر عجم کا ہے، بڑا فیض پہنچانے والا، اور قبر شیخ
اودع الدین کرمانی کی بھی اسی تہرک جگہ پر ہے۔“

سفینۃ الاولیاء میں ہے (ص ۱۹۸)

”قبر ایشان در قفا سے قبر شیخ محی الدین العربی است در صالحیہ دمشق۔“

تصانیف | حضرت شیخ فخر الدین عراقی کی تصانیف میں لمعات کے علاوہ ایک تنویدی
اور ایک دیوان بھی ہے، تنویدی کا نام برٹش میوزیم کے فارسی مخطوطات کی فہرست میں
عشاق نامہ درج ہے، میخانہ میں تنویدی کا نام مرقوم نہیں ہے، لیکن اس کا ذکر ان
الفاظ میں ہے :-

”تنویدی بر طرز حدیقہ برشتہ نظم در آوردہ، در آن میان غزل گوئی فرمودہ۔“

اور اسی کے ساتھ اس میں تنویدی کے کچھ اشعار بھی منقول ہیں، جو ہم ہدیہ ناظرین کہتے ہیں،
از عراقی سلام بر عشاق آن جگر خستگان تیر فراق

لے تذکرہ دولت شاہ ص ۲۱۶ سیر العارفین لد و ترجمہ ص ۲۴۷ و ۲۴۸ سہ برٹش میوزیم کی لگا فارسی

مخطوطات ص ۲۷۹ گہ میخانہ ص ۲۸۰ و ۲۸۱

محرمان سر اچہ قدسی	لوح خوانان ستر نہ کمرسی
سایگانِ طریقت علیا	راہ دارانِ جادہ سفلی
زندہ جانان مردہ در غم یار	مست حالان و جانِ دل ہشیار
بادشاہانِ تختِ روحانی	غوطہ خورانِ بحرِ نوری
شاہِ بازانِ درِ قفس ماندہ	پیشِ میانِ باز پس ماندہ
از حد و وجود گم گشتہ	وز عقول و نفوس بگڈشتہ
بکسے شان زد دست پڑانہ	سوختہ چون ز شمع پروانہ
ہچو پروانہ ز اشتیاقِ رخسار	خوشتنِ رنگینہ در آتش
در رہ دوستِ پاز سر کردہ	ابجد عشقِ راز بر کردہ
چون ز کتابِ دہر جیفہ شد	بر سرِ ریضا خلیفہ شدہ
یار خود دیدہ در پس پردہ	تن بجان ماندہ جانِ فدا کردہ
سے نخوردہ شدہ ہو مست	دوستِ نادیدہ دل بدادہ ز دست
برہ یار منتظر ماندہ	نہک شوقِ بردل افشا ندہ
بارِ محنت کشیدہ چون ایوب	زہرِ فرقت چشیدہ چون یعقوب
نظر جانِ جسم بگستہ	صدقِ میعاد باز دانستہ
کردہ از جانِ بسوی کوشِ روی	لیس فی حبشی سوئے اللہ گوئے
جانِ انا الحقِ زمان و تن بردا	فارغ از جنت و گذشتہ ز نار
علم اتحادِ بر بستہ	شکر از دشمن بشکستہ
بن و یخ خیال بر کندہ	گشتہ از او ہچمان بندہ

مولانا شبلی شاعر الحکم علیہ پنجم (ص ۱۶۸) میں رقمطراز ہیں کہ شیخ عراقی کی ایک مثنوی کا نام وہ فاضل ہے، جو ان کی نظر سے نہیں گزری، لیکن اس کے حسب ذیل چند اشعار ریاض الدارین سے نقل کیے ہیں:

از بھالت نمی شکبہ دل	می بر عقل و می فریب دل
ما شمعان تو پاکب از آمد	صید عشق تو شاه بازان آمد
فانی از درون صاحب درد	بکن لے دوست ہر چہ توان کرد
عشق و اوصاف کردگار کیست	عاشق و عشق حسن یار کیست

دیوان میں قصیدہ دن اور غزلوں کے ہزاروں اشعار ہیں، ان کے عارفانہ اشعار کی داد ہر زمانہ میں ملی ہے، ملا جامی نغاسات الانس میں رقمطراز ہیں:

”وہ صاحب کتاب لمعات ست و دیوان شعروے مشہور است۔“

تذکرہ دولت شاہ میں ہے:-

”سخنان پر شور و عارفانہ وار و در وجد و حال بے نظیر عالم بود و مودان و عارفان

سخن اور معتقد۔“ (ص ۶۱۵)

سیر النوارین کے مولف کا بیان ہے،

”اور نیز اکثر نقاد و راجح غیب و مرغوب اپنے پیر بے نظیر شیخ بہار الدین زکریا

قدس روحہ کی صفت و ثناء میں فرالدین مرحوم نے لکھے ہیں (ج ۱ ص ۶۳)

مخزن الغرائب میں ہے،

”سخنان پر شور و عاشقانہ بسیار دے راست“ (قلبی نسخہ دار البصیفین)

ان کا دیوان چھپ گیا ہے، غزلوں کے کچھ اشعار اور رباعیات ملاحظہ ہوں:-

بیالے دیدہ تائیکدم بگرییم	نیم چون خوش دل و خرم بگرییم
گئے از درد بے درمان بنالیم	گئے از زخم بے مرہم بگرییم
نشہ جان محرم اسرار جانان	بران محروم نامحرم بگرییم
عزائی را کنون ماتم بداییم	بران مسکین درین ماتم بگرییم

چہ کردہ ام کہ دلم از فراق غن کردی	چہ افتاد کہ درد دلم فزون کردی
ہمہ حدیث و فاد وصال می گفتی	چہ عاشق تو شدم تھتہ بازگون کردی
بسوختی دل و جانم کہ انخی جگریم	بر آتش غمت از بسکہ آزمون کردی
سیاہ رودے دو عالم شدم کہ در خم فقر	گلیم بخت عزائی سیاہ گون کردی

دست از دل بے قرار شستم	واندر سر زلفی یار بستم
بیدل شدم و ز جان بیکبار	چون طرہ یار بر شکستم
گویند چگونہ ؟ چہ گویم ؟	ہستم ز غمش چنانکہ ہستم
ساقی قدے کہ از مے عشق	چون چشم خوش تو نیم شستم
در دام بافتادہ بودم	ہم طرہ اگر گرفت و شستم
شد نوبت خوشتن پرستی	انکہ آئکہ ہے پر شستم
فارغ شوم از غم عزائی	اندز حسرت او چو باز شستم
در مسکہ می کشم سوسے	باشد کہ بسیارم از تو بوسے

اس دوست النیاس کہ جانم بسوختی فریاد کز فراق روانم بسوختی
وانم کہ سوختی ز غم عشق خود مرا لیکن ندانم اینکہ جانم بسوختی

رباعی

گل صبحدم از باد برآشفست و برینیت بابا و صبا حکایتے گفت و برینیت
بد بعدی عمر بین کہ گل در دہ روز سر بر زد و غنیمت کرد و بلغت و برینیت

رباعی

یارب تو بخود مرا تو شکر گردان و از ہر چہ خبر ازت لم برگردان
آئینہ شد مس و غل ہا لغت م آخر نظر سے نس راز گردان
مولانا شبلی شاعر انجم (حصہ پنجم ص ۱۲۹) میں رقمطراز ہیں کہ شیخ عراقی اکثر وحدت وجود
کے مسئلہ کو صاف تمثیلوں میں ادا کرتے ہیں مثلاً

عشق شوے در نہاد ما نہاد جان مادر بوتہ سودا نہاد
گفتگوے در زبان ما فکند جستجوے در درون ما نہاد
دم بدم در ہر لباسے رخ نمود لحظہ لحظہ پاسے ویکہ پا نہاد
بر مثال غوثیتن حرفے نوشت نام آن حرف آدم و حوا نہاد
ہم چشم خود جہاں خود بدید تہمتے بر چشم ما بینا نہاد

یہ غزل انکی مشور عام ہے اور حال و قال کے جلسوں میں گائی جاتی ہے،

بہ زمین چو سجدہ کردم ز زمین ندا برآید کہ مرا خراب کردی توبہ سجدہ ریائی
چو براہ کعبہ رفتم بہ حرم رہسم ندا دند کہ بروں در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

حضرت شیخ امیر حسینیؒ

نام و وطن | حضرت شیخ امیر حسینیؒ کا اسم گرامی نفحات الانسؒ میں حسین بن عالم بن ابی الحسینؒ تذکرہ دولت شاہؒ میں حسین بن عالم بن الحسنؒ الحسینیؒ تاریخ فرشتہ میں صرف امیر حسینؒ ابن نجم الدینؒ شاہ اودھ کے کتب خانہ کی فہرست میں امیر کبیر الدینؒ حسینیؒ بن عالم بن ابی الحسینؒ حسینیؒ ہے، مگر سیر العارفینؒ میں پورا نام شیخ صدر الدین احمد بن نجم الدین المعروف بہ سید حسینؒ ہے، معلوم نہیں سیر العارفینؒ کے مولف نے اتنے مختلف نام کیوں تحریر کیے ہیں ممکن ہے، یہ القاب ہوں، وہ غور کے ایک گانوں گزیو کے رہنے والے تھے، پھر بعد میں ہرات میں سکونت پذیر ہو گئے تھے، اس لیے نام کے ساتھ ہر دی بھی پایا جاتا ہے، بیعت | تذکرہ دولت شاہؒ اور تشکدہ میں ہے کہ وہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے مرید تھے، لیکن یہ صحیح نہیں،

نفحات الانس میں ہے :

از کتاب دے کنز الرموز چنان متبادر می شود، کہ وی مرید شیخ بہاء الدین

زکریا استؒ

لے نفحات الانس قلمی نسخہ دار المصنفینؒ تذکرہ دولت شاہؒ ص ۲۲۲ سے ایچ فرشتہ ج ۲ ص ۴۰۶ سے کیتلا گڈا ص ۳۰۴ سے سیر العارفینؒ ج ۱ ص ۲۵ لے لطائف اشرفی ص ۳۶۶ سے ایضاً . لطائف اشرفی میں یہ بھی ہے کہ حضرت قدوۃ الکبریٰؒ می فرمودند کہ از بعض مردم ملتان، چنان استماع افتاد کہ حضرت میر حسینیؒ را نیز حضرت شیخ یک دختر خود را بقدر کساح در آورده اند،

اگرچہ اس کے بعد نجات الانس کے مولف ملا عبد الرحمن جامی یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ بعض کتابوں میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ حضرت امیر حسینی شیخ ابو الفتح رکن الدین بن شیخ صدر الدین ابن شیخ بہاء الدین زکریا کے مرید تھے، مگر اس سلسلہ میں سیر العارفین کے مولف کا بیان واضح و فصیح شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں ہے کہ

ایک مرید پنجاب رہا ان صادق اہل و القول کے شیخ صدر الدین احمد بن نجم الدین ہروی بھی ہیں، جو سید حسین کے نام سے بھی مشہور و معروف ہیں، ان کی تصنیفات نثر و نظم میں کثرت مقبول و مشہور عام و خاص ہیں، ان میں نہایت الارواح و اطرب التجالس اور نظم بن زادہ مسافریں اور کثر الرموز بمقام متبرک ملتان شیخ بہاء الدین کی خدمت میں رہ کر وہیں تصنیف کیں، اور شیخ بہاء الدین نے کتب مذکورہ کا مطالعہ بغور فرما کر تصنیف کی تحسین و توفیق کی، اور وہ سوالات بھی جو شیخ محمد و شوسری سے کئے گئے تھے، اور شوسری مرحوم نے ان کے جوابات میں نسخہ گلشن راز تصنیف کیا، سید حسین کی تصنیف میں سے ہیں، چنانچہ اپنے زمانہ میں نوادی خواہ سان میں علم و معرفت و طریقہ و روشی میں سید صاحب بے نظیر رہے ہوتا گذرے ہیں، اور ریاضت و عظیم فرما تھے، اول مرتبہ ملتان میں اپنے پدر بزرگوار سید نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بسیل تجارت آئے تھے، اور بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں فیضیاب ہوئے، لیکن بوجہ عدم علم و کمال مرید نہ ہوئے تھے، مگر وفات پدر بزرگوار دفعۃً ترک تعلق دینے و فی کر کے آزادی اور خدا طلبی اختیار کی اور اپنا تمام مال و اسباب فی سبیل مساکین و فقرا پر ایسا کر کے ملتان آئے، اور بصیق عقیدت شیخ بہاء الدین زکریا قدس اللہ روحہ کے مرید ہو گئے، اور تین برس تک پیر کی خدمت میں رہ کر بڑی بڑی

ریاضتین کر کے کمالات و کرامات سے مالا مال ہو گئے، مزاد تبرک سید صاحب کا موہ
 ہری میں واقع ہے، اس دیار کے لوگ ان کی زیارت کے واسطے دو شنبہ کے دن جایا
 کرتے ہیں، جی یہ ہے کہ مرقد منور ان کا زائرین کے جسم بے جان میں روح تازہ بخشتا ہے،
 عجب دلکشا اور جانفز مقام ہے، جن ایام میں یہ ضعیف جمالی مقام ہری میں پہنچا تھا،
 اس وقت مولانا عبدالرحمن جامی اور مولانا عبدالغفور قدس اللہ سرہ العزیز بھی سید صاحب
 کی زیارت کے واسطے تشریف لائے تھے، بعد حصول زیارت ہم سب نے مل کر نماز ظہر عصر
 کی اس جگہ پرا دائی تھی، اور بہت کچھ فیض حاصل کیا تھا،

وفات | نفحات الانس میں ہے کہ حضرت امیر حسینی نے ۱۶ شوال ۸۱۷ھ میں وفات پائی،
 تذکرہ دولت شاہ میں سال وفات ۸۱۷ھ ہے، لیکن اودھ کے کتب خانہ کے کئی لاکھ سیر
 کا بیان ہے کہ ان کی تصنیف زاد المسافرین میں حسب ذیل شعر درج ہے،
 در ہفت صد و بست دن نہ ہجرت گشت آخرین کتاب ختمت

اس لحاظ سے وہ ۸۲۹ھ تک بقید حیات تھے، ان کے علمی تجربے ان کے معاصرین
 بھی معترف تھے، چنانچہ ان کے ظاہری و باطنی علوم کی وجہ سے شیخ فخر الدین عراقی اور
 شیخ اودھوی ان کو بہت عزیز رکھتے تھے،

تذکرہ دولت شاہ میں ان کی مدح سرائی ان الفاظ میں کی گئی ہے،
 سالک مسالک دین و عارف اسرار یقین است و در کشف رموز حقائق و دقائق
 کنز معانی بودہ و در فضیلت و علوم جہید ثانی، خاطر پر نور او گلشن راز و طوطی نطق آغند

لے سیر المعارفین اردو ترجمہ ج ۱ ص ۲۶ سے فہرست کتب خانہ شاہ اودھ ص ۳۰،

تذکرہ دولت شاہ ص ۲۲۴،

خوش آواز، (ص ۲۲۲)

تصانیف | ان کی تصانیف حسب ذیل ہیں :-

(۱) نزہۃ الارواح (۲) الارواح (۳) صراط مستقیم (۴) طرب المجالس
(۵) زاد المسافرین (۶) کنز الرموز (۷) سوالات و گلشن زار (۸) دیوان، یہ تمام کتابیں غیر
مطبوعہ ہیں، ان کے قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں، امیر حسینی کے دیوان
کے متعلق مولانا عبد الرحمن جامی رقمطراز ہیں :-

مراورادیوان اشعاراست بنایت لطیف^۲

میری نظر سے مذکورہ بالا کتابیں نہیں گزری ہیں، لیکن کتب خانوں کی مختلف فہرستوں
میں ان پر جو تبصرہ ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان تمام تصنیفات کا موضوع معرفت
اور سلوک و طریقت ہے،

نزہۃ الارواح کے متعلق لطائف اشرفی میں ہے :-

لمعات حضرت فخر الدین عراقی و نزہۃ الارواح حضرت امیر حسینی بشارت نظر شیخ
یعنی حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی در آور دند، فرمودند کہ لمعات بہ نسبت خاص و اق
شدہ، و نزہۃ الارواح ہم خاص و ہم عام بہ حسب حیثیت خود بہرہ بردارالمعات لمعۃ

دیگر دارد (ص ۳۶۷)

زاد المسافرین کے متعلق ہم جو کچھ معلومات فراہم کر سکے ہیں ان کو ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں^۳

۱۔ مثلاً دیکھو کنیا لگ فارسی مخطوطات برٹش میوزیم ج ۱ ص ۱۰۰، ج ۲ ص ۶۰۸ فہرست کتب خانہ شاہ اودھ علی
۲۔ نعمات الانس قلمی نسخہ دارالمصنفین سے راقم الحروف کا ایک مضمون حضرت امیر حسینی پر جنوری ۱۳۵۷
کے معارف میں شائع ہوا تھا، اسکی اشاعت پر بزرگ قوم جناب سید مقبول احمد صاحب دینی نے حضرت امیر حسینی کی نصف
”زاد المسافرین“ پر ایک مختصر لیکن مفید مقالہ سبھرا سے کے معارف میں تحریر فرمایا ہے، ہم اس مقالے کے
بعض ضروری اجزاء اس کتاب میں شامل کرتے ہیں،

نشوی کا آغاز حمد باری تعالیٰ شانہ سے ہوتا ہے، پروردگار عالم کی نعمتوں اور رحمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے دنیا داروں کو خطاب اس طرح کیا جاتا ہے،

نشو پسر اسیان حالت	علم و جدست قیل و قال
علمی کہ خدا سے دان نشوی تو	اینست کجا ہی دوی تو
آن علم طلب کہ با تو ماند	و آن دم کہ تراز تو رہاند
آن علم فریضہ تانہ خوانی	تحقیق صفات حق نہ دانی
لے طبع و ہوا مسلم تو	تا کی لم و لاسلم تو
خود را بگذرست کردہ گرم	آخر ز خدا نیایدت شرم
از خود بخدا مردست او یل	تشبیہ کن بوجہ تسیل
ز نہار بخت قیاسی	غیر نشوی بخت شناسی

اس کے بعد مقالات شروع ہو جاتے ہیں، جن میں جا بجا متعدد حکایات بھی ہیں، پہلا مقالہ حق سبحانہ تعالیٰ کا تنزیہ و تقدیس اور سالک کو ریاضت و مجاہدہ کی تلقین و تشویق میں اس میں بھی خطیبانہ رنگ اور واعظانہ انداز بیان قائم ہے، فرماتے ہیں،

ہند و کہ ہمیشہ بت پرستد	ہر صبح دعائے می فرستد
جز ذکر تو نیست در زبانش	ز تار و فاست در میانش
این جملہ ز دین و ملت خویش	جز تیر غمت ندیدہ در کیش

دوسرے مقالہ میں فضیلت و شرف انسانی پر بحث ہے، اس میں فارسی زبان کی سلاست و لطافت کے ساتھ ساتھ بعض غیر معمولی عربی الفاظ یا نامائوس کلمے بھی کہیں

اُگئے ہیں۔ اس کی پہلی حکایت ملاحظہ ہو:-

موسوی زحیٰ و سراق مخور	مستانہ دودید بر سرِ طور
گفت اسے ز تو بود ہر جہ بود	مارا بتو ہم توره نمودہ
گر نزد منی کجاست جویم	تا با تو حدیث خویش گویم
ورد و رتری بر آرم آواز	باشکہ بخود و رم کنی باز
بشنو ز ہاتھ جو ابے	کے از تو بپیش تو نقابے
این جانے حوالہ نیست بگدار	من با تو ام از خودم طلبدار
افتادن مہرہ ہا بشش در	اینجا بود لے حریف بنگر
شاہان جہان درین خیالات	بر نطع غنم جھلکے مات
از غایت قہر دور دور است	ہر مرغ بردانہ صبور است
این آتشس ما چگونہ میرد	کین درد و دامنہ پزیرد
یاد آرز خود کہ نیست یاد ت	بے شرم کسے کہ شرم باد ت

تیسرا مقالہ طریقت اور سلوک کی کیفیت میں ہے، چوتھا ارشاد و معاملت

پر ہے، اس میں کئی حکایتیں ہیں، پانچویں مقالہ عشق اور اس کے مرتبہ کا بیان ہے، چھٹا مقالہ معرفت نفس انسانی اور اس کی صفت میں ہے، ساتویں میں معرفت کا بیان اور اس کی تحقیق ہے، آٹھویں مقالہ کا عنوان ہے ”در بیان حال شرف باد شرفی رسد“ یہ مقالہ اور مقالوں سے کچھ زیادہ طویل اور تفصیلات سے معمور ہے، اور اسی پر چند در چند مواعظ و نصائح و غلطیات کے ساتھ تنویدی ختم ہو جاتی ہے، ارشاد ہوتا ہے:-

در یاب کہ گفتنی بگفتم	دریست گران بہا کہ سفتم
ہم تو شہزادہ روان دین است	ہم دستہ گاہین یقین است
شد و امن آخر الزمان پر	از بس کہ فشانہ بحر من در
در بہشت مناقش نبشتم	این گلشکرے کہ من سر شتم
ہفتاد و ہزار پردہ را سوخت	شبی است کہ از دم برافروخت
بر دل در بہشت باغ بکشاو	یک نکتہ او کہ جان کند شاو
دانست کہ چون فشا فقم ہو	آئینس کہ یافت اند کے ہو
نہ پارہ دست کون خدرا	ما جہت سران نامور را
زین تحفہ پرند یادگارے	چون اہل خود بہر دیارے
یعنی کہ قبول ہر کہ یاد	این نور بہر طرف کہ تابد
دار و بد عالم خیر باد	زین گنج کہ را سنگان کشاد
گشت آخر این کتابت	در ہفتاد و بیست و نہ ہجرت

اس شذی بین ۱۲۵۶ اشعار میں، اس کی مقبولیت اور اہمیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس کا ایک بڑا حصہ آنکڑہ دولت شاہ اور آنکڑہ دین بھی ہے، جس کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

دہ زسے مگر از قضا سکند	این طرفہ حکایتیتا بنگر
صد شمشاد مال و جاہ باو	می رفت و ہمہ سپاہ باو
پیر سے ز خدایہ سر بر کرد	ناگہ بخرابہ گذر کرد

لے آنکڑہ میں یہ مصرع اس طرح ہے: دہ زسے ز قضا گر گذر سکند۔ لے آنکڑہ کان شمشاد

پیرے کہ نہ کہ آفتاب پر نور
 در چشم سکندر آمد از دور
 پرسید کہ این چه شاید آخر
 این کیست کہ می نماید آخر
 در گوشه این مناک و گیم
 بہیودہ نہ باشد این چنین پیر
 چون راند بدان مناک چون
 پیر از سر وقت خود نہ شد دور
 چون باز نہ کردی او چشم
 گفت اے شدہ غول این گداز
 بہرچہ بگمروہی استراحم
 دانی کہ منم بہ بخت فیروز
 دیاد دل و آفتاب را یم
 پیر از سر وقت بانگ بند
 ز پشت نہ روی عالمی تو
 دہ ران فلک کہ بیشمار است
 نہ غول و غافل درین کوئی
 از روز پسین چو آگم من
 غافل توئی کہ براس پیشی
 چون آخر کار ہاجدایت
 در بندہ من کہ حرص و آزند
 با من چہ برابر سی کنی تو
 در چشم سکندر آمد از دور
 این کیست کہ می نماید آخر
 بہیودہ نہ باشد این چنین پیر
 پیر از سر وقت خود نہ شد دور
 پرسید سکندر شش بعد خشم
 غافل چہ نشسته درین راہ
 آخر نہ سکندرست نامم
 پشت ہمہ روی عالم امروز
 فرق فلکست زیر پایم
 گفت این ہمہ نیم جو نیز زو
 یکہ اندر کشت آدمی تو
 ہر ساعتش از تو صد ہزار است
 ہشیار تر از تو ام بہ صدوی
 چون منتظر آن درین رہم من
 مغرور و دوروزہ غمخویشی
 با خلق مرا چہ آشت نیست
 بر تو ہمہ روز سہ فرزند
 چون بندہ بندہ منی تو

لے آتشکدہ آمد بدان مناک پر نور لے یہ شعر تذکرہ دولت شاہ مین نہیں ہے۔

گریبان شد ازین سخن سکندر
بگفت کلاه شاہی آذر
از خجالت خود نفیر می زد
سر بر کف پائے پیر می زد
پیر از سر حال رہ نمودش
کاندر ہمہ وقت یاد بودش
آتشکدہ بین کچھ اور اشعار بھی منقول ہیں، مثلاً

خدا کہ درو مندم ز غم فراق یارا
ز خلافت گوید آنکس کہ حکم کند خدا را
اے سایہ تو مرد صحبت نور ز
رو نام خود گیر کن زین سعد ز
اندیشہ وصل آفتابت نرسد
می سازد باین قدر کز او دور ز

کنز الرموز میں امیر حسینی نے حضرت شیخ بہار الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فرزند
ارجمند شیخ صدر الدین کی مدح میں جو اشعار کہے ہیں ان میں سے کچھ یہاں نقل کئے جاتے ہیں

شیخ ہفت اقلیم قطبِ ادبیا
داصل حضرت ندیم کبریا
مفخر ملت ہائے تہرہ و دین
جان پاکش بنع صدق و یقین
از وجود او بہ نزد دوستان
جنت الماویٰ شدہ ہندستان
منکر روانیک و از بد تا فتم
این سعادت از قبولش یافتم
زنت ہستی چون برون از میان
کرد پروانہ ہا بر آشیان
آن بلند آوازہ عالم پناہ
سرور عصر افتخار صدر گاہ
صدر دین و دولت آن مقبول حق
ز فلک بر خوان جویش طبع

لہ آتشکدہ ص ۲۱، ۲۲ نفحات الانس قلمی نسخہ دار المصنفین، و فرشتہ جلد دوم ص ۴۰۶،

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء

محبوب الہی

اسم گرامی و القاب | اسم گرامی محمد، القاب محبوب الہی، سلطان المشائخ، سلطان الاولیاء، سلطان السلاطین، اور نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

نسب نامہ | سید محمد بن سید احمد بن سید علی بن سید عبد اللہ علی بن سید حسن علی بن سید علی مشہدی
ابن سید احمد مشہدی بن سید ابی عبد اللہ بن سید علی اعظم بن سید جعفر ثانی بن امام علی ہادی نقی
ابن امام محمد تقی بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن
امام علی زین العابدین بن سیدنا امام حسین بن سیدنا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہم السلام
ان کے دادا سید علی اور نانا سید عرب ہم جد تھے،

پیدائش | حضرت شیخ نظام الدین کا خاندان بخارا سے ہجرت کر کے لاہور آیا، پھر وہاں سے
بدایون میں سکونت پذیر ہوا، اور اسی شہر میں اوصفر ۷۸۵ھ میں حضرت شیخ نظام الدین
کی ولادت با سعادت ہوئی۔

ابتدائی تعلیم | جب پانچ سال کے ہوئے تو والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اس لیے اپنی
والدہ ماجدہ کے زیر تربیت پرورش پائی جو تربی عابدہ اور زاہدہ تھیں، ان کی ہمدردی
اور کرامت کے واقعات سیر الاولیاء (مولف سید محمد مبارک امیر خوند) میں درج ہیں

حضرت شیخ نظام الدین کی ابتدائی تعلیم بدایوں میں ہوئی، یہیں مولانا علاء الدین اصولی سے قدوری فہم کی جنہوں نے دستار فضیلت ہاندھنے کی تقریب میں علماء و مشائخ کو مدعو کیا، دستار فضیلت ہاندھنے وقت بعض بزرگوں نے یہ پیشینگوئی کی کہ اس لڑکے کا سر کسی انسان کے آگے خم نہیں ہوگا۔

مزید تعلیم کے لیے اپنی والدہ کے ساتھ وہلی گئے، جو اس وقت علماء و فضلا کا گہوارہ بنا ہوا تھا، ان میں فضل و کمال کے اعتبار سے مولانا شمس الدین دامغانی بہت ممتاز تھے، بلکہ ان کا بیچہ قدر دان تھا، چنانچہ اپنی باوٹا بہت کے زمانہ میں اس نے ان کو شمس الملک کا خطاب دیا، اور مستوفی ممالک کے عہدہ پر مقرر کیا، اس زمانہ کے مشہور شاعر تاج الدین سنگ آئندہ نے ان کی مدح میں ایک قصیدہ بھی کہا تھا، جس کا ایک شعر یہ ہے،

شمار کنون بہم ول درستان شری مستوفی ممالک ہندوستان شری

اس عہدہ سے پہلے درس و تدریس کے لیے مشہور تھے، اس لیے حضرت شیخ نظام الدین نے ان کے سامنے زانو سے ملدہ کیا، مولانا شمس الدین دامغانی نے بھی ان کی طرف غیر معمولی توجہ کی، اور غریب شاگردوں کو اپنے حجرہ میں بلا کر درس دیا کرتے تھے، چنانچہ بہت سے شاگردوں نے شاگردوں، قطب الدین ناقہ، برہان الدین عبد الباقی اور حضرت شیخ نظام الدین کو حاصل کیا، مولانا شمس الدین دامغانی کا کوئی شاگرد جب درس سے غائب ہوتا اور جب وہ آتا تو اس سے نہ اتنا پوچھتے کہ میں نے تمہاری کیا خطا کی تھی، نہ تم درس میں حاضر نہ ہوئے، نہ اتنا کہ میں پھر وہی قصور کروں، اور تم آئندہ بھی حاضر نہ ہو سکو، لیکن جب حضرت نظام الدین کا ناغہ ہو جاتا، وہ استاد کی خدمت میں پہنچتے تو انکو

ولیکر شعر پڑھتے،

بارے کم از آنکہ گاہ گاہ ہے آئی و باکئی ننگا ہے

حضرت شیخ نظام الدین نے مولانا شمس الدین سے حریری کے چالیس مقامات پڑھے اس کے بعد مولانا کمال الدین زاہر سے مشارق الانوار کا درس لیا، مولانا کمال الدین اپنے عہد کے جید عالم اور بڑے متقی اور متدین بزرگ تھے، سلطان ملین نے ان کے تقویٰ و دنیا اور کمال علم کی شہرت سنکر ان کو اپنے پاس بلایا، اور کہا کہ اگر آپ میری نمازوں کی امامت قبول کریں تو کیا عجب کہ اس امامت کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میری نمازین قبول ہوں، لیکن مولانا کمال الدین نے بڑی بے نیازی سے سلطان کو جواب دیا کہ میرے پاس نماز کے سوا اور کوئی چیز نہیں آپ اسکو بھی مجھ سے پھین لینا چاہتے ہیں، سلطان اس جواب کو سنکر خاموش ہو گیا، اور معذرت کر کے مولانا کو واپس کیا، حضرت شیخ نظام الدین نے انہی سے حدیث پڑھی، اور اس علم میں بڑا پایہ حاصل کیا، مافظ کلام پاک بھی تھے تحصیل علوم و فنون کا شغل براہ جاری رکھا، اپنے مرشد حضرت شیخ العالم بابا گنج شکر سے عوارف المعارف اور تمہید ابو شکر سالمی پڑھی، چنانچہ ان کا شمار بتجربہ علمائے میں بھی ہوتا تھا، ان کے مرید ان کے علمی تجربے بھی استفادہ کرتے تھے، اسی لیے ان کی خانقاہ میں رشد و ہدایت کے ساتھ درس و تدریس کا بھی سلسلہ رہتا تھا، اور اس سلسلہ کو جاری رکھنے کے لیے ان کے مرشد کی بھی ہدایت تھی،

کشت مرشد حضرت شیخ نظام الدین دہلی میں ہلال طشت دار کی مسجد کے نیچے ایک حجرہ میں رہتے تھے، اس سے قریب ہی بابا فرید الدین گنج شکر کے چھوٹے بھائی شیخ نجیب الدین

کا مکان تھا، جو ظاہری و باطنی علوم سے بہرہ ور تھے، ان کی صحبت میں حضرت شیخ نظام الدین کے دل میں بابا گنج شکر کی ملاقات اور دیدار کا شوق پیدا ہوا، ایک رات شہر کی جامع مسجد میں مقیم تھے، صبح کے وقت موزن نے منارہ پر چڑھ کر یہ آیت پڑھی:

المریدان اللذین آمنوا ان تخرج
قلوبهم لن کر اللہ

کیا اس کا وقت نہیں آیا ہے، کہ جو لوگ
ایمان لائے ہیں ان کے دل اللہ کے ذکر

سے اسکی خشیت سے جھک جائیں،

(حدید - ۲)

اس کو سن کر ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی، اور بابا گنج شکر کی زیارت کو اٹھ کھڑے ہوئے، اور جب اچو دھن پہنچے، تو بابا صاحب نے ان کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا،
اے آتش فراقت و لہا کباب کرو
سیلاب اشتیاق جا نہا خراب کرو

اور اسی وقت کلام چہار تہ کی سر سے اتار کر اپنے خرید کے سر پر رکھ دی۔

حضرت شیخ نظام الدین اپنے پیرو شگیر کی صحبت میں ۱۵ رجب ۷۹۵ھ سے ۳ رجب ۸۰۵ھ تک تعلیم و تربیت پاتے رہے، بابا گنج شکر کی خانقاہ میں تمام درویشوں کی زندگی بڑی عسرت، تنگی اور فاقہ میں گذرتی تھی، مولانا بدر الدین اسحق ننگر خانہ کے لیے ایندھن کی لکڑیاں لاتے، شیخ جمال الدین بانسوی جنگل جا کر ولیہ لایا کرتے، یہ ایک قسم کا پھل تھا، جس کا عام طور سے نمک اور سرکہ ملا کر اچار بناتے تھے، حسام الدین کا بی پاتی بھر کر لاتے اور باورچی خانہ کے برتن دھویا کرتے، حضرت نظام الدین وکیلن کے پہلے کی خدمت اپنے ذمہ لیتے۔ ویلے میں ڈانسنے کے لیے نمک بھی میسر ہوتا اور کبھی نہیں، جب کہیں سے کوئی غیبی مدد مل جاتی، تو پڑوس کے بقال کے یہاں سے سالہ خرید لیا جاتا، ایک روز نمک نہ تھا

حضرت شیخ نظام الدین مرشد کی خاطر ایک درم کا نمک بقال سے اودھار لے لیا، اور وہ یہ بھاکر مرشد
 اور درویشوں کے سامنے لے گئے، مولانا بدر الدین اسخی، شیخ جمال الدین ہانسوی اور حضرت
 شیخ نظام الدین ایک ہی پیالہ میں ساتھ کھاتے تھے، جب بابا گنج شکر نے قمر اٹھانے کیلئے
 پیالہ میں ہاتھ ڈالا، تو ہاتھ میں گرانی محسوس ہوئی، اور قمر اٹھا سکے، فرمایا کہ ازین بوئے
 اسراف می آید، اور پوچھا کہ نمک کہاں سے لاکر ڈالا گیا ہے، حضرت شیخ نظام الدین لڑکھ بر اندام
 ہو کر عرض کیا قرض کا ہے، بابا گنج شکر نے فرمایا کہ درویشوں کو فاقہ سے موت آجائے تو اس
 سے بہتر ہے، لذت نفسانی کے لیے وہ مقروض ہوں، قرض اور توکل میں بعد از مشرقین ہے،
 اگر کسی مقروض درویش کو اچانک موت آجائے، تو قیامت میں اس کی گردن قرض کے بار
 سے جھکی رہے گی، یہ کہہ کر پیالہ میں تقسیم کر دینے کا حکم دیا، حضرت شیخ نظام الدین کا خود
 بیان ہے، کہ اسی وقت انھوں نے دل میں قرض لینے سے توبہ واستغفار کی، مرید کی اس توبہ
 کا کشف مرشد کو ہوا تو صلی کلی پر بیٹھے تھے، اس کو عطا کر کے ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ آئندہ تم
 کو قرض کی ضرورت ہی نہ پڑے گی، اور جب شیخ نظام الدین دوبارہ واپس ہوئے، لگے، تو مرشد
 نے ان کو دو باتوں کی نصیحت فرمائی، ایک یہ کہ اگر کسی سے قرض لینا تو اس کو جلد ادا کرنے کی
 کوشش کرنا، دوسرے اپنے دشمنوں کو ہر حال میں خوش رکھنے کی سعی کرنا، چنانچہ جب حضرت
 نظام الدین دوبارہ واپس آئے تو ایک غریب کے پاس پہنچے جس سے انھوں نے ایک کتاب
 مستعار لی تھی، اور وہ گم ہو گئی تھی، ان سے فرمایا کہ میری نیت صداق ہے، کاغذ تمہارا کہ کتاب
 کی کتاب کچھ کر آپ کے حوالہ کر دوں گا، وہ غریب یہ سن کر ایسے متاثر ہوئے کہ کتاب بند کر دے، حضرت
 نظام الدین کو بخشدی وہاں سے حضرت نظام الدین ایک نیراز کے پاس آئے جس سے
 کسی وقت سے اس کے کاپڑ اودھار لیا تھا، اس کے دیکھ بھیکہ رقم بہت کم دینے کو کہا، نیراز نے دیکھا

تولے لیے اور بقیہ دس حضرت نظام الدین کے مرشد کی صحبت کی عمدہ تاثیر کی وجہ سے معاف کر دیے۔

دہلی سے کئی بار مرشد سے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے حضرت نظام الدینؒ اجمود شریف لے گئے، ایک بار مرشد نے اپنے محبوب مرید کے لیے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ الہی نظام الدین جو تجھ سے مانگا کرے، اسے عطا فرما کر یہ دعا قبول ہوئی، اسی لئے وہ محبوب الہی کہلائے، آخری باجیب اجمود مرشد سے ملنے گئے تو مایوسی کے وقت مرشد نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے نیک بخت بنائے، تم ایسے درخت ہو گے جس کے سایہ میں غلام آرام پائے گی، اور نصیحت کی کہ حصول امتداد کے لیے برابر مجاہدہ کرتے رہنا۔

بابا گنج شکر کا جب وصال ہوا تو محبوب الہی اجمود میں نہ تھے، لیکن مرشد نے عصا اور خرقة جو حضرت قطب الدین بختیار کاکی سے ان کو ملا تھا، مولانا بدر الدین اتقی کی معرفت اپنے مرید کے پاس دہلی بھیجا بابا گنج شکر کے جلیل القدر اور عظیم المرتبت خلفاء میں تاج الاولیاء، علاء الدین صابر بھی تھے، بابا گنج شکر فرمایا کرتے تھے کہ

”علم سینہ من شیخ نظام الدین اولیاء فی رید، و علم دل من شیخ علاء الدین علی احمد صابر فائز گردیدہ۔“

خبر و فاقہ پہلی دفعہ جب اجمود سے حضرت محبوب الہی دہلی تشریف لائے تو شہر میں آج کی کثرت کی وجہ سے ان کو عبادت و ریاضت کے لیے کوئی پرسکون جگہ نہ ملی، ان دنوں مرشد کی ہدایت کے بموجب کلام پاک حفظ کر رہے تھے، اس لیے جب شہر میں کیسوی نہ

سہ نس، الارواح دہلی، ذخیرہ دار المصنفین، و سیر العارفین ص ۱۱۹، ۱۲۱، و مرآۃ الاسرار (دہلی نسخہ دار)

سہ سیر العارفین صفحہ ۱۱۹ سیر الاقطاب ص ۱۷۸

ملتی توجہ لگا کر حفظ کرتے، ایک روز قلعہ خان کے حوض کے پاس ایک درویش سے ملاقات ہوئی اس کی باتوں سے معلوم ہوا کہ شہر اس وقت فسق و فجور کا مچھلی ہو رہا ہے، اس لیے یہاں کے قیام سے ایمان میں سلامتی اور عبادت میں استقامت پیدا نہیں ہو سکتی ہے، اس گفتگو کے بعد حضرت محبوب الہی وہابی سے متصل ایک بلکہ غیاث پور میں اگر مقیم ہوئے، شروع میں یہاں کے قیام کے زمانہ میں بڑی عسرت اور تنگی رہی، چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں ایک سن خر بوزے درویش چلتے تھے، لیکن ساری فصل گذر گئی مگر میں ایک پھل بھی نہ چکھ سکا، اتفاقاً ایک روز ایک شخص کئی خر بوزے اور کچھ روٹیاں میرے پاس لایا، جس کو میں نے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی نعمت سمجھ کر لے لیا۔

اس زمانہ میں ایک چیتل میں دو سیر اٹا لٹا تھا، پھر بھی حضرت محبوب الہی کے پاس اتنے وام نہ ہوتے تھے کہ وہ روٹی کے لیے اٹا خرید سکیں، کئی کئی روز کا قافہ ہو جاتا، ایک مسلسل تین روز کا قافہ ہو گیا تو کسی نے دروازہ پر دستک دی، دروازہ کھولا گیا تو ایک شخص خشک کچھڑی دیکر غائب ہو گیا، حضرت محبوب الہی نے گرسنگی کی شدت میں اس کچھڑی کو کھا لیا، اور اس کو کھا کر جو لذت محسوس کی اس کا ذکر آئندہ بار بار فرماتے تھے، اور کہتے تھے کہ پھر کسی کھانے میں ایسی عداوت محسوس نہیں ہوئی، جب گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ ہوتی تھی تو ان کی والدہ ماجدہ کہا کرتیں کہ آج ہم لوگ خداوند تعالیٰ کے مہمان ہیں، حضرت محبوب الہی کو اس جملے سے بڑی لذت ملتی، اور جب ان کے گھر میں آذوقہ ہوتا تو وہ خوش کرتے کہ ان کی والدہ ماجدہ یہ نہ کہہ سکیں گی کہ آج ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں، حضرت محبوب الہی کی عسرت کی خبر سلطان جلال الدین خلجی کو ملی تو ان کی خدمت میں یہ کہلا بھیجا کہ اگر وہ حکم دیں تو ان کے خدمت گزاروں کے لیے کچھ گاؤں نذر کیے جائیں، مگر حضرت

محبوب الہی کے خاتمہ مست جان نثاروں نے ان سے عرض کیا کہ آپ کے یہاں ہم کبھی بھی روٹی کھا لیتے ہیں، لیکن یہ گاؤں قبول کر لیں گے تو اس کے بعد ہم آپ کے یہاں پانی پینا بھی پسند نہ کر سکیں گے، یہ جواب سن کر حضرت محبوب الہی بے حد محظوظ ہوئے۔

اسی زمانہ میں شیخ برہان الدین غریب اور شیخ کمال الدین یعقوب جو آگے چل کر حضرت محبوب الہی کے خلیفہ ہوئے، ان کی خدمت میں رہتے تھے، ایک روز چار روز کا مسلسل فاتحہ ہو گیا، پڑوس کی ایک نیک بی بی جو حضرت محبوب الہی سے بیعت بھی تھیں، کچھ آٹا بھیجا، شیخ کمال الدین یعقوب نے آٹے کو مٹی کے ایک برتن (دیگ سفالین) میں ڈال کر آگ پر چڑھا دیا، اسی وقت ایک دلی پوش درویش آ پہنچا، اور کچھ کھانے کو مانگا، محبوب الہی نے دیگ کو غروبے ہاتھوں سے اٹھا کر درویش کے سامنے رکھ دیا، اس نے دیگ سے کچھ گرم لقمے منہ میں ڈالے، پھر دیگ کو اٹھا کر زمین پر ٹپک دیا، اور یہ کہتا ہوا غائب ہو گیا،

”شیخ فرید الدین گنج شکر نعمت باطن شیخ نظام الدین اولیاء ارزانی داشت و من

دیگ فقر ظاہری اور شکستہ حال اساطان ظاہری و باطنی شدی“

اس کے بعد حضرت محبوب الہی کی عمر ست اور گئی جاتی رہی، حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ

دہلی اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

فتوحات کا یہاں تھا کہ دولت کا دریا آنگے دروازے کے بہتا تھا، کوئی وقت فتوحات

سے خالی نہ ہوتا، صبح سے شام تک لوگ آتے بلکہ عشاء تک، مگر لینے والے لانے والوں سے

زیادہ ہو کر تے اور جو کوئی کچھ لے آتا اس سے زیادہ حضرت کی عنایت سے پاتا، ایک بار ایک

امیر سونٹکہ زرنہ کو لایا، آپ نے قبول نہ فرمایا، جب دیکھا کہ بہت رنجیدہ ہوتا ہے تو ہمیں

ایک تکہ قبول کیا، باقی وہ پاس لیے ہوئے غناک میٹھا رہا۔ دل میں کہتا تھا اگر حضرت شیخ سب قبول فرماویں تو میری سعادت ہے، شیخ نے فرمایا میں نے یہ سب اس لیے قبول نہیں کیے کہ تیرے کام آویں گے، بے جا میرے پاس اور مال ہے، پھر اس سے کہا اٹھی طرف دیکھ اس نے نظری تو دیکھا تو انبار اشرفیوں کا لگا ہوا ہے، سر قدموں پر رکھ کر جانے کو اٹھا، اپنے اسے منع کیا کہ جو کچھ دیکھا ہے اسے اور سے مت کہنا، وہ پوشیدہ نہ رکھ سکا، باہر آکر یہ حال لوگوں سے بیان کر دیا، (خیر المجاہد اردو ترجمہ ص ۲۰۲، ترجمہ کی عبارت ہو یہ نقل کر دی گئی ہے)

خلوت در انجمن | اسی زمانہ میں سلطان معزالدین کی قباد نے غیاث پور کے پاس کیلہ کھڑی مین ایک محل بنوایا۔ اور ایک شہر آباد کیا، جس میں ایک جامع مسجد بھی بنوائی، اس لیے لوگوں کے ہجوم سے حضرت محبوب الہی کی طبیعت گھبرانے لگی، اور کہیں دوسری طرف چلے جانے کا ارادہ کیا، لیکن ایک روز ایک خوش رو فوجوان ان کے پاس آیا، اور یہ دو شعر پڑھے،

روزے کو تمہ شدید نمی دانستی کانگشت نہائے مالے خواہی بود
امروز کہ زلفت دل فلقے بر بود در گوشہ نشست نمی دار و سود

اور کہا :-

”اول مشہد نمی بایستی شد، این کس مشہور شد، چنان سہی کند کہ در روز قیامت از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرمندہ نہ گردد، از خلق گوشہ گرفتن و بجای مشغول شدن سہل است اما رانگی و کار مردی آنست کہ خلوت در انجمن باشد و با وجود انہو خلق و دشمنی طفل نیست“

امراء کی آمد و رفت | یہ سن کر غیاث پور ہی میں آخر وقت تک مقیم رہے، دربار کی قربت کی وجہ سے امراء کی آمد و رفت بھی ان کے یہاں شروع ہوئی، اور وہ تربیت پاکر ستفیض ہوتے رہے۔

سیر العارفین کے مصنف کا بیان ہے کہ

”اکثر وہ متمول و دوساجہ نکل فسق و فجور تھے، شیخ کی خدمت میں افعال زشت سے تائب ہو کر وہیں رہنے لگے۔“

امیر خسرو | امیر خسرو کے نانا عماد الملک اور والد بزرگوار امیر سیف الدین لاجپن بھی حضرت محبوب الہی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے، اور دونوں کا پورا خاندان شرف بہیت سے مشرف ہوا، امیر خسرو کی عمر اس وقت جب انھوں نے اپنے محبوب مرشد کے دامن میں پناہ لی، کل آٹھ سال کی تھی، رفتہ رفتہ مرشد کو اس مرید سے اتنا گہرا لگاؤ پیدا ہو گیا کہ بارہا فرمایا کرتے کہ اے ترک من از وجود خود پریم لیکن از تو زخم ہے۔

امیر خسرو پر بھی مرشد کی تربیت کا اتنا اثر ہوا کہ تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ چالیس سال تک صائم الدہر رہے، اور عشق الہی کی ایسی سوزش ان میں پیدا ہو گئی کہ جب لباس زیب تن کرتے تو بعض تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ سینہ کے پاس کا کپڑا جل جاتا، چنانچہ محبوب الہی خوف فرماتے ہیں کہ روز قیامت از ہر کس خواہی پر سید کہ چہ آوردی از من پرسند خواہم گفت کہ سو زینہ این ترک اللہ ہے۔

امیر خسرو کو بھی اپنے مرشد سے کچھ ایسا و المانہ لگاؤ پیدا ہو گیا تھا، کہ ان کی فریفتگی اور شیفقتگی آج تک ضرب المثل ہے۔ امیر خسرو نہ صرف ایک بلے بدل شاہ اور ادیب تھے بلکہ شاہی و دربار سے تعلقات کی بنا پر امیر کبیر بھی تھے، لیکن اس کے باوجود وہ کبھی جلوت میں مرشد کے اونی خادم بن کر رہتے، کبھی جلوت میں خوش الحان قوال کے لباس میں

لے سیر العارفین ص ۱۲۳ سے خزینۃ الاصفیاء ص ۴۴۰ جلد اول، مولیٰ الارواح قلمی نسخہ دار المصنفین میں یہ الفاظ آ

طرح ہیں ”از خود تنگ آیم اما از تنگ نیام“ سے سفینۃ الاولیاء ص ۱۶۰

مرشد کو اپنی غزلین سناتے، اور جو شعر مرشد کو پسند آجاتا، اس کو بخود ہو کر بار بار گاتے، وہ اپنی غزل کے سارے کلمات کو محض اپنے مرشد کے لعاب و بہن کی برکت سمجھتے تھے، مرشد نے بھی مرثد کے شعروں شاعری کے متعلق یہ اشارہ موزوں کیے ہیں۔

خسر و کہ بہ نظم و شعر شمش کم خواست ملک است کہ ملک سخن خسر و راست

این خسر و راست ناصر خسر و نیست زیرا کہ خداے ناصر خسر و راست

مرشد سے امیر خسرو کا عشق اتنا بڑھ گیا تھا کہ ایک بار ایک درویش نے محبوب الہی کے پاس آکر سوال کیا، اتفاق سے اس روز لنگر خانہ میں کوئی چیز نہ تھی، محبوب الہی نے فرمایا آج جو کچھ بھی فتوح میں آئے گا تم کو دیدیا جائے گا، لیکن اتفاق سے اس روز کوئی چیز کمین سے نہیں آئی، فرمایا کل کی فتوح تمہاری نذر کی جائے گی، دوسرے دن بھی کوئی چیز نہیں آئی، بالآخر حضرت محبوب الہی نے اپنے پاؤں کی جوتیاں دے کر درویش کو رخصت کیا، وہ شہر سے باہر نکلا، تو امیر خسرو جو بادشاہ وقت کے ساتھ کہیں گئے تھے راستہ میں ملے، اور درویش سے مرشد کی خیریت پوچھی جب درویش باتیں کرنے لگا، تو امیر خسرو نے بے اختیار ہو کر کہا،

”مرا از تو بوسے پیر ویش ضمیر من می آید شاید کہ از شیخ نشانی نزد خود داری“

درویش نے وہ نشانی دکھائی، امیر خسرو بے تاب ہو گئے، اور درویش سے پوچھا کہ اس کو فروخت کر دے، وہ راضی ہو گیا، امیر خسرو کے پاس اس وقت پانچ لاکھ نقری ٹانگے تھے، جو بادشاہ نے ان کو ایک قصبہ کے صلہ میں عطا کیے تھے، یہ پوری رقم درویش کو دیکر مرشد کے غلبین خرید لیے، اور ان کو اپنے سر پہ رکھ کر مرشد کی خدمت میں حاضر

لکھا جاتا ہے کہ محبوب الہی نے امیر خسرو کے منہ میں اپنا لعاب و بہن ڈال دیا تھا، خزانہ الامام فیاض ص ۱۴۰

ہوئے اور عرض کی۔

”درویش بہرہیں اکٹھا کر دو، ورنہ اگر تمام جان و مال میں ہوض این کشت طلب
می کرد حاضر می گردم“

محبوب الہی کو بھی اپنے مرید سے ایسی شیفگی تھی کہ فرمایا کرتے تھے، کہ اگر شریعت
میں اجازت ہوتی تو میں وصیت کرتا کہ

”اور ادر قبر میں دفن نمایند تا ہر دو یکجا باشند“

لیکن پھر یہ وصیت فرما گئے کہ

امیر خسرو بعد از من نخواہد زیست، چون رحلت کند پہلوئے من دفن کند کہ

او صاحب اسرار است و من بے او قدم در بہشت نہم“

امیر خسرو و شہنشاہی رحلت کے وقت دہلی سے دو بہ سلطان محمد تغلق کے ساتھ بنگالہ کی

کی ہم پر تھے، محبوب الہی کا وصال ہوا تو یکا یک امیر خسرو کے دل پر ایک عجیب کیفیت

طاری ہو گئی، اور وہ بادشاہ سے اجازت لے کر چل کھڑے ہوئے، دہلی پہنچ کر معلوم

ہوا کہ حضرت محبوب الہی اپنے محبوب سے جا ملے، یہ سن کر بے تاب ہو گئے، اپنی ساری

ملکیت مرشد کے ایصال ثواب کے لیے فقراء و مساکین پر ٹھادی، اور ماتمی لباس پہن کر

مزا پر انوار پہنچ گئے، اس سے سر ٹکڑا کر ایک چمچ ماری کہ

”سبحان اللہ آفتاب در زندہ بین و خسرو زندہ“

اور یہ لکیر بیہوش ہو گئے، اور اسی اندوہ و غم میں چھ مہینے کے بعد عالم بقا کو سدھائے لیکن

وفات کے بعد مرشد کے پہلو میں دفن نہ کیے جاسکے، فرشتہ کا بیان ہے:

لے فرشتہ الاولیاء ۱۳ و فرشتہ ۲ ص ۲۴۲ یہ فرشتہ الاولیاء
و فرشتہ الاولیاء ۱۳ و فرشتہ ۲ ص ۲۴۲

”چون امیر خسرو فوت شد خواہند کہ بموجب وصیت پانچ قبر شیخ درون کنند
 دفن کنند کیے از خواہد سرایان کہ منصب وزارت داشت و مرید شیخ بود مانع شد
 کہ بعضے مریدان شیخ و امیر خسرو مشتبه خواہد شد، پس اورا در پانچ شیخ بر چہرہ
 یاران درخون ساختند“

دربار شاہی سے بے نیازی | حضرت محبوب الہی نے بادشاہوں کی صحبت سے ہمیشہ کنارہ کشی
 اختیار کی، اور ان سے کسی حال میں بھی ملنا پسند نہیں فرمایا، سلطان جلال الدین خلجی
 کو حضرت محبوب الہی کے شرف ملاقات کی بڑی تمنا تھی، لیکن یہ تمنا پوری نہیں ہوئی،
 امیر خسرو اس کے دربار سے متعلق رہتے، اور انھوں نے وعدہ کیا کہ حضرت کی اجازت کے
 بغیر وہ ان کی خدمت میں سلطان کو لے جائیں گے، سلطان خوش تھا کہ اسی طرح نیاز
 حاصل ہو جائے گا، امیر خسرو نے اپنے ولی نعمت سے وعدہ کرنے کو تو کر لیا، لیکن دل
 میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں مرشد کو یہ ناگوار نہ ہو، سلطان جلال الدین نے امیر خسرو سے
 اس واقعہ کو رائے میں رکھنے کے لیے کہا تھا، مگر سلطان کے ارادے کے خلاف انھوں نے
 اپنے مرشد کی خدمت میں عرض کیا کہ سلطان آنا چاہتے ہیں، محبوب الہی اسی وقت شہر
 چھوڑ کر اپنے مرشد سے ملنے احمد چمن روانہ ہو گئے، سلطان جلال الدین کو خبر ملی تو امیر
 خسرو سے باز پرس کی کہ یہ راز کیوں فاش کیا، امیر خسرو نے عرض کیا کہ اگر آپ رنجیدہ ہوئے تو
 زیادہ سے زیادہ میری جان کا خطرہ ہے، لیکن مرشد آئندہ ہوتے تو میرے ایمان کا خطرہ
 تھا، سلطان جلال الدین خلجی کو یہ جواب بہت پسند آیا،

خلجی دربار کے امراء میں محمد کا شفق حاجب اور ملک قرا بیگ ترک بھی حضرت محبوب الہی

لے فرشتہ ج ۲ ص ۴۴، مؤرخ اناؤلج (تلمیذ وارفیقین) میں ہوا کہ امیر خسرو نے اپنے مرشد کے مہال کے سارے میں
 کے بعد انتقال کیا، ۱۷۵۰ء میں لاہور میں ۱۳۵۰ھ

کے معتقدین میں تھے، ایک بار کاشف علاء الدین خلجی کی جانب سے پچاس ہزار نقرئی ٹکے نذر لایا یہ رقم وہ اس وقت لے کر پہنچا جب محبوب الہی رشد و ہدایت کے سلسلے میں کسی عقدہ کے حل کرنے کے وعدہ کا ایفا کرنے والے تھے، رقم دیکھ کر فرمایا، بادشاہ کے انعام کی طرف توجہ کروں یا عہد پورا کروں، مریدین نے عرض کی،

”دفاعے عہد بہتر از بہشت بہشت است، چہ جائے کہ پناہ ہزار تنکے“^۱

سلطان علاء الدین خلجی نے جب ملک کا فوراً کوڑنگل کی فتح کے لیے بھیجا، تو کچھ دنوں تک سلطان کو اس محم کے متعلق کسی قسم کی خبر نہ ملی، حالت اضطراب میں قاضی مغیث الدین بیلوڑ اور ملک قراہنگ کو بھیج کر محبوب الہی کی خدمت میں یہ پیام کہلایا:

”شمار غم اسلام بیش از من است، اگر بمیاسن فوراً باطن حقیقی کفایتی معلوم شدہ باشد اشارہ نمایند کہ خاطر از رسیدن خبر لشکر گران است“^۲

محبوب الہی نے بشارت دی:-

”دراے اس فتح فتاحے دیگر متوقع است“^۳

چنانچہ اسی روز کوڑنگل کی فتح کی خبر ملی، سلطان علاء الدین نے خوشی میں سلطان الاولیاء کی خانقاہ کے لیے پانچ سو اشرفیان بھیجیں، ملک قراہنگ اشرفیان لیکر پہنچا تو اس کو دیکھ کر ایک خراسانی قلندر نے محبوب الہی سے کہا کہ ”الہدایا مشترک“ (یعنی ہدیہ مشترک ہوتا ہے) محبوب الہی نے جواب دیا، ”تنہا مشترک“ (یعنی تنہا ایک ہی شخص کو مل جائے تو اس سے بہتر ہے) یہ لکھ کر تمام اشرفیان قلندر کے حوالہ کر دیں^۴

۱۔ قرشتہ دوم ص ۳۹۴ سیر العارفین ص ۱۳۴ ۲۔ قرشتہ اول ص ۱۱۹ و تالیخ فیروز شاہی ضیاء اللہ ص ۱۲۳ ۳۔ ایضاً ۴۔ سیر العارفین ص ۱۲۳

ملک قراہیگ کو علاء الدین نے یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ محبوب الہی کو محفل سماع میں جس شعر پر وجد آئے، اس کو وہ لکھ لیا کرے، اور اگر سنایا کرے، مرآۃ الاسرار کے مصنف کا بیان ہے کہ ان اشعار کو سن کر علاء الدین کو قلبی راحت محسوس ہوتی تھی، ایک بار محبوب الہی کو حکیم شاہ کے ان دو شعرون پر وجد آیا:-

بیش منہا جہاں جان افروز در نمودی بر و سپند بسوز

آن جہاں تو حسیّت ہستی تو دان سپند تو حسیّت مستی تو

حبیب قراہیگ ان کو لکھ کر سلطان علاء الدین خلجی کے پاس پہنچا، سلطان ان اشعار کو بار بار پڑھتا، آنکھوں سے لگاتا اور تعریف کرتا تھا، قراہیگ نے سلطان کی یہ عقیقت دیکھ کر کہا "اس حسن عقیقت کے باوجود آپ نے شیخ سے اب تک ملاقات نہیں کی ہے، جو تعجب کا باعث ہے۔" سلطان نے جواب دیا:-

"اے قراہیگ ترک بابا دشاہیم از سر تا پا آلودہ دنیا و بدین آلودگی شرم می آورم کہ

آنچنان پاکی را بہ منیم"

لیکن اسی وقت اپنے جگر گوشہ خضر خان اور شادی خان کو محبوب الہی کے دامن ارادت

سے وابستہ ہونے کے لیے دولاکھ ٹکے کے ساتھ بھیجا، دونوں مرید ہو کر محبوب الہی کی صحبت سے

مستفیض ہوتے رہے، خضر خان ہی نے حنافتاہ کی عمارت بنوائی ہے۔

خضر خان محبوب الہی کے حلقہ ارادت میں آپکا توتہ ذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ

ایک بار سلطان علاء الدین خلجی نے شیخ کے امتحان کی غرض سے ان کی خدمت میں

لے مونس الادراج (قلبی نسخہ دار المصنفین) سیر العارفین ص ۳۶-۱۳۵ مرآۃ الاسرار قلمی نسخہ دار المصنفین

لے فرشتہ راج دوم ص ۲۹۶ سیر العارفین ص ۱۳۶،

امور سلطنت کی اصلاح کے متعلق چند فصلیں لکھیں، جن میں ایک فصل کا مضمون یہ تھا کہ چونکہ حضرت شیخ تمام دنیا کے مخدوم ہیں، اور دین و دنیا میں جس شخص کو کوئی ضرورت ہوتی ہے ان کی خدمت سے پوری ہوتی ہے، اور خداوند تعالیٰ نے دنیا کی سلطنت کی باگ ہمارے ہاتھ میں دی ہے، تو ہم کو چاہیے کہ جو کام اور جو مصلحت سلطنت میں پیش آئے، حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کریں، تاکہ جس چیز میں ملک کی بھلائی اور ہماری بہتری ہو اس سے مطلع فرمائیں، اس لیے چند فصلیں اس باب میں شیخ کی خدمت میں بھیجی جاتی ہیں، ان میں جو اچھی باتیں ہوں ان کے نیچے لکھ دیں، تاکہ ہم ان پر عمل کریں، اس کاغذ کو خضر خان کے ذریعہ جو اس کے تمام اراکوں میں زیادہ محبوب اور شیخ کا اثر تھا شیخ کی خدمت میں بھیجا، جب خضر خان نے اس کاغذ کو شیخ کے ہاتھ میں دیا، تو انھوں نے اس کو نہیں پڑھا، اور حاضرین مجلس سے کہا کہ ہم فاتحہ پڑھتے ہیں، پھر فرمایا کہ فقیروں کو بادشاہوں کے کام سے کیا مطلب ہے، میں ایک فقیر ہوں، اور شہر سے ایک ایک گوشہ میں رہتا ہوں، اور بادشاہوں اور مسلمانوں کی دعا گوئی میں مشغول ہوں، اس لیے بادشاہ اس کے بعد مجھ سے کہے گا تو میں اس جگہ سے بھی چلا جاؤں گا، خدا کی زمین کشادہ ہے، جب یہ خبر سلطان علاء الدین کو پہنچی تو خوش ہو کر منعقد ہو گیا، اور کہلا بھیجا کہ اگر قبول فرمائیں تو میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں، شیخ نے فرمایا کہ آپ کی ضرورت نہیں میں غائبانہ دعائیں مشغول ہوں، اور غائبانہ دعا اثر رکھتی ہے، سلطان علاء الدین نے ملاقات کیلئے پھر مہر ار کیا، تو شیخ نے کہلا بھیجا کہ اس ضعیف کے گھر میں دو دروازے ہیں، اگر بادشاہ ایک دروازہ سے تشریف لائیں گے، تو میں دوسرے دروازہ سے باہر نکل جاؤں گا۔

سلطان علاء الدین خلجی
 ایک نئی تصویر
 اوپر کی سطروں سے سلطان علاء الدین خلجی کو محبوب الہی سے جو عقیدت
 تھی اس کا اندازہ ناظرین کو ہوا ہوگا، موجودہ دور کی تاریخوں میں سلطان
 علاء الدین خلجی کی بہت ہی بھیاں تک تصویر کھینچی گئی ہے، لیکن اولیاء اللہ اس کو کن نظر
 سے دیکھا کرتے تھے، اس کا ذکر شاید یہاں دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، حضرت محبوب الہی کی وفات
 کے بعد حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کی مجلس میں ایک بار علاء الدین خلجی کا ذکر آیا تو حضرت
 چراغ دہلی نے فرمایا کہ ملک لتجار قاضی حمید الدین جب اودھ آئے تو ایک دعوت میں مجھ کو
 بلایا، دعوت کے بعد جب تمام لوگ رخصت ہو گئے تو میں تنہا گیا، اثنائے گفتگو میں قاضی حمید الدین نے کہا کہ ایک میں نے
 علاء الدین کو پلنگ پر برہنہ سر یاؤن زمین پر لٹکائے ہوئے بٹھا دیکھا جو نکرہ میں
 غرق اور مہوت تھا، میں سامنے پہنچا تو بادشاہ کو بالکل خبر نہیں ہوئی، میں نے باہر
 آکر ملک فرید بیک سے کہا کہ آج بادشاہ کو میں نے اس حال میں دیکھا ہے، تم بھی
 چلکر دیکھو، میرے ساتھ وہ اندر گیا تو بادشاہ کو باتوں میں لگایا، پھر عرض کیا امیر المؤمنین!
 حکم ہو تو کچھ بیان کروں، بادشاہ نے اجازت دی تو میں (یعنی قاضی حمید الدین) آگے
 بڑھا اور عرض کیا کہ میں اندر آیا تھا تو دیکھا حضور برہنہ سر پریشان حال اور فکر مند ہیں،
 آپ کو کس بات کی فکر ہو، بادشاہ نے کہا سنو، مجھ کو چند روز سے یہ فکر ہے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ
 نے اپنی مخلوق کا حاکم بنایا ہے، اب کچھ ایسا کام کرنا چاہیے کہ مجھ سے تمام مخلوق کو نفع پہنچے
 سوچا کیا کروں، اگر اپنا خزانہ تقسیم کروں تو بھی مخلوق کو نفع نہ ہوگا، اب ایک بات یہ
 سوچنی ہے کہ غلہ کی اڑائی کی تدبیر کروں، اس مخلوق کو ضرور فائدہ پہنچے گا، اور اس کی تدبیر
 یہ ہے کہ بنجاروں کے نامگوں کو حکم دوں کہ وہ حاضر ہوں، اور وہ جو غلہ اطراف ملک
 سے ہزاروں بلیوں پر لاتے ہیں، اس کی قیمت اپنے خزانے سے ادا کروں، اور ان کو

خانگی خرچ کے لیے علیحدہ سے روپیہ دون، تاکہ وہ بے فکر رہیں، اور اطراف ملک سے غلہ لاکر میرے نرخ مقررہ کے مطابق فروخت کریں، قاضی حمید الدین نے یہ واقعہ بیان کر کے کہا کہ غرض یہی بات کی گئی، شاہی فرمان جاری ہوئے، خلعت، خرچ اور قیمت شاہی خزانے سے ادا کی گئی، اور غلہ بکثرت آنے لگا، چند روز کے بعد گیہوں سات صاع من بکنا شروع ہوا، گھی، شکر اور دوسری چیزیں بھی اُن ہوئیں اور تمام لوگ آسودہ دل لگے، یہ قصہ بیان کر کے حضرت چراغ دہلیؒ نے فرمایا کہ سلطان علاء الدین خلجی عجیب غریب اور خدا ترس بادشاہ تھا، مجلس کے حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ لوگ اس کی قبر پر زیا کو جاتے ہیں، اور اپنی مراد کی ڈوہری اس کے مزار پر باندھ آتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کی حاجتیں بر لاتے ہیں، حضرت چراغ دہلیؒ کے ملفوظات کے کاتب شیخ حمید شاعر نے بھی اپنا ایک ذاتی واقعہ بیان کیا کہ ایک روز جمعہ کی نماز کے بعد سلطان علاء الدین کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گیا، مجھ کو کوئی حاجت نہ تھی، لیکن پھر بھی اپنی دستار سے ایک دھاگا نکال کر مزار پر باندھ آیا، رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ تیری کیا حاجت ہے، میں نے کہا مجھے کوئی حاجت نہیں ہے۔

محبوب الہی کے فیوض و برکات | علاء الدین خلجی کے عہد میں محبوب الہی کے فیوض و برکات سے ملک میں عام انقلاب پیدا ہوا، اس کی تصویر صنیاء الدین برنی نے تاریخ فیروز شاہی میں کھینچی ہے، اس میں پہلے تو بعض اور مشائخ کے اثرات کا ذکر ہے، پھر محبوب الہی کی نظر کیمیا اثر اور صحبت روح پرور سے خواص و عوام میں جو غیر معمولی تبدیلیاں پیدا ہوئیں ان کی تفصیل یہ ہے:-

لے خیر المجالس مجلس ہفتاد و ہفتم

سلطان علاء الدین کے زمانہ کے مشائخین سے سجادہ تصوف شیخ الاسلام
 نظام الدین، شیخ الاسلام علاء الدین، اور شیخ الاسلام رکن الدین سے آراستہ تھا،
 ایک دنیا ان کے انفسِ متبرکہ سے روشن ہوئی اور ایک عالم نے ان کی بیعت کا
 ہاتھ پکڑا، اور ان کی مدد سے گناہگاروں نے توبہ کی، اور نہراون بدکاروں اور
 بے نمازیوں نے بدکاری سے ہاتھ اٹھا لیا، اور ہمیشہ کے لیے پابندِ نماز ہو گئے، اور
 باطنی طور پر دینی مشغلے کی طرف رغبت ظاہر کی، اور توبہ صحیح ہو گئی، اور عبادات لازمہ
 اور متغیہ کا معمول ہو گیا، اور دنیا کی حرص و محبت جو انسانوں کے فوائد اور فرائض ^{داریا}
 کی بنیاد ہے، ان مشائخ کے اخلاق حمیدہ اور ترک و تجرید کے معاملات کے دیکھنے
 سے دلوں سے کم ہو گئی، اور سیالکون کو نوافل اور وظائف کی کثرت اور اوصافِ
 عبودیت کی پابندی سے کشف و کرامات کی آمد و دل میں پیدا ہونے لگی، اور ان
 بزرگوں کی عبادات و معاملات کی برکت سے لوگوں کے معاملات میں سچائی پیدا
 ہو گئی، اور ان کے مکارمِ اخلاق و مجاہدہ و ریاضت کے دیکھنے سے اللہ والوں
 کے دلوں میں اخلاق کے بدلنے کی خواہش پیدا ہوئی، اور ان دینی بادشاہوں کی
 محبت اور اخلاق کے اثر سے خداوند تعالیٰ کے فیض کی بارش دنیا میں ہونے لگی،
 اور آسمانی مصیبتوں کے دروازے بند ہو گئے، اور ان کے زمانہ کے لوگ قحط و با
 کی مصیبت میں مبتلا اور گرفتار نہیں ہوئے، اور ان کی مخلصانہ اور عاشقانہ عبادت
 گزاری کی برکت سے مغلوں کا تختہ جو سب بڑا تختہ تھا، ایسا فرو ہوا، اور یہ تمام ملامین
 اس قدر آوارہ اور تباہ ہوئے کہ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتے تھے، اور یہ تمام باتیں
 جو ان تینوں بزرگوں کے وجود سے ان کے معاصرین کو نظر آئیں، وہ شمارِ اسلام

کی بلنہ جی کا ذریعہ بن گئیں، اور احکام شریعت و طریقت سے جو روئی و رواج حاصل
ہوا اس کا کیا کہنا، کتنا عجیب زمانہ وہ تھا، جو سلطان علاء الدین کے آخری دسویں
سال میں نظر آیا، ایک طرف سے سلطان علاء الدین نے ملک کی بہتری کے لیے
تمام منشی اور ممنوع چیزوں کو اور فسق و فجور کے اسباب کو قہر و غلبہ، تعزیر و تشدد
اور قید و بند سے روک دیا، اور مال جو دینی اور ملکی فساد کا ذریعہ اور ہوا پرستوں
کیلئے گناہوں کا آلہ اور حریصوں، بخیلوں اور تاجروں کے لیے سود و خیرہ اندوزی
کا سامان اور فتنہ پردازوں کے لیے بغاوت کی استعداد اور نیکوں کے لیے کبر و مغرور
غفلت اور کسل مندی پیدا کرنے والا ہے، اور عبادت گزاروں کے لیے نین
و فراموشی کا باعث ہے، سلطان علاء الدین ہر بہانہ سے کہ جو اس کو ملتا مالداروں
اور حکام سے سختی سے لے لیتا، اور بازار والوں کو کہ دنیا کی تمام قوموں میں سب سے زیادہ
جھوٹ بولنے والی اور سب سے زیادہ فریب کرنے والی قوم ہے، سچائی اختیار کرنا
سچائی کے ساتھ مال بیچنے اور سچ کہنے کے لیے خون خرابہ میں رکھتا تھا، دوسری طرف
اسی زمانہ میں شیخ الاسلام نظام الدین نے بیعت کا عام دروازہ کھول رکھا تھا،
اور گناہ گاروں کو خرقہ پہناتے، اور ان سے توبہ کراتے تھے، اور اپنی مریدی میں
قبول کرتے تھے، اور خاص و عام، غریب و دولت مند، بادشاہ و فقیر، عالم و جاہل، شریف
و بد ذیل، شہری اور دیہاتی، عازمی و مجاہد، آزاد و غلام، سب کو طاقت، توبہ اور
پاکی کی تعلیم دیتے تھے، اور یہ تمام لوگ چونکہ اپنے کو شیخ کا مرید سمجھتے تھے، بہت
گناہوں سے باز آتے تھے، اور اگر شیخ کے کسی مرید سے لغزش ہو جاتی تھی، تو پھر
از سر نو بیعت کر لیتے، اور توبہ کا خرقہ عطا کرتے تھے، اور شیخ کی مریدی کی شرم

روزے نوافل اور تقلیل طعام کے متعلق پوچھتے تھے، اس نیک زمانہ میں اکثر آدمیوں کو حفظ قرآن کا ذوق پیدا ہو گیا تھا نئے مرید شیخ کے پرانے مریدوں کی صحبت میں رہتے تھے، پرانے مریدوں کو طاعت، عبادت، ترک تعلی، تصوف کی کتابوں کے پڑھنے، مشائخ کے اوصاف حمیدہ اور ان کے معاملات کے بیان کرنے کے سوا کوئی دوسرا کام نہ تھا۔ دنیا اور دنیا داروں کا ذکر ان کی زبان پر نہیں آتا تھا، کسی دنیا دار کے گھر کی طرف اپنا رخ نہیں کرتے تھے، دنیا اور اہل دنیا کے میل جول کی حکایت نہیں سنتے تھے، اور اس کو عیب اور گناہ جانتے تھے، کثرت نوافل اور اس کی پابندی کا معاملہ اس بابرکت زمانہ میں اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ بادشاہ کے محل میں بہت سے امراء، سلاحدار، لشکری، شاہی نوکر، شیخ کے مرید ہوتے تھے، اور چاشت و اشراق کی نمازین ادا کرتے تھے، ایام بیض اور عشرہ ذی الحجہ کے روزے رکھتے تھے، اور کوئی غلام ایسا نہیں تھا جس میں ایک مہینہ میں دن کے بعد صلحا کا اجتماع نہیں ہوتا تھا، اور صوفیوں کی محفل سماع نہیں ہوتی تھی، اور باہم گریہ و زاری نہیں کرتے تھے، شیخ کے چند مرید ترویج کی نماز میں مسجدوں اور گھروں میں ختم قرآن کرتے، وہ لوگ جو مستقیم الحال ہو چکے تھے، رمضان، جمعہ اور تہواروں کی راتوں میں قیام کرتے اور صبح تک بیدار رہتے، پلک کو پلک سے نہیں لگنے دیتے، شیخ کے مریدوں میں سے بڑے درجہ کے مرید تمام سال رات کے ایک یا دو تہائی حصے تہجد کی نماز میں گزارتے، بعض عبادت گزار عشا کی نماز کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے، شیخ کے مریدوں میں سے چند آدمیوں کو میں جانتا ہوں کہ شیخ کے فیض نظر سے صاحب کشف و کرامات ہو گئے تھے، شیخ کے مبارک وجود ان کے انفاس پاک کی برکت، ان کی مقبول دعاؤں کی وجہ سے اس ملک کے اکثر مسلمان عبادت، تصوف اور تہجد کی طرف مائل اور شیخ کی

ارادت کی طرف راغب ہو گئے تھے، سلطان علاء الدین اپنے تمام گھروالوں کے ساتھ شیخ کا معتقد اور مخلص ہو گیا تھا، خواص و عوام کے لوگوں نے بھی اختیار کر لی تھی، عہدِ علانی کے آخر چند سالوں میں شراب، معشوق، فسق و فجور، جوار، فحاشی وغیرہ کا نام اکثر آدمیوں کی زبان پر نہیں آنے پایا، بڑے بڑے گناہ لوگوں کے نزدیک کفر کے مشابہ معلوم ہونے لگے تھے، مسلمان ایک دوسرے کی شرم سے سود خواری اور ذخیرہ اندوزی کے کلمہ کلمات کہیں ہو سکتے تھے، بازار والوں سے جھوٹ بولنے، کم تولنے اور آمیزش کرنے کا رواج اٹ گیا تھا، اکثر طالب علموں اور بڑے بڑے لوگوں کی رغبت بوشیخ کی خدمت میں رہتے تھے، قصود اور احکام طریقت کی کتابوں کے مطالعہ کی طرف ہو گئی تھی، توفہ القلوب، احیاء العلوم، ترجمہ احیاء العلوم، عوارف، کشف المحجوب، شرح توحید، رسالہ قشیری، مصاد العباد، مکتوبات علیہ القضاۃ، الواسع والوامح قاضی حمید الدین ناگوری، نوادہ الفواد میر حسن سبزی کے بہت سے خریدار پیدا ہو گئے تھے، زیادہ تر لوگ کتب فروشوں سے سلوک و حفاظت کی کتابوں کے بارے میں دریافت کرتے تھے، کوئی پگڑی ایسی نہ تھی جس میں مسواک اور گنگھی لٹکی نظر نہ آتی تھی، صوفیوں کی کثرت خریداری کی وجہ سے لوہا اور چرمی طشت گران ہو گئے تھے، حاصل کلام یہ کہ خداوند تعالیٰ نے شیخ نظام الدین کو پچھلی صدیوں میں شیخ جنید اور شیخ بایزیدؒ کے مثل پیدا کیا تھا۔

<p>حضرت محبوب الہی سلطان علاء الدین غلجی کی وفات کے بعد قطب الدین مبارک شاہ ملک کا فوراً کی مدد سے حضرت خان اور شادی خان کو قتل کر کے تخت نشین</p>	<p>قطب الدین غلجی</p>
<p>ہوا، حضرت خان اور شادی خان محبوب الہی کے خاص اور عزیز مریدوں میں تھے، اس لیے سلطان</p>	

قطب الدین ان سے بدگمان ہو گیا، اور پھر اس کی یہ بدگمانی عداوت میں تبدیل ہو گئی، اور مصلحتاً وہ پہلے سہروردیہ سلسلہ کے ایک بزرگ شیخ عنیا، الدین رومی کا مرید ہو گیا، اور حضرت محبوب الہی کی دشمنی کا کھلم کھلا اظہار کر دیا، اس وقت محبوب الہی کے لنگر خانہ کا خرچ روزانہ دو ہزار تھکا، درویشوں اور مسکینوں کو دو دو ہفتہ اس خرچ کے علاوہ تھی، سلطان قطب الدین کے بعض مفسد امراء نے اس کے کان بھرے کہ یہ تمام اخراجات ان امراء کے نذرانے کی رقم سے پورے ہوتے ہیں، جو خانقاہ میں آیا جایا کرتے ہیں، اس لیے قطب الدین نے خانقاہ میں امراء کی آمد و رفت سختی سے روک دی، مگر اس سے لنگر خانہ کے اخراجات پر کسی قسم کا اثر نہیں پڑا، اور سارے اخراجات غیبی امداد سے پورے ہوتے رہے، حضرت خواجہ نصیر الدین فرماتے ہیں،

ایک بار سلطان قطب الدین کو کسی بدخواہ نے کہا کہ شیخ تمھاری فتوحات قبول نہیں کرتے، اور امراء اور سرداروں کے لئے ہوئے فتوحات قبول کر لیتے ہیں، آخروہ سب بھی تو آپ ہی کے بیان سے لے جاتے ہیں، سلطان قطب الدین نے صحیح جان کر حکم دیا کہ کوئی امیر یا سردار شیخ کے بیان نہ جائے دیکھیں وہ اس قدر دعوت لوگوں کی کہاں سے کرتے ہیں، اور جاسوس مقرر کیے کہ یہ رہیں جو امیر وہاں جاوے مجھ سے آکر اطلاع کریں، جناب شیخ نے جب یہ سنا فرمایا کھانا آج سے زیادہ پکایا جائے، ایک مدت کے بعد سلطان نے لوگوں سے دریافت کیا کہ خانقاہ شیخ کا کیا حال ہے، انھوں نے عرض کی کہ سابق جس قدر پکیتا تھا، اب اس سے دو گن پکیتا ہے، بادشاہ یہ سن کر شہمان ہوا، کہا میں غلطی پر تھا، ان کا معاملہ عالم غیب سے ہے۔

لے خیر المجالس اردو ترجمہ ص ۳-۲۰۲، ترجمہ کی عبارت بحسنہ نقل کر دی گئی ہے،

پھر بھی قطب الدین کی پرغاش بڑھتی گئی اور اس نے محبوب الہی کو اپنے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا، مگر محبوب الہی نے اس حکم کا جواب دیا:-

من مودعہ دیم جائے نمی روم، نیز رسم و عادت ہر سلسلہ نوعی باشد، قاعدہ بزرگان
مانند کہ بدیوان روند، و مصاحب پادشاہان شوند، درین باب معذور و ابرید و بجا
خود بگذریم

لیکن مغرور بادشاہ نے اس غرر کو قبول نہیں کیا، اور حکم دیا کہ ہفتہ میں دوبارہ دربار میں آیا کریں، محبوب الہی نے بادشاہ کے پیشرخ ضیاء الدین رومی کے پاس پیام کھلا بھیجا کہ وہ اپنے مرید کو سمجھائیں کہ درویشوں کو رنج پہنچانا کسی مذہب میں روا نہیں، مگر اس پیام کے پہنچنے سے پہلے شیخ ضیاء الدین رومی کا انتقال ہو گیا، اور ان کی فاتحہ خوانی کے لیے ان کے مقبرہ میں بادشاہ اور اسکے اکابر امر، شریک ہوئے، محبوب الہی نے بھی اس مجلس میں شرکت کی، جس وقت وہ تشریف لائے، تمام حاضرین تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، محبوب الہی نے بادشاہ کو سلام کیا، اس نے جواب نہیں دیا، لیکن اس نے دیکھا کہ تمام حاضرین ان کو سرانگھوں پر بٹھارہ ہیں، اس سے اس کی حسد اور بھی بڑھ گئی، اور مجلس کے ختم ہونے کے بعد ایک محضر کے ذریعہ ہر قمری مہینہ کی پہلی تاریخ کو محبوب الہی کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم جاری کیا، شیخ عماد الدین طوسی، شیخ وحید الدین قندری، مولانا برہان الدین اور دوسرے اکابر یہ محضر لے کر محبوب الہی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور گزارش کی کہ بادشاہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ اس کی ناعاقبت اندیشی ہے، پھر بھی وہ (یعنی محبوب الہی) دربار میں تشریف لاکر ایک فتنہ کو روک دین، محبوب الہی نے یہ کہہ کر ان کو رخصت کیا کہ

”برہنیم چہ بظہور پیوند“

اعنوں نے واپس جا کر سلطان کو اطمینان دلایا کہ محبوب الہی دربار میں آنے کے لیے رخصتی ہو گئے ہیں، وہ خوش تھا کہ شیخ نے اس کی اطاعت قبول کرنی ہے، لیکن قمری مہینہ کی پہلی تاریخ سے کچھ روز پہلے محبوب الہی نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ میں اپنے مرشد کے خلاف دستبرد کوئی کام نہ کروں گا، اس سے مریدوں میں بڑی سرسراہٹ اور پریشانی پیدا ہو گئی کہ سلطان الاولیاء اور سلطان دہلی کے تضادم سے ایک بڑی مصیبت پیا ہو جائے گی، مگر محبوب الہی کو کشف ہو چکا تھا کہ وہ نہ دربار جائیں گے، اور نہ کوئی تضادم ہوگا، چنانچہ سلطان قطب الدین جس روز دربار میں محبوب الہی کی آمد کا منتظر تھا، اسی روز محل کے اندر شورش مہوئی اور خسرو خان کے ہاتھ وہ قتل ہوا،

خسرو خان تخت نشین ہوا، تو اس نے اپنی سیرکاریوں پر پردہ ڈالنے کے لیے ملک میں روپیے تقسیم کیے، مشائخ کرام کے پاس بھی روپیے بھجوائے، محبوب الہی کے پاس بھی پانچ لاکھ ٹکے پہنچے، اعنوں نے اسی وقت ساری رقم فقراء میں تقسیم کر دی، چار مہینے کے بعد غیاث الدین تغلق نے خسرو خان کی سرکوبی کی، اور خود تخت پر بیٹھا، جن لوگوں کو خسرو نے روپے دیے تھے، ان سے غیاث الدین تغلق نے واپس مانگے، اس حکم پر دوسرے مشائخ نے روپے واپس کر دیے، لیکن محبوب الہی نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی،

سلطان غیاث الدین تغلق	سلطان غیاث الدین تغلق طبعاً دین دار، دین پرورد، محی کڈار، ادا حق
محضر السماع	شناس واقع ہوا تھا، چنانچہ مولانا ضیاء الدین برنی کا بیان ہے کہ

”از برائے جریان احکام شریعت فاضیان و مفتیان و دوا و یک و محتبان عہد اور

آبروی بس بیا روز شنائی تمام پیدا آمدہ بود،

لے تاریخ فیروز شاہی ص ۱۴۱،

سلطان کی اس دینداری اور شریعت کی پابندی سے فائدہ اٹھا کر علماء ظاہر نے اس سماع کی ممانعت میں ایک عام شاہی حکم جاری کر دیا لیکن محبوب الہیؒ کے یہاں محفل سماع بدستور جاری رہی، جاہ طلب علمائے ان کے خلاف شورش کی تو سلطان غیاث الدین تغلق نے ایک محضر طلب کیا، جس میں سماع کی تحقیق کے لیے تمام مشائخ و علماء جمع کیے گئے، محبوب الہیؒ بھی اس مجلس میں شریک ہوئے، بحث شروع ہوئی تو دونوں طرف سے سماع کی اہمیت اور درست کے دلائل پیش کیے گئے، چاشت کے وقت سے زوال آفتاب تک مناظرہ قائم رہا، مباحثہ میں بڑی گراگرمی رہی، محبوب الہیؒ نے نفس غنا کے جوازیں جب حدیثیں پیش کیں تو علماء احناف نے کہا کہ تم مقلد ہو، تم کو حدیث سے کیا مطلب، اگر فقہ حنفی کی روایت ہو تو پیش کرو، یسین کر محبوب الہیؒ نے فرمایا، وہ ملک کیونکر آباد رہے گا، جس میں لوگوں کی رائے کو احادیث نبوی پر ترجیح دی جاتی ہو، بالآخر شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے نواسے مولانا عظیم الدین نے جو اپنے زمانہ کے جبر عالم تھے، اور جن کا سلطان غیاث الدین تغلق بھی متفق تھا، محبوب الہیؒ کی موافقت یعنی سماع کی اہمیت میں فیصلہ دیا، جس کے بعد سلطان غیاث الدین تغلق نے محبوب الہیؒ کو اعزاز و اکرام کے ساتھ مجلس سے رخصت کیا، محبوب الہیؒ خانقاہ واپس تشریف لائے تو ظہر کی نماز کے وقت مولانا ضیاء الدین برنی، مولانا فی الدین کاشانی اور امیر خسرو سے مخاطب ہو کر فرمایا،

”دہلی کے نعمانی میری عبادت اور حمد سے بھرے ہوئے تھے، انھوں نے وسیع میدان پایا، اور عبادت سے بھری ہوئی بہت سی باتیں کہیں، اور آج ایک تعجب انگیز بات کہی گئی کہ اسد لال کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیثیں نہیں سنتے تھے، اور مجھ سے کہتے تھے، کہ ہمارے شہر میں نفعی روایات پر عمل کرنا حدیث سے مقدم سمجھا جاتا ہے“

اور اس قسم کی باتیں وہ لوگ کہتے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر اعتقاد نہیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح بیان کی گئی تو برہم ہوئے، اور منع کیا اور کہا کہ اس حدیث سے امام شافعی استدلال کرتے ہیں، اور وہ ہمارے علماء کے دشمن ہیں، ہم نہیں سنتے اور نہیں جانتے کہ وہ عقیدہ رکھتے ہیں یا نہیں، حاکم کے سامنے وہ (یعنی شہر کے فقہاء) مغرورانہ بحث کرتے ہیں اور صحیح احادیث کو نہیں مانتے، میں نے کوئی عالم ایسا نہ دیکھا اور نہ سنا کہ اس کے سامنے حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کی جائیں اور وہ کہے کہ ہم نہیں سنتے اور نہیں جانتے، یہ کیسا زنا ہے؟ یہ شہر جس کے اندر ایسی مغرورانہ بحث ہو کیسے آباد رہ سکتا ہے، عجب نہیں کہ اسکی اینٹ سے اینٹ بچ جائے، بادشاہ، امراء اور عوام، قاضی شہر اور علمائے شہر سے یہ سنا کہ اس شہر میں حدیث پر عمل نہیں ہوتا کیسے پیغمبر علیہ السلام کی حدیثوں پر راسخ اعتقاد رکھ سکتے ہیں میں ڈرتا ہوں کہ شہر کے علماء کی اس بد اعتقادی کی وجہ سے کہیں شہر پر بلاؤں جلا، قحط و وبا آئے، (سیرالاولیا، ص ۵۳۲-۵۳۱)

سیرالاولیا کے مصنف سید مبارک امیر غورد کا بیان ہے کہ اس کے چار سال کے بعد شہر دہلی قحط و وبا سے واقعی تباہ ہو گیا، جبکہ سلطان محمد تغلق نے اپنا دارالسلطنت دیوگرہ منتقل کیا، اور اس سلسلہ میں علماء بھی طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہوئے، بعض تذکرہ نگاروں اور مورخوں نے لکھا ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق ۷۵۵ھ میں بنگالہ کی محم سے واپس آ رہا تھا تو اس نے محبوب الہی کے پاس یہ پیام لکھ بھیجا،

لے تفصیل کیلئے دیکھو سیرالاولیا، باب نہم، حضرت محبوب الہی کے خلیفہ مولانا فخر الدین زراذی نے اباحت سماع میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے جس کا نام کشف المفتاح من وجہ السماع ہے۔

”وقتیکہ اور دہلی بیاہیم شہاز غیاث پور بیرون روید کہ بہ سبب سکونت شاکر ت مردم
از بس درنجائی باشد و جائے برائے متوسلان بادشاہی نمی ماند
اس پیام کو پڑھ محبوب الہی کی زبان سے صرف یہ نکلا :
”ہنوردہلی دور است“

چنانچہ غیاث الدین تغلق شہر سے تین کوس کے فاصلہ پر ایک مقام افغان پور میں
ایک نئی عمارت میں منیم تھا کہ اجانک یہ عمارت رات کو گر گئی جس کے نیچے دب کر وہ جان
ہو گیا، مگر تاریخ فرشتہ، طبقات اکبری اور منتخب التواریخ کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شہر
روایت محض عوام کی ہے، جس کا شاید حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ مولانا ضیاء الدین برنی
جو محبوب الہی کے خلفاء میں تھے، اپنے مرشد کے ساتھ سلطان غیاث الدین تغلق کی اس ایذا رسانی
اور تعدی کا ذکر اپنی تاریخ فیروز شاہی میں مطلق نہیں کرتے، بلکہ سلطان کی ”دین پروری“، ”دین پناہی“
”حق گذاری“، ”حق شناسی“، ”عبادت گزاری“، ”نیک نفسی“، ”انصاف پرستی“، اور شریعت پسندی
کا ذکر بار بار بہت ہی والہانہ انداز میں کرتے ہیں۔

غیاث الدین تغلق کا جانشین سلطان محمد تغلق محبوب الہی کا معتقد رہا، لیکن اس کی
حکومت کے پہلے ہی سال ۷۲۵ھ میں ان کا وصال ہو گیا،

۱۔ خزینۃ الاصفیاء، ص ۳۲، طبقات اکبری ج اول ص ۱۹۰ میں پیام کے الفاظ یہ ہیں، چون من بدلی بزم
شیخ از شہر بد رو، فرشتہ ج دوم ص ۳۹۸ میں ہے، تا آمدن من بدلی نیاید بود، بعد ازین از غیاث پور روید
۲۔ منتخب التواریخ میں اس روایت کی ابتداء اس طرح کی گئی ہے کہ

در میان اہل ہند مشہور است ” (ج ص ۲۲۵)

۳۔ تاریخ فیروز شاہی ص ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶،

مجاہدہ ریاضت | حضرت محبوب الہی کے مرشد بابا گنج شکرؒ نے ان کو ایک موقع پر نصیحت فرمائی تھی کہ

”ہمیشہ مجاہدہ میں مشغول رہنا، بیکار رہنا مناسب نہیں، اس راہ میں روزہ رکھنا نصف راہ ہے، نماز اور حج سے بقیہ نصف راہ طے ہوتی ہے، (سیر الاولیاء ص ۱۱۲) اور جب خلافت عطا کی تو چند تحریری ہدایتیں کیں، جن کا خلاصہ یہ ہے،

”شاگردوں کو تعلیم دیں، خطا و تصحیف سے بچتے رہیں، انہر شون کی اصلاح اور تحقیق و بین پوری کوشش کریں، جو کچھ مجھ سے سنا اور یاد رکھا ہے اس کی روایت کریں، ایسی مجاہدین خلوت نشین ہوں جس کے اندر جماعت ہوتی ہو، خلوت میں اپنے نفس کو کمزور، رست اور غلظ کو معدوم سمجھیں، دنیا کی تمام خواہشات کو ترک کر دیں، خلوت طرح طرح کی عبادت سے معمور ہو، اس خلوت میں جب نفس بڑے بڑے مجاہدات سے تھک جائے تو چھوٹے چھوٹے مجاہدات اختیار کیے جائیں، اور نفس غلبہ کرے تو تھوڑی سی نیند سے اس کو ماضی کر لیں، اور خلوت سے اپنا پورا دھم لے لیں تو حکمت کا چشمہ جاری کریں، اور جو شخص ان کے پاس پہنچے تو اس کو نعمت سے سرفراز کریں۔“ (سیر الاولیاء ص ۱۱۴)

اور حضرت محبوب الہیؒ نے اپنے مرشد کی ان ہدایات پر برابر عمل کیا، سیر الاولیاء کے مؤلف کا بیان ہے کہ ہوائی نیا تیس سال تک بڑے سخت مجاہدے کیے، پھر جوانی کے بعد بقیہ زندگی اس سے زیادہ سخت مجاہدے میں گزاری، تمام عمر صائم الدہر رہے، دن رات بین چار پانچ سو رکعتیں نماز پڑھا کرتے تھے، اور خانقاہ میں کوٹھے پر ان کا قیام رہتا تھا، مگر اسی سال کی عمر میں بھی کوٹھے سے اتر کر نماز باجماعت ادا کرتے، روزانہ کا یہ معمول تھا کہ فجر، اشراق اور چاشت کی نمازوں کے بعد جماعت خانہ میں مسند رشد و ہدایت پر جلوہ فرماتے، اس وقت تمام علماء، صلیح

اور صوفیہ کا اجتماع ہوتا، اور وہ سلوک و معرفت کے دقائق بیان فرماتے، اس اثنا میں شہر سے غبار و مسکین آتے رہتے، ان کو پیسے غلے اور تحفے دیے جاتے، حکم تھا کہ خانقاہ کی ساری چیزیں غریبوں میں روز تقسیم کر دی جائیں، کوئی چیز باقی نہ رہنے پائے، ظہر کی نماز سے پہلے کچھ قیلو فرماتے، ایک روز قیلو فرما رہے تھے کہ ایک درویش آیا، خانقاہ میں کوئی چیز نہ تھی، خدام نے اس کو واپس کر دیا، اسی وقت حضرت محبوب الہیؒ کی آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھا کہ مرشد تشریف لائے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ایک درویش آیا اور خستہ دل واپس گیا، اگر کچھ دینے کو نہ تھا تو کم از کم حسن رعایت تو تھا، آنکھ کھلی تو خدام سے مرشد کی تنبیہ کا ذکر کیا، اور حکم دیا کہ آئندہ اگر کوئی درویش آئے تو قیلو کے وقت بھی ان کو خبر کوئی جائے۔

ظہر کی نماز کے بعد پھر مجلس ہوتی، اور اس مجلس میں حضرت محبوب الہیؒ زیادہ تر علمی نجات بڑی گہرائی سے بیان فرماتے، حدیث کثافت اور دوسری مشہور کتابوں کا درس بھی ہوتا، حاضرین سر جھکائے بیٹھے رہتے کسی کو سر اٹھانے کی مجال نہ ہوتی، شہر شخص نہ جھکائے نہ منہ اڑھاتا اور سنتے وقت محسوس کرتا کہ وہ الہامی باتیں سن رہا ہے، عصر کی نماز کے بعد حضرت محبوب الہیؒ کو ٹھٹھے پر تشریف لے جاتے، اور مغرب کے وقت پھر نیچے آتے، روزہ افطار فرماتے، مغرب کی نماز پڑھ کر کوٹھے پر واپس جاتے، اور اس وقت ایک مجلس ہوتی، اور حاضرین کو خشک و ترمیوے اور لطیف و لذیذ شروبات پیش کیے جاتے، عشا کی نماز پڑھنے کیلئے پھر نیچے آتے، اور نماز پڑھ کر پھر کوٹھے پر حجرے میں چلے جاتے، اس وقت صرف امیر خسرو آتے، اور کچھ حکایتیں سناتے، جن کو حضرت محبوب الہیؒ لطف و لذت کے ساتھ سنتے، کبھی کبھی امیر خسرو و آثار کے جھوٹے جھوٹے نیچے بھی آجاتے، جب امیر خسرو رخصت ہوتے تو خادم وضو کا پانی لا کر رکھتا، اس کے بعد حضرت محبوب الہیؒ اٹھ کر خود دروازہ بند کر دیتے، پھر حجرہ کی تنہائی میں کیا ہوتا، یہ کسی کو خبر نہ ہوتی، صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ

میں کیون گزاریے، عمر کا بہترین مصرف یہ ہے کہ ہر وقت خدا کی یاد میں مستغرق رہے،
 خلق اللہ کی محبت | مگر خالق کے ساتھ اس استغراق کے باوجود اس کی مخلوق کو کسی حال میں نہیں
 بھولتے، ایک بار بابا گنج شکرؒ کے بنسیرہ شیخ شرف الدین، شیخ رکن الدین فردوسی کے پیر شیخ بادل
 سمرقندی کے عرس میں شریک تھے، مجلس میں کسی صوفی نے کہا کہ شیخ نظام الدینؒ رات دن پیشمار
 دولت مخلوق خدا میں تقسیم تو ضرور کرتے ہیں، لیکن اہل وعیال کے جھگڑے سے پاک ہیں، اس لیے
 دنیا کا کوئی غم و الم ان کو لاحق نہیں ہوتا ہوگا، یہ سن کر شیخ شرف الدینؒ حضرت محبوب الہی کی خدمت
 میں حاضر ہوئے، اور اس کو نقل کرنا ہی چاہتے تھے کہ محبوب الہی نے خود ہی فرمایا،

بابا شرف الدین جو رنج و غم میرے دل کو وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے، شاید ہی کسی دوسرے
 شخص کو اس سے زیادہ ہوتا ہو، جو شخص اپنا غم و الم مجھ سے بیان کرتا ہے، اسے سن کر اس سے
 دو چند زیادہ رنج و غم مجھ کو ہوتا ہے، جس کی شرح میں نہیں کر سکتا، معلوم نہیں وہ لوگ کیسے
 سنگ دل ہیں، جو اپنے دینی بھائیوں کا غم و الم اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور آہ نہ کریں،
 ان پر بڑا تعجب ہے۔

چنانچہ خدا کی مخلوق کو اس تعلق خاطر کی بنا پر ان کی ذات سے جو فیض پہنچا، اس کا اندازہ مولانا
 ضیاء الدین برنی کے گذشتہ اقتباسات سے ہوا ہوگا، معمہ کی مثال یہ ہے کہ صوم دہر کے باوجود
 اظہار میں کوئی چیز صرف چمکے لیتے، اس کے بعد سحری میں کچھ کھاتے، اور اکثر ایسا بھی ہوتا کہ اس وقت
 کچھ نہ کھاتے، خادم عرض کرتا کہ اگر آپ اس وقت بھی کچھ نہ تناول فرمائیں گے، تو کمزوری آجائے گی،
 قوت برقرار نہ رہے گی، یہ سن کر روتے اور فرماتے کہ

چندین مسکینان و درویشان در کتب ہائے مساجد و دکاناگر سنہ و فاقہ زدہ افتادہ اند

لے فوائد لغوا و ص ۴۲ لے سیر العارفین ص ۱۴۲، فرشتہ ج ۲ ص ۳۹۶، نیز دیکھو سراج المجالس ص ۷۷

این طعام در طاق من چہ گوزہ فرورد

اس کے بعد خادم سامنے سے کھانا اٹھالیتا،

جو دو سنا | بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ حضرت محبوب الہی جب اپنے مرشد کی خدمت میں

تھے، تو ایک موقع پر اپنی دستار رہن رنگہ مرشد کے لیے لوبیا خریدی، اور اس کو جوش دے کر

ان کی خدمت میں پیش کیا، اس میں نمک ایسے مناسب انداز سے ملا گیا تھا کہ مرشد کو بہت پسند

آیا، انھوں نے اپنے محبوب مرید کو فخریہ طور پر فرمایا کہ تم نے لوبیا بہت اچھی پکائی، نمک بھی

خوب ڈالا، خدا کرے تمہارے باورچی خانہ میں ستر من نمک خرچ ہوا کرے، مرشد کی دعا سے

حضرت محبوب الہی کا مطبخ ہمیشہ گرم رہا، کئی ہزار فقراء اور مساکین روزانہ مطبخ میں کھانا کھاتے،

پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ تمام دن جو چیزیں خانقاہ میں آتین شام تک تقسیم کر دی جاتیں، خانقاہ

میں دنیاوی ساز و سامان جمع ہو جاتے تو ان کو دیکھ کر حضرت محبوب الہی پر گریہ طاری ہو جاتا،

اگر کسی وقت کوئی قیمتی چیز بطور تحفہ آ جاتی تو اور بھی زیادہ آہ و بکا کرتے، اور ہر ایشیہ دیتے کہ اس کو

جلد از جلد تقسیم کر دیا جائے، خادم فوراً تقبیل کرتے، اور جب ساز و سامان تقسیم ہو کر مٹا جاتا تو کوہ پیونج

جاتا تو خاطر مبارک کو اطمینان ہوتا، ہر جمعہ کے دن تجرید فرماتے، تمام حجروں اور انبار خانوں کو یہاں

خالی کراتے کہ جھاڑو پیری جاتی، اس کے بعد جامع مسجد تشریف لے جاتے اور اطمینان سے

نماز ادا فرماتے،

پھر بھی خانقاہ میں غریب الوطن، مسافر، یا شہر کا باشندہ جو بھی آنا محروم واپس نہ جاتا، کپڑا،

نقدی تحفے تحائف جو کچھ بھی خانقاہ میں موجود ہوتا اُنے جانے والوں کو دیدیا جاتا،

۱۷۸۸ء سیر الاولیاء ص ۱۲۸، اخبار الاخبار ص ۱۲۵ سیر الاولیاء ص ۱۳۱ میں اس واقعہ کی تفصیل کچھ مختلف ہے،

۱۷۸۸ء سیر الاولیاء ص ۱۳۰ ایضاً

جوامع الکلم میں ہے کہ ہر عرس کے موقع پر تمام شہر میں کھانا تقسیم کیا جاتا، اور کچھ نقد رقم بھی بھجی جاتی، ایک روز غیاث پور میں گرمی کے موسم میں آگ لگی، مکانات کو جلتے دیکھ کر حضرت محبوب الہیؒ رونے لگے جب آگ بجھی تو خادم خاص کو بلا کر فرمایا جاؤ ان سب گھروں کو جو جل گئے ہیں گنو اور ہر گھر میں دو خوان کھانا، دو سہویا پی، دو ٹنکے زرے جاؤ، اور گھروالوں کو دو لاسا دو، نعمات اللہ میں ہے کہ ایک سوداگر ملتان کے پاس لٹ گیا، وہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے صاحبزادے حضرت شیخ صدر الدین کی ایک سفارش لے کر حضرت محبوب الہیؒ کی خدمت میں پہنچا، حضرت محبوب الہیؒ نے خادم خاص کو حکم دیا کہ صبح سے چاشت تک جو فتوح پہنچے اس سوداگر کے حوالہ کر دو، چاشت تک بارہ ہزار ٹنکے آئے، یہ ساری رقم سوداگر کو دے دی گئی۔

ایک بار ایک درویش آیا، حضرت محبوب الہیؒ کے افطار کا وقت تھا، دسترخوان سامنے بچھا ہوا تھا، اس پر زربیل کے خشک ٹکڑے رکھے ہوئے تھے، درویش سمجھا کہ حضرت محبوب الہیؒ افطار کر چکے ہیں، اور یہ ٹکڑے دسترخوان پر باقی رہ گئے ہیں، اس نے وہ تمام ٹکڑے دسترخوان سے چن لیے اور ہاتھ میں لے کر چلا گیا، حضرت محبوب الہیؒ یہ دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا

ہنوز درکار ماخیریت بسیار است کہ گرسنگی دارند، این حال بعد دو فاقہ بود

کہ آن درویش را از غیب رسانیدند، (سیر الاولیاء ص ۱۱۴)

استغناء، اس جو دو سخا کے باوجود استغناء کا یہ عالم تھا کہ اگر بادشاہوں یا شہزادوں میں سے کوئی تحفہ یا ہدیہ پیش کرتا تو ایک سرواہ کھینچتے کہ آہ یہ لوگ درویش کو غارت کرتے ہیں، ایک

ایک عقیدت مندر ملک نے دو باغ، کچھ زمین، اور دوسرے قسم کا ساز و سامان باضابطہ لکھ کر
نذر کرنا چاہا، لیکن حضرت محبوب الہی نے ان کو قبول نہیں کیا، اور مسکرا کر فرمایا، کہ اگر میں ان چیزوں
کو قبول کر لوں تو لوگ مجھ کو ہی کہیں گے کہ شیخ اب باغ میں جانا ہے، اور اپنی زمین اور باغ کا
تہاشاد دیکھتا ہے، یہ میرے لیے بالکل مناسب نہیں، پھر شکبار ہو کر فرمایا،

از خواجگان ما و مشائخان ما بچکس ازین قبول نہ کردہ است

حضرت محبوب الہی کے ابتدائی زمانہ کی عسرت و تنگی کی خبر سلطان جلال الدین خلجی کو پہنچی
تو ان کی خدمت میں کچھ تحائف بھیجے، اور کہلایا کہ اگر حکم ہو تو ایک گاؤں خدمت گزاروں
کے لیے مقرر کروں تاکہ وہ فارغ البالی سے آپ کی خدمت میں مصروف رہیں، لیکن
حضرت محبوب الہی نے کہلایا کہ اس گاؤں کی ضرورت نہیں، میرا اور میرے خدمت گزاروں
کا کارساز خداوند تعالیٰ ہے، لیکن جب بعض خدمت گزاروں کو اس کی خبر ہوئی تو وہ
حضرت محبوب الہی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ آپ تو اپنی فلاح اسی میں
سمجھتے ہیں کہ پانی تاک نہ پئیں، لیکن ہم لوگوں کا حال فقر و فاقہ سے نازک ہے، حضرت محبوب
نے اس شکایت کی طرف التفات نہیں کیا، اور طے کر لیا کہ اگر سب کے سب اسی وقت
مجھ کو چھوڑ کر چلے جائیں تو مجھے کچھ افسوس اور غم نہ ہوگا، مگر جب اپنے اور دوسرے یارانِ
طریقیت کو بلایا اور سلطان جلال الدین خلجی سے گاؤں قبول کرنے کے بارہ میں مشورہ کیا
تو انھوں نے متفقہ طور پر گزارش کی کہ مولانا نظام الدین ہم جو آپ کے یہاں وقت بے وقت
روٹی کھا لیتے ہیں تو یہی بہت غنیمت ہے، لیکن اگر آپ نے گاؤں قبول کر لیا تو اسکے
بعد ہم پانی بھی نہیں پئیں گے، اس جواب کو سن کر حضرت محبوب الہی خوش ہوئے، اور
فرمایا، الحمد للہ دین کے کاموں میں تم ہی میرے مددگار ہو، دوستوں کو ایسا ہی ہونا چاہیے،

برو باری | فوائد الفوائد میں ہے کہ ایک روز حضرت محبوب الہی سجادہ پیر رونق افروز تھے کہ ایک جوالتی پہنچا، اور گالیان دینے لگا، حضرت محبوب الہی نے گالیوں کو خاموشی سے سنا اور برداشت کیا، فرید یہ کہ جوالتی نے جو کچھ مانگا عطا کیا، اور حاضرین مجلس کو نغی طرب کر فرمایا میرے پاس بہت سے لوگ آتے ہیں رجزین لاتے ہیں، ایسے شخص کو بھی آنا چاہیے جو مجھ کو برا کہے، اس سلسلہ میں فرمایا کہ ایک موقع پر ایک شخص آیا، اور مجھ سے ناکفہ بہ بابین کین، میں نے اس سے کہا کہ جب تک دنیا میں ہوں مجھ سے جرم سرزد ہوگا، اور تجھ سے عفو، فوائد الفوائد ہی میں ہے کہ حاضرین مجلس میں سے کسی نے حضرت محبوب الہی سے کہا کہ آپ کے لیے بعض لوگ نامناسب الفاظ استعمال کرتے ہیں جن کا سننا مشکل ہے، فرمایا، جو مجھ کو برا کہتے ہیں میں نے ان کو معاف کیا، مجھ کو برا کہنے والوں سے تکرار کرنے کی ضرورت نہیں۔
غافلین سے حسن سلوک | خدا کی کسی مخلوق سے عناد کھنا طریقت کے خلاف سمجھتے تھے، غیاث پور کے قریب کا رہنے والا ایک شخص جھوٹا نامی بلا وجہ حضرت محبوب الہی کا دشمن ہو گیا تھا، اور ان ارسائی پر کمر بستہ رہتا تھا، لیکن جب اس کی وفات کی خبر حضرت محبوب الہی کو ملی تو اس کے جنازہ میں شریک ہوئے، اور تدفین کے بعد اس کی قبر پر دو گانہ نماز ادا کی، اور اس سے جو تکلیفیں پہنچی تھیں ان کو معاف کر کے رحم الراحمین سے اس کی مغفرت کے لیے دعائیں کیں۔

مولانا ضیاء الدین سنائی اپنے وقت کے تشرع ہمتی اور دیاندار عالم تھے، احتساب پر ایک کتاب نصاب الاحساب بھی لکھی تھی، اسی بنا پر حضرت محبوب الہی سے سماع پر احتساب کرتے رہے، اور شد و مد سے ان کی مخالفت کی، لیکن جب وہ مرض الموت

میں مبتلا ہوئے تو حضرت محبوب الہیؒ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے مولانا ضیاء الدینؒ
سنائی نے اپنی دستار حضرت محبوب الہیؒ کے قدموں کے پاؤں بچھا دی، حضرت محبوب الہیؒ
نے اس کو اٹھا کر اپنی آنکھوں پر رکھ لیا، جب وہ مولانا ضیاء الدینؒ کے پاس پہنچے تو مولانا ضیاء
آنکھیں چا رہے تھے، حضرت محبوب الہیؒ اٹھ کر باہر چلے آئے، لیکن اسی وقت خبر ملی کہ مولانا کی
روح پرواز کر گئی، محبوب الہیؒ رونے لگے، اور فرمایا کہ ایک حامی شریعت تھا وہ بھی نہ رہا،
مردیوں کی محبت و اصلاح | اپنے مریدوں پر بے حد شفقت فرماتے تھے، حضرت امیر خسرو
سے ان کو جو تنگی تھی وہ آج بھی ضرب المثل ہے، مگر محبت کے ساتھ مریدوں کی تربیت
میں کسی قسم کی رورعایت نہیں کرتے تھے، حضرت خواجہ برہان الدین غریب کی بیعت محض
فتح کر دی کہ وہ کہل کو دو تکر کے اس پر بیٹھتے تھے، اس کو ان کی تن پروری اور راحت پسندی
پر محمول کیا، اس کی تفصیل ابنہ اور اقی میں آئے گی، حضرت جلال الدین اودھی اپنے زہد،
دور، ترک و تجرید کے لحاظ سے ممتاز مریدوں میں تھے، ان کے ساتھیوں نے ان سے درس و
تدریس کی خواہش ظاہر کی، ارشد سے اس کی اجازت چاہی، تو مرشد نے فرمایا کہ وہ کسی اور ہی
کام کے ہیں، لیکن مریدوں کی دلجوئی کے لیے یہ بھی فرمایا کہ وہ سب مثل پیاز کے تہ بہ تہ ہو کر
ایک ہی ہیں، خواجہ مؤید الدین کرہ سلطان علاء الدین کی شہزادگی کے زمانہ میں اسکے جان نثار
میں تھے، مگر ترک دنیا کر کے حضرت محبوب الہیؒ کے آستانہ پر جہین سائی کرنے لگے، علاء الدینؒ
جب بادشاہ ہوا تو ایک حاجب کو حضرت محبوب الہیؒ کی خدمت میں بھیج کر پیام دیا کہ
خواجہ مؤید الدین کو رخصت کر دین تاکہ میرا کام بنائیں، حضرت محبوب الہیؒ نے فرمایا کہ ان کو ایک
اور کام درپیش ہے، اور اسی میں کوشش کر رہے ہیں، شاہی حاجب کو یہ جواب گراں گذرا تو

اس نے کہا کہ مخدوم! آپ چاہتے ہیں کہ اپنا جیسا سب کو کر لیں، حضرت محبوب الہی نے فرمایا، اپنا جیسا کیا میں اپنے سے بہتر کرنا چاہتا ہوں، سلطان علاء الدین کو جب اس جواب کی اطلاع دی گئی تو وہ خاموش رہا، حضرت خواجہ شمس الدین دہلوی شاہی ملازمت میں دیوان کے عہدہ پر مامور تھے، مگر اس عہدہ کو چھوڑ کر محبوب الہی کے مرید ہو گئے، اور ان کے ملفوظات کو جمع کر کے ان کو مرتب بھی کیا، ایک دن مرشد سے عرض کیا، کہ اگر حکم ہو، تو آنے جانے والوں کے لیے ایک مکان بنالوں، مرشد نے فرمایا کہ یہ کام اس کام سے جس کو تم نے چھوڑا ہے کم نہیں ہے،

حضرت قطب الدین منور اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود کو ایک ساتھ خلافت دی، پہلے خلافت نامہ حضرت قطب الدین منور کے ہاتھ میں دیکر دو رکعت نماز ادا کرنے کو فرمایا، اور جب وہ جماعت خانہ میں نماز ادا کر رہے تھے تو حضرت شیخ نصیر الدین کو خلعت خلافت عطا کیا، پھر حضرت شیخ قطب الدین منور کو بلا کر فرمایا، شیخ نصیر الدین کو خلافت کی مبارکباد پیش کرو، اور جب وہ مبارکباد پیش کر چکے تو شیخ نصیر الدین سو فرمایا اب تم قطب الدین کو خلافت کی مبارکباد دو، شیخ نصیر الدین نے مبارکباد دی، پھر دونوں کو حکم دیا کہ ایک دوسرے سے بغل گیر ہوں، اور جب وہ مل رہے تھے تو فرمایا تم دونوں بھائی بھائی ہو، خلافت کی تقسیم و تقسیم کو خاطر میں نہ لانا، دونوں نے اپنی زندگی میں ایسا ہی کیا،

حضرت محبوب الہی اپنے مریدوں میں قاضی محی الدین کاشانی کا سب سے زیادہ لحاظ کرتے تھے، ان کو اپنے علم، علم، زہد اور تقویٰ کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل تھی، جب حلقہ ارادتی میں داخل ہوئے تو اپنی جاگیر کاشاہی فرمان مرشد کے سامنے لا کر چاک کر دیا، اور فقر و فاقہ کی زندگی

بسر کرنے لگے، حضرت محبوب الہی ان کے علمی تبحر کی وجہ سے ان کی بڑی قدر کرتے، اور جب وہ ان کی خدمت میں آتے تو ان کی تنظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے، جب وہ درجہ مکمل کو پہنچ گئے تو مرشد کی طرف سے خلافت ملی، خلافت کے وقت یہ تحریر بھی عطا ہوئی،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہی باید کہ تارک دنیا باشی، بسوے دنیا	چاہیے کہ تارک دنیا ہو جاؤ، دنیا اور
وارباب دنیا مال نشوی، دویہ قبول	اہل دنیا کی طرف مائل نہ ہو، کاؤن،
نکئی وصلہ بادشاہان نیگیری، و اگر مسافرا	جاگیر قبول نہ کرو، بادشاہوں سے صلہ
بر تو رسند و بر تو خیز نباشان حال	نہ لو، اگر تمہارے یہاں مسافر آئیں او
را غنیمت شمری، از نعمت ہائے الہی	تمہارے پاس کوئی چیز نہ ہو تو اس حال
فان فعلت ما امرتک فظنی بک	کو غنیمت جانو اور اس کو اللہ تعالیٰ کی
ان تفعل کذلک فانت خلیفتی	نعت تصور کرو پس اگر تم نے ایسا کیا جسکا
وان لم تفعل فانت خلیفتی	میں تم کو حکم دیتا ہوں اور جسکی نسبت میرا
علی المسلمین	ہو کر تم ایسا ہی کرو گے تو تم میرے خلیفہ ہو

ارادت کے بعد قاضی محی الدین کاشانی کے یہاں بڑی تنگی ہو گئی اونہیچے فاقے سے تنگ

آنے لگے، انکے گھر کی اس عسرت کا حال کسی نے سلطان علاء الدین خلجی سے بیان کیا سلطان علاء الدین نے کہا کہ صوبہ اودھ کا عمدہ قضا ان کا موروثی حق ہے، میں ان کو یہ بھی دون گا، اور انعام میں جاگیر اور گاؤں بھی پیش کروں گا، چنانچہ اس کے لیے ایک فرمان بھی جاری کیا، قاضی محی الدین کاشانی کو فرمان کی خبر ملی تو مرشد کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ بادشاہ نے میری رضامندی کے بغیر ایسا فرمان جاری کیا ہے، مرشد نے یہ بات سنی تو بخیرہ خاطر ہوئے

اور فرمایا تمہارے دل میں یہ بات آئی ہوگی تو سلطان نے یہ فرمان جاری کیا ہوگا، یہ لکھ حضرت محبوب الہی قاضی محمد الدین کی طرف سے اپنی توجہ اور ملاحظت کی نظر پھیر لی، اور ایک سال تک ملتفت نہ ہوئے، ایک سال کے بعد قاضی صاحب کو دوبارہ مرید فرمایا،

خلفاء میں حضرت بابا گنج شکر کے ایک نواسے مولانا خواجہ سیّد محمد امام بھی تھے، وہ نماز میں محبوب الہی کی امامت کرتے تھے، جب وہ خوش الحانی سے کلام پاک پڑھتے تو حضرت محبوب الہی پر رقت طاری ہو جاتی، حضرت نے نماز کے بعد کئی بار ان کو لباس خاص عطا فرمایا، مجلسوں میں کوئی شخص خواجہ محمد امام سے اونچی جگہ بیٹھ نہ سکتا تھا، جب خواجہ محمد نہ ہوتے تو ان کے بھائی خواجہ محمد موسیٰ امامت کیا کرتے تھے، دونوں حضرت کے دسترخوان پر برابر شریک رہتے، اور وہی دسترخوان کی دعا پڑھا کرتے،

مرشد کے اعزہ اور مریدین کو محبت | ایک سال روز حضرت بابا گنج شکر کے چھوٹے بھائی حضرت شیخ

نجیب الدین متوکل کے پوتے خواجہ عطا حضرت محبوب الہی کے پاس آئے اور دو ات قلم سامنے رکھ کر کہا کہ فلان امیر کو رقعہ لکھ دو کہ وہ مجھ کو کچھ دے، حضرت محبوب الہی نے عذر فرمایا کہ اس امیر کی آمد و رفت میرے یہاں نہیں تو تم کو اس سے جو توقع ہو بیان کرو، میں اپنے پاس سے دینے کی کوشش کروں گا، خواجہ عطا نے جواب دیا کہ جو تمہارے دل میں آئے دیدو، لیکن رقعہ بھی لکھ دو، حضرت محبوب الہی نے فرمایا یہ درویشوں کا طریقہ نہیں، خواجہ عطا نے محبوب الہی کو برا بھلا کہنا شروع کیا، کہ تم میرے دادا کے غلام ہو، میں تمہارا خواجہ زاد ہوں، ایک رقعہ لکھنے کو کہتا ہوں اور تم نہیں لکھتے، یہ لکھ دو ات زمین پر ٹپک دی، اور غصے سے اٹھ کر جانے لگے، حضرت محبوب الہی نے ہاتھ بڑھا کر دامن پکڑ لیا، اور فرمایا، ناخو

ہو کر مت جاؤ، خدش ہو کر جاؤ،

حضرت بابا گنج شکر کے ایک مرید محبوب الہی کے پاس آئے، اور عرض کی کہ میرے پانچ چھ لڑکیاں ہیں، مجھ کو کسی کے سپرد کر دین کہ وہ میری خبر گیری کرے۔ اتفاق سے اسی وقت علامہ الدین خلجی کا عارض ممالک طفرخان حضرت محبوب الہی کے پاس آیا، حضرت محبوب الہی نے اس سے سفارش کی، طفرخان نے تنظیم بھی لا کر کہا کہ گھر اور کھانا موجود ہے، آپ ان سے فرما کہ وہاں چل کر رہیں، میں ہر طرح خدمت کرتا رہوں گا،

غذا | حضرت محبوب الہی ہمیشہ صائم رہتے صرف فطراور سحری کے وقت کچھ تناول فرماتے، افطار کے وقت آدھی یا زیادہ سے زیادہ ایک روٹی سبزی یا تلخ کرید کے ساتھ کھا کبھی چاول بھی کھا لیتے، دسترخوان پر در لوگ بھی شریک ہوتے تھے، ان کی خاطر دیر تک کھاتے رہتے، کبھی اپنے پیالہ میں ہاتھ ڈالے رہتے، تاکہ اور لوگ ان کو کھانا ختم کرتے دیکھ کر ہاتھ نہ روک لیں، کبھی کسی پر شفقت فرماتے تو اپنے کھانے کا کچھ حصہ خوان میں رکھ کر اس کے ہاں بھجوا دیتے تھے، سحری کے وقت کھانے کی چیزیں لائی جاتیں تو کچھ چھکھ لیتے اور بقیہ کو تقسیم کر دینے کا حکم دیدیتے، بھوکوں کو یاد کر کے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتا اور رقمہ فروغ ہوتا جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے دسترخوان پر کبھی ادھ چبے نوالے پائے جاتے، اس کی وجہ یہ ہوتی کہ جو رقمہ لذیذ معلوم ہوتا، اس کو دین مبارک سے نکال کر دسترخوان پر رکھ دیتے، خانقاہ میں فقراء اور ہمانوں کے لیے انواع و اقسام کے کھانے پکے تگر خوان کی لذت سے نا آشنا رہتے، مغرب کے بعد کی مجلس کے لیے شہر سے مختلف قسم کے کھانے پینے کی چیزیں

آیتن تو حاضرین میں تقسیم کر دی جاتیں، ان کی تواضع کے لئے ہر ایک سے خداوند تعالیٰ کی ان نعمتوں کی لذت پورچھتے رہتے، (سیر الاولیاء ص ۱۲۴، ۱۲۸)

لباس | لباس میں بھی درویشانہ شان ہوتی تھی، مرشد کی صحبت میں جب اجودھن میں مقیم تھے، تو کپڑے میلے اور جابجا شکستہ ہو گئے تھے، ناواری کی وجہ سے نہ صابن خرید سکتے اور نہ پونڈ لگا سکتے تھے، سیر الاولیاء کے مصنف کی دادی نے ایک روز اصرار کر کے کپڑے دھو دیے، اور پونڈ بھی لگا دیے تو اس احسان کو تمام زندگی یاد کرتے رہے، (سیر الاولیاء ص ۱۱۵)

محبت رسول | محبت رسول کا یہ عالم تھا کہ وصال سے کچھ دنوں پہلے خواب میں دیکھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ نظام اہم سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے، اس خواب کے بعد سفر آخرت کے لیے بے چین رہے،

وفات سے چالیس روز پہلے کھانا پینا بالکل ترک کر دیا تھا، اور بڑے آنکھوں سے آنسو جاری رہتا تھا، کبھی کچھ کھانے کے لیے اصرار کیا جاتا تو فرماتے

کیسکے شتاق حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم باشد او طعام دنیا چگونہ،

وصال | مرض الموت کی شدت ہوئی تو دوواپینے کے لیے کہا گیا، لیکن فرمایا

در دست عشق را دار و بجز ویدار نیست

وصال کے روز لنگر خانہ اور ان کی ملکیت میں جتنی چیزیں تھیں، غراب و مساکین میں تقسیم کر دیں تاکہ خداوند تعالیٰ کے یہاں کسی چیز کا مواخذہ نہ ہو، خادم خاص نے کچھ غلہ درویشوں کے لیے رکھ لیا تھا، اس کی خبر ہوئی تو ناخوش ہو کر فرمایا کہ اس کو بھی لٹا دو اور ہر گوشہ خانہ میں جھاڑو پھیر دو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، نماز کا وقت آتا تو ایک ہی وقت کی نماز کئی بار پڑھتے، پھر بھی تسکین نہ ہوتی، اور فرماتے،

می رویم می رویم می رویم،
وفات سے کچھ پہلے بقیہ خاص سے مختلف چیزیں مختلف خلفاء کو عطا کیں اور انکو
خاص خاص مقامات پر جانے کا حکم دیا، حضرت شیخ نصیر الدین چراغ گو بابا فرید گنج شکر
کا عنایت کیا ہوا مصلیٰ، خرقہ، تسبیح، اور کاسہ چوبین دے کر فرمایا،
تمارا دروہلی باید بود، و جناسے مردم باید کشید۔

اس کے بعد صبح کی نماز پڑھی، اور جب آفتاب طلوع ہو رہا تھا، تو یہ آفتاب دین
ابد کے پردوں میں مستور ہو گیا، تاریخ وفات روز چار شنبہ ۱۸ ربیع الاول ۷۲۷ھ ہے،
مزار پر انوار دہلی میں ہے، جہاں آج بھی خواص و عوام کا ہجوم رہتا ہے، اور زائرین کو
بڑی کیفیت محسوس ہوتی ہے، روضہ مبارک کی عمارت سلطان محمد بن تغلق کی بنوائی
ہوئی ہے،^۱

ساری عمر تہجد میں گذاری، اس لیے کوئی اولاد نہیں تھی، مگر ان کی معنوی اولادوں
نے ان کی تعلیمات کو جاری رکھا،

محبوب الہی کے ملفوظات | محبوب الہی کے ملفوظات جن کی حیثیت گویا ان کی تصانیف
کی ہے، حسب ذیل ہیں :-

۱) فوائد القواد (۲) فضل القواد (۳) راحت المجبین (۴) سیر الاولیاء^۲

اول الذکر کو خواجہ حسن بھڑی نے مرتب کیا ہے، جو محبوب الہی کے محبوب خلفاء میں تھے
سیر العارفین کے مولف کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت شیخ نظام الدین حضرت شیخ غیاث الدین
قدس سرہ کے مزار پر تشریف لے گئے، وہاں سے عرض شنسی کے پاس بعض بزرگان دین کی فاطمہ

۱) اوپر کی تفصیل سیر الاولیاء ص ۵۷-۵۸، خزینۃ الاصفیاء، ج ۱، ص ۲۳۷ اور مونس الارواح قلمی نسخہ دار المصنفین
میں ملے گی، ۲) خواجہ غلام الدین دہلوی نے بھی حضرت محبوب الہی کے ملفوظات جمع کیے تھے، مگر اسکا نام معلوم نہ ہو سکا

کے لیے پہنچے تو دیکھا کہ خواجہ حسن بھڑی اپنے دوستوں کے ساتھ زندگی اور شراب نوشی میں مشغول ہیں، خواجہ حسن بچپن میں حضرت محبوب الہیؒ کے ساتھ بالیون میں رہ چکے تھے، انکو بچپن کی صحبت یاد آگئی، اور محبوب الہیؒ کو دیکھ کر ستانہ وار یہ دو بیت زبان پر لائے،

سالمہا با شد کہ ما ہم صحبتیم گرز صحبتنا اثر باشد کجاست
ز بہمان این فسق مارا کم نکود فسق ما محکم تر از زہد شماست

محبوب الہیؒ نے یہ سن کر فرمایا کہ اثر صحبت بھی اپنا محل و موقع چاہتا ہے، تاثر صحبت کی صورتیں مختلف ہیں، خواجہ حسن پر ان الفاظ نے محرک کام کیا، اسی وقت ان کا دل جاری ہو گیا، قد مون پر گر پڑے، اور تمام افعال قبیحہ سے تائب ہو کر محبوب الہیؒ کے مرید ہو گئے، اس وقت ان کی عمر تتر سال کی تھی، مرشد کی صحبت میں برابر رہنے لگے، اور ستائیس سے ۷۱۹ھ تک جو کچھ مرشد کی زبان مبارک سے سنتے ان کو قلمبند کر لیتے، چنانچہ ان کے مرتب کردہ ملفوظات فوائد الفواد کو ہر زمانہ میں جو قبولیت حاصل رہی، وہ چندیہ سلسلہ کے اور مشائخ کے ملفوظات کو شاید حاصل نہیں ہوئی، امیر خسروؒ لکھا کرتے تھے کہ

اے کاش میری تمام تصنیفات خواجہ حسن سے نامزد ہو جائیں، اور ان کے بدلے

میں کتاب فوائد الفواد کا حق قبول میرے لیے نامزد ہو جاتا، ۷۲ھ

صیاء الدین برنی نے اپنے زمانہ کا حال لکھا ہے، کہ

درین ایام فوائد الفواد دستور صادقان ارادت شدہ است، ۷۳ھ

۱۷ سیر العارفین ص ۳۱۵ و فرشتہ جلد دوم ص ۳۹۲ ۷۴ھ ایضاً فرشتہ کے الفاظ یہ ہیں، امیر خسروؒ بران رشک بردہ گفت کاش تشریف قبول تخمین ان نسخہ تصنیف ان بن منسوب گشتی و تمام تصانیف میں بنام خواجہ حسن گردیدی ۷۵ھ تاریخ فیروز شاہی ص ۳۶۰

عہدِ ہایون کے مصنف صاحب سیر العارفین کا بیان ہے:-
 ”کتاب الفوائد میں خواجہ حسن نے ایسے اعلیٰ درجہ کے مضامین کی تصنیف کی
 جو کہ حضراہ اہل سلوک اور مونس اہل اللہ تصور کی جاتی ہے۔“
 فرشتہ رقم طراز ہے:-

کتاب الفوائد..... بشرت قبول و تحسین سرفراز گشت^۱
 مرآۃ الاسرار کے مولف مولانا عبد الرحمن چشتی لکھتے ہیں:-
 ”امروز ان فوائد الفوائد مقبول اہل دلائل عالم شدہ است و دستور عاشقان
 گشتہ و شرق و غرب عالم گرفتہ۔“
 بعد کے تذکرہ نگاروں میں خزینۃ الاصفیاء کے مولف نے لکھا ہے کہ
 کتاب الفوائد از ملفوظات حضرت شیخ تالیف کردہ دی (خواجہ حسن) است
 و بنیات مقبول افتادہ^۲۔

امیر خسرو نے بھی اپنے مرشد کے ملفوظات افضل الفوائد کے نام سے مرتب کیے
 ہیں، مگر اس کو وہ مقبولیت حاصل نہیں ہوئی، برٹش میوزیم کے فارسی مخطوطات میں
 محبوب الہی کے ملفوظات میں ایک کتاب راحت المجہین بھی ہے جس میں ان کے
 ایک نامعلوم مرید نے ۶۸۹ھ سے ۶۹۰ھ تک کے ملفوظات درج کیے ہیں، یہ
 دونوں کتابیں میری نظر سے نہیں گذری ہیں، افضل الفوائد کے اقتباسات بعض تذکروں

۱۔ فرشتہ جلد دوم ص ۳۹۴ ۲۔ خزینۃ الاصفیاء، جداول ص ۳۳۶ ۳۔ برٹش میوزیم
 کیٹلاگ جلد سوم ص ۱۵۸ ۴۔ ایضاً ص ۹۴، بعض اور مریدوں نے حضرت محبوب الہی
 کے ملفوظات جمع کیے لیکن یہ مشہور نہ ہو سکے،

میں پائے جاتے ہیں، خواجہ سید محمد مبارک رحمہ اللہ بھی حضرت محبوب الہیؑ کے مرید تھے، انھوں نے بھی سیر الاولیاء میں انکے ملفوظات جمع کیے ہیں، اس کتاب میں خواجگانِ حِشّت کے حالات بھی ہیں اور آخر میں محبوب الہیؑ کے ملفوظات بھی ہیں،

ان تمام ملفوظات میں ایک سالک کو توبہ، استقامتِ توبہ، ایمان، استغراقِ نماز، تلاوتِ قرآن، اوراد و وظائف، فقر و فاقہ، ترک دنیا، جہد و طاعت، مشغولیٰ حق، مجاہدہ، صبر و رضا، توکل، احترامِ پرہیز و برہنہ، اور وجودِ سنا و غیرہ کی وہی تعلیمات دی گئی ہیں جو حقیقیہ سلسلہ کے پیشرو مشائخ نے دی تھیں، جن کا ذکر گذشتہ صفحہ میں آچکا ہے، کچھ مزید تعلیمات ملاحظہ ہوں:-

بہر وہاں سلوک کی تین احقرت محبوب الہیؑ نے راہ سلوک کے ہر وہاں کی تین قسمیں بتائی ہیں، (۱) سالک (۲) واقف (۳) راجع اس راہ کے مسلسل چلنے والے سالک ہیں، اوّل جن کو طاعت و عبادت میں وقفہ حاصل ہوا وہ واقف ہیں، اور جو وقفہ میں پھر راہ سلوک کی طرف رجوع نہ کریں وہ راجع ہیں، (ص ۱۶)

راہ سلوک کی لغزشیں | اس راہ میں مندرجہ ذیل لغزشیں ہیں (۱) اسواض (۲) حجاب (۳) تفاسل (۴) سلب مزید (۵) سلب قدیم (۶) تسلی (۷) عداوت،

ان کی تفصیل یہ بتائی ہے کہ عاشق سے جب کوئی فعل یا حرکت ایسی سرز ہو جائے، جو معشوق کے لیے پسندیدہ خاطر نہ ہو تو وہ یعنی معشوق منہ پھیر لیتا ہے، اس کو اسواض کہتے ہیں لہٰذا آئندہ سطور میں جہاں توہین میں صفحہات کے حوالے ہیں، وہ فوائدِ انوار کے صفحہ ہیں، اور جن سطروں کے

ساتھ صفحے کے حوالے نہیں لکھے جاسکے ہیں، وہ فضلِ انوار کے اقتباسات ہیں جو اخبار الصالحین (ترجمہ نواب معشوق یا رجبگ باادر) کے ص ۴۰۰-۴۰۱ سے لیے گئے ہیں،

عاشق کو چاہیے کہ وہ استغفار اور معذرت کرے، اور جب اس کی معذرت قبول نہیں ہوتی تو دونوں کے درمیان حجاب پیدا ہو جاتا ہے، اس حجاب کو دور کرنے کے لیے عاشق خضوع و خشوع کے ساتھ توبہ کرے، اور اگر توبہ قبول نہیں ہوتی ہے، تو تفاصل یعنی جدائی ہو جاتی ہے، اور اس کے بعد بھی اگر استغفار قبول نہیں ہوتا، تو عاشق سے طاعت و عبادت کا ذوق سلب کر لیا جاتا ہے، اور اس کے ساتھ وہ اپنی قدیم عبادت کا ثواب بھی کھو بیٹھتا ہے، اور معشوق عاشق کے دل میں جدائی کی تمام عورتیں پیدا کر دیتا ہے، جس کو تسلی کہتے ہیں، اس سے عاشق اہمال کی طرف مائل ہو جاتا ہے، اور اس کی محبت عداوت میں منتقل ہو جاتی ہے، غنیمت اسالک کو ہر خطرو کے حال میں خداوند تعالیٰ کی پناہ کا جویان ہونا چاہیے، اس کا نام غنیمت ہے، اور پھر اس غنیمت کو عمل میں منتقل کر دینا چاہیے (ص ۱۸) جب سالک عبادت اور ریاضت کا آغاز کرتا ہے، تو اس کو نفس پر گرائی محسوس ہوتی ہے، لیکن جب وہ صدقہ دل سے اس کو جاری رکھتا ہے، تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اس کو توفیق عطا ہوتا ہے، اور اس کی شکل آسان ہو جاتی ہے (ص ۱۸-۲۷) اس کے بعد وہ مجاہدہ و ریاضت میں ذوق و شوق محسوس کرتا ہے، رفتہ رفتہ اس کو ایسا استغراق ہو جاتا ہے کہ یاد حق کے سوا ہر چیز اس راہ میں مانع ہو جاتی ہے (ص ۹۱)

ق فراغت قلب | اس راہ میں عاشق وہی ہے جو حضور اور غیبت کی حالت میں یکساں معشوق کی محبت کا دم بھرتا ہو، اور اس کے وصال کا ہمیشہ طالب رہتا ہو، محبت کی دو قسمیں ہیں ایک محبت ذات، دوسری محبت صفات، اول الذکر موہبت اٹھی ہے، اور آخر الذکر کسبے حاصل ہوتی ہے، موہبت الہی کا تعلق بندہ کے عمل سے نہیں، مگر محبت صفات کو کسبے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ماسوا، اللہ سے قلب کو فارغ کر کے اس کو ذکر و مدام

میں مصروف رکھنا چاہیے، فراغِ قلب کو روکنے والی چار چیزیں ہیں (۱) خلق (۲) دنیا (۳) نفس
 (۴) شیطان، مگر دفعِ خلق کے لیے عزالت، دفعِ دنیا کے لیے قناعت اور دفعِ نفس و شیطان
 کے لیے اللہ جل شانہ سے التجا، فریاد اور گریہ و زاری ہو تو فراغتِ قلب حاصل ہو جاتی ہے
 عشقِ محبت | درویشِ اہل عشق ہوتے ہیں، اور علماء اہل عقل جب تک اللہ جل شانہ کی محبت
 کے غلاف میں ہوتی ہے، گناہ کا صادر ہونا ممکن ہے، لیکن محبت جب قلب کے گرد و لوار
 میں آ جاتی ہے، تو پھر گناہ صادر نہیں ہوتا، اہل محبت کے دل میں نماز کے وقت دنیا کا خیال
 آ جاتا ہے، تو وہ پھر سے نماز پڑھتے ہیں، اور اگر عاقبت کا خیال آ جاتا ہے، تو سب سے پہلے
 صبر، رضا، توکل | اس راہ میں صبر، رضا، اور توکل لازمی چیزیں ہیں، بلا اور مصیبت کے وقت
 شکایت نہ کرنا صبر ہے، اور بلا اور مصیبت کے وقت اپنی کراہت کا اظہار نہ ہونے دینا رضا ہے
 جو بظاہر ناممکن العمل معلوم ہوتا ہے، لیکن حقیقتہً ایسا نہیں، مثلاً تیز و مسافر کے پاؤں میں کانٹا
 چبھ جاتا ہے، تو وہ کانٹے کا خیال کیے بغیر اپنی راہ طے کرتا چلا جاتا ہے، یا ایک سپاہی جنگ میں
 مشغول ہوتا ہے، تو پھر اس کو اپنے زخم کا خیال مطلق نہیں ہوتا، (ص ۵۳) توکل کی تین قسمیں بتائی
 ہیں، ایک یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنے حال کا عالم دوانا سمجھ کر اس سے سوال کرے، دوسرا
 توکل بچوں کا ہے، کہ وہ مان سے دودھ نہیں مانگتا ہے، لیکن پھر بھی اس کو دودھ مل جاتا ہے
 تیسرا توکل مردوں کا ہے، کہ وہ اپنے غسال کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں، جس طرح غسال چاہتے
 ہیں، ان کو غسل دیتے ہیں، محبوب الٰہی کے نزدیک سب سے اعلیٰ توکل ہی ہے۔ (ص ۵۴)
 فرمایا کہ ایک شخص کا ایمان مکمل اسی وقت ہوتا ہے، جب وہ دنیا اور اس کی تمام چیزوں کو
 اونٹ کی منگنی کے برابر سمجھتا ہو، اور خدا کے سوا کسی اور پر اعتماد نہ کرتا ہو، (ص ۱۰۱) جو اللہ تبارک و تعالیٰ
 کی دوستی کا دعویٰ کرتا ہے، اور اسی کے ساتھ دنیا کی دوستی بھی رکھتا ہے، وہ کاذب ہے (ص ۵۸)

عارف کے ستر مقامات ہیں، ان میں سے ایک اس دنیا کی مرادوں سے محرومی ہے، لیکن اگر وہ اپنے کونیک اور اچھا انسان سمجھنے لگے، اور اس میں رعونت پیدا ہو جائے تو وہ بدترین آدمی ہو گا۔
 بنیادِ باطنی | سالک کے لیے باطنی کی بنیاد چھ چیزوں پر ہے۔

(۱) وہ خلوت نشین ہو کر اس سے اس کا نفس مغلوب ہو گا (۲) وہ ہمیشہ با وضو رہتا ہو، اگر اس کو نیبہ آجائے، تو جاگنے کے بعد پھر وضو کر لے (۳) صوم دوام رکھنے کی کوشش کرتا ہو، اگر یہ ممکن نہ ہو تو غذا میں تقلیل کرے (۴) غیریق سے ہمیشہ سکوت اختیار کرتا ہو (۵) شیخ سے قلبی لگاؤ اور محبت رکھتا ہو (۶) حق کی خاطر تمام خواطر کی نفی کر دیتا ہو،

سالک پہنچا ایک دوسرے موقع پر فرمایا کہ سالک کے لیے چار چیزوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے،
 (۱) دنیا خصوصاً صحبتِ اغنیاء، (۲) مساوا، اللہ کا ذکر (۳) غیر اللہ کی طرف التفات و توجہ،
 (۴) دل کا میل یعنی دل میں دنیا کی کسی قسم کی محبت نہ ہو، ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ توبہ ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ سالک جب کسی چیز کو توبہ کرے تو اسکی نیت خالص ہو (۱) اور ہر حال میں اس پر ثابت قدم رہے (ص، ۵، ۱۳۹، ۲۰۵) گناہ سے ایک مرتبہ توبہ کی جاتی ہے، مگر طاعت ہزار مرتبہ جس طاعت میں ایسا آمیزش ہو، وہ گناہ سے بھی بدتر ہے،

ظاہری اخلاق | حقیر محبوب الہی نے سالک کے ظاہری اخلاق پر بھی پورا زور دیا ہے، فرماتے ہیں کہ سالک میں چار چیزوں سے کمال پیدا ہوتا ہے، (۱) کم کھانا (۲) کم بولنا (۳) کم سونا (۴) کم گویا سے میل جول کم رکھنا،

حقوق العباد | خالصتہ خلق سے پرہیز کی تاکید جا بجا ہے، مگر اسی کے ساتھ خلقِ اللہ کے حقوق کی بھی تعلیم ہے، فرمایا کہ مومن کے دل کو ستانا اللہ تبارک تعالیٰ کو تکلیف پہنچانا ہے، مومن وہ شخص ہے کہ اگر وہ مشرق میں ہے اور مغرب میں ایک مومن کے پاؤں میں کانٹا چبھے، تو اس کو

یہاں درمخسوس ہو،

عبثی اور بیش کو جب کسی سے تکلیف پہنچے، تو اس کے دل سے کسی حال میں بھی بدو مانہ نکلے، اور درویش کو پردہ پوش ہونا چاہیے، پردہ پوشی تمام عبادتوں میں افضل ہے،

حقوق ہمایہ | ہمایہ کے حقوق کے سلسلہ میں فرمایا، وہ قرض مانگے تو اس کو قرض دو، اس کو کوئی ضرورت ہو تو پوری کرو، بیماری میں اس کی عیادت کرو، مصیبت میں غمخواری کرو، اس کا انتقال ہوا تو اس کی میت کے ساتھ جاؤ، اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھو،

پابندی شریعت | شریعت کی پابندی ہر حال میں ضروری بتائی ہے، اپنے خواجگان ہی کی طرح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی مقام سے گرے تو شرع میں گرے اور اگر یہاں سے گر گیا تو پھر اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں، ایک اور موقع پر فرمایا کہ انچہ نام شروع سست ناپستہ است، یعنی جو شے شرعاً ناجائز ہے وہ بری ہے (ص ۲۴)، وجد و حال، ذوق و کیف اور استغراق و تخیل سے شریعت ساقط ہو جاتی تو اس کو کسی حال میں گوارا نہیں فرماتے، ارشادات عالیہ میں ہے کہ وہی لوگ مشائخ ہیں جن کے ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہیں (ص ۱۳۴) اسی لیے ملفوظات میں ذوق و کیف اور استغراق و تخیل کے ساتھ نماز، روزہ، ہنن و نوافل تلاوت کلام پاک، تراویح، احرام شریعت اور اتباع سنت کی حاجت تاکید میں ہیں خصوصاً نماز باجماعت کی بڑی تاکید کی ہے، فرمایا کہ

”اگر دو کس باشند ہم جماعت باید کرد چہ از دو کس جماعت نباشد، اما ثواب جماعت

باشد، آن دو تن را باید کہ برابر ایستد“ (ص ۱۰۶)

خود ہی جماعت کا بڑا احترام رکھتے تھے، ضعیفی اور کبر سن کے باوجود آخر وقت تک نماز باجماعت کے لیے خانقاہ کے کونٹے پر سے نیچے تشریف لاتے، جمعہ کی نماز کے متعلق ارشاد ہے

کہ مسافر اور مریض کے علاوہ اگر کوئی شخص ایک جمعہ کی نماز میں شرکت نہیں کرتا، تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے، اگر دو جمعہ نافذ کرتا ہے، تو دو سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتے ہیں، اور تین جمعہ کی عدم شرکت سے اس کا تمام قلب سیاہ ہو جاتا ہے (ص ۱۳۱)

پہلے ذکر اچکا ہے کہ حضرت بابا گنج شکر نے حضرت محبوب الہیؒ کو نصیحت فرمائی تھی کہ راہ سلوک میں روزہ رکھنا نصف راہ ہے، اور بقیہ نصف راہ نماز اور حج سے طے ہو جاتا ہے، حضرت محبوب الہیؒ نے اسی کی تعلیم اپنے مریدوں کو دی، اس کے علاوہ اپنی مجلسوں میں احکام الہی کی تلقین زیادہ تر کلام الہی کی تفسیر کے تحت فرماتے، احادیث نبوی کی بھی بڑی تعظیم کرتے، ایک موقع پر فرمایا کہ وہ ملک کیونکر آباد رہے گا جس میں لوگوں کی رائے کو احادیث نبوی پر ترجیح دی جاتی ہو،

اظهار کرامت | کرامت کے اظہار کی ممانعت سختی سے کی ہے، فرمایا کہ

”کرامت پیدا کروں گا رہے نیست سہلے روی راستی گدے سچا رہ می باید بود“

اسی کے ساتھ یہ حکایت بیان کی کہ ایک بار خواجہ ابو الحسن نوانی دجلہ کے کنارے پہنچے، تو دیکھا کہ ایک ابھی گیر دریا میں جال ڈال رہا ہے، خواجہ ابو الحسن نوانی نے ابھی گیر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر میں صاحب ولایت و کرامت ہوں گا، تو تمہارے جال میں میرے کہنے سے کچھ ڈھائی من وزن کی ایک مچھلی پھنسے گی، اور مچھلی ٹھیک اسی وزن کی ہوگی، نہ کم ہوگی، نہ زیادہ، ان کے ارشاد کے مطابق واقعی اس وزن کی مچھلی پھنس گئی، اس کی خبر حضرت شیخ جنید رقیؒ سے سر ہو گئی، تو انھوں نے فرمایا کہ کاش اس جال میں ایک مار سیاہ پھنستا، اور ابو الحسن کو کاٹ لیتا، کہ وہ ہلاک ہو جاتے، لوگوں نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں فرماتے ہیں، جواب دیا کہ اگر سانپ ان کو کاٹ لیتا، تو وہ شہید ہو جاتے، لیکن اپنی کرامت کے بعد زندہ رہے تو یہ دیکھنا پڑے گا کہ ان کا

خاتمہ کس طرح ہوا، (ص ۱۷۳)

سار | سلسلہ چشتیہ میں سماع جائز ہے، فوائد الفوائد میں کثرت سے اس کا ذکر آیا ہے، محبوب الہی نے فرمایا کہ سماع ایک صوت موزون ہے، اس لیے حرام نہیں، اس سے تحریک قلب ہوتی ہے، اگر یہ تحریک یا وحی کے لیے ہے تو مستحب ہے، لیکن فساد کی طرف مائل ہے تو حرام ہے، (ص ۲۴۶)

سماع سے تین سعاد تین حاصل ہوتی ہیں:-

(۱) انوار،

(۲) احوال،

(۳) آثار،

اور یہ تین عالم سے نازل ہوتی ہیں:-

(۱) ملک،

(۲) جبروت،

(۳) ملکوت،

اور تین چیزوں پر نازل ہوتی ہیں:-

(۱) ارواح،

(۲) قلوب،

(۳) جوارح،

انوار عالم ملکوت سے ارواح پر، احوال عالم جبروت سے قلوب پر اور آثار عالم ملک جوارح پر نازل ہوتے ہیں، انوار، پھر احوال اور آخر میں آثار ظاہر ہوتے ہیں، آثار کے نزول

سے جسم میں حرکت اور جنبش پیدا ہوتی ہے (ص ۳۶) دفعۃً جنبش اور ہیجان پیدا کرنے والے سماع کو ہاجم کہتے ہیں، لیکن سماع کے اثر کرنے کے بعد کسی شعر کو خدایا اپنے پیر یا کسی ایسی چیز کی طرف منسوب کرے، جو اس کے دل میں پیدا ہو تو وہ غیر ہاجم ہے، (ص ۳۷) سماع کے لیے حسب ذیل شرطیں لازمی ہیں:-

(۱) مسمع یعنی سنانے والا، لڑکا اور عورت نہ ہو،

(۲) مسموع یعنی جو چیز سنی جائے، وہ ہر لیاات اور فواحش سے پاک ہو،

(۳) مستمع یعنی جو سنے وہ صرف خدا کے لیے سنے،

(۴) آلات سماع مثلاً چنگ، ارباب، اور دوسرے فرامیر نہ ہوں (ص ۳۷) محفل

سماع میں عورتیں نہ ہوں (ص ۹۵)

ایک مجلس میں مریدوں نے عرض کی کہ آج کل مخدوم کی خدمت کی خاطر ہر وقت سماع سننا جائز کر دیا گیا ہے، محبوب الہی نے فرمایا کہ جو چیز حرام ہے، وہ کسی کے کہنے سے حلال نہیں ہو سکتی، اور جو چیز حلال ہے وہ کسی کے حکم سے حرام نہیں ہو سکتی، مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ کے بیان سماع دف اور چنانہ کے ساتھ جائز ہے، لیکن ہمارے علماء (احناف) اس کے خلاف ہیں لیکن اب اس اختلاف میں حاکم وقت کا جو حکم ہوگا، وہی صحیح ہوگا، مریدوں میں سے ایک نے گزارش کی کہ آج کل بعض خاتقاہوں میں دریش چنگ ورباب و فرامیر کی محفل سماع میں رقص کرتے ہیں، محبوب الہی نے فرمایا کہ وہ اچھا نہیں کرتے، کیونکہ جو فعل نامشروع ہے وہ ناپسندیدہ ہے، ایک مرید نے عرض کی کہ یہ درویش جب محفل سے باہر آتے ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ ایسی محفل میں کیون شریک ہوئے جہاں فرامیر تھے، اور وہاں کیون رقص کیا، تو جواب دیتے ہیں کہ ہم سماع میں اس قدر مستغرق ہو جاتے ہیں کہ ہم کو خبر نہیں ہوتی، کہ اس جگہ

(۲۳۵)
 مرامیر بھی ہیں 'محبوب الہی' نے فرمایا کہ یہ جواب درست نہیں، اور یہ تمام باتیں محصیت کی ہیں،
 خلفاء | حضرت محبوب الہی کے خلفاء کی فہرست بڑی لمبی ہے، بعض کے اعلیٰ گرامی یہ ہیں:
 حضرت شیخ فیض الدین چراغ دہلی (دہلی)، حضرت امیر خسرو (دہلی)، حضرت شیخ قطب الدین منو
 (ہاشمی)، حضرت شیخ حسام الدین ملتانی (پاک پٹن)، حضرت شیخ برہان الدین غریب (دیوگڑی)،
 حضرت شیخ حسام الدین سوختہ (سانجھ)، شیخ اخئی سراج الدین (مالوہ)، (بنگال)، حضرت خواجہ
 شمس الدین دھاری (ظفر آباد)، حضرت شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر (پانی پت)،
 حضرت شیخ منتخب الدین (خلد آباد)۔

تبلیغ و اشاعت اسلام | ان خلفاء میں حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی نے دہلی، اودھ، پنجاب
 اور گجرات میں مذہبی و روحانی اثرات پیدا کیے، حضرت شیخ اخئی سراج الدین نے بنگال اور آسکے
 اطراف بہار اور آسام میں اسلامی تعلیمات پھیلائی، حضرت خواجہ برہان الدین غریب نے دکن کو
 اپنے مشن کی برکات سے مستفیض کیا، جناب خواجہ حسن نظامی (موجود سجادہ نشین درگاہ نظام الدین) ^{اولیاء}
 کا بیان ہے کہ چین میں بھی حضرت محبوب الہی کے ایک خلیفہ تھے، ان کا اسم گرامی خواجہ سالار الدین ^{اولیاء}
 تھا، انھوں نے چین میں سلسلہ نظامیہ قائم کر کے اسلام کی تبلیغ کی،

توحید اور رسالت کے ان شیعہ ایسوں کو اشاعت اسلام کی بھی ہریت تھی، چنانچہ حضرت
 خواجہ برہان الدین غریب نے دکن میں اور حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر نے پانی پت
 کے علاقے میں بہت سے غیر مسلموں کو حلقہ گوش اسلام کیا، جیسا کہ آگے ذکر آئے گا،

حضرت شیخ بوعلی قلندر پانی پتیؒ

نام و نسب | نام شیخ شرف الدین اور لقب بوعلی قلندر تھا، امام اعظم ابوحنیفہ کی اولاد سے تھے۔
 سلسلہ نسب یہ ہے، شیخ شرف الدین بوعلی قلندر بن سالار فخر الدین بن سالار حسن بن سالار
 عزیز بن ابو بکر فازی بن فارس بن عبد الرحیم بن محمد بن دناک بن امام اعظم ابوحنیفہؒ
 والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ میں عراق سے ہندوستان آئے، وہ بڑے پتھر اور جید عالم تھے،
 ان کی پہلی شادی حضرت شیخ بہار الدین گدیالستانی کی دختر نیک اختر سے ہوئی، لیکن وہ نادر
 قوت ہو گئیں، ان کے بی مولانا سید نعمت اللہ صاحب سہدائی کرمانی کی عیشیہ بی بی حافظہ
 جمال سے عقد ہوا، جو حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر کی مان تھیں،

شیخ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ پانی پت میں پیدا ہوئے، کبھی میں تمام علوم ظاہری حاصل
 کیے، اور میں برس تک دہلی میں قطب مینار کے پاس ان کے درس و تدریس کا فیض جاری
 رہا، دہلی کے اکابر مولانا قطب الدین، مولانا وجیہ الدین پاٹلی، قاضی ظہور الدین بجواری، قاضی
 حمید الدین صدر شریعت، مولانا فخر الدین پاٹلی وغیرہ ان کے علمی تبحر اور فضیلت کے معترف تھے،
 جذبہ و سکریٹ | لیکن جب نقصوت کے کوچر میں قدم رکھا، اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول
 ہوئے، تو جذبہ و سکریٹ کی حالت میں علوم و فنون کی تمام کتابوں کو دریا میں ڈال کر کھینچ
 کی راہ لی، اور پانی پت کے مصنفات باگونی اور کرنال کے نواح بڑھا کھیرہ میں آخر وقت

تک تقیم رہے۔

خزینۃ الاصفیاء میں ہے کہ معارج الولاہیت کے مولف شیخ بوعلی قلندر کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا خلیفہ لکھا ہے، لیکن ان کی ارادت اور خلافت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی طرف بھی منسوب ہے، اخبار الاخیار میں ہے،

”بعضہ گویند کہ خواجہ بختیار کاکیؒ ارادت داشت و بعضہ گویند شیخ نظام الدین اولیاءؒ

ویرج کیے ازین دو نقل بصورت زسیدہ اسے۔“

سکر اورستی کی حالت میں ایک بار موچھین شرعی حدود سے بہت بڑھ گئی تھیں کسی کو تڑا شیش کی ہمت نہ ہوتی تھی، ان کے ہم عصر بزرگ مولانا ضیاء الدین سامی کو شریعت کی پابندی کا بڑا جوش تھا، انھوں نے شیخ کی ریش مبارک کو پکڑ کر موچھون کو شرعی حد کے مطابق تراش دیا جب وہ تراش کر تشریف لے گئے تو شیخ بوعلی قلندرؒ اپنی دائرہ کو پکڑ کر باہر فرماتے، یہ ریش کیسی مبارک ریش ہے کہ شرع محمدی کی راہ میں پکڑی گئی ہے۔

خواجہ شمس الدین ترک | شیخ بوعلی قلندرؒ کے قیام پانی پت کے زمانہ میں شمس الاولیاء حضرت خواجہ شمس الدین ترکؒ اپنے خلیفہ تاج الاولیاء حضرت خواجہ علاء الدین صابر رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے یہاں آکر قیام پذیر ہوئے۔

حضرت خواجہ شمس الدین ترکستان کے سامعین اور حضرت خواجہ احمد سیونی کے فرزند تھے جن کا سلسلہ نسب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے، خواجہ شمس الدین علوم نقلی عقلی کی تعلیم پانے کے بعد علم سلوک کی طرف مائل ہوئے، اور ماوراء النہر کے بہت بزرگوں

لے خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص ۳۲۸ لے ایضاً ص ۲۲۶ لے اخبار الاخیار ص ۱۲۱ لے ایضاً خزینۃ

کی صحبت میں رہے، مگر جب کہین کشنگی نہ بچھی، تو مرشد کامل کی طلب میں ہندوستان کی طرف
چل کھڑے ہوئے، ملتان پہنچ کر مافریقہ شکر کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور تربیت پانے
کے بعد وہاں سے بابا صاحب کی ہدایت کے مطابق کنیر شریف پہنچے جہاں حضرت شیخ علا الدین
صابر نے ان کو دیکھ کر فرمایا، کہ

شمس الدین تو مرا فرزند ہی، از حق سبحانہ تعالیٰ خواستہ ام کہ این سلسلہ مارا تو جاری
باشد و اقیامت برپا ماند

اور اپنی چارتر کی کلاہ ان کے سر پر رکھ دی، وہ گیارہ سال تک پروشگری کی خدمت میں رہے
مرشد کو اپنے ہاتھوں سے نہلاتے، وضو کراتے، ان کے لیے جنگلون سے لکڑیاں لا کر
کھا لپیٹتے، اور خود فقرو فاقہ سے مجاہدہ و ریاضت میں مشغول رہتے، مرشد سے علوم سیدہ
کی تحصیل کے بعد پانی پت میں قیام کرنے کا حکم ملا، لیکن روحانی طور سے اس مقام کا بار اٹھانے
کی لپے میں صلاحیت نہیں پائی، اس لیے مرشد کی اجازت سے مزدوری کی طرف متوجہ ہو گئے
اس وقت سلطان غیاث الدین بلبن کا دور حکومت تھا، دہلی اگر اس کی فوج میں سواروں کے زمرہ
میں شامل ہو گئے، کچھ دنوں میں ان کے پاس کافی دولت ہو گئی، لیکن امارت کی کسی چیز سے ان
کو کوئی تعلق نہ تھا، شب و روز ذکر الہی میں مشغول رہتے،

سیر الاقطاب کے مولف کا بیان ہے۔

”ایک مرتبہ سلطان غیاث الدین بلبن نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا، ایک زمانہ اسی رات
میں گزر گیا، اور قلعہ فتح نہ ہو سکا، اسی دوران میں ایک رات ایسی سخت آمدھی آئی، اور

لے مرآۃ الاسرار (قلمی نسخہ دار المصنفین) و سیر الاقطاب ص ۱۸۶ ۵ خزینۃ الاصفیاء، جلد اول ص ۳۳۳
۵ قلعہ کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

بارش ہوئی اگر سپاہیوں اور امراء اسلام کے خیمے گر پڑے، بارش تیزی سے جاری تھی، سخت سروی پڑنے لگی، اور کسی جگہ آگ باقی نہیں رہی، شاہی سقہ بادشاہ کے وضو کا پانی گرم کرنے کے لیے آگ کی تلاش میں نکلا، اس نے دفعہ دو سے دیکھا کہ ایک خیمہ میں چراغ جل رہا ہے، وہ خیمہ حضرت (یعنی خواجہ شمس الدین برک) کا تھا، سقہ دوڑا ہوا خیمہ کے پاس گیا، دیکھا کہ ایک فقیر کلام مجید کی تلاوت کر رہا ہے، حضرت کے خوف سے وہ آگ آگ نہ بھگا، حضرت نے سر اٹھایا، اور فرمایا کہ اے بھائی! او اور جتنی آگ چاہتے ہو لیجاؤ، وہ سامنے آیا، اور ایک لکڑی آگ سے جلائی، اور لوٹا لے کر لوٹ گیا، اس واقعہ سے سقہ کو بھاری تھی، صبح کے وقت مشک لے کر اس خیمہ کی طرف چلا، اور جب اس کے پاس پہنچا، تو حضرت کو اس میں ڈاکر حیران ہوا، اور وہاں سے واپس آکر ایک تالاب پر جو شکار گاہ کے پاس تھا گیا، دیکھا کہ ایک نیک بزرگ وضو کر رہے ہیں، غور کیا تو وہی پاک صورت نظر آئی، جن کے چراغ سے رات کو آگ جلا، لگتا تھا، دیکھ کر ایک گوشہ میں کھڑا رہا، یہاں تک کہ وہ بزرگ وضو کے بعد نماز ادا کر کے اپنے خیمہ کی طرف تشریف لے گئے، سقہ نے اسی جگہ سے مشک میں پانی بھرا، اور باوجودیکہ جاڑے کا زمانہ تھا، اور ہر جگہ بانی ہم گیا تھا، لیکن جب جگہ حضرت نے وضو کیا تھا، وہاں کا پانی اس قدر گرم تھا، گویا کسی نے اس کو ابھی گرم کیا ہے، اس کو لے کر اپنے کارخانہ میں گیا، اور اپنی عقل سے معلوم کیا کہ یہ سب کچھ اسی مرد خدا کی عظمت و برکت کے سبب سے ہوا ہے، لیکن اس بار نہ کو کسی سے ظاہر نہیں کیا، دوسرے دن حضرت کے پہنچنے سے پہلے جب دو چار گھنٹی رات رہ گئی تھی، تالاب پر پہنچا، اور بانی کو دیکھا کہ جما ہوا ہے، قریب ہی ایک درخت تھا، اس کے چھ چھپ کر بیٹھ گیا، یہاں تک کہ حضرت تشریف لائے، ان کے پہنچنے کے ساتھ ہی تالاب کے بانی نے جوش مارا، حضرت

نے وضو کیا، اور نماز ادا کر کے اپنے خیمہ کی طرف روانہ ہو گئے، سقہ نے گرم پانی کو مشک میں
 بھرا، اور سلطان غیاث الدین بلبن کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس وقت جب سلطان
 دربار عام میں بیٹھا تھا، سقہ نے فریاد کی، سلطان نے اس کو بلا کر استفسار کیا، اس نے عرض
 کیا، اگر جہان پناہ میرے راز کو خلوت میں سنیں تو گزارش کروں، سلطان نے اس کا موقع
 دیا، سقہ نے حضرت کا تمام حال بیان کیا، سلطان سن کر تھیر ہوا، اور اپنی خواجگاہ میں
 اس کو بٹھرنے کا حکم دیا، جب رات ہوئی، تو سلطان خیمہ کے اندر چلا گیا، اور دروازہ
 کی کنجی سقہ کے حوالہ کر دی، جب تین چار گھنٹی رات باقی رہ گئی، تو سقہ نے دروازہ
 کھول کر سلطان کو جگا دیا، سلطان مسلح ہو کر باہر نکلا، اور سقہ کے ساتھ پایادہ تالاب
 پر پہنچا، پانی کو دیکھا تو بالکل سرد تھا، وہ چھپ کر وہیں بیٹھ گیا، یہاں تک کہ حضرت
 تشریف لائے، ان کے پہنچنے ہی حسب معمول پانی میں جوش آگیا، جس کو سلطان
 نے غور دیکھا، حضرت نے وضو کر کے نماز ادا کر کے، اس اپنے خیمہ کی طرف تشریف لے
 گئے، سلطان نے پانی کو دیکھا تو گرم تھا، وہ متحیر ہوا، اور حضرت کے پیچھے پیچھے چلا، حضرت
 خیمہ میں پہنچ کر قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہو گئے، سلطان دست بستہ زمین کھڑا
 رہا، جب وہ تلاوت سے فارغ ہو چکے، تو بادشاہ کو دیکھ کر تنظیم کے لیے کھڑے ہوئے
 اور سلام کیا، سلطان نے اظہارِ ادب کر کے عرض کی، کہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ
 جیسے دوست میرے عہد میں موجود ہیں، لیکن اس کے باوجود ہزار افراد میں سے بہرہ
 ابھی تک یہ قلعہ فتح نہیں ہو سکا، حضرت نے ہر چند اپنے کو چھپانے کی کوشش کی لیکن
 بے سود تھا، مجبوراً دھوکے لیے ہاتھ اٹھائے، اور فاتحہ پڑھ کر فرمایا کہ اسی وقت حملہ کیا
 جائے، انشا اللہ فتح ہوگی، سلطان خوش خوش رخصت ہوا، اور لشکر میں پہنچ کر

اسی وقت حملہ کیا، قلعہ فتح ہو گیا، سلطان جب سرت سے معذور اپنے فتح مند لشکر میں پہنچا تو دوسرے دن برہنہ پا حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا، اور حضرت نے اپنے نور باطن سے اس کا ارادہ معلوم کر لیا،

اپنا تمام اسباب و مال و متاع فقرا کو دیدیا، اور مکمل اور ٹھہ کر لشکر سے چل کھڑے ہوئے اور اپنے پیرو شکر کی خدمت میں پہنچے، کچھ دنوں وہاں رہ چکے تو پانی پت میں انوکھے لبین پر بزرگان دین کے اثرات | گو ہم اپنے موضوع سے کچھ الگ ضرور ہو رہے ہیں لیکن یہ اس لیے کرناظرین کو اندازہ ہو جائے کہ سلطان لبین کو اولیاء اللہ سے کیسی عقیدت تھی، پہلے ذکر آچکا ہے کہ اس کی ایک لڑکی حضرت بابا فرید گنج شکر کے جالہ عقد میں تھی، ایک موقع پر بابا صاحب نے اس کے لیے دعائیں بھی کیں، بادشاہت کے زمانے میں وہ علما و مشائخ کی صحبت سے برابر مستفیض ہوتا رہا، تاریخن میں اس کی دینداری، خدا ترسی اور عبادت گزارگی کی بڑی تعریف کی گئی ہے، مولانا ضیاء الدین برنی اس کے متعلق رقمطراز ہیں :-

وہ (یعنی سلطان لبین) عبادت، ریاضت، روزے، نفل، اور شب بیداری میں غیر معمولی اہتمام کرتا، جمعہ کی نماز، نماز باجماعت، اشراق و جاشت، اور ابن اور تہجد کی بھی پابندی کرتا، خواہ کوئی موسم ہو، رات کو جاگتا، سفر و حضر میں بھی اوراد و وظائف کو نہ چھوڑتا، کبھی بے وضو نہ رہتا، علما کے بغیر کھانا نہ کھاتا، کھانے کے وقت علما سے دینی مسائل پوچھتا، اور اس وقت بحث و مباحثہ بھی ہوتا، ہر قسم کے علما و مشائخ کی سید تنظیم کرتا، بزرگان دین کی ملاقات کے لیے ان کے گھروں پر جاتا، جمعہ کی نماز کے بعد اپنی سوادہ کی محنت و شوکت کے ساتھ مولانا برہان الدین خلجی کے گھر پر اترتا، اور

اس عالم ربانی سے بہت ہی تنظیم و توقیر سے پیش آیا، تاحی نرسا لدین ایاجی، مولانا سراج الدین
 سخری، مولانا نجم الدین مٹھی کی بھی جو اس زمانہ کے ممتاز علمائے بڑی عزت کرتا، جمعہ کی
 نماز کے بعد بزرگان دین کے فراروں کی زیارت کو بھی جاتا، شہر کے سادات، مشائخ و علماء
 میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا، تو ان کے جنازہ میں شریک ہوتا، پھر ان کے میویم میں
 حاضر ہو کر ان کے لڑکوں اور بھائیوں کو خدمت دیتا، جاگیر اور وظیفہ مقرر کرتا، اگر اپنے
 ویدہ و خدمت کے ساتھ کہیں سے گزرتا ہوتا اور اس کو معلوم ہو جاتا کہ پاس ہی مسجد میں
 وعظ ہو رہا ہے تو اتر جاتا، اور عام لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر وعظ سنتا، وعظ شدت وقت
 اس پر رقت اور گریہ بھی طاری ہو جاتا، وہ اپنے لشکر کے قاضیوں کی بھی بڑی عزت
 کرتا، جو اپنے تقویٰ اور دینداری کے لیے ممتاز ہوتے، اور وہ سلطان سے جس بات
 کی سفارش کرتے، اس کو وہ ضرور قبول کرتا۔^۱

لیکن اس زہد و عبادت اور سلامت روی کے باوجود وہ ایک مسلمان حکمران کے
 فرائض سے غافل نہیں رہنا چاہتا تھا، چنانچہ اپنے لڑکوں اور خاص خاص لوگوں سے
 سید نور الدین کے اس وعظ کا ذکر بار بار کرتا جو انھوں نے سلطان شمس الدین ایلتیش
 کے سامنے کہا تھا، یہ وعظ طویل ہے، لیکن اس کا ایک حصہ یہ ہے کہ اگر ایک بادشاہ روزانہ
 ہزار کعبتین نماز پڑھتا رہے، تمام عمر روزے رکھتا رہے، گناہوں سے بچتا رہے، خزانے کو
 راہ حق میں خرچ کرتا رہے، لیکن وہ دین کی حمایت نہ کرتا ہو، اپنی سطوت کو خدا اور رسول
 کے دشمنوں کے قلع قمع کرنے میں صرف نہ کرتا ہو، شریعت کے احکام کو جاری نہ کرتا ہو،
 اپنے ملک میں امر معروف کو جاری کرانے اور نہی منکر کو مٹانے میں کوتاہی نہ رہتا ہو،

اور عدل و انصاف سے کام نہ لیتا ہو تو اس کی جگہ دوترخ کے سوا اور کوئی نہ ہوگی، مولانا ضیاء الدین
برقی کا بیان ہے کہ کلبن جب وعظ کے اس حصے کو بیان کرتا تو راز راز رونے لگتا،

حضرت شمس الدین ترک | جب حضرت شمس الدین ترک کا نزول اجلال پانی پت میں ہوا،
حضرت بوعلی قلندر | تو دودھ سے بھرا ہوا ایک پیالہ اپنے خادم کے ہاتھ شیخ بوعلی قلندر

کی خدمت میں بھیجا، شیخ بوعلی قلندر خادم کو دیکھ کر سگرائے، گلاب کے چند پھول ان کے
سلمانے پڑے تھے، ان کی پٹھریان دودھ میں ڈال کر اسے حضرت شمس الدین ترک کے
پاس واپس کر دیا، وہ پیالے میں گلاب کی پتیان دیکھ کر تبسم ہوئے، حاضرین مجلس نے تبسم
کی وجہ پوچھی، فرمایا شیخ بوعلی قلندر کے پاس دودھ سے بھرا ہوا پیالہ بھیجنے سے مراد یہ تھی کہ یہ
ملک میرے شیخ نے مجھ کو عطا کیا ہی، جو مجھ سے پُر ہو گیا ہے، شیخ بوعلی قلندر نے گلاب کی پٹھریان
ڈال کر دودھ کا پیالہ واپس کر دیا، تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ میرے ملک سے کوئی تعلق
نہیں رکھیں گے، اور یہاں اسی طرح رہیں گے جس طرح دودھ میں گلاب کی پٹھریان
ہیں، شیخ بوعلی قلندر سے پوچھا گیا تو انھوں نے بھی یہی فرمایا، چنانچہ دونوں میں آخر وقت
تک اخلاص و محبت قائم رہی ہے

شیخ بوعلی قلندر کا فیض | کبیر الاولیاء، حضرت شیخ جلال الدین محمود پانی پتی، شیخ بوعلی قلندر
ہی کے فیض نظر سے راہ طریقت پر گامزن ہوئے، ایک دن شیخ بوعلی قلندر سر راہ بھیجے
ہوئے تھے کہ کمسنی کے زمانہ میں شیخ جلال الدین گھوڑے پر سوار ادھر سے گزرے، انکو
دیکھ کر شیخ بوعلی قلندر نے فرمایا،

زہے اسپ وزہے سوار

لے تاریخ فیروز شاہی از ضیاء الدین برقی ص ۴۴ سیر الانصاب ص ۱۸۹

کانون میں یہ آواز پڑتے ہی شیخ جلال الدین بے خود ہو گئے، گھوڑے سے اتار پڑے، اور اسی وقت گریبان چاک کر کے جنگل کی راہ لی، اور چالیس سال تک جنگل میں پھرتے رہے۔ اور اس درمیان میں مختلف درویشوں اور فقروں کی صحبت اختیار کی، پھر جب وطن واپس آئے، تو شیخ بوعلی قلندر سے بیعت کے لیے مصر ہوئے، شیخ نے فرمایا:

”اے فرزند عنبر! کنائش تو موقوف بر مرد دیگر است۔“

چنانچہ جب حضرت شمس الدین ترک پانی پتی کا ورود مسعود پانی پت میں ہوا، تو شیخ بوعلی قلندر نے شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے پاس ارادت کے لیے بھیجا، جو آگے چل کر ان کے خلیفہ ہوئے۔

سلطان جلال الدین خلجی کی عقیدت | سلطان جلال الدین خلجی کو حضرت خواجہ بوعلی قلندر سے بڑی عقیدت تھی، وہ ان کے حلقہ ارادت میں بھی شامل ہو گیا تھا، اور بزرگان دین ہی کی صحبت کا شاید یہ اثر تھا کہ اس میں حلم، نرمی اور خدا ترسی کے اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے، مولانا ضیاء الدین برنی لکھتے ہیں:-

”این چنین بادشاہ عالم و کریم و این چنین فرمانروایان و کارگزاران مہربان و خدا ترس بر سبندگان خدا نتواند دید۔“

حضرت سیدی مولانا | سکران خوبیوں کے باوجود حضرت سیدی مولانا کا خون اس کے سر پر ہے۔ گو اس واقعہ کی تفصیل ہمارے موضوع سے متعلق نہیں لیکن ناظرین کو اس سے بڑی چیز کی اس لیے اس کو محلاً مولانا ضیاء الدین برنی کی زبانی ہم بیان کرتے ہیں:-

”سیدی مولانا ایک درویش تھے، جو سلطان بلبن کے عہد میں ولایت لکھنؤ

سے شہر (یعنی دہلی) میں آئے وہ عجیب طریقے رکھتے تھے، خرچ کرنے اور کھانا کھلانے میں بے نظیر تھے، لیکن جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے نہیں آتے تھے، گو وہ نماز کے پابند تھے، مگر جماعت کے ساتھ نماز ادا نہیں کرتے تھے، جس کی پابندی تمام بزرگان دین نے کی ہے، وہ مجاہدہ و ریاضت بہت کرتے تھے، جامہ اور چادر پہنتے، اور چاول کی ٹٹی معمولی سالن سے کھاتے تھے، ان کے پاس کوئی عورت، کینز اور خدمت گار نہ تھا، اور نہ وہ کسی نفسانی خواہش میں مبتلا تھے، کوئی کچھ دیتا تو اس کو قبول نہ کرتے، لیکن ان کے اخراجات اتنے تھے کہ لوگوں کو حیرت ہوتی تھی، اور ان کا خیال تھا کہ وہ علم کیسیا جانتے تھے، اپنے دروازہ کے سامنے میدان میں انھوں نے ایک خانقاہ بنوائی تھی، اس کی تعمیر میں ہزاروں روپے خرچ کیے تھے، اس خانقاہ میں بڑی مقدار میں کھانا پکاتا تھا، بری و بھری سفر کرنے والے مسافر یہاں آکر قیام ہوتے تھے، اور ان کو دو وقت کھانا ملتا تھا اور کھانا ایسا ہوتا تھا کہ اس زمانہ کے خدائیں و ملوک کو میسر نہ تھا، خانقاہ میں ہزاروں من میدہ خرچ ہوتا تھا، پانچ سو جانور ذبح کیے جاتے تھے، دو تین سو من شکر اور سو دو سو من نبات خریدی جاتی تھی، خانقاہ کے سامنے آدمیوں کا ایک ہجوم رہتا تھا، ان کے پاس (یعنی حضرت سیدی مول) نہ کوئی گاؤں تھا اور نہ ان کو شاہی وظیفہ ملتا تھا، اور نہ وہ کسی سے فتوح قبول کرتے تھے، جب کسی سے کوئی چیز خریدتے، یا کسی کو کچھ رقم دینا چاہتے تو کہتے، کہ جاؤ، فلان پتھر یا اینٹ کے نیچے جا کر اتنے فرتی ٹنکے لیلو، وہ جاتا، تو واقعی اینٹ یا پتھر کے نیچے یا طاق میں طلائی اور نقرئی سکے مل جاتے، یہ سکے ایسے ہوتے جیسے دارا الفریس بالکل نئے نکلے ہوں، اگے چل کر مولانا صلیا، الدین برنی لکھتے ہیں :-

حضرت سیدی مولہ کی خانقاہ کے اخراجات سلطان جلال الدین خلجی کے عہد میں اور بھی زیادہ بڑھ گئے تھے، سلطان جلال الدین کا برادر کا خانخانان ان کا معتقد ہو گیا تھا، اور اپنے کو حضرت سیدی مولہ کا بیٹا کہتا تھا، امراء اور حکام کی آمد و رفت ان کے پاس ہونے لگی تھی، قاضی جلال کا شافی نے جو اس زمانہ کا قاضی القضاہ تھا، لیکن فتنہ انگیز تھا، سیدی سے تعلقات پیدا کیے دو دو تین تین راتیں خانقاہ میں بسر کرتا، اور وہاں کے لوگوں سے گفتگو کرتا، بلین کے عہد کے مولانا زادے جو امراء اور لوگ کی اولاد سے تھے، اس گفتگو میں شریک رہتے، یہ سب عہد جلالی میں بالکل بے سرو سامان، بے انقطاع اور بے ختم ہو گئے تھے، برہنہ بن اور ہتھیا پاپک کے کو تو ال جو آزادوں اور پہلو الون کے گروہ میں تھے، اور بلینی عہد میں ایک لاکھ چھتیس وظیفہ پاتے تھے، بے وظیفہ ہو گئے تھے، اور بعض دوسرے کا جو عہدوں سے معزول کر دیے گئے تھے، سیدی کی خانقاہ میں اگر رات کو سوتے تو ان سے کچھ چیزیں پاتے، لوگ سمجھتے کہ ان اکابر کی آمد و رفت محض حصول برکت کے لیے ہوتی ہے لیکن معلوم ہوا کہ قاضی جلال کا شافی، خان زادے، ملک زادے، برہنہ بن اور ہتھیا پاپک کے کو تو ال نے رات کو سیدی کے پاس بٹھکر فتنہ انگیزی کا شورہ کرتے ہیں چنانچہ برہنہ بن اور ہتھیا پاپک کے کو تو ال نے اودھ لیا کہ جمعہ کے روز جب نماز کیلئے سلطان جلال الدین کی سواری نکلے تو اس پر حملہ کر دیا جائے، اوسیدی کو خلیفہ بنا کر اس کا محلح سلطان ناصر الدین کی لڑکی سو کر دیا جائے، اور قاضی جلال کو قاضی خان کا عہدہ اور ملتان کا انقطاع وافر کیا جائے، اسی طرح اور انقطاع ملک زادوں اور خان زادوں میں تقسیم کر دیا، ان بے کار لوگوں میں سے ایک شخص نے جو شورہ میں شریک تھا، ان سے خوف ہو کر یہ تمام خبریں سلطان جلال الدین تک پہنچا دیں۔

سیدی اور ان کے ساتھی متحم کر کے سلطان کے سامنے لائے گئے، سلطان نے تعیش
 کرنی چاہی تو سب نے انکار کر دیا، اس زمانہ میں یہ رواج نہ تھا کہ انکار کرنے والوں
 سے لات اور ٹونڈے کے ذریعہ اقرار کرایا جاتا، چنانچہ دب کے لیے حکم جاری کیا گیا،
 سلطان اور دوسرے لوگوں کو سازش کا پورا یقین تھا، لیکن سازش کرنے والے
 منکر تھے، دوسرا کوئی ثبوت نہ تھا، اور ان پر کوئی حکم نافذ نہ کیا جاسکتا تھا، اس لیے
 بہار پور کے میدان میں آگ روشن کی گئی، سلطان ملوک اور خوانین کے ساتھ
 وہاں پہنچا، ایک گوشک خاص نصب کیا گیا، سلطان نے شہر کے تمام اکابر علماء و
 مشائخ کا مہضر طلب کیا، اس میدان میں شہر کے خواص و عوام جمع ہوئے، سلطان
 نے حکم دیا کہ سازش کرنے والوں کو آگ میں ڈال دیا جائے تاکہ جھوٹ اور سچ
 ہو جائے، لیکن اس بارے میں جب علمائے استغناء کیا گیا تو متین علمائے کہا،
 کہ دوسرے نام شروع ہے، اور آگ کے ذریعے جھوٹ اور سچ کی تمیز نہیں کی جاسکتی
 ہے، سازش کی خبر صرف ایک شخص نے دی ہے، اور ایسے جرم میں صرف ایک شخص
 کی شہادت قابلِ سماعت نہیں، اس لیے سلطان نے دب کا ارادہ ترک کر دیا،
 اور قاضی جلال کو جو قلمہ کا سرغنہ تھا، بلا یوں کا قاضی بنا کر دہان بھیج دیا، خان زادوں
 اور ملاک زادوں کو جلاوطن کر دیا، اور ان کی املاک ضبط کر لی، ہرنجن اور
 ہتھیار ایک کے کو تہال کو منرا دی، اس کے بعد سیدی ملوک کو بانہہ کر سلطان کے
 گوشک کے پاس لایا گیا، سلطان نے ان سے خود مباحثہ کیا، اس مجمع میں شیخ
 ابو بکر طوسی حیدر بھی اپنی حیدری جماعت کے ساتھ موجود تھے، سلطان نے
 ان سے خطاب کر کے کہا اسے درویشانہ اوصاف میں ازین مولہ بتانید، بحری

نامی ایک حیدری نے بڑھکر سیدی کو دسترس سے زخمی کر دیا، ارکلی خان نے
کوشک کے اوپر سے فیلباؤن کو اشارہ کیا، ایک ہاتھی سیدی کی طرف دوڑا، اور
ان کو پاؤں تلے مسل ڈالا۔

اس کے بعد مولانا ضیاء الدین برنی اپنے تاثرات کا ذکر کرتے ہوئے قلمطراز ہیں:-
”ایسا حلیم و بردبار بادشاہ اس معاملہ میں مشورون کو غلطی کی طاقت نہ پہنچا کر سکا
اور ایسا حکم صادر کر دیا جس سے درویشی کی عزت جاتی رہی، مجھ کو یاد ہے کہ جس روز
سیدی مولاکا قتل ہوا، ایک سیاہ طوفان آیا، اور تار کی چھاگئی، سیدی مولہ کے قتل کے بعد
ملک میں طرح طرح کے فتور پیدا ہو گئے، ہندوؤں نے کہا ہے کہ کسی درویش کو قتل
کرنا ناسخ ہے، اور کسی بادشاہ کو اس نہیں آتا، سیدی مولہ کے قتل کے بعد اس سال
بارش نہیں ہوئی، دہلی میں قحط پڑ گیا، اور غار ایک چشتی میں ایک سیر ملنے لگا، سو ایک
کے علاقہ میں ایک قطرہ بھی بارش نہیں ہوئی، اس سرزمین کے ہندو عورتوں اور
بچوں کے ساتھ دہلی چلے آئے، بیس بیس اور تیس تیس آدمی ایک جگہ رہتے، اور بھوک
سے بے تاب ہو کر اپنے کو جہنم میں غرق کر دیتے تھے، ادنیٰ لوگ سلطان اور امر کے
صدقات پر زندگی بسر کرتے تھے۔“

اجبار الاخیار کے مصنف کا بیان ہے:-

”جس روز سیدی مولہ کا قتل ہوا بے اندازہ باد و غبار فضا میں اٹھا و نہاتا رہ کر رہ گئی
ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قیامت آگئی ہے، سلطان جلال الدین نے یہ حال دیکھا تو سیدی
مولہ سے اس کو اعتقاد پایا ہو گیا، جو پہلے نہ تھا۔“

شیخ بوعلی قلندر سے
 علماء الدین غلجی بھی حضرت شیخ بوعلی قلندر کے حلقہ ارادت میں تھا، خزینۃ الاصفیاء
 میں ہے :-

”جلال الدین و علاء الدین بادشاہانِ دہلی ہم حلقہ ارادت آنحضرت بگردن خود
 و استند“ (رج اص، ۳۲)

ایک بار سلطان علاء الدین غلجی نے حضرت بوعلی قلندر کے پاس کچھ نذر بھیجی جاہی، لیکن یہ
 معلوم تھا کہ وہ کوئی نذر قبول نہیں کرتے ہیں، امرانے رائے دی کہ اگر تحفہ حضرت خواجہ نظام الدین
 اولیاء کی وساطت سے بھیجا جائے تو وہ ضرور قبول کر لیں گے، سلطان علاء الدین نے امیر خسرو
 کو حضرت نظام الدین اولیاء کے پاس اپنی خواہش سکنا کرنے کے لیے بھیجا، حضرت نظام الدین
 اولیاء نے پہلے تو تامل فرمایا، پھر اپنے محبوب مرید کو نذر لے جانے کی اجازت دے دی، لیکن یہ
 بھی نصیحت فرمائی کہ جو کچھ قلندر عاشق اللہ کہیں اس کو تسلیم کرنا، معترض نہ ہونا، امیر خسرو دہلی
 سے پانی پت تین روز میں پہنچے، اور جب وہ حضرت بوعلی قلندر کی قیام گاہ پر آئے تو خدام
 سے کہلا بھیجا کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا بھیجا ہوا خسرو خدمت میں حاضر ہوا ہے
 حضرت بوعلی قلندر نے ان کو اپنے پاس بلایا، اور جب وہ جا کر بیٹھے، تو فرمایا کہ کچھ سناؤ،
 امیر خسرو نے اپنی ایک غزل شروع کی، جو حسب ذیل ہے :-

اے کہ کوئی میٹھ سخی چون فراق یار نیست	گر امید وصل باشد آنچنان دشوار نیست
مشتاقان را در جهان کیسان باشد روزگار	زانکہ این انگشتا بر دست من ہوا نیست
خلق را بیدار باید بود از آب چشم من	این عجب کان وقت میگردد کہ کس بیدار نیست
کیقدم بر نقش خود نہ و آن دگر در کوئے دست	ہر چہ بینی دوست بین با این دانت کار نیست

لے اصلی الفاظ یہ ہیں ”از ہیرے اسے خود چیزے بگو“

چند می گوئی بروز نار بندے بت پرست
 برتن خسرو کد امی رگ کر آن ز تازانیت
 غزل شکر حضرت بوعلی خوش ہوئے اور امیر خسرو کو مخاطب کیے کہ فرمایا کہ خسرو خوش
 رہو گے اور خوش جاؤ گے، پھر خود ہی یہ غزل پڑھی،

یہیم خسروان بر نفس اشتر است	خسرو کے کہ علقہ تجرید بر سر است
گفتم بعلم عقل بیدک دگر شدم	ملکم ز عقل و دین چو دیدم فنون ترا
سیمرغ وار روی نہفتم بقاف عشق	کو عاری کی کہ منظر او عیش اکبر است
عقل کل است علم لدنی بعار فان	این عقل و علم جہے و رستے مخضر است
درس شرف نبود ز الوارح ابجدی	لوح جمال دوست مرا در ابدال است

حضرت امیر خسرو حضرت بوعلی کی زبانی اس غزل کو شکر بہت روئے حضرت بوعلی نے
 پوچھا کہ کچھ سمجھے بھی عرض کیا رونا اسی کا ہے کہ کچھ نہ سمجھا، اس جواب سے حضرت بوعلی خوش ہوئے
 اور بادشاہ کی بھی تہہ قبول کر لی، نذر قبول کرتے وقت فرمایا، اگر حضرت خواجہ نظام الدین
 کا قدم در میان میں نہ ہوتا تو میں ہرگز قبول نہ کرتا، پھر خدام کو حکم دیا کہ خسرو کو اعزاز و اکرام سے
 خانقاہ میں رکھو، تین دن ٹھہر کر حضرت امیر خسرو نے واپس ہونے کی اجازت مانگی، حضرت
 کہتے وقت حضرت بوعلی نے ایک خط تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں
 تحریر فرمایا، اور ایک خط بادشاہ کو اس طرح لکھا،

”علاء الدین فوطہ دار دہلی مقرر دانند کہ بایندگان غلامے تعالیٰ نیکو کند۔“

جب یہ خط سلطان علاء الدین خلجی کو ملا تو امرائے کہا بادشاہ کو اس طرح خط لکھنا سوہا
 ہے لیکن سلطان نے کہا غنیمت ہے کہ اس ذرہ بے قدر کو فوطہ دار لکھا ہے، ایک بار تو شہنشاہ
 دہلی تحریر فرمایا تھا، اب فوطہ دار جو فرمایا اس کے لیے میں بہت شکر دار کرتا ہوں۔ یہ شاید اس رفقہ

کی طرف اشارہ تھا، جو حضرت بوعلی نے ملک تائب کے خلاف سلطان علاء الدین کو لکھا تھا
 ملک تائب نے ایک درویش کو ایذا پہنچائی تھی، حضرت بوعلی نے سلطان کی توجہ اس کی طرف
 دلائی اور ایک رقعہ میں تحریر فرمایا،

”علاء الدین شمعہ دہلی را اعلام آنکہ خواجہ سراسے..... کیے از درویشان
 رنجانید و عرش الرحمن را بلندہ آورد اگر اورا بہ سزا ساندی بہتر والا بجائے تو شمعہ
 دیگر بدہلی نشاندہ خدا بد شد“

سلطان غیاث الدین تغلق بھی حضرت شیخ بوعلی قلندر کا متفقہ تھا، ایک بار اپنے لڑکے
 شہزادہ جو ناخان اور اپنے پوتے شہزادہ کمال الدین کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوا، حضرت
 شیخ نے خادموں کو حکم دیا کہ تنیوں کے لیے کھانا لائیں، خادم ایک پیالے میں کھانا لائے
 بادشاہ اور شہزادوں نے ایک ہی پیالے میں کھانا شروع کیا، اس وقت حضرت شیخ نے فرمایا
 تین بادشاہ ایک ساتھ کھا رہے ہیں، یہ گویا شہزادہ جو ناخان اور شہزادہ کمال الدین کے لیے
 بشارت تھی، دو وزن آگے چل کر سلطان محمد تغلق اور سلطان فیروز شاہ کے نام سے ہندوستان
 کے بادشاہ ہوئے،

وصال | ۱۳ رمضان المبارک ۷۲۴ھ میں شیخ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا، تاریخ
 وفات ”یا شرف الدین ابدال“ سے نکلتی ہے، کرنال میں مدفون ہوئے، لیکن کہا جاتا ہے کہ
 اعزہ واقربا نے ایک لاکھ پونڈیہ طور پر پیش مبارک کو پانی پت میں لے جا کر دفن کر دیا،
 چنانچہ کرنال، پانی پت، بڈھا کھیرہ اور باگھوتی میں آج بھی انکے معتقدین کا ہجوم رہتا ہے،

لہذا اکوینین ”فوط دہلی“ مرقوم ہے، جو صحیح نہیں معلوم ہوتا، (ص ۳۳۸) ۷۲۴ تاریخ فیروز شاہی
 از شمس سراج عقیف ص ۲۸ ۷۲۴ خزینۃ الاصغیاء ص ۳۲۰

اشاعت اسلام | پانی پت کے علاقے میں جو مسلمان راجپوت ہیں وہ حضرت بوعلی قلندرؒ ہی

کے رشد و ہدایت سے مشرف بہ اسلام ہوئے، ایک ممتاز راجپوت امیر سنگھ ان کے ہاتھوں پر ایمان لایا، اسی کے خاندان سے مسلمان راجپوت پھیل کر اسلام کی قوت بازو بنے،

تضانیف | حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے حسب ذیل تضانیف منسوب ہیں:-

(۱) مکتوبات بنام اختیار الدین (۲) حکم نامہ شرف الدین (۳) مثنوی کنز الالہ

(۴) رسالہ عشقیہ،

مکتوبات کے بارے میں مولانا عبدالحی محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

”اور اکتوب مست بزبان عشق و محبت مشتمل بر معارف و حقائق توحید و تہدیک

دنیا و طلب آخرت و محبت مولے جلہ آن بنام اختیار الدین می گوید“

ترغیۃ الاصفیاء میں ہے:-

”مکتوبات وی کہ بنام اختیار الدین مرید خود تحریر کردہ است، کتبے است ہاتھ

علوم توحید“

سلطان شمس الدین ایلکیش کے شاہی صاحب کا نام بھی اختیار الدین تھا، لیکن غلطی امراء

میں بھی شاید کوئی اختیار الدین ہو، یہ مکتوبات غالباً اسی کے نام ہیں، بعض مکتوبات کے نمونے

ملاحظہ ہوں:-

”اے برادر! جب تم پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی عنایت شروع ہو جائے، تم میں جذبہ

پیدا ہونے لگے، اور تم کو تم سے دور کیا جائے، تو گویا تم میں عشق کا آغا نادر تم پر چن کا

جلوہ ظاہر ہو گیا، اور جب تم پر چن کا شاہدہ ہو جائے تو معشوق کو پہچانو، اور عاشق کو

لے دعوت اسلام، ترجمہ جناب عنایت اللہ حصہ ۱ ص ۳۰۱، اخبار الاحیاء ص ۱۲۱، ترغیۃ الاصفیاء جلد اول ص ۱۳۶

معتوق ہو جاؤ، اور جب عاشق بنکر معتوق ہو گئے، تو اسی طرح کام کرو، معتوق کی سنت اور عاشق کے فریضہ کو قائم رکھو، اس وقت معتوق کو عاشق کے ذریعہ سے پہچان لو گے، اے برادر! معتوق کو تمھاری ہی صورت میں پیدا کر کے تمھارے دریا بھیجا گیا ہے، تاکہ براہ راست تم کو وہ دعوت دے، اے برادر! خدا سے غرضیل نے بہشت و دوزخ پیدا کیا، اور اس کا حکم ہے کہ دونوں پر کیے جائیں گے، معتوق کو شفق کے ساتھ بہشت میں جگہ دی جائے گی، اور شیطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوزخ کو پُر کرے گا، بہشت و دوزخ میں عاشقوں کے سوا کوئی نہیں ہوگا، دونوں عاشق ہی کے حسن سے پیدا ہوئے ہیں، اور دونوں مقام غیرہ ہوں گے، بہشت دوستوں سے وصال کا مقام ہے، دوزخ دشمنوں کے لیے جاے فراق ہے، یزاق کافرون اور منافقون کو حاصل ہوگا، اور وصال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں اور دوستوں کو نصیب ہوگا، اے برادر! چشم دل کو کھولو، اور اچھی طرح سے دیکھو، اور یہ جانو کہ عاشق نے اپنے عشق سے تمھارے لیے کیا کیا چیزیں اور کیا کیا تماشے پیدا کیے ہیں، اپنا حسن ایک درخت میں منتقل کر دیا ہے، اور گونا گوں میوے پیدا کیے، ہر میوہ میں علیحدہ مزہ رکھا، اور اس درخت کو نہ اپنی ذات کی خبر اور نہ اپنے بھول کی خبر اور نہ اپنے میوہ کی خبر ہے، گنا تمھارے لیے پیدا کیا، اور اس کو شکر کی خبر نہیں، مشک کو ہرن کی نافرمانی رکھا، جو تمھارے لیے ہے، ہرن کو مشک کی کوئی خبر نہیں، گلے سے عنبر کو تمھارے لیے پیدا کیا، اور گلے کو عنبر کی خبر نہیں، زباد کو بلی سے تمھارے لیے پیدا کیا، اور بلی کو زباد کی خبر نہیں، کافور کو تمھارے لیے درخت سے پیدا کیا، اور درخت کو کافور کی خبر نہیں، ہندل کو تمھارے لیے پیدا کیا، اور ہندل کو اپنی

خبر نہیں، اے برادر! عاشق ہو جاؤ، اور دونوں عالم کو معشوق کا حق جانو، اور اپنے
 آپ کو معشوق کا حق کہو، عاشق نے اپنے عشق سے تمہارے وجود کا ملک بنایا،
 تاکہ اپنے حق و جمال کو تمہارے اُئینہ میں دیکھے، اور تم کو محرم اسرار جانے، اور
 الا لسانِ سرّی (السان میرا بھید ہے) تمہاری شان میں آیا ہے، عاشق ہو جاؤ
 تاکہ حق کو ہمیشہ دیکھو، اور دنیا و عقبیٰ کو پہچانو، عقبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہے،
 اور دنیا شیطان کی ملکیت ہے، دونوں میں معلوم کرو کہ تمہارے لیے کس کو پیدا
 کیا ہے، اے برادر! نفس کو اچھی طرح پہچانو جب تم نفس کو پہچان لو گے، تو دنیا
 کو بھی پہچان سکو گے، اور اگر روح کو پہچان لو گے، تو عقبیٰ کو بھی پہچان لو گے،
 اے برادر! کفر میں جو حق رکھا گیا ہے، عاشق جانتے ہیں کہ اس نے دینی
 حق (نے) کفر کو اپنے عاشقوں کے سامنے کس قدر آراستہ کر دیا ہے، جو دنیا کا عاشق
 اس کا معشوق کفر کا حق ہے، اے برادر! تم جانتے ہو کہ حق کا جو غمزدہ کفر میں رکھا
 گیا ہے، اس نے کس قدر پر لطف تیر دنیا والوں پر مارا ہے، اور ان کو اپنا عاشق
 بنالیا ہے، اے برادر! اپنی حق جو میں رہو، اور اپنے کو پہچانو، جب تم اپنے نفس
 کو پہچان لو گے، تو عشق کو بھی جان سکو گے، اور جب عشق کو اپنے حق پر دیکھو گے
 تو کل اللسان کی کیفیت اپنے میں پاؤ گے، عاشق ہو جاؤ، اور معشوق کو اپنی گود
 میں دیکھو، اور حق کو اپنے دل کے اُئینہ میں معائنہ کرو،

آن شاہِ مہنی کہ ہمہ طالبِ اویند ہم دوست کہ از چادر تو ساختہ سر پوش
 در بادِ یہ ہجر چرا بستہ با نیم در صین و صالیم نغمہ راست در آغوش
 اے برادر! قند کا ایک گولہ لاؤ، اور اس سے سو گولے بنا لو، اور ہر گولہ سے ایک

صورت بناؤ، اور ہر صورت کا نام رکھو، بعض کو گھوڑا، اور بعض کو ہاتھی کو تو قند کا نام جاتا رہے گا، اور صرف وہ صورت باقی رہے گی، جب کل صورتوں کو توڑ کر قند کا گولہ بنا لو تو قند کا نام پھر ظاہر ہو جائے گا،

ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں :-

”اے برادر! یہ نہیں معلوم کہ ہم لوگوں کو کس لیے پیدا کیا گیا، اور ہم لوگوں کے ساتھ کیا ہوگا، لیکن خیال ہمیشہ فکر کے ساتھ وابستہ رہتا ہے، کبھی فکر ہمارے دل کے آئینہ کو آراستہ کر دیتی ہے، اور عاشق کے سامنے معشوق کو ظاہر کرتی ہے، اور عاشق کا وہ حکم جس کو معشوق نے پہنچایا ہے، عاشق کے فرض اور معشوق کی سنت کے مطابق میں بجالاتی ہے، عاشق کے عشق اور معشوق کے حسن سے باطن کو معمور کرتی ہے، اور حسن کے تماشے سے عاشق اپنے ظاہر کو بھلا دیتا ہے، اور اپنے باطن کے تماشے میں مصروف ہو جاتا ہے، تاکہ عاشق کا حکم جس کو معشوق نے پہنچایا ہے، نافذ ہو جائے، اے برادر! کبھی خیال نفس کا دوست ہو جاتا ہے، اور حال خیل کے ساتھ متحد ہو کر دنیا کی ریزگی کی طرف لے آتا ہے، خیال دنیا کی آرائش نفس کو دکھاتا ہے، اور اس کے شوق میں اسکو پریشان کرتا ہے، اور اس کو اپنی نفس کو معشوق کے دروازے پر پھرتا ہے، ہر دروازہ پر ذلیل کرتا ہے، اور (نفس) شوق اور آرائش کی آسائش کی وجہ سے اس ذلت سے واقف نہیں ہوتا، اور باز نہیں آتا، اور یہ نہیں سوچتا کہ دنیا نے کسی کے ساتھ زوفا کی، افد زوفا کہے گی، نہ اس کو (نفس) موت کی فکر ہوتی ہے، کہ وہ دفعۃً اگر اس کو فنا کر دے گی، دنیا کی آرائش کا حسن دنیا کے عاشقوں کو اپنے عشق میں ایسا بے خبر کر دیتا ہے کہ نہ اس کی دنیا کی خبر ہوتی ہے، جس کو انھوں نے معشوق بنایا ہے، اس کی بھی ان کو خبر نہیں ہوتی

کر گردنیا ختم ہو جائے گی، تو کیا واقعات ظہور پذیر ہوں گے، اور عقیقی کی خبر ان کو ہوئی کہ ان کے سامنے کیا ہم درپیش ہے، اے برادر! سوچو کہ تمہارے سامنے ایک ہم درپیش ہے، اور تم نے خیال اور فکر کو اپنا مونس بنایا ہے، خیال کی نسبت ہوش رکھو، مگر وہ نفس کا دوست ہو گیا ہے، اے برادر! کچھ معلوم نہیں کہ خیال اور فکر کیا حال پیدا کریں جب وہ (حال) تم کو نظر آئے گا، اس وقت تم کو معلوم ہوگا، کہ قیمت میں کھاتا تھا کہ تمہارے سامنے آیا، اے برادر! میں نہیں جانتا ہوں کہ میں کیا کروں، اور مجھ سے کونسا کام بن پڑے گا، اور کیا میری زبان سے نکلے گا، زبان خدا کی قدرت میں ہے، اگر تم پر خدا کا فضل ہوا تو تمہاری زبان سے وہ بات نکلے گی، جو دونوں جہان کو پسند ہوگی، اے برادر! اس قدر معلوم ہوا کہ خدا نے اپنی مشیت سے تم کو پیدا کیا، اور اپنی مشیت سے باقی رکھتا ہے، یفعل اللہ ما یشاء ویحکم ما یرید (یعنی جو کچھ اس نے چاہا اس کو کیا، اور جو کچھ چاہتا ہے، کرتا ہے، کسی کو اس کی مشیت میں دخل نہیں ہے)۔

حکم نامہ شرف الدین کے بارے میں مولانا عبدالحی محدث دہلوی رقمطراز ہیں:-
 ”در سالہ دیگر در عوام الناس شہرت دارد کہ اور حکم نامہ شیخ شرف الدین می گویند:
 ظاہر آنست کہ آن از محترفات عوام است“

اس کا ایک نسخہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی میں ہے، (دیکھو کٹیلانگ فارسی مخطوطات

ص ۵، نمبر ۱۱۹۶)

حضرت شیخ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے دو مثنویاں منسوب ہیں، مثنوی کنز الاسرار اور سالہ عشق خرمینہ الاصفیاء کے مولف نے صرف اتنا لکھا ہے:-

یہ دونوں مکتوب اخبار الاخیار سے لیے گئے ہیں، ص ۱۲۱ و ۱۲۲ سے اخبار الاخیار ص ۱۲۱،

”وسوائے ازین مثنوی است، مختصر کز مخزن رموز توحید معارف است“ (ج ۱ ص ۳۲)

۱۸۹۱ء میں مطبع نامی لکھنؤ سے ایک منظوم رسالہ مثنوی شاہ بوعلی قلندر کے نام سے شائع ہوا تھا، اگر یہ رسالہ واقعی حضرت شاہ بوعلی قلندر کا ہے، تو ہم اس کو رسالہ عشقیہ کہہ سکتے ہیں، کیونکہ اس میں عشق پر بہت سے اشعار ہیں، مثلاً

عشق کو بے بال و پر طیران کند	عشق کو در لامکان جولان کند
عشق کو تاج سلطانی بند	عشق کو ملک سلیمانی دہد
عشق کو تاج شہم دل مینا کند	عشق کو تاج سینہ پر سودا کند
عشق کو تاج عقل را زائل کند	عشق کو تاج عقل را حاصل کند
عشق کو تاج جام مدہوشی دہد	عشق باید تا فرا موشی دہد
عشق دہ تاج خبر ساز و دمرا	بادہ کو بے پا و سر ساز و دمرا
عشق باید تا مدہ جام شراب	عشق ساز و ساغرے آفتاب

اس میں قریب ۳۶۲ اشعار ہیں، مثنوی کا آغاز ان اشعار سے کیا گیا ہے :-

مرجاے لبس لباع کہن	از گل رعنا بگو با سخن
مرجاے قاصد طیار ما	می دہی ہر دم خبر از یار ما
مرجاے ہر دہ فرخندہ فال	مرجاے طوطی شکر مقال
در زمان ہفت آسمان رطے کنی	مرکب حرص و ہوار اپنے کنی
و میدم روشن کنی در دل چراغ	ہر نفس از عشق سازی سینہ داغ
از تور و شن گشت فادوس تنم	از تو حاصل شد مرا وصل صنم
مرجاے رہنما سے راہ وین	از تو روشن شد مرا چشم یقین

یافت قالب طینتِ پاکی ز تو شد پریشان آدمِ خاکی ز تو
 مر جائے فیض بخش کائنات
 یافت ترکیب از وجود تو حیات
 اُس کے پہل کر ایک شیخ کے دہد و تقویٰ کی تصریح کی گئی ہے۔

زہد و تقویٰ چسپت آدم و فقیر	لاطم بودن ز سلطان و امیر
زہد و تقویٰ نیست این کز بہر خلق	صوفی باشی و پوشی کہنہ دلی
شانہ و مسواک و تسبیح ریا	جیہ و دستار و قلمبے صفا
پیش و پس گرو و مرید ناخلف	چون خرابہ پئے آب و علف
چون برہمنی چند کس بیہودہ گرد	خویش را کوئی منعم مردانہ مرد
دام اندازی برائے مرد وزن	خویش را کوئی منعم شیخِ زمین
و غظا کوئی خود نیاری در عمل	چشم پوشی بچو شیطان و غل
مکر و تلبیس و ریا کار ت بود	ہر نفس شیطان تر ایت بود
چون شوی استادہ از بہر نماز	دل بود و رگا و خراس جلد ساز
آن نماز تو شود آخر تباه	فکر باطل ہا کس در ویت سیاه
چون در ایمان فتہ آخر قصو	ہاں چرا خوانی نماز بے قصد و
بر مصلحت چون نشینی قبلہ رو	چشم پوشی دل بود جائے گرو
خادمان گویند این شیخ زمان	چشم پوشیدہ ست از خلق و جان
یشخ رالاہوت باشد منزلس	شد فدا ذات بقا شد حاصلش
این خوشامد گوی چندین اہلبان	رہزنا نند رہزنا نند رہزنا ن

از تائیش غمِ شوق را گم کن عیب خود بین عینتِ مردم کن
اے گرفتار آمدی در بندِ نفس نفس کا فرار کبش بنگنِ قفس
تا کنی پروازِ سوئے اہل خویش جا کنی در آشیانِ اہل خویش

اس کے بعد دنیا کی حرص و ہوا سے پرہیز کی تعلیم ہے :-

دل چا کو دوست از حرص و ہوا کے شود مکشوف اسرارِ خدا
صد تمنا در دستِ بے ہوا کے کند نورِ خدا در دلِ نزول
دین و دنیا ہر دو کے اید بست این فصولِ ہا بکن لے خود پرست
بر تو قسمت میرسد لے بے خبر پس چرا قانع نہ بر خشک و تر
حرص تو دلتی قناعت پارہ کرد نفسِ آمارہ ترا آوارہ کرد
ہست دنیا پر زال و پرفریب می کند پیر و جوان را بے شکیب
عارفان و اونداد در اصطلاح ہر کہ عاشق شد برد او گشت علق
این سخن در گوشِ داری او جوان مولوی گفتہ ز روئے امتحان
”ہم خدا خواہی و ہم دنیا سے ڈن این خیال است و محال است چہنو“
نفس کشی کی تلقین اس طرح کی گئی ہے :-

مرد باید تا نہد بر نفس پا بگذرد از شہوت و حرص و ہوا
دستِ ہمت را برفرازِ دل بند نفس را چون صید آرد و در کند
دست را کو تہ سازد از ہوس بشکند با چنگِ ہمتِ این قفس
گر خوری یک لقمہ از وجہِ حلال نوز تا بد بد دل از ہر کمال
گر شوی از لقمہ شب بے نفیر نفس را سازی بفضلِ حقِ امیر

دل شود روشن ز نور آئینہ دار بر تو اندازد دور آئینہ نگار
چون کنائی چشم ما اہل یقین ہر طرف تابان جمال یار بین
اسی کے بعد توحید و معرفت کی مصوری کی گئی ہے :-

یار رومی بین تو دور ہر آئینہ سوز و سازِ دوست در ہر طنطنہ
ہر چہ آید در نظر از خیر و شر جملہ ذاتِ حق بودے بے خبر
دوست در ارض و سما و لامکان دوست در ہر ذرہ پیدا و نہان
پاس دارِ انفس لے اہل خرد تا تر این فاصلہ منزل برد
دوست پیدا و نہان و آشکار جلوہ ہا کر دست در ہر شے نگار
ہوش در دم دارے مردِ خدا یک نفس یک دم معاش ارتقا
نفی گردان از دل خود ماسوا تا نہ گنجد در دولت غیر از خدا
زنگِ دل از عقیقلِ لاپاک کن سینہ با تیغِ محبت چاک کن
اسم ذاتِ او چو بر دل نقش بست سکے ضربِ محبت خوش نشست
گشت چون بر نقشِ دل نقشِ الہ غیر نقشِ اللہ رائے دل خواہ
چون شوی فانی تو از ذکرِ خدا راہ یابی در حکیم کبریا
چون بہانی با خدا یابی وصال خوش را گم ہا زای صاحبِ کمال
ہر کہ شد در بحرِ عرفان آشنا ذرہ ذرہ قطرہ داند از خدا
عرفان کے لیے چشم بنیا اور دل مصفا ضروری ہے :-

چشم دل بکشا جمال یار بین ہر طرف ہر سو رخ و لہا بین
چشم باید تا بہ بند روے یار جلوہ کر دست در ہر شے نگار

نیست پوشیدہ دغِ دلدارِ تو لیک این نقصِ ست در ابصارِ تو
عشقِ الٰہی میں جو بد ہوشی اور خود فراموشی ہونی چاہیے، اس کی تصویر ان اشعار
سے نمایاں ہوتی ہے، جو شروع میں نقل کیے گئے ہیں، اس سلسلہ کے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں

یہچ میدانی کہ اہل عشق چیست	عشق را از حسن جانان زندگیت
عشق چون جبرئیل و معراجِ جن	بر سر عاشق ہند صد تاجِ حسن
عاشق و معشوق گردند ہر دو یک	ہم توئی معشوق و عاشق نیست
اے کہ گشتی واقف از اسرارِ عشق	ز قدم مردانہ اندر کارِ عشق
سر بر آدرز یہ پاسے عشق نہ	بعد از ان سر در ہولے عشق نہ
عشق بازی نیست کارِ بوالہوس	خام طبعان حاضر اند ہچون گس
گر کنی جان را تو بہ جانانِ نثار	در عوض یک جان دہد صد جانِ نثار
کشتگانِ عشق را حبانِ دگر	ہر زمان از غیب احسانِ دگر

منشی کا خاتمہ حسب ذیل طریقہ پر ہوتا ہے :-

یا الٰہی چشمِ بینائی بدہ	در سرم از عشق سودائی بدہ
آتشِ انگن در دلم مانند طور	شعلہ پر خیزد و گرد و زنگ دور
ساہا شد از تو می خواہم ترا	ماہتم را چون نمی سازی روا
از سان الغیب این گرد و نوید	از در تو کس نہ گشت نہ امید
ہر کہ بردرت امیدوار	شاہد مقصود باید در کنار
لے خداے من بہ حقِ مصطفیٰ	از طفیلِ حرمتِ آلِ عب
روزِ محشر دارِ مالِ رسول	از طفیلِ بقلان گرد و قبول

حضرت شیخ ابوالفتح رکن الدین

خاندان | حضرت شیخ ابوالفتح رکن الدین حضرت شیخ صدر الدین کے لڑکے اور حضرت

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے پوتے تھے، والدہ ماجدہ کا نام بی بی راستی تھا، جو اپنے زہد و تقویٰ کی وجہ سے رابعہ عصر کہلاتی تھیں، انھوں نے اپنے خسر حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کے زیر سایہ باطنی و روحانی تعلیم و تربیت حاصل کی، ان کو کلام مجید کی تلاوت سے خاص شغف تھا، روزانہ ایک کلام مجید ختم کرتی تھیں، حضرت شیخ رکن الدین کی ولادت سے پہلے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی نے یہ بشارت دی تھی کہ ان کی وجہ سے خاندان کا چراغ روشن ہوگا، ایک دن جب کہ شیخ رکن الدین چار سال کے تھے حضرت شیخ بہاء الدین زکریا چار پائی پر بیٹھے تھے، اور دستار مبارک سر سے اتار کر چار پائی کے پایہ پر رکھ دی تھی، حضرت شیخ صدر الدین بھی پاس ہی سو رہے تھے کہ شیخ رکن الدین کھیلنے ہوئے آئے اور داد کی دستار مبارک اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی، والد ماجد نے ڈانٹا کہ یہ بے ادبی ہے، مگر داد نے فرمایا کہ صدر الدین بچہ پہننے سے اس کو نہ روکو، وہ اس کا مستحق ہے، اور میں یہ بگڑی اس کو عطا کرتا ہوں، چنانچہ وہ بگڑی محفوظ کر دی گئی، اور جب حضرت شیخ رکن الدین اپنے والد زکریا کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہوئے، تو وہ ان کے سر پر رکھی گئی۔

تسلیم | ظاہری تعلیم اپنے والد زکریا کے حاصل کی اور روحانی تربیت میں جد امجد سے فیض

ہوئے، دونوں ان کو بہت محبوب رکھتے تھے، شیخ رکن الدین دونوں بزرگوں کا اتنا احترام کرتے تھے کہ کبھی ان سے آنکھیں چا رہ نہ کرتے اور نہ ان کے سامنے بلند آواز سے بولتے، اس خرد سالی میں ان کے اس ادب سے متاثر ہو کر حضرت خواجہ شمس الدین تبریزی نے ان کو "رکن الدین عالم کا لقب عطا فرمایا، اور وہ "رکن عالم" کے نام سے مشہور ہوئے، انہی دونوں بزرگوں کی صحبت میں انھوں نے صوری و معنوی کمالات حاصل کیں، علم، تواضع، شفقت، حلم، موافقت، بشاشت، مروت، عفو، حیا، وقار، حسن ظن، اور تصغیر نفس جملہ صفات ان میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں، اور انھوں نے مکاشفہ و محاسبہ سے اتنے مارج طے کر لیے تھے، کہ انکو "مخزن مشہود الہی"، منبع جود و مائتہا ہی، ادیس خلوت و وحدت، برجس برج معرفت، گوہر معدن صفات لایب، لولؤے سبحہ و دیاسے غیب، زبدۃ المشائخ، مفتاح قفل حق الیقین، کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے، سیر العارفین کے مولف نے ان کے روحانی مرتبہ کی مدح ان الفاظ میں کی ہے،

و جودش آیتہ در شان معنی	جهان معرفت سلطان معنی
ہمیشہ چانش از انوار معنور	دلش از طلعت اسرار مسرور
بہ ظاہر و شریعت چہت چالاک	بباطن و حقیقت رفتہ بے باک
خمدانش ز تیغ پاسِ انفاس	بریدہ گردن شیطان خناس
ز وہ برعوش کوس امتقانات	بہلک فقر از کشف و کرامات
یگانہ شیخ رکن الدین ابو الفتح	کلاش پاک از طامات و از شطح
جالی ریزہ چین خوانِ جودش	بہلک فقر خنومت بنودش

لہ مرآۃ الاسرار قلمی، سیر العارفین ج ۲ ص ۱

ریاضت حضرت شیخ رکن الدین کے خلیفہ حضرت جہانیاں جہان گشت اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ جب شیخ رکن الدین قدس سرہ کا کام کمال کو پہنچ گیا تھا تو بھی ڈوہجہ کے وقت سے دوپہر تک ریاضت و عبادت میں مشغول رہتے،

خلافت چھتیس سال کی عمر میں جب اپنے والد بزرگوار کی مسند خلافت پر بیٹھے، تو ہر گوشہ سر لوگ خدمت میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوئے، جو بھی اہل حاجت حاضر ہوتا، اس کی حاجت ضرور فرماتے، اسی لیے "قبلہ حاجات" بھی کہلاتے تھے، مجلس میں جس کے دل میں کوئی بات آتی تو اس کا ان کو کشف حاصل ہو جاتا، اور اس کی دلجوئی کرتے،

سلاطین و مشائخ و تعلقات سلاطین و مشائخ و دونوں سے ملتے، مگر ان کے مراتب کے حدود کو ملحوظ رکھ کر تعلقات قائم کرتے، سلطان علاء الدین خلجی کے زمانہ میں ایک بار ملتان سے دہلی تشریف لائے، تو سلطان نے شاہی کدو فر کے ساتھ دہلی سے باہر ان کا استقبال کیا، اور بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کو دہلی لایا، اور دو لاکھ ٹنکے نذر پیش کیے، پھر رخصت کے وقت پانچ لاکھ نذر کیے، حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی چھوڑنے سے پہلے یہ کل رقم فقراء و مساکین میں تقسیم کر دی، اپنے ساتھ ایک جیب بھی نہ لے گئے، سلطان وقت کی طرف سے اس اعزاز و اکرام کے باوجود فرماتے تھے کہ میں ملتان سے دہلی صرف حضرت نظام الدین اولیاء کی محبت اور شوق ملاقات میں آتا ہوں، حضرت نظام الدین اولیاء کو بھی ان سے قلبی لگاؤ تھا، چنانچہ جب وہ سلطان علاء الدین کی دعوت پر دہلی آئے تو اگر ایک طرف ان کے استقبال کے لیے سلطان وقت اپنے خدم و شہم کے ساتھ تھا، تو دوسری طرف حوض علانی کے پاس سلطان الاولیاء بھی اپنی بلالت و عظمت کے ساتھ ان

کے لیے چشم براہ تھے،

حضرت محبوب الہی صحبت | حضرت شیخ رکن الدین گودلی مین شاہی مہمان ہوتے تھے، مگر زیادہ وقت حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیا ہی کی صحبت میں بسر کرتے تھے، دو دنوں ایک دوسرے کا غیر معمولی احترام کرتے، ایک مرتبہ جب حضرت شیخ رکن الدین دہلی آئے تو جمعہ کی نماز ادا کرنے جامع مسجد تشریف لائے، حضرت محبوب الہی پہلے سے موجود تھے، جمعہ کی نماز ہو چکی تو حضرت محبوب الہی اپنی جگہ سے اٹھے اور ایک وسیع صحن طے کر کے حضرت رکن الدین کے پاس آئے، جو اس وقت تک نماز سے فارغ نہ ہوئے تھے، حضرت محبوب الہی ان کی پیٹھ کے پیچھے بیٹھ گئے، اور جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو دو دنوں نے اٹھ کر بڑی گرم جوشی سے معاف کیا، اور پھر حضرت رکن الدین حضرت محبوب الہی کا دست مبارک پکڑے ہوئے اس جگہ پر آئے جہاں وہ (یعنی حضرت محبوب الہی) پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے، اور جب دونوں مسجد سے روانہ ہو کر اپنے اپنے ڈولے کے پاس پہنچے تو دو دنوں ایک دوسرے سے اصرار کرنے لگے کہ پہلے وہ اپنے ڈولے پر چلو فرما ہوں، بالآخر حضرت محبوب الہی کا اصرار غالب رہا اور حضرت رکن الدین پہلے اپنے ڈولے میں سوار ہوئے،

اسی قیام کے زمانہ میں حضرت شیخ رکن الدین حضرت محبوب الہی کی زیارت کے لیے ان کی خانقاہ بھی تشریف لائے، ان کے پاؤں میں کچھ تکلیف تھی، ڈولے سے باہر نکلنے کی کوشش کی تو حضرت محبوب الہی نے بضد ہو کر روک دیا، اور خود اور درویشوں کے ساتھ ڈولے ہی کے پاس بیٹھ رہے، اس قرآن السعدین کے وقت حضرت شیخ رکن الدین کے بھائی شیخ عماد الدین اسماعیل کے دل میں بعض علمی نجات حل کرنے کا خیال پیدا ہوا، اور

و دونوں بزرگوں سے اجازت لے کر عرض کیا کہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا مصلحت تھی، حضرت شیخ رکن الدین نے فرمایا کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض کمالات کی تکمیل مدینہ منورہ کی ہجرت ہی پر موقوف و منحصر تھی، اس لیے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی جانب جلوہ فرما ہوئے حضرت محبوب الہی نے ارشاد فرمایا کہ اس مسئلہ میں میری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنے محبوب کو مدینہ طیبہ اس لیے بھیجا کہ وہ اصحاب مدینہ جو اپنی بے بضاعتی کی وجہ سے مکہ معظمہ حاضر ہونے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے، وہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے مستفیض و مستفید ہو کر ظاہری و باطنی کمالات میں مکمل ہو جائیں، اس گفتگو کے بعد حضرت محبوب الہی نے دو لے ہی کے پاس کھانا منگوایا، اور کھانے کے بعد اعلیٰ درجہ کا کپڑا اور سوا شرفیاء حضرت شیخ رکن الدین کی خدمت میں بطور نذر پیش کیں، اشرفیوں کو دیکھ کر حضرت رکن الدین نے حضرت نظام الدین اولیاء کو مخاطب کر کے فرمایا استر ڈھبک لیکن حضرت محبوب الہی نے برحبتہ جواب دیا استر ذمبک و ذہابک و ذمبک حضرت شیخ رکن الدین نے ان ملاؤں کو قبول کرنے میں تامل کیا تو حضرت محبوب الہی نے ان کے بھائی شیخ عماد الدین سمعیل کے حوالے کر دیا،

غالباً حضرت شیخ رکن الدین دہلی کے پہلے ہی قیام کے زمانہ میں حضرت بابا گنج شکر کے عوس کا زمانہ آگیا، چنانچہ پاک پن کی طرح دہلی میں بھی عوس کی تقریب منائی گئی، عوس کی محفل میں حضرت شیخ رکن الدین بھی شریک ہوئے مجلس سماع میں حضرت

لے یعنی آپ اپنا سونا چھپائیے ۲ یعنی اپنے سونے کو جانے کو (مرا درہ سلوک) اور جانے کی جگہ کو چھپائیے، اس میں تجنیس لفظی بھی قابل غور ہے ۳ سیر الاولیاء ص ۱۴۰ - ۱۳۹

محبوب الہی پر وجد طاری ہو گیا، اور غایت اضطراب میں کھڑا ہو جانا چاہا، لیکن شیخ رکن الدین نے ان کا دامن کپڑے سے بٹھایا، تھوڑی دیر کے بعد پھر وجد کی کیفیت شروع ہوئی، تو پھر کھڑے ہو گئے، اس مرتبہ شیخ رکن الدین نے ان کو بٹھانے کی کوشش نہیں کی، بلکہ اور مشائخ کی طرح خود دست بستہ مڑب کھڑے ہو گئے، مجلس ختم ہوئی تو مولانا عالم الدین نے حضرت شیخ رکن الدین سے پوچھا کہ اس کا کیا سبب تھا کہ پہلی بار تو آپ نے محبوب الہی کو کھڑے ہونے نہ دیا، لیکن دوسری بار نہیں روکا، حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ پہلی بار شیخ نظام الدین کی رسانی عالم ملکوت تک ہوئی تھی، وہاں تک میری گزر ممکن تھی، اس لیے میرا ہاتھ پہنچ گیا، اور ان کو بٹھا دیا، دوسری بار ان کی رسانی عالم جبروت میں ہوئی، وہاں تک میں نہیں پہنچ سکتا تھا، اس لیے مراحم نہ ہوا،

سیر الاولیاء (ص ۱۴۰) میں ہے کہ ایک اور موقع پر حضرت رکن الدین ملتان سے دہلی تشریف لائے، تو حضرت محبوب الہی سے بھی ملنے آئے، یہ زمانہ عشرہ ذی الحجہ کا تھا، اس لیے جب حضرت رکن الدین سلطان المشائخ سے ملے تو فرمایا کہ یہ زمانہ حج کا جو بھی حج کی سعادت تو حاصل نہ کر سکا، لیکن آپ کی زیارت سے مجھے حج کا ثواب ضرور ملے گا، یہ سن کر حضرت محبوب الہی کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں، اور اظہار شرمندگی کیا،

دونوں بزرگ غائبانہ طور پر بھی ایک دوسرے کا بڑا احترام کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک خراسانی عالم نے حضرت محبوب الہی سے کہا کہ میں آپ کے پاس آتا ہوں تو ہر بار مجھ کو کچھ نہ کچھ کھلاتے ہیں، لیکن میں حضرت شیخ رکن الدین کے پاس کئی بار گیا، انھوں نے مجھ کو کوئی چیز نہیں کھلائی، حضرت محبوب الہی نے جواب دیا کہ میں اس حدیث پر عمل کرتا

عافئاً حیا ولم یذق منہ شیئاً فکانما انار صینا یعنی جو شخص زندہ کی زیارت
 اور اس کے یہاں کچھ نہ چکھے تو گویا اس نے موصے کی زیارت کی، خراسانی عالم نے چھوٹا
 لیا شیخ رکن الدین تک یہ حدیث نہیں پہنچی حضرت محبوب الہی نے فرمایا شیخ رکن الدین
 عمل مستوی کرتے ہیں اور وہ ذوق روحانی چکھاتے ہیں، خراسانی عالم نے کسی موقع پر حضرت
 شیخ رکن الدین سے یہ عرض کیا کہ شیخ نظام الدین کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدین ذوق روحانی
 دیتے ہیں اور میں ذوق جسمانی دیتا ہوں، شیخ رکن الدین نے فرمایا برا درم نظام تے تو
 کی ہے، ان میں دونوں وصف ہے، وہ ذوق روحانی بھی عطا کرتے ہیں، اور ذوق
 جسمانی بھی ہے

حضرت محبوب الہی سے حضرت شیخ رکن الدین کی محبت و عقیدت کا اظہار اس
 واقعہ سے بھی ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے محبوب خلیفہ حضرت شیخ وجیہ الدین عثمان سیاح
 سانی کو محبوب الہی کی قربت کی خاطر وہی مین قیام کرنے کا حکم دیا، شیخ عثمان جن کا
 فراڈ شریف وہی مین ہے جب سام سے سیر و سیاحت کرتے ہوئے دہلی پہنچے تو ایک دن
 کیلو گیری مین نہر کے پاس حضرت شیخ رکن الدین کو نماز پڑھتے دیکھا، چہرہ اقدس پر نظر
 پڑی تو دل انوار روحانی سے منور ہو گیا، اور وہیں باضابطہ ارادت حاصل کر لی، حضرت
 شیخ رکن الدین ان کو اپنے ساتھ ملتان لے گئے، اور دو سال تک اپنی صحبت میں رکھا،
 اسی مدت میں کلام پاک حفظ کیا، اور مرشد سے حضرت شیخ شہاب الدین کی تصنیف
 عوارف پڑھتے رہے، خود حضرت شیخ رکن الدین کا بیان ہے کہ جس دن سے شیخ عثمان
 لے الدر المنظوم فی ترجمہ ملفوظ الحمدوم، یعنی ملفوظات حضرت جانیان جان گشت اردو ترجمہ

مرد ہوئے، ترک دنیا اور تجرد کی اختیار کر لیا، ایک تہ بند کے علاوہ ان کے پاس کہ
 نہیں رہتی تھی، اسی بے سرو سامانی کی حالت میں حج کے لیے تشریف لے گئے، مدینہ
 میں ایک سال رہ کر دو مرتبہ حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا، طواف کے دوران میں
 چشم بنیہ سے دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام ان کے سر پر سایہ کیے ہوئے ہیں، یہ دیکھ کر بچپن
 ہو گئے، اور اسی وقت دوسرے مالک کی سیاحت کو روانہ ہو گئے، سات برس کے
 بعد لبنان لوٹے، تو مرشد نے گلے سے لگایا، اور سر کو بوسہ دیکر فرمایا، تم نے یہ بہت اچھا کیا
 کہ جس روز اپنے سر پر حضرت خضر علیہ السلام کا سایہ دیکھا، اسی وقت مسافت اختیار کر لی،
 درہ مخلوق کے فتنہ میں پڑ جاتے، یہ کہہ کر اپنا پیرا بن محبوب مرید کو پہنایا، اور اپنی دستار ان کے
 سر پر باندھی، اور پھر چند روز اپنے ساتھ ٹھہر کر دیلی روانہ کر دیا، نصرت کرتے وقت فرمایا،
 تم وہیں قیام کرنا جہاں حضرت شیخ نظام الدین معین ہیں، وہاں جا کر پہلے حضرت شیخ نظام الدین
 کو میرا سلام پہنچانا، اور وہ جہاں رہنے کا حکم دیں، وہیں سکونت اختیار کر لینا، چنانچہ حضرت
 شیخ عثمان نے دیلی پہنچ کر محبوب الہی کی خدمت میں مرشد کا سلام پہنچایا، انھوں نے کھڑ ہو کر
 علیک وعلیہ السلام فرمایا، حضرت شیخ عثمان کو محبوب الہی کی صحبت میں ان سے ایسی
 محبت و شفقت پیدا ہو گئی کہ ہر جگہ اس کا چہرہ چھل گیا، حضرت شیخ عثمان کو سماع کا ذوق
 پہلے سے تھا، محبوب الہی کی مجلسوں میں شرکت سے یہ ذوق اور بھی بڑھ گیا، ایک بار
 اپنی قیام گاہ پر ہم جلسوں کے ساتھ بیٹھ ہوئے تھے، کہ سلمیٰ امیر حسن قوال اپنے ساتھیوں
 سمیت گزرا، امیر حسن کو حضرت محبوب الہی بہت عزیز رکھتے تھے، اور اس کے گانے پر
 بہت فریفتہ تھے، امیر حسن بھی حضرت محبوب الہی اور شیخ عثمان کے گھر سے مراسم و تقا
 تھا، ان کو دیکھ کر ان کی خدمت میں حاضر ہو، حضرت شیخ عثمان کو محبوب الہی کے ہم مجلس

محبتِ قوال کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آئے، اور اس سے کچھ سنانے کی فرمائش کی اس زمانہ میں سلطان غیاث الدین تغلق کی طرف سے محفل سماع پر قدغن تھی، اس لیے امیر حسن کو اس فرمائش کی تعمیل میں تامل ہوا حضرت شیخ عثمان کو اڑبین زنجیر لگا کر گانے کیلئے مصر ہوئے، امیر حسن نے سلطان وقت کے خوف سے دھیمی آواز میں یہ بیت گائی شروع کی:

زاہد زوین برآمد و صوفی ز اعتقاد ترسا محمدی شد و عاشق تہاں کہ بہت

امیر حسن نے جب تکرار کے ساتھ اس کو گایا تو حضرت شیخ عثمان بے خود اور بے قابو ہو گئے، اور امیر حسن سے زور سے گانے کو فرمایا، وہ بھی شیخ کے جذب دے خودی کو دیکھ کر بے اختیار ہو گیا، اور دل کھول کر گانے لگا، حضرت شیخ عثمان نے اس بنجود میں دروازہ کھول دینے کا حکم دیا، بائیس قوال اور آگئے، اور یہ محفل سماع جذب و کیف کی ایسی مجلس بن گئی کہ شہر کے تمام صوفیہ اگر جمع ہو گئے او کوئی ہزار تاشائیون پر وجود طاری ہو گیا، اور حضرت شیخ عثمان مذکورہ بالا شعر پڑھتے ہوئے بے خودی کی حالت میں جماعت خانہ سے نکل آئے، اور تغلق آباد کی طرف چل کھڑے ہوئے، قوال بھی ساتھ ساتھ گاتے جاتے تھے پیچھے لوگوں کا مجمع تھا، اور سب کے سب شیخ کے جذب بنجود کے اثر سے سرشار تھے، اسی حال میں شیخ تغلق آباد شاہی محل کے پاس پہنچے، سلطان غیاث تغلق نے سمجھا کہ کوئی فتنہ اٹھ رہا ہے، ملک شادوی خان کو تحقیقات کے لیے بھیجا، اس نے واپس آکر اطلاع دی کہ حضرت شیخ عثمان صوفیوں اور قوالوں کی ایک کھلی ہوئی محفل سماع منعقد کیے ہوئے ہیں، سلطان پر برہمی کے آثار ظاہر ہوئے، مگر پھر اس نے اس فہرست کو نہ مٹا کر دیکھا جس میں ان درویشوں اور فقراء کے نام درج تھے، جنہوں نے اس کے

حریت اور شاہی تخت کے دعویدار خسرو خان سے رشوتیں قبول کی تھیں، مگر

حضرت شیخ عثمان کا نام نہ تھا، اس لیے سلطان کی برہی نرمی میں بدل گئی، اور وہ حضرت عثمان کو مست است دیکھ کر خود بہت متاثر ہوا، اور حکم دیا کہ ان کو اور ان کے ساتھیوں کو لا کر محل کے اندر ٹھہرایا جائے، اور شاہی باورچی خانہ سے ان کی ضیافت کا سامان کیا جائے، چنانچہ پوری جماعت تین روز تک شاہی باورچی خانہ کے الوان نعمت سے متمتع ہوتی رہی، اور جب حضرت شیخ عثمان حضرت ہونے لگے، تو سلطان نے نذر پیش کی مگر انھوں نے اس کو قبول نہیں کیا، اور غیاث پور کی طرف چل کھڑے ہوئے، یہ واقعہ اس محضر سے پہلے کا ہے، جس کا ذکر حضرت شیخ نظام الدین اولیا، کے حال میں آچکا ہے،

خدمت خلق اللہ | اور پر ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت شیخ رکن الدین کے تعلقات سلاطین و سہمی تھے، مگر یہ تعلقات محض خدمت خلق اللہ کی خاطر تھے، علاء الدین خلجی کے بعد جب اس کا لڑکا قطب الدین خلجی تخت نشین ہوا، تو اس کو محبوب الہی سے ذاتی محبت پیدا ہو گئی، جس کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے، اس مخالفت و عناد کی وجہ سے سلطان نے دوسرے مشائخ سے مراحم پیدا کیے، اس سلسلہ میں اس نے حضرت شیخ رکن الدین سے بھی اپنی گرویدگی اور شفیگی کا اظہار کیا، اور ان کو ملتان سے دہلی آنے کی دعوت دی، جب وہ دہلی تشریف لائے، اور سلطان سے ملنے گئے، تو اس نے پوچھا کہ دہلی میں سب سے پہلے کس شخص نے آپ کا استقبال کیا تھا، گو ان کو حضرت محبوب الہی سے سلطان کے عناد کا حال معلوم تھا، تاہم انھوں نے جواب دیا کہ اس نے جو اس شہر

کاسب اچھا آدمی ہے، یعنی حضرت نظام الدین اولیا، نے ۱۷

حضرت شیخ رکن الدین کا معمول تھا کہ جب وہ سلطان قطب الدین کے پاس تشریف لے جاتے، تو راستہ میں اپنی سواری تخت روان کو بٹھراتے چلتے، تاکہ اہل ضرورت اپنی درخواستیں سلطان کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے ان کی سواری میں ڈالیں، بعض ضرورت مندوں کی معروضات زبانی بھی سنتے تھے، شاہی محل کے پاس پہنچ کر دو دروازوں تک تخت روان پر سوار رہتے، تیسرے دروازے کے قریب جہان سلطان ان کی تعظیم و استقبال کے لیے کھڑا نظر آتا، وہ انز جاتے، سلطان بڑے ادب و تکریم سے دربار میں لے جا کر بیٹھاتا، اور خود مودب و وزانو ہو کر ان کے سامنے بیٹھتا، اس کے بعد حضرت شیخ رکن الدین شہر کے لوگوں کی درخواستیں سلطان کے سامنے پیش کرتے، وہ ہر ایک درخواست کو بخور پڑھتا، اور اس کی پشت پر اسی وقت حکم صادر کر دیتا، حضرت شیخ رکن الدین واپسی کے وقت تمام درخواستوں کو بٹھالیتے آتے، ۱۸

سلطان غیاث الدین تغلق سے بھی حضرت رکن الدین کے مراسم خوشگوار رہے،

۱۹ء میں جب وہ بنگالہ کی نعم سے دہلی واپس آ رہا تھا، تو حضرت شیخ رکن الدین دہلی سے افغان پور تک اس کے استقبال کو گئے تھے، شہب کو سلطان کے ساتھ حاضر و متبادل فرما رہے تھے کہ نور باطن سے کشف ہوا کہ جس عمارت میں وہ بیٹھ کھانا کھا رہے ہیں وہ اچانک گر جائے گی، اس لیے کھانا چھوڑ کر باہر چلے آئے، اور سلطان کو بھی باہر نکلنے کے لیے فرمایا، مگر اس نے نکلنے میں دیر کی، اتنے میں عمارت گر پڑی اور سلطان

اس کے نیچے دب کر ختم ہو گیا،

حضرت محبوب الہی | غیاث الدین تغلق کے بعد سلطان محمد تغلق سربراہ سلطنت ہوا،
آخری ملاقات | اس سے بھی حضرت رکن الدین کے تعلقات قائم رہے، اور اس

کے یہاں اگر حمان ہوئے، یہ زمانہ حضرت محبوب الہی کے مرض الموت کا تھا، حضرت شیخ رکن الدین ان کی عیادت کے لیے آئے، تو وہ عالمِ تحیرین تھے، مریدین پریشان ہوئے کہ اس عالمِ تحیرین دو دنوں کی ملاقات کیسے ہوگی، لیکن حضرت محبوب الہی کا تحیر جاتا رہا، حضرت شیخ رکن الدین کو دیکھ کر تعظیم کے لیے چارپائی سے نیچے اترنا چاہتے تھے، مگر غایتِ ضعف کی وجہ سے نیچے نہ اتر سکے، اس لیے حضرت شیخ رکن الدین کو چارپا ہی پر بیٹھنے کو کہا، لیکن شیخ رکن الدین نے تعظیماً چارپائی پر بیٹھنا پسند نہیں فرمایا، ایک کرسی لائی گئی، تو وہ اسی پر بیٹھے، حضرت شیخ رکن الدین نے سلسلہ کلام شروع کرتے ہوئے فرمایا کہ انبیاء کو موت اور زندگی کا اختیار دیا جاتا ہوا اولیاء انبیاء کے جانشین

ہوتے ہیں، اس لیے ان کو بھی موت اور زندگی کا اختیار ملتا ہے آپ کی حیات کچھ دنوں اور ہوتی کہ ناقصون کو آپ کمال تک پہنچا سکتے، محبوب الہی نے یہ سنا تو ان کی آنکھیں اٹکیاں ہو گئیں، اور فرمایا، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرما رہے ہیں کہ نظامِ اتم سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے، حضرت شیخ رکن الدین نے یہ سنا تو ان پر گریہ طاری ہو گیا، اور ان کے ساتھ اور حاضرین بھی رونے لگے۔

اس ملاقات کے بعد حضرت محبوب الہی نے رحلت فرمائی، ان کے جنازہ کی نماز حضرت شیخ رکن الدین نے پڑھائی، اور اس سعادت پر وہ ہمیشہ فخر کرتے تھے،

دصال | حضرت محبوب الہی کی وفات کے دس سال بعد حضرت شیخ رکن الدین اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے، وفات سے تین مہینے پہلے لوگوں سے ملنا جلنا اور بولنا چالنا بالکل ترک کر دیا تھا، صرف نماز جماعت کے لیے حجرہ سے باہر آتے تھے، اور پھر لوٹ جاتے تھے، شہر کے رجب کی سولہویں تاریخ جمعرات کے دن نماز مغرب کے بعد اوایل پڑھ رہے تھے کہ اسی حالت میں سجدہ میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی، مرقہ مبارک ملتان میں نیکو عبد اور والد ماجد کے مزار کے پاس ہی ہے،

نور باطن | حضرت شیخ رکن الدین کا ایک بڑا وصف یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ ان کو نور باطن سے اپنے لئے والوں اور مریدوں کے دلوں کی باتوں کا کشف ہو جاتا تھا، اسی لیے ابو الفتح کے لقب سے ملقب تھے، ان کے ایک مرید نے اس سلسلہ میں اپنی تصنیف مجمع الاخبار میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بار سلطان خیاث الدین تغلق نے مولانا ظہیر الدین بیک سے پوچھا کہ شیخ رکن الدین کی کوئی کرامت آپ نے دیکھی ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن جب لوگ ان کی قدم بوسی کے لیے جمع تھے، میں نے دل میں خیال کیا کہ شاید شیخ کے پاس تحیر کا کوئی عمل ہے، میں بھی عالم ہوں لیکن میری طرف کوئی توجہ نہیں کرتا، میں نے سوچا کہ دوسرے دن صبح کو شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھوں گا کہ وضو میں کھلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں کیا حکمت ہے، رات کو جب سویا، تو خواب میں دیکھا کہ شیخ مجھ کو حلو کھلا رہے ہیں جس کی شیرینی دن تک زبان پر قائم رہی، میں نے خیال کیا کہ اگر یہی کرامت ہے تو شیطان بھی عوام کو اسی طرح گمراہ کرتا ہے، صبح کو جب

۱۔ سیر العارفین جلد ۲ ص ۱۱، فرشتہ جلد ۲ ص ۲۱۲، مرآۃ الاسرار قلمی نسخہ دارالمنصفین ۱۵ تصنیف

کا ذکر اخبار الاحیاء ص ۶۲ پر ہے،

میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو مجھ کو دیکھتے ہی فرمایا، میں تمہارا ہی منتظر تھا، پھر گفتگو شروع کی، اور فرمایا، جنابت دو قسم کی ہوتی ہے، جنابت جسم اور جنابت دل، جنابت جسم کا سبب تو بالکل ظاہر ہے، مگر دل کی جنابت نامہوار آدمیوں کی صحبت سے پیدا ہوتی ہے، جسم تو پانی سے پاک ہو جاتا ہے، مگر دل کی جنابت آنکھوں کے پانی سے دور ہوتی ہے، اس کے بعد فرمایا کہ پانی میں تین صفتیں ہیں، رنگ، مزہ اور بو، اسی لیے شریعت نے وضو میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو مقدم رکھا ہے، کلی سے مزہ معلوم ہوتا ہے، اور ناک میں پانی ڈالنے سے اس کی بو معلوم ہوتی ہے، پھر فرمایا کہ جس طرح نبی کی صورت میں شیطان ظاہر نہیں ہو سکتا، اسی طرح شیخ حقیقی کی صورت میں بھی شیطان نمودار نہیں ہو سکتا، کیونکہ شیخ حقیقی کو نبی کی کامل متابعت حاصل ہوتی ہے، مولانا طہیر الدین کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت شیخ رکن الدین کی زبان مبارک سے یہ باتیں نکل رہی تھیں، اس وقت میرے تمام جسم سے پسینہ جاری تھا،

تواضع | ایک بار ایک عرب درویش خانقاہ میں فروکش ہوا، حضرت شیخ رکن الدین نے حنا دم خاص سے اس کے پاس کھانا بھجوایا، خادم نے درویش سے پوچھا تم حضرت شیخ کو دیکھو گے، درویش نے کہا کہ میری کیا مجال ہے کہ میں شیخ کو دیکھوں، خادم نے لوٹ کر یہ واقعہ حضرت شیخ رکن الدین سے بیان کیا تو انھوں نے فرمایا، میں خود اس کے پاس جاؤں گا، جب معلوم ہوا کہ درویش اوراد سے فارغ ہو چکا ہے تو اس کے پاس تشریف لے گئے، اور اس کو اس کے مقصود تک پہنچا کر سرفراز فرمایا۔

تفہیم اولاد استاد | ایک بار ایک شخص حضرت رکن الدین کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا کہ

میں آپ کے استاد کے لڑکوں میں سے ایک لڑکا ہوں، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے باپ سے سورہ اخلاص پڑھی تھی، فرمایا تم میرے خداوند زادہ ہو، مجھ کو اسی طرح حکم دو جس طرح ایک آقا اپنے غلام کو دیتا ہے، اس نے کہا مجھ کو دنیا کا مال و متاع چاہیے، حضرت شیخ رکن الدین نے اس کو اسی وقت دس ہزار ٹینکے مرحمت فرمائے۔

غذا | غذا بہت ہی قلیل تھی، ایک پیالہ دودھ میں کچھ میوے ڈال دیے جاتے، اسی سے چنے قیمتی تناول فرمالیتے، گھروالوں نے ایک طبیب سے غذا کی شکایت کی، طبیب نے غذا منگو کر دیکھی، اور اس میں سے چند ٹکے خود کھائے، کھانے کے بعد اس نے گرائی محسوس کی اور کہا کہ اب سات دن کھانے کی حاجت نہ ہوگی، کیونکہ بزرگوں کے کھانے میں کمیت سے زیادہ کیفیت ہوتی ہے۔

خیال دنیا و آخرت | وضو فرماتے تو اس کے بعد کی دعا پڑھتے، ایک روز وضو سے فارغ ہوئے تو دعا نہیں پڑھی، بلکہ صرف الحمد للہ کہا، خادم خاص نے ان کے نام سے جا کر عرض کیا کہ آج حضرت نے صرف الحمد للہ کہا، اور کوئی دعا نہیں پڑھی، وہ حضرت شیخ رکن الدین کے پاس آئے، اور واقعہ دریافت کیا حضرت شیخ رکن الدین نے فرمایا آج وضو میں دنیا اور آخرت کا خیال دل میں نہیں گذرا تو میں سمجھا کہ آج میرا وصال ہے، اسی لئے الحمد للہ کہا، دمایا | حضرت شیخ رکن الدین کی کسی تصنیف کا کہیں کوئی ذکر نہیں، مگر مجمع الاخبار میں ان کے دمایا و ملفوظات درج ہیں جن کے کچھ اقتباسات اخبار الاخبار میں نقل کئے گئے ہیں، مؤخر الذکر کتاب کی مدد سے حضرت شیخ رکن الدین کی صوفیانہ تعلیمات ہدیہ ناظرین

لے سراپا ایہ ملفوظات حضرت جلال الدین بخاری، قلمی نسخہ کتب خانہ ریاست رام پور سے المراد المنعم

کی جاتی ہیں، اپنے ایک مرید کو لکھتے ہیں کہ

آدمی دو چیزوں سے عبارت ہے، صورت اور صفت، ان میں سے قابل اعتناء آدمی کی صفت ہے، خدا سے غرضل صورتوں کو نہیں بلکہ قلوب کو دیکھتا ہے، اگر کسی کا قلب اوصاف ذمیمہ سے پُر ہے تو اس کا شمار بہائم میں ہے، اوصاف ذمیمہ کو دور کرنے کے لیے تزکیہ نفس کی ضرورت ہے، اور تزکیہ نفس اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک بندہ خدا سے غرضل سے التجا و استغانت نہ کرے، یعنی اس کی بارگاہ میں گزر گڑا اے، اور اس سے مدد طلب کرے، التجا و استغانت سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے فضل اور رحمت حاصل ہوتی ہے، فضل و رحمت کے ظہور کی علامت یہ ہے کہ بندہ کی چشم بنیامین اس کے عیوب ظاہر ہو جاتے ہیں، اور عظمت الہی کے انوار کے پر تو سے ساری کائنات اس کی نظر میں ریح ہو جاتی ہے، دنیا کے بھید و نین پھنسنے رہنے والوں کی وقعت اس کے دل سے بالکل جاتی رہتی ہے، اور جب اس کے قلب پر یہ کیفیت مستولی ہو جاتی ہے تو اس کے اوصاف فرشتوں کے اوصاف میں تبدیل ہو جاتے ہیں، اور اس میں ظلم کے بجائے عفو، غصہ کے بجائے حلم، کبر کے بجائے تواضع، بخل کے بجائے سخاوت، اور حرص کے بجائے ایساوی خویاں پیدا ہو جاتی ہیں، مگر یہ خوبیاں عفتی کے طلب کرنے والوں کے لیے ہیں، طالبان حق کے اوصاف اور بھی بلند تر ہیں، وہ ان تک پہنچنے کے لیے ہر شخص کی عقل کام نہیں دیتی،

عدلیت مرد اگر نیکم بحر تو دوست شرطیت مرد اگر غلام بحر تو بیچ

ایک دوسرے موقع پر اپنے ایک مرید کو تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آج تک کسی کے ساتھ نہ نیکی کی اور نہ بدی حاضرین نے استعجاب سے پوچھا کہ امیر المؤمنین! بدی تو خیر آپسے نہیں ہو سکتی، مگر نیکی کے متعلق آپ کیا

فرما رہے ہیں، ارشاد فرمایا کہ حق جل علاہ کا قول ہے کہ جس نے اچھے کام کیے، اپنے نفس کو سکے
 کیے، اور برے کام کیے وہ بھی اپنے نفس کے لیے کیے، پس جو کچھ نیکی یا بدی مجھ سے صادر ہوئی
 وہ درحقیقت میرے لیے تھی، نہ کہ دوسروں کے لیے، اس کے بعد حضرت شیخ رکن الدین
 لکھتے ہیں کہ

ایک عاقل کو دنیا و آخرت کے لیے اتنی نصیحت کافی ہے، بزرگوں نے کہا

سلاح این کس ملاح اولین است

یعنی ایک شخص کا ہتھیار اس کی نیکی ہے،

چرمی دانی ہر انچہ کاری دروے آخر بہمہ حال نکو کاری بہ

فرماتے تھے کہ اعضاء و جوارح کو شرعی منہدعات سے قولا و عملاً باز رکھنا چاہیے، یعنی

مجلس سے بھی پرہیز لازم ہے۔ اس سے مراد ایسی مجلس ہے جو حق تعالیٰ سے برگشتہ کر کے دنیا
 کی طرف مائل کرتی ہے، بظاہر اس سے بھی احتراز ضروری ہے، بظاہر وہ لوگ ہیں جو

طالب حق نہیں ہے

لے اخبار الانجاریں ۶۱-۶۲

حضرت شیخ برہان الدین بن عربیؒ

نام و نسب | اسم گرامی برہان الدین تھا، اور عام طور پر شیخ برہان الدین غریب کہلاتے تھے، سلسلہ نسب یہ ہے:

برہان الدین غریب بن شیخ محمد محمود بن ناصر بانسوی بن سلطان مظفر بن سلطان ابراہیم ابن شیخ ابوبکر بن شیخ عبداللہ بن شیخ عبدالرشید بن شیخ عبدالصمد بن شیخ عبدالسلام بن امام اعظم حضرت ابوحنیفہ کوفیؒ،

وطن | خاندان شہر ہامی میں آباد تھا، اسی جگہ ۶۵۴ھ میں شیخ برہان الدین کی ولادت باسعادت ہوئی،

خاندان | حضرت برہان الدین غریب کا خاندان مذہبی اور روحانی حیثیت سے ممتاز تھا، والد بزرگوار مقبول خاص و عام تھے، وہ جس مجلس میں ہوتے لوگوں کی خواہش ہوتی کہ وہ تمام دن باتیں کرتے رہیں، حضرت برہان الدین نے اپنے والد ماجد کی اس مقبولیت کی وجہ پر بتائی ہے کہ وہ ہر قبرستان پر وزان سو بار فاتحہ پڑھا کرتے تھے، حضرت شیخ کے حقیقی

اے مولانا علام علی آزاد بنگلہ راہی نے روضۃ الاولیاء میں حضرت شیخ برہان الدین غریب کے حالات لکھے ہیں، اسکا اردو ترجمہ جناب عبدالحمید صاحب غلڈ آبادی نے کیا اور دو ترجمہ میں جابجا مفید حواشی ہیں جو حضرت شیخ برہان الدین کے ملفوظات سے ترتیب کیے گئے ہیں، ہم نے ان حواشی سے بھی استفادہ کیا ہے، روضۃ الاولیاء کا جابجا جو اردو دیا جائے گا اس سے مراد یہی اردو ترجمہ ہے،

بھائی حضرت شیخ منتخب الدین بھی حضرت محبوب الہی یعنی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کے ممتاز تلامذہ میں تھے، اہل دکن ان کے فیوض و برکات سے متمتع ہوئے، ان کا مزار اقدار خلد آباد میں ہے، جہاں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے ان کا عرس ہوتا ہے، حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر کے جلیل القدر خلیفہ حضرت خواجہ جمال الدین ہانسوی جن سے حوالہ سلسلہ جاری ہوا، حضرت شیخ کے مامون تھے، اور حضرت محبوب الہی کے عظیم المرتبت خلیفہ مولانا قطب الدین منور مامون زاد بھائی تھے،

تعلیم | والد بزرگوار کی نگرانی میں اپنے چچا سے قدوری پڑھی، مولانا غلام علی آزاد ملکبرائی کے روضۃ الاولیاء میں ہے کہ حضرت شیخ نے فقہ نافع کو حفظ کر لیا تھا، فقہ، معانی، تفسیر حدیث کی بھی تعلیم پائی، ہم عصرون میں ایک جید عالم کا مرتبہ رکھتے تھے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، جب مخاطب فرماتے تو مولانا برہان الدین کہتے،

عبادت | ایام طفلی ہی میں عبادت کا ذوق و شوق پیدا ہوا، جب عمر شریف چھ سات سال کی تھی تو تنہائی میں جا کر کلمہ طیبہ کے ذکر پر موطبت کرتے، تیرہ سال کی عمر میں ازدواجی علاقے سے آزاد رہنے کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ تمام زندگی تجرد میں گزار دی، کچھ دنوں کیمیا بنانے کا شوق رہا، لیکن حضرت محبوب الہی کی صحبت کیمیا اثر میں یہ شوق زائل ہو گیا،

قیام دہلی | اس زمانہ میں حضرت محبوب الہی کے فیوض و برکات کے سرچشمہ سے تمام ہندوستان سیراب ہو رہا تھا، اس لیے حضرت شیخ برہان الدین نے بھی دہلی میں کیشش پائی، اور ہالسی سے دہلی کھنچ کر چلے آئے، دہلی آکر ایک مسجد میں قیام فرمایا، وہاں کے لوگوں نے حضرت شیخ میں بڑی جاذبیت پائی، اور مسجد میں ہجوم

رہنے لگا، لیکن لوگوں کے اس میلان کے باوجود حضرت شیخ اس مسجد میں اس طرح رہتے جیسے کوئی اجنبی اور غریب الوطن رہتا ہے،

ارادت | ایک رات خواب میں دیکھا کہ وہ ایک خندق میں گر پڑے ہیں، اور اس سے باہر نکلنا چاہتے ہیں، لیکن نکل نہیں سکتے، بیکار ایک حضرت محبوب الہی نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیکر باہر نکالا، اس خواب کے بعد حضرت محبوب الہی کی خانقاہ میں تشریف لے گئے، حضرت محبوب الہی کے خادم خاص اقبال نے خدمت میں جا کر عرض کیا کہ برہان الدین غریب آئے ہیں، محبوب الہی نے فرمایا اب تو ان سے تمام لوگ آشنا ہو گئے ہیں، ابھی تک وہ غریب (اجنبی) ہیں! اسی کے بعد سے وہ غریب کے لقب سے مشہور ہوئے، ارادت کے بعد حضرت محبوب الہی کی خدمت میں بڑا تقرب حاصل کیا، اور بادوچی خانہ کے نگران مقرر ہوئے،

مقبولیت | ہنٹوڑے ہی عرصہ میں حضرت شیخ کو اپنے ہم چشموں میں بھی بڑی مقبولیت حاصل ہو گئی، حضرت محبوب الہی کے مریدوں میں امیر خسرو، امیر حسن سجری، مولانا ابراہیم طشت دار، سید خاموش، خواجہ میسر، سید حسین، اقبال خادم برابراں کی صحبت میں رہتے، اور ان کی شیریں کلامی اور نڈرہ سنجی سے بہت لطف و حظ اٹھاتے، لطافت اشرفی میں ہے؛

”در وادی غلت از ہم سبقت کردند، در ظرافت و لطافت طبع آیتی بود کہ در شان

ادنزول یافتہ، چنانکہ میر حسن امیر خسرو و خوش طبعان دیگر بوسیله لطافت طبع او

فرقیۃ بودند (ص، ۳۵)

حضرت شیخ نصیر الدین محمود جب اودھ سے دہلی تشریف لائے تو حضرت شیخ
ہی کے ساتھ قیام فرماتے، اور کبھی کبھی درس بھی لیتے،
غائب مرشد ایک موقع پر مرشد کو کچھ باتیں ناگوار گزریں، جس سے شیخ کو اتلاوا زمانہ
کی کٹھن گھڑیان گذارنی پڑیں، علی زہنبلی اور ملک نصرت نے جو سلطان علاء الدین خلجی کے
رشتہ دار تھے، حضرت محبوب الہی کی خدمت میں حاضر ہو کر اثنائے گفتگو میں یہ بیان کیا کہ
مولانا برہان الدین مشائخ کی طرح سجادے پر بیٹھتے ہیں وہ جمہانی حیثیت سے خف
و منحنی تھے، کبر سنی کی وجہ سے دونوں زانوؤں میں در در ہا کرتا تھا، اس لیے کبل کو دوڑ
کر کے اس پر بیٹھتے تھے، اسی کی طرف علی زہنبلی اور ملک نصرت نے اشارہ کیا، لیکن نشست
کا یہ طریقہ حضرت محبوب الہی کو ناگوار گذرا، اس لیے جب حضرت شیخ خدمت میں حاضر ہوئے
تو ان سے مخاطب ہونا پس نہیں فرمایا، اور جب جماعت خانہ میں تشریف لائے تو اسپنے
خادم اقبال سے ان کو یہ کہلا بھیجا کہ وہ جماعت خانہ میں نہ بیٹھیں، حضرت شیخ یہ سن کر ریشا
اور سر اسیم ہوئے، گھر جا کر سوگ میں بیٹھ گئے، اور برابر روتے رہتے، لوگ ان کو دیکھنے کیلئے
آتے، اور ان کو روتا دیکھ کر خود بھی رونے لگتے، چند روز کے بعد حضرت امیر خسرو اپنی
دستار گردن میں لٹکا کر حضرت محبوب الہی کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت محبوب الہی
نے ان کو اس طرح دیکھ کر پوچھا ”ترک کیا ہے“، عرض کیا، ”مولانا برہان الدین کی معافی
چاہتا ہوں“، تبسم ہو کر پوچھا ”وہ کہاں ہیں“، مولانا برہان الدین بھی اپنی دستار گردن میں
ڈال کر حاضر ہوئے، اور صغیر نعال میں کھڑے ہو گئے، حضرت محبوب الہی نے تقصیر
کی اور تجدید بیعت سے مشرف کیا،

خلافت | رفتہ رفتہ حضرت شیخ درجہ کمال کو پہنچے تو مرشد کی طرف سے خلافت ملی، خلافت کے بعد مرشد نے کئی بار اپنے بلند مرتبہ مرید کے کمالات کا اظہار کیا،

ایک موقع پر حضرت محبوب الہی کی مجلس میں حضرت بایزید بسطامی کی بزرگی کا ذکر آیا، محبوب الہی نے فرمایا ہم بھی ایک بایزید رکھتے ہیں، کبھی پوچھا وہ کہاں ہیں، فرمایا جماعت خانہ میں، اقبال خادم نے جماعت خانہ میں جا کر دیکھا تو وہاں اس وقت حضرت شیخ بہران الدین بیٹھے تھے،

ایک اور موقع پر حضرت محبوب الہی نے حضرت شیخ کو اپنا فرزند شایستہ بتایا اور فرمایا جو شخص مولانا بہران الدین کے ساتھ رہے گا وہ بھی صاحب حشمت ہوگا، ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا مولانا بہران الدین اخلاق، نعمتون اور علوم لدنی کے مجموعہ ہیں،
احترام مرشد | حضرت شیخ کو بھی اپنے مرشد سے بڑی محبت و عقیدت رہی، مرشد کی وفات کے بعد کبھی اپنی پشت نغیث پور کی طرف نہیں کی، جہاں ان کا مرقد مبارک ہے، سیر الاولیا میں ہے کہ

”در اعتقاد و محبت پیراہ نمونے بہتر از دے نمود“۔ (ص ۲۴۹)

دکن کو روانگی | حضرت شیخ کے بھائی حضرت منتخب الدین کی وفات کے بعد حضرت محبوب الہی نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور مسلمانوں کے رشد و ہدایت کی غرض سے حضرت شیخ کو دکن جانے کا حکم دیا، حضرت شیخ کو مرشد کی مفارقت پسند نہ تھی، اس لیے یہ حکم منکر عرض کیا کہ اعلیٰ

لے جس طرح سے خلافت ملی، اس کی روایتیں سیر الاولیا، تاریخ فرشتہ اور دوسرے تذکرہ میں مختلف ہیں، جن کی تفصیل لکھنا تحصیل مامل ہے، لے روضۃ الاولیا، ص ۱۱، و حاشی،
لے سیر الاولیا، ص ۲۴۸،

سے جدا ہو جاؤں گا، حضرت محبوب الہی نے فرمایا، نعلین بھی ہمراہ لے جاؤ، پھر عرض کیا، مجلس سے دور ہو جاؤں گا، مرشد نے فرمایا، اس وقت مجلس میں جتنے لوگ بیٹھے ہیں، ان کو بھی ساتھ لے جاؤ، کہا جاتا ہے کہ مجلس میں سات سو مردین بیٹھے تھے، جن میں حضرت امیر حسن بنجرہ، شیخ کمال جندی، شیخ جام، اور شیخ فرالدین وغیرہ بھی تھے، حضرت شیخ کو مرشد کا حکم بجالانا پڑا، اور سات سو ہمراہیوں کے ساتھ دولت آباد روانہ ہو گئے، یہ گویا دکن میں روحانی سپاہیوں کی فوج کشتی تھی، رخصت کرتے وقت مرشد نے کچھ نصیحتیں کیں جن میں دو یہ تھیں کہ جمعہ کی نماز ترک نہ کرنا، اور اپنی والدہ کی خوشی ہر کام پر مقدم رکھنے کو رحمت حق تصور کرنا۔

دولت آباد پہنچکر بیان تقریباً اٹھائیس انتیس سال قیام فرمایا، اور یہیں واصل ہوتے ہوئے، اس مدت میں اپنے عادات و اطوار، معاملات و عبادات اور کشف و کرامات کی بناء پر عوام و خواص، امراء و سلاطین کے قلوب پر فرمانروائی کرتے رہے۔

اشاعت اسلام | حضرت شیخ اور ان کے ہمراہیوں کی مساعی جمیلہ سے بہت غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے، حضرت شیخ کے ذکر میں سفینۃ الاولیاء میں ہے،

”ازمیریدان سلطان المشائخ اندو حضرت شیخ ایشان بظہر برہان پور

و دولت آباد بہت رواج اسلام و ارشاد ساکنان الحمد و وفرتاوند، و شیخ حسن

دہلی را با بعضی ازمیریدان خود با ایشان ہمراہ کردند، و از بہت قدم ایشان اکثرے

ازان جماعہ بشرط اسلام مشرف گشتہ و مرید و معتقد گشتند“ (ص ۱۷۲)

رشد و ہدایت | عام مسلمانوں نے بھی ہر طرح کا استفادہ کیا، اور جوق و جوق حلقہ ارادت

میں داخل ہوئے، صرف حضرت رکن الدین کاشانی کی وساطت سے ایک ہزار آدمیوں نے بیعت کی، ان مریدوں کو جو مذہبی اور روحانی تعلیمات دین ان کی تفصیل تو آگے آئیگی،

جب ہم حضرت شیخ کے مریدوں کی ایسی تصانیف کا ذکر کریں گے جو خاص ان کی فرمائش سے لکھی گئیں، یہاں پر اجمالی طور سے ہم ان تعلیمات کو پیش کرتے ہیں جن سے حضرت شیخ نے اپنے مریدوں کی اخلاقی اور معاشرتی حالت سنوارنے کی کوشش کی،

طلب حق | ایک مسافر حضرت شیخ کی خدمت میں آیا، اور عرض کیا کہ میں آپ کے پاس دو چیزوں کے واسطے آیا ہوں، ایک تو دین حاصل کرنے کے لیے کیونکہ آپ پیولے دین، سرور ولایت اور صاحب کشف و کرامت ہیں، دوسرے دنیا حاصل کرنے کے لیے، کیونکہ ساطہن اور امراء آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں، حضرت شیخ نے فرمایا، ایک خدام کو دو وزن چیرین پہنچا دیجیے، خدا کو حاصل کر لو، ساری چیزیں خود بخود حاصل ہو جائیں گی،

کمال انسان | مولانا وجیہ الدین یوسف نے حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں جس قدر نفس کے عیوب کو دور کرتا ہوں اسی قدر زیادہ عیوب نظر آتے ہیں، حضرت شیخ نے فرمایا، یہ ایک انسان کا کمال ہے، کیونکہ انسان جب کمال کو پہنچتا ہے تو اس کی نظر اپنے عیوب پر زیادہ پڑتی ہے۔

دنیا کی حقیقت | ایک موقع پر مریدوں کو مخاطب کر کے فرمایا، دنیا سایہ کے مانند ہے، جب آدمی سایہ کی طرف منہ کرتا ہے تو وہ آگے آگے چلتا ہے، اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو پیچھے پیچھے آتا ہے، ایک اور موقع پر فرمایا کہ ٹھکڑو مشرق سے غیب تک تمام عالم ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ستھلی پر مرغی کا انڈا ہو،

فضیلت محبت | دل کی ماہیت یہ بتائی کہ یہ ایک طے فکے بانڈیو، جب تک ظرف خالی ہے، ہوا سے پر ہوتا ہے، اور جب اس میں کوئی چیز رکھ دی جاتی ہے تو ہوا سے خالی ہو جاتا ہے، اسی طرح دل دنیا کی خواہش سے پر ہوتا ہے، لیکن جب اس میں محبت بھر جاتی ہے

تو خواہشِ فغانی دور ہو جاتی ہے، اور پھر اللہ کی محبت بھر جاتی ہے،

راحتِ رسانی | متقدون کو ملقین کی کہ لوگوں کی راحتِ رسانی میں کو نشان رہیں، اس

سلسلہ میں فرمایا، ایک درخت خود تو دھوپ میں کھڑا رہتا ہے، لیکن دوسروں کو سایہ دیتا ہے، بکڑی خود تو چلتی ہے، لیکن اوروں کو آرام پہنچاتی ہے، اسی طرح انسان خود تکلیف اٹھائے اور اپنی تکلیف کا خیال نہ کرے، لیکن دوسروں کو فائدہ اور آرام پہنچائے،

عیبِ جوئی | لوگوں کی عیبِ جوئی کے سلسلہ میں مریدوں کو بتایا کہ اگر بھٹا را کوئی عیب ظاہر کرے تو یہ دیکھو کہ تم میں وہ عیب ہے یا نہیں، اگر ہے تو اس سے باز آؤ، اور عیب ظاہر کرنے والے سے کہو تم نے مجھ پر کرم کیا، کہ میرا عیب مجھ کو بتا دیا، اور اگر تم میں یہ عیب نہیں ہے تو دعا کرو کہ الہی اس عیب ظاہر کرنے والے کو عیبِ جوئی سے بچائے، اور مجھ کو بھی بدکلامی سے محفوظ رکھے،

نخل و سخاوت | فرمایا ایک سخی ہوتا ہے اور ایک بخل، سخی وہ ہے جو مہمان کو دوست رکھتا ہے، اور بخل وہ ہے جو دولت کو مہمان رکھتا ہے،

مہمانِ نوازی | مہمانِ نوازی کے متعلق یہ تعلیم دی کہ جب کوئی مسافر مقیم کے پاس پہنچے تو مقیم کو مسافر کے سامنے دو قسم کا گرم پانی پیش کرنا چاہیے، ایک گرم پانی ہاتھ اور منہ دھونے کیلئے اور دوسرا گرم شوربا،

عدل و احسان | عدل و احسان کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ عدل بھی کرنا چاہیے اور احسان بھی، عدل تو یہ ہے کہ کھانے کے وقت ہم پیالہ کے ساتھ نغمہ کا انصاف کرے، یعنی برابر برابر کھائے، اور احسان یہ ہے کہ ہم پیالہ کے ساتھ اپنا نغمہ چھوڑا اٹھائے، اور جو چیز لذیذ اور اچھی ہو اس سے اپنا کرے،

طہارت باطن | ایک موقع پر مریدوں کو بتایا کہ جس گھر میں کتابیا تصویر ہوتی ہے وہاں فرشتہ رحمت داخل نہیں ہوتا، اسی سلسلہ میں یحویانہ نکتہ بتایا کہ نفس کتا ہے اور خدا کے علاوہ کسی اور کی محبت گویا تصویر ہے، ایسے آدمی کے دل میں خدا کی محبت نہیں ہو سکتی، خدا کی محبت کے لیے نفس کو پاک اور دل کو ماسوا اللہ کی محبت سے دور رکھنا ضروری ہے،

اہل و عیال کے حقوق | بیوی اور بچوں کے حقوق کے بجالانے کی بھی تاکید کی، اور فرمایا بیوی بچے باغ اور بوستان ہیں، جب خداوند تعالیٰ کی عبادت سے کوئی ملول ہو تو اس کو اپنا دل بیوی بچوں ہی سے بہلانا چاہیے، کیونکہ یہ بھی عبادت ہے۔

شیخ کے اقوال کی مقبولیت | حضرت شیخ کی زبان مبارک سے جو کوئی بات نکل جاتی، اس کو عام طور سے لوگ بہت ہی حسن عقیدت سے سنتے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے، ایک نوجوان سپاہی میدان جنگ میں گیا تو وہ بالکل نڈر ہو کر معرکہ کارزار میں پیش پیش رہتا، لوگوں نے اس سے احتیاط کرنے کو کہا تو اس نے کہا، میں جوانی میں مر نہیں سکتا، کیونکہ حضرت شیخ برہان الدین نے فرمایا ہے کہ جب تک تو بڑھانا ہو گا نہ مرے گا۔

شیخ کی شیریں کلامی | حضرت شیخ اپنی مجلسوں میں تعلیم و تربیت کے سلسلے میں جو کچھ فرماتے اس میں بڑی شیرینی، فصاحت، بلاغت اور تاثیر ہوتی، اس لیے سامعین مجلسوں سے اٹھتے تو اپنے قلب کو پاکیزہ اور ذہن کو مصفا پاتے، سیر الاولیاء میں ہے:-

ہر کر یک ساعت بخد مت ابن بزرگ بودے از ذوق کلام عشق آمیز و صفائی

محامدہ و لفریب و عاشق جمال ولایت گشتے۔ (ص ۲۶۹)

لہٰذا یہ تعلیمات روضۃ الاولیاء اور نفائس الانفاس کے ملفوظات سے جمع کی گئی ہیں،

۱۰۸ روضۃ الاولیاء ص ۱۰۸

مستفیدین | حضرت شیخ کی صحبت کیمیا اثر سے جن بزرگوں نے روحانی کمالات حاصل کیے
ان میں بعض کے مختصر حالات حسب ذیل ہیں،

۱۔ حضرت سید زین الدین، نام سید داؤد حسین، لقب سید زین الدین اور وطن
شیراز تھا، شیراز سے دہلی آئے، اور دہلی سے دولت آباد منتقل ہوئے، بڑے جید عالم
اس لیے دولت آباد میں علما، اور طلبہ کا ہجوم ان کے گرد رہتا تھا، ایک مسجد میں تفسیر اور
حدیث کا درس دیتے تھے، اپنے علم کے غور میں صوفیہ اور شارح کی صحبت سے احتراز
کرتے، اور ان کے متعلق طنز و تشنیع فرماتے، ایک روز مولانا سید زین الدین کا ایک
شاگرد حضرت شیخ برہان الدین کے پاس مشکوٰۃ المصابیح پڑھنے گیا، درس کے بعد محفل سماع
تھی، اس میں بھی شریک ہو گیا، مولانا سید زین الدین کو معلوم ہوا تو اس پر برہم ہوئے
کہ نایب گانے کی محفل میں کیوں شرکت کی، اسی برہمی میں شاگرد سے کہا کہ اگر شیخ برہان الدین
صاحب فصیلت اور صاحب علم ہیں تو ان سے میرے چند سوالوں کو حل کرا کے لا،
اس کے بعد ان سوالوں کو کاغذ پر لکھ کر شاگرد کے حوالہ کیا، بعض علمی سوالات تھے، جبکہ
جواب مولانا کے اساتذہ بھی نہ دے سکے تھے، اور اپنی غیر معمولی قابلیت کے باوجود خود ان کے
حل کرنے سے قاصر اور معذور تھے، ان کو لکھ رکھا تھا کہ بیت اللہ جا کر حرین کے علما سے
حل کرائیں گے، جب شاگرد یہ سوالات حضرت شیخ برہان الدین کے پاس لے کر پہنچا، تو
شیخ نے ان کے کئی کئی جوابات لکھے، اور جب ان کو مولانا زین الدین نے پڑھا تو ان کے
علم کا سارا غرور اور پندار جا تا رہا، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور حضرت شیخ کی نظر
غیر معمولی کشش محسوس کی، مولانا زین الدین کا شافی کو لے کر حضرت شیخ کی قیامگاہ پر پہنچے
اور جب سامنا ہوا تو دو دو کر پیشانی قدموں پر چمکا دی شیخ نے فرمایا اے ہان داؤد حسین

یہ رسم شریعت میں جائز نہیں، مولانا نے کہا، جب تک میں اس رسم کو شریعت کے خلاف جانتا تھا، نعمتِ باطنی سے محروم تھا، اور پھر یہ شعر پڑھا:

دست از طلب ندارم تا کار من برآید یا جان رسد بجانان یا جان ز تن برآید

اور اسی وقت بیعت کی، اس کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ ختم کر دیا، اور مرشد کی صحبتِ بابرکت میں رہنے لگے، ایک روز مرشد نے کہا، داؤدِ صلاحیت پیدا کرنے کے لیے کوئی کتاب پڑھو، عرض کیا، جس کتاب کا حکم ہو وہی پڑھوں، مرشد نے فرمایا، مرصاد العباد پڑھو مولانا زین الدین مرصاد العباد پڑھ چکے تھے، اور شاگردوں کو بھی پڑھا چکے تھے، لیکن مرشد کے حکم سے اس کتاب کو پڑھنا شروع کیا، تین بار اس کو ختم کیا، اور ہر بار کہتے، واللہ یہ وہ مرصاد نہیں جو میں نے پہلے پڑھی تھی، رفتہ رفتہ مولانا زین الدین نے درویشی میں بڑی فیضیت حاصل کی، خواص و عوام و سلاطین ان کے بہت معتقد رہے، سلطان محمد شاہ بہمنی ان ہی کے ہاتھوں پر اپنے اعمالِ قبیحہ سے تائب ہوا، اور ان ہی کے رشد و ہدایت سے اپنی مملکت میں شریعت کو رواج دیا، شراب فروشی کی دوکانیں بند کرائیں، چور و لٹیہ رہزنوں کا استیصال کیا، خاندیس کے والی نصیر خان فاروقی نے بھی حضرت سید زین الدین سے فیوضِ و برکات حاصل کیے، اور ان کے نام پر ایک شہر زین آباد آباد کیا،

ایک بار حضرت شیخ زین الدین وہلی تشریف لے گئے، تو سلطان فیروز شاہ تغلق وہلی میں مستقل اقامت کے لیے اصرار کیا، لیکن ارشاد فرمایا کہ میں اپنے شیخ کے آستانہ ہی پر فرما جا ہوتا ہوں، فرارِ اقدس خلد آباد میں ہے، جہاں ہر سال عرس ہوتا ہے، اور

لے روضۃ الاولیاء، مؤلفہ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی اور روضۃ الانظاب مؤلفہ محمد رفیع علی بن مولانا

زین الدین کے مفصل حالات ملین گئے، روضۃ الاولیاء، ص ۱۰۰، ۱۰۶

اہل دکن ان کو جلیل القدر اولیاء اللہ میں شمار کرتے ہیں، حضرت شیخ برہان الدین نے ان کو
زین الدین کا لقب عطا کیا تھا،

حضرت شیخ برہان الدین کی صحبت میں حضرت فرید الدین اویس بھی روحانی طور پر درجہ
کمال کو پہنچے، جب اٹھارہ سال کے تھے تو بسویت کی، اور رفتہ رفتہ مرشد کی نظر عنایت سے
تمام ظاہری و باطنی نعمتوں سے مالا مال ہوئے، مشہور تھا کہ ان کا گھر انوار الہی سے منور رہتا
ہے، جب نماز پڑھتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ ان کی گردن کی ہر رگ سر اللہ اللہ کی عبد ابند
ہو رہی ہے، حضرت شیخ برہان الدین فرماتے، اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیا لا
تو کہو گا کہ فرید کو لایا ہوں، حضرت فرید الدین بھی مرشد کا بڑا ادب کرتے، اور اسی ادب کے لیے
فرید الدین اویس مشہور ہوئے، وفات سے کچھ دنوں پہلے ایک روز روتے دکھائی دیے
رونے کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا، شیخ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری وفات کے بعد فرید میری جگہ
پر بیٹھے گا لیکن کس کی طاقت ہے کہ شیخ کی جگہ پر بیٹھے، اس لیے میں نے اللہ تعالیٰ سے التجا
کی ہے کہ شیخ سے پہلے مجھے دنیا سے اٹھالے، آخر ایسا ہی ہوا، اپنے مرشد سے تیرہ دن پہلے
۲۹ محرم ۷۳۵ میں وفات پائی، مزار شریف قلعہ آباد میں ہے،

حضرت فخر الدین دولت آباد کے جلیل القدر امراء میں تھے، حضرت شیخ دولت آباد
تشریف لائے تو کچھ دنوں ان ہی کے یہاں قیام فرمایا، حضرت فخر الدین نے علاقہ ارادت
میں داخل ہو کر امارت میں درویشی کی شان پیدا کی، اور عبادت و ریاضت میں مشغول
رہتے، شاہی دربار کی طلب پر دہلی گئے، اور وہاں سے مرشد کے حکم سے حرمین شریفین
کی زیارت سے مشرف ہوئے، وہاں سے واپسی کے بعد حضرت شیخ نے ان کو خرم خلافت

لے تفصیل کے لیے دیکھوروضۃ الاولیاء، ص ۶۲-۶۱

اور ارادت کا اجازت نامہ بھیجا، لیکن قاعد اس وقت دہلی پہنچا جب حضرت شیخ کا وصال ہو چکا تھا۔ حضرت فخر الدین اجازت نامہ پڑھ کر روتے اور کہتے کہ افسوس میری عمر دنیا دارانہ بین گزری، اب یہ شب ہجر کیسے تمام ہوگی، اور صبح مراد کیونکر حاصل ہوگی، اسی وقت تمام املاک چھوڑ کر دولت آباد آئے، اور بقیہ عمر شیخ کے طریقہ پر گزاری، حضرت فخر الدین پہلے خلیفہ بن جن کو حضرت شیخ نے مرید کرنے کی اجازت دی، شیخ کے حکم کے بموجب بہت سے ساکنانِ طریقت کو داخلِ بیعت کیا۔

حضرت کا کاسعدِ بخت (یا شاد بخت) شیراز کے رہنے والے تھے، وطنِ مالوت سے دہلی اور وہاں سے دولت آباد آئے، حضرت شیخ جب دولت آباد پہنچے تو انہی کے دولت کدہ پر قیام فرمایا، اس کے بعد حضرت فخر الدین کے یہاں منتقل ہو گئے، حضرت کا کارِ ارادت کے بعد اپنی تمام زندگی مرشد کی خدمت گزاری اور غمخواری میں گزار دی، حضرت شیخ کے باورچی خانہ کے وہی نگران رہے، حضرت شیخ بھی ان سے بہت خوش رہتے، اور فرماتے کہ کاکانیک اور پاک لوگوں میں میں، اسی لیے وہ منظور الاولیا، اور مقبول الاتقیاء کہلائے، مرشد کی وفات کے بعد بھی نو سال تک فرارِ مبارک کی تولیت کی، شیخ کے پائین میں مدفون ہیں۔

حضرت رکن الدین کاشانی حضرت حماد کاشانی اور حضرت مجد الدین تینوں بھائی حضرت شیخ کی نظرِ کیمیا اثر سے سلوک کے اعلیٰ مدارج کو پہنچے، اور ممتاز خلیفہ ہوئے، ان کی تصانیف کا ذکر آگے آئے گا۔

قلعہ خان دہر اور رفیع الدین..... دولت آباد کے یکے بعد دیگرے صوبہ دار ہوئے اور دونوں حضرت شیخ کی صحبت سے فیضیاب ہوا کرتے تھے،

حضرت شیخ سلاطین کی عقیقت

نصیر الدین فاروقی نے دریائے تپتی کے کنارے حضرت شیخ

ہی کے اسم مبارک پر ایک شہر برہان پورا باوکیا، روضۃ الاولیاء میں ہے کہ ملک نمازیس سے کسی نے حضرت شیخ سے درخواست کی کہ اس کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو فرزند عطا فرمائے حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس کو ایک نہیں چار فرزند عطا ہوں گے، لیکن وہ چاروں اس کے کام کے نہ ہوں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اس کے چار لڑکے خواجہ خیر الدین، خواجہ قبول، خواجہ عبدالرحمن اور خواجہ جلدک ہوئے، اور چاروں نے حضرت شیخ کی خدمت میں زندگی گزار لی حضرت شیخ فرماتے ہیں میرے غلام بھی ہیں اور فرزند بھی،

سلطان محمد تغلق کو بھی حضرت شیخ سے عقیقت تھی، ایک روز دولت آباد میں جامع قطبی میں جمعہ کی نماز پڑھ کر ان کی ملاقات کے لیے روانہ ہوا، حضرت شیخ اپنے مرشد کی طرح بادشاہوں کی ملاقات و صحبت کو پسند نہیں کرتے تھے جب اپنی قیامگاہ کی طرف شاہی سواری کے آنے کی خبر سنی تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے کہ بادشاہ سے ملاقات نہ ہو معلوم نہیں سلطان کے دل میں کیا بات آئی کہ راستے سے واپس چلا گیا، سلطان نے ایک موقع پر تین ہزار سونے کے ٹکے حضرت شیخ کی خدمت میں بھیجے، ملک نائب باربک یہ رقم لے کر پہنچا تو انھوں نے اس رقم کے لینے سے انکار کیا کہ اس کی ضرورت نہیں، لیکن سلطان نے ملک نائب باربک کو یہ کہہ کر بھیجا کہ یہ رقم ان کے لیے نہیں، بلکہ ان کے خدمت گزاروں کے لیے ہے حضرت شیخ نے یہ رقم لے لی، اور خادم خاص کو بلایا کہ گھر میں جو کچھ موجود ہو لاؤ، خادم نے بیس ٹکے لاکر پیش کیے، فرمایا، ان کو سلطان کے تین ہزار ٹکے میں ملا کر نقد میں تقسیم کر دو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا،

ذوق سماع | سماع سے بڑا شغف رکھتے تھے، اور جب وجہ میں آتے تو ان پر غیر معمولی کیفیت

ظاہری ہو جاتی، سیر الاولیاء میں ہے:

”در سماع غلو تمام بود و ذوق بسیار و او را ویا رانے اور اور قص طرزے علاحدہ بود

چنانکہ اصحاب این بزرگ میان یاران ربانی گفتندے“ (ص ۲۴۹)

ریاضت | رشد و ہدایت کی مشغولیت کے باوجود عبادت و مجاہدہ میں کسی قسم کی کمی نہیں
کی، تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ عشاء کے حضور سے صبح کی نماز ادا فرماتے، اور یہ معمول پچیس سال
تک رہا، مصلیٰ ہی اور ٹھٹھا بچونا ہوتا، تیس سال تک داؤدی روزے رکھے، صبح کی نماز
کے بعد اوراد و وظائف میں مشغول رہتے، اشرق کی نماز کے بعد صلوٰۃ التختہ اور اس کے بعد چار
کی نماز پڑھتے، پھر کلام پاک کے تین پارہ کی تلاوت فرماتے، جس کے بعد قبرستان کی زیارت کو نذر
لے جاتے، وہاں کبھی پانچ سو اور کبھی ہزار بار سورہ اخلاص پڑھتے، زیارت کے بعد قیلولہ
کرتے، اس ریاضت کے باوجود فرماتے، یہ کیا نماز اور سجدہ ہے جو ہم کرتے ہیں، سجدہ وہ ہے
جو نیابت کرتے ہیں کہ جیسے اگتے ہیں، ان کا سر سجدہ میں ہوتا ہے، یہاں تک کہ خشک
ہو جاتے ہیں کبھی فرماتے اسے نفس میں کتنا تھا کہ تجھ کو خوب پامال کروں گا، ایک مدت
ہو گئی لیکن کچھ نہ کر سکا۔

غذا | اوپر ذکر آیا ہے کہ تیس سال تک داؤدی روزے رکھے، افطار کبھی صرف پانی کبھی
صرف سرکہ اور کبھی صرف دہی سے فرماتے، ہفتہ میں صرف دو دن آدھا پیٹ کھاتے تھے۔
لوبیا اور نان جو پسند تھی، ایک دفعہ حضرت کا کاسہ بخت نے مغز بادام اور مصری پیش
کی، چند دنے کھا کر فرمایا، کا کاسہ میں کسی قسم کی لذت محسوس نہیں ہوتی، حضرت کا کاسہ

ایک وہ وقت تھا کہ شوق سے لوبیا اور جو کی روٹی تناول فرماتے، اب مصری کے ساتھ مغز بادام پسند نہیں فرمایا کچھ کتا ہوں جو لذت و علاوت جو کی روٹی اور لوبیا میں پاتا تھا اب کسی کھانے میں نہیں پاتا، وہ مجاہدے کا وقت اور محبوبیت فراق کا دور تھا، اب وصال الہی کا زمانہ ہے، اس بادام اور اس مصری میں کیا لذت مل سکتی ہے؟

بہن ابنا علامہ کرتے عبادتہ بند زیب تن فرماتے، وفات کے وقت ذاتی ملک میں کوئی چیز نہیں چھوڑی، گھر میں جو کچھ ہوتا راہ خدا میں دیدیتے، ایک مصلیٰ پر چھ سال نماز پڑھی کبھی اس پر سوار ہتے، اور کبھی اسی کو اوڑھ لیتے تھے

علامت: وفات سے پہلے تین سال تک مسلسل علیل رہے، لیکن علامت کے زمانے میں بھی رشد و ہدایت اور عبادت و ریاضت کا سلسلہ جاری رکھا، علاج کرانے کے قائل نہ تھے، فرماتے طبیبی ذکر حبیبی، یعنی میرے دوست کی یاد میرا طبیب ہے کبھی رویا کرتے، لیکن مریدوں سے کہتے کہ یہ نہ سمجھنا کہ میں بیماری کی تکلیف سے روتا ہوں، ایک لمحہ بھی خدا کی یاد سے باز رہتا ہوں تو روتا ہوں، آخر زمانہ میں مریدوں نے دہلی لے جانا چاہا، لیکن جان مرقد مبارک ہے، اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، میں اس مقام سے جا نہیں سکتا،

وفات: آخر وقت میں ایک روز مریدین کو بلا کر نصیحتیں کیں، اور ان میں سے ایک کو دست مبارک کچھ کپڑے عنایت کیے، وفات کے روز اپنے مرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کی تسبیح منگوائی، اسکو سامنے رکھا، اور اپنی دستار گلے میں ڈال کر کہنے لگے، مسلمان ہوں، امت رسول ہوں، شیخ کا مرید ہوں، میں نیک نیک نہ گئی بھی بسر نہیں کی، اپنا انصاف خود کرتا ہوں، پھر مرشد کی تسبیح و تجذیب و بیعت کی اور زاد زاد نے لگے، چاشت کے وقت خادم خاص سے کہا کہ باورچی خانہ میں دو ستون کو لے جا کر کھانا کھلا

وہاں کچھ باقی نہ رہے، اور جب یارانِ طریقت کھانا کھا رہے تھے تو حضرت شیخ نے مرشد کا خرگوش اور تبرکات لانے کو کہا، اور اسی وقت روحِ قفسِ غصری سے پرواز کر گئی، لے نفاس الانفاس میں وفات کی تاریخ صفر ۳۳۰ھ لکھی ہوئی ہے، مرقد مبارک خلد آباد میں ہے۔

درجہ و مقام | تذکروں میں حضرت شیخ کے اسم مبارک کے ساتھ اسد الاولیاء والعارفین،

قطبِ عالم، منظرِ اوسیت، طیرِ لامکان، قطبِ المدار، بایزید ثانی وغیرہ القاب لکھے جاتے ہیں
ملفوظات | حضرت شیخ برہان الدین غریب کے ملفوظات کے تین مجموعوں کا نام معلوم ہو سکتا ہے

(۱) حصول الوصول کو حضرت شیخ کے مرید خواجہ حماد کاشانی نے جمع کیا،

(۲) ہدایت القلوب۔ اس کو ایک دوسرے مرید شیخ حسین نے قلمبند کیا،

(۳) نفاس الانفاس۔ اس کو ایک تیسرے مرید خواجہ رکن الدین بن عماد الدین کاشانی نے مرتب کیا،

(۴) مولانا حمید شاہ قلمدار نے بھی غالباً — ملفوظات کا کوئی مجموعہ تیار کیا تھا،

راقم کو ان ملفوظات میں صرف نفاس الانفاس کا ایک کم غور و اور مد خط قلمی نسخہ ذوقِ العمل اور کھنڈ کے کتب خانہ سے دستیاب ہوا ہے، اس کی ابتدا، رمضان المبارک ۱۰۳۲ھ سے کی گئی ہے

اور صفر ۱۰۳۳ھ تک کے ملفوظات شریع کر کے ختم کر دیا گیا ہے، یہی تاریخ حضرت شیخ برہان الدین کی وفات کی ہے، ان ملفوظات کو فرائد الفوائد کے طرز پر جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مرتب خواجہ رکن عماد کاشانی کو اپنے مرشد سے بڑی عقیدت تھی، اس لیے نفاس الانفاس

کے دیباچہ میں مرشد کے عظیم القاب استعمال کئے ہیں، (ص ۳)

ختم الشریع والعارفین، لمجاہ الاولاد والاولاد والحمد للہ، برہان الحق والشرع والارواح

حجۃ الاسلام والدین زبدۃ الاتقیاءین الاولیا کاشف اسرار المعانی، شارح
رموز السبع المثانی، علم الہدی علامت الوری، عزت الثقلین..... الخ، فضیل
الحجید فی زمانہ والفضل فی اوانہ، اشبلی فی عبادۃ والنور سی فی زہادۃ، کشف الصدق
والیقین، ملاذ الاقطاب والحقیقین، محمد محمود ناصر المدعو بالفرب بیت

غریب است این محبتی دنیا حبیب اللہ فی الدنیا غریب

نفائس الانفاس کا پیش نظر قلمی نسخہ ۱۶۸ صفحہ پر مشتمل ہے، اس میں تصوف کی تمام تہذیبی
تعلیمات ہیں جن کو ہم گذشتہ صفحات میں بزرگانِ حشت کے ملفوظات پیش کر چکے
ہیں، اور جسے جسے حضرت شیخ بہان الدین غریب کے رشد و ہدایت کے سلسلہ میں بھی یہ
ناظرین کیا جا چکا ہے، لیکن یہاں پر ہم حضرت شیخ کی کچھ روحانی تعلیمات کو ان کے خلفاء
کی تصانیف کی مدد سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

شمائل الاتقیاء | نفائس الانفاس کے مرتب خواجہ رکن الدین بن عطاء الدین دبیر کاشانی نے
اپنے مرشد کی فرمائش سے شمائل الاتقیاء لکھی، جو اب تک فن تصوف میں ایک اہم تصنیف
سمجھی جاتی ہے، یہ کتاب چار قسموں میں تقسیم ہے، پہلی قسم اصحاب طریقت کے افعال، دوسری
قسم ارباب حقیقت کے احوال، تیسری قسم وجود باری تعالیٰ کے اوصاف اور چوتھی قسم بندوں
کے فضائل پر ہے، کل ۹۱ بیانات (یعنی ابواب) ہیں، اس کتاب کی تالیف میں فاضل
مولف نے تقریباً دو سو کتابوں سے استفادہ کیا ہے جس سے ان کے علمی تجربہ اور وسعتِ نظر
کا اندازہ ہوتا ہے، دیباچہ میں ان تمام کتابوں کے نام درج ہیں، تصوف کا کوئی ایسا مسئلہ
نہیں جو اس کتاب میں موجود نہ ہو، لیکن مولف نے ان مسائل پر کوئی مرتبہ اور مدلل
بحث نہیں کی ہے، بلکہ ہر مسئلہ پر شروع میں اپنی رائے کا اظہار کر کے کلام پاک کی آیات

تفاسیر کی تشریحات، احادیث نبویؐ، صحابہ کرامؓ، تابعین عظام، بزرگان علم طریقت، وحیقت کے اقوال اور مختلف ارباب تصانیف کی رائیں نقل کر دی ہیں، اس کا سبب خود بتایا ہے کہ اگر کے راہروسیے تہذیب و تمدن و عقائد و حکم شہد برفاطر گذرد و در کتب و نسخ

مذکور نظر فرمادینا بہ تحقیق و متیقن انجام دے

شمال الاتقیاء کے اس طرز تالیف سے رہروان سلوک کو تصوف کے تمام مسائل کو مختلف مصنفوں کے خیالات کی روشنی میں علمی نقطہ نظر کو مطالعہ کرنے میں بڑی آسانی اور سہولت پیدا ہو جاتی ہے، اہل نظر نے اس کو جامع مفصل اور وحسب تصنیف بتایا ہے۔

خواجہ رکن الدین بن عماد الدین کاشانی کی کچھ اور تصانیف رسائل کے نام یہ ہیں رسالہ غریب، رموز آلواہمین، اذکار اللہ کوہر، تفسیر رموز، لیکن یہ سب نامید ہیں البتہ ان کے اقتباسات کثرت سے شمال الاتقیاء میں ملتے ہیں،

رسالہ غریب | رسالہ غریب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے حضرت خواجہ برہان الدین عریب کے نام سے موسوم ہے، اس میں وہی تعلیمات دی گئی ہیں، جو حضرت خواجہ غریب نے بزرگان چشت سے پائی تھیں، ان تعلیمات کو خاص خاص عنوانات کے تحت ہم قلمبند کرتے ہیں،

نماز | ظاہری نماز کا تعلق شریعت کے مطابق اھنسا سے ہے، اور باطن کی نماز طریقت کے رو سے دل کا تفکر ہے، اور قلب و روح کی نماز فیض سے حاصل ہوتی ہے، اور وہ حقیقت کی نماز ہے، خواص ظاہر میں تو کعبہ کی طرف رخ کرتے ہیں لیکن انکی توجہ رب کعبہ کی طرف ہوتی ہے، سجدہ جسم تو خضوع ہے، اور سجدہ دل خشوع، سجدہ

لے کھٹک لگ اٹھیا، نفس میں ۱۰۰۰ و فرست کتھان بنگال ایشیا ٹک سوسائٹی کلکتہ

میں پیشانی اگر زمین پر ہے اور دل ہر طرف دوڑ رہا ہے تو ایسا سجدہ سجدہ تک نہیں پہنچتا بلکہ ہر جگہ ہوجاتا ہے حضور دل کے ساتھ تھوڑی سی نماز بے حضوری کی بہت سی نمازوں سے افضل ہے، نماز پڑھنے والے اگر اپنی نماز کی بربادی سے واقف ہوجاتے ہیں یعنی ان کو معلوم ہوجاتا ہے کہ ان کی نماز قبول نہیں ہوئی تو پھر ان کو دعا مانگنے میں شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔

تلاوت کلام پاک | تلاوت قرآن مجید کے وقت اگر عذاب و رحمت کی آیت آئے تو اس وقت تلاوت کرنے والے تامل اور تفکر کریں، اگر حق تعالیٰ کی صفات کی آیات آئیں تو وہ تو اسع و عزت کریں، اور جب حق تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار کی جبارت کا ذکر ہو تو اس کو آہستہ اور شرم کے ساتھ پڑھیں، تلاوت کے وقت یہ خیال رہے کہ خود خداوند تعالیٰ ان سے کچھ کہہ رہا ہے، خداوند تعالیٰ کی تجلی کلام پاک کے حروف میں تبدیل کر دی گئی ہے، اسی وجہ سے آنکھ اور دل اس تجلی کی تاب لاسکتے ہیں، ورنہ زمین اور آسمان بھی اس کی تجلی سے تحمل نہیں ہو سکتے۔

روزہ | روزہ حق تعالیٰ کی صفت ہے، روزے سے حیوانی صفات دور ہوتی ہیں اور خداوند تعالیٰ کی صفات پیدا ہوتی ہیں، ہر عبادت و اطاعت کی جزا تو بہشت ہے، لیکن روزے کی جزا خود حق تعالیٰ ہے، روزہ داروں کی مخصوص جگہ ریان میں ہے۔

زکوٰۃ | اللہ تعالیٰ کی زکوٰۃ یہ ہے کہ وہ اپنے خاص اور عام بندوں کو سفر میں چار رکعت کے بجائے دو ہی رکعت پڑھنے کو کہتا ہے، وہ اپنی غفاری سے بخش دیتا ہے، اور اپنی رحمانی سے رحمت نازل کرتا ہے، انبیاء کی زکوٰۃ یہ ہے کہ وہ اپنی نعمت نبوت کی وجہ سے خلق اللہ

لے سالہ غریب و شہداء و یتیم، ص ۷۹، ۷۸۔ یہ باتیں رسالہ غریب اور رموزہ الوالہین دونوں

سے لگی گئی ہیں، دیکھو شہداء و یتیم، ص ۷۹-۹۵۔ ایضاً ص ۸۳

کو اومردن و نواہی سے آگاہ کرتے ہیں، برگزیدہ اولیاء اللہ کی زکوٰۃ یہ ہے کہ وہ تصنیفِ دل و تجلیہٴ روح کے ذریعہ سے عشق، محبت اور معرفت حاصل کرتے ہیں۔ مشائخ کی زکوٰۃ یہ ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو ظلم سلوک کی تلقین کرتے ہیں، علماء کی زکوٰۃ یہ ہے کہ کلام پاک، احادیث نبوی، اور فقہ کی تعلیم دیتے ہیں، اور اغنیاء کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دو سو دینار میں پانچ دینار غریب کو دیتے ہیں۔

ج | عام حاجوں کا حج دینی و دنیاوی مقاصد کے لیے ہوتا ہے، وہ خانہ کعبہ کا طواف اس لیے کرتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف کر دیے جائیں، لیکن عاشقانِ خدا کا حج رب کعبہ سے قربت حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے، وہ احرام اس لیے باندھتے ہیں کہ اسرارِ الہیت معلوم کریں، ایک حاجی حج میں اپنی منفرت کے خیال سے خوش ہوتا ہے، لیکن ایک عاشقِ خدا حج میں اپنی جان نذر کرنے میں فرحت و مسرت محسوس کرتا ہے، کیونکہ کعبہ ہی میں اس کو مقصودِ الہی و مطلوبِ کلی نظر آتا ہے۔

عبادت | باغیر عبادت کا ترک کرنا فسق ہے، اور عبادت سے منہ موڑنا کفر ہے۔
شریعت، طریقت و حقیقت | اومردن و نواہی کا پابند ہونا شریعت ہے، دل کی صفائی کرنا اور برائیوں کو اچھائیوں سے بدل دینا طریقت ہے، اور ماسوا اللہ کی باتوں کو دفع کر کے روح میں تجلی پیدا کرنا حقیقت ہے۔

سلوکِ ملکوتی | سلوکِ ملکوتی یہ ہے کہ اخلاقِ نبوی اور افعالِ نبوی کی متابعت کی جائے، اخلاق و افعالِ نبوی کے اتباع کے بعد احوالِ مہفوضی کی متابعت ضروری ہے، اور اسی

لے موزن المؤمنین و مشاغل الاقیا ص ۶۲ ۳۵ ایضاً ص ۸۸ ۳۶ رسالہ غریب و مشاغل الاقیا

سے انوار الہی ظاہر ہوتے ہیں جس کے بعد سالک عالم جبروت میں پہنچ کر صفات خداوند
سے حظا اٹھاتا ہے۔^۱

ذکر | ذکر چار قسم کا ہوتا ہے (۱) لسانی جس سے دل پر اثر ہوتا ہے (۲) قلبی جس سے
تمام اعضا متاثر ہوتے ہیں (۳) طبعی یعنی اٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے میں بھی ہر عضو سے
ذکر ہو، اور کان میں جو آواز پڑے وہ بھی ذکر ہو (۴) مستوی، یعنی ذکر کا ایسا استیلا ہو کہ
نہ ذکر رہے، نہ ذکر، بلکہ صرف مذکور رہے۔

جمع و تفرق | تفرق فصل پیدا کرتا ہے اور جمع سے وصل ہوتا ہے، مجنون کے باطن کی
جمعیت لیلیٰ سے تھی، اس لیے وہ جملہ موجودات کو لیلیٰ کی صورت میں دیکھتا تھا، اسی طرح جو دل
حق تعالیٰ میں جمع ہے وہ تمام مخلوقات کے اندیشہ سے متفرق یعنی علیحدہ رہتا ہے،
اور جب وہ تمام کو اپنی قدرتوں سے رخ پھیر لیتا ہے، تو اس کا رخ حق کی طرف ہو جاتا ہے
تفرق کسب سے حاصل ہوتا ہے، اور جمع عطیہ الہی ہے، اولیاء اللہ اسرار باطن کو جمع رکھتے
ہیں، اور ملامت ظاہر سے متفرق یعنی علیحدہ رہتے ہیں۔^۲

علم الیقین وین الیقین | دنیا میں علم الیقین کی تمیز حضور نقاب کی حالت میں ہوتی ہے،
اور جب ایک سالک حضور سے غیبت میں ہوتا ہے تو حالت تمیز سکریں بدل جاتی ہیں،
اور عین الیقین ظاہر ہوتا ہے، ایک سالک کو پہلے علم الیقین حاصل ہوتا ہے، علم الیقین
سے عین الیقین اور عین الیقین سے حق الیقین حاصل ہوتا ہے، اہل یقین دو رخ کی
آگ سے محفوظ رہتے ہیں، اور اسی یقین کی بدولت پانی کو زمین، زمین کو پانی، سرد کو
گرم اور گرم کو سرد بنا سکتے ہیں۔^۳

موت موت تین قسم کی ہوتی ہے، صوری، معنوی اور حقیقی، صوری تو یہ ہے کہ جسم سے روح نکل جاتی ہے، اور یہ شرعی موت ہے، جس کو موت صغریٰ کہتے ہیں، معنوی یہ کہ ایک مرید کسی غیر شیخ سے کچھ التجا کرے، یہ موت طریقت اور موت کبریٰ ہے، اور موت حقیقی یہ ہے کہ کوئی غیر حق سے کچھ التجا کرے اور یہ موت اکبر ہے۔

رضا و صبر | رضایہ ہے کہ جب کوئی مصیبت آئے تو اس سے کراہت پیدا نہ ہو، لیکن اگر اس سے کراہت پیدا ہو، اور اس کا اظہار نہ کرے تو یہ صبر ہے، یعنی مصیبت کو شوق سے برداشت کرنا رضا ہے، اور کراہت کے ساتھ برداشت کرنا صبر ہے۔

حضور | حضور سے مراد حق تعالیٰ کو دیکھنا ہے، نہ کہ اس سے گفتگو کرنا ہے، حضور میں گفتگو کرنا بے ادبی ہے، اور بے ادب اس مقام تک پہنچ نہیں سکتا، اگر گفتگو ہو تو صرف سننے کے لیے ہو، اور سننا صرف جاننے کے لیے ہو، اور جاننا تمام چیزوں سے فارغ ہونے کے لیے ہو، اس کا طالب اگر سو سال تک مشغول رہے، اور ایک لحظہ کے لیے بھی غائب ہو جائے تو اس سے جو چیز کھو جاتی ہے وہ پھر واپس نہیں ہو سکتی، حضور دل کے لیے مراقبہ لازمی ہے، اور مراقبہ بغیر حضور کے ممکن نہیں، اسی طرح مراقبہ کے بغیر شاہدہ نہیں ہو سکتا۔

رویت | رویت خدا تین قسم کی ہوتی ہے، یقینی، شاہدہ اور عیانی، یقینی تو یہ ہے کہ عوام میں سے ہر مومن یہ یقین رکھتا ہے کہ حق تعالیٰ کی ایک حقیقت ہے جو نظر آنے لگی، خواص کا نشانہ یہ ہے کہ وہ دنیا میں دل کی آنکھ سے حق تعالیٰ کو دیکھ لیتے ہیں، اور عیانی یہ ہے کہ قیامت کے روز آنکھوں سے دیکھیں گے۔

رموز الوہیین | حضرت خواجہ رکن الدین کی ایک تصنیف رموز الوہیین میں بھی اس کی تعلیمات ہیں۔

نظر عشق ہے، فقیرانہ لطیفیت و حقیقت کا عاشق یعنی عاشقِ نقار اللہ ہے، اس عشق میں
 اس کو کسی اور چیز کی فکر و دلچسپی نہیں ملتی، اور جب نقار اللہ میں اس کو اشتقاق ہو جاتا ہے، تو صفت
 بقا سے محروم ہو جاتا ہے، اور وہ جلال اللہ کے انوار کی نگاہ پا رہا ہے، اور ہویت کی صفت
 سے محض ہو جاتا ہے، اسی کے بعد فقر کا درجہ ختم ہو جاتا ہے۔

محور و مرکز ہر صحو میں سکرا اور ہر سکریں محو ہے جب سالک صحو میں ہوتا ہے تو ایک ایسے
 مقام میں پہنچتا ہے جہاں وہ تیراں رہتا ہے، اسی کے لیے وہ سکریں آجاتا ہے، اور جب اس
 مقام میں اس کی تیرانی دور ہو جاتی ہے تو صحو میں چلا آتا ہے، اس کے بعد پھر کوئی بلند تر مقام
 پر اس کی نظر پڑتی ہے تو پھر سکریں ہو جاتا ہے، اس مقام خاص میں کبھی سکریں کبھی صحو میں
 ہوتا ہے، یہ اعمالِ زوق سے پیدا ہوتے ہیں۔

تلوین و تلکین اس کا کہ جب سالک فکر کرتا ہے تو وہ مقام آتے ہیں، تلوین اور تلکین، مقامِ تلوین
 میں صفتِ تلوین اور مقامِ تلکین میں صفتِ تلکین پیدا ہوتی ہیں، اس کے بعد نفسانی خواہشات
 بالکل ختم ہوتی ہیں۔

جلال و جمال حق تعالیٰ جب کسی پر غایت کرتا ہے تو پہلے اس پر اپنے جلال کا قہر نازل کرتا
 ہے، اگر وہ اس جلال کا متحمل ہوتا ہے اور اس جلال میں لطف محسوس کر کے اس کی زیادتی
 کے لیے دعا کرتا ہے، تو گویا اس میں اعلیٰ محبت و عشقِ عاشق کا درجہ پیدا ہونے لگتا ہے، اور جب
 جلال میں اس کو لذت محسوس ہوتی رہتی ہے تو وہ جمال حق تعالیٰ سے سرفراز کیا جاتا ہے،
 انبیا و اہل جلال سے جمال کی طرف آتے ہیں، لیکن اولیاءِ جمال سے جمال کی طرف جاتے ہیں۔

۱۔ رموز انوارین و شمائل الانبیاء ص ۲۷ ایضاً ص ۱۵۵ ۲۔ ایضاً ص ۲۷ ۳۔ ایضاً ص ۲۷

۴۔ درویش فقہان جلال و جمال واحد و متحد ہر ذرات ذاتی است و تباریکہ و تباریکہ و تباریکہ و تباریکہ

حضرت غریب کے مدنی کی تصانیف | خواجہ رکن الدین کے دو بھائی خواجہ حماد الدین اور خواجہ محمد الدین

بھی صاحب تصانیف تھے، ان کی تذکر کی تصنیفات کے نام یہ ہیں،

(۱) حصول الوصول، (۲) اسرار الطریقت (۳) احسن الاقوال (ملفوظات حضرت

خواجہ برہان الدین غریب)

مؤخر الذکر کی دو کتابوں کے نام معلوم ہو سکے ہیں غرائب الکرامت وبقیۃ

الغرائب، ان دونوں میں حضرت برہان الغریب کے خوارق عادات و کرامات کا ذکر ہے،

حضرت مولانا ضیاء الدین نجفی

نام و وطن | اسکرامی ضیاء الدین اور تخلص نجفی تھا، بدایون کے رہنے والے تھے، گوزندگی گوشہ تنہائی میں گذاری لیکن اپنی استعداد کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل کی،

ارادت | اخبار الاخبار اور خزینۃ الاصفیاء میں ہے کہ مولانا ضیاء الدین نجفی کی ارادت سلطان التاکیں شیخ حمید الدین ناگوری کے پوتے حضرت شیخ فرید سے تھی، اخبار الاخبار میں ہے: جنین شنیدہ شدہ است کہ دی مرید شیخ فرید است کہ نبیرہ و خلیفہ سلطان التاکیں

شیخ حمید الدین ناگوری است واللہ اعلم

خزینۃ الاصفیاء میں ہے:

”از عظامی مشائخ و کبریٰ خلفائے شیخ فرید الدین نبیرہ حضرت سلطان التاکیں حمید

صوفی است، از مشاہیر اولیای ہندوستان است و شہر بدایون بزاویہ تحول بکار خود

مشغول دی و از صحبت خلق متغیر و با اعتقاد و انکار کے کارے ندارد“

بعض تذکرہ نویس نے لکھا ہے کہ وہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے مرید تھے، لیکن

اخبار الاخبار میں ہے:

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کے زمانہ میں تین شخص ضیاء نام کے تھے (۱) ضیا

نامی جو منکر شیخ تھے (۲) ضیاء، بڑی جوشیخ کے متفقہ اور مرید تھے (۳) ضیاء نجفی جو

شیخ کے دستخط اور دستخط (۹۸)

عزت نشینی | حضرت ضیاء الدین نخشی نے لوگوں سے انگ تھلگ رہ کر زندگی زاویہ غمخو
مین گذاری، اور اس گوشہ عافیت میں زیادہ تر تصنیف و تالیف کا مشغلہ رکھا، اس لیے
ان کے حالات زندگی کی کوئی زیادہ تفصیل نہیں ملتی۔

سال وفات | اخبار الاخبار اور خزینۃ الاصفیاء میں سال وفات ۸۵۷ھ درج ہے،

تصانیف | متعدد تصانیف جھوڑپن، خزینۃ الاصفیاء میں ان کے نام یہ ہیں (۱) سلک السلوک
(۲) عشرہ مبشرہ (۳) کلیات و جزئیات (۴) شرح دعائے سریانی (۵) طوطی نامہ
اندیاہن کے کتب خانہ کے فارسی مخطوطات میں حضرت نخشی کی ایک تصنیف گلرہ کا بھی ذکر ہے
ان کی ایک تالیف اموس الکبر بھی بتائی جاتی ہے، جس میں صوفیانہ طرز پر اعتقاد سے جسم
یعنی آنکھ، ناک، کان، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کے اوصاف بتائے گئے ہیں، ان تمام تصانیف
پر خزینۃ الاصفیاء کے مصنف (پتی رائے) کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ایں ہمہ کتب مملو از قطرات رنگین و دلچسپ کہ بیک طریق دیک طرز واقع

تھیں (۹۸)

ان میں سے طوطی نامہ اور سلک السلوک بہت مقبول ہوئے، طوطی نامہ میں جس کا
سال تالیف ۸۵۷ھ ہے، ۱۵ ہجرت اموز کما نیاں ہیں، ۹۲۷ھ میں ام جلال نے اس کا
انگریزی میں ترجمہ کیا، تو ان میں سے اس کا ترجمہ ہوا

سلک السلوک پر ایک نظر | سلک السلوک فن معرفت سلوک میں ایک اہم تصنیف ہے

لے خزینۃ الاصفیاء میں ۸۵۷ھ اندیاہن کے کتب خانہ فارسی مخطوطات ج ۱۱ ص ۱۵۱ پر

۱۵۷۷ھ فرست شد از انش دیر بری ص ۱۵۵

اس میں تصوف کے مختلف مسائل کو الگ الگ عنوانات میں بیان کیا گیا ہے۔ ہر مسئلہ ایک علیحدہ مسلک یعنی باب میں ہے، کل اہل اسلام ہیں، شروع میں تصوف کی اصطلاح کی تشریح ہے، پھر صوفیانہ رموز و نکات کی تشریح و توضیح حکایتوں کے پیرایہ میں کی گئی ہے مثلاً یہ بتانا چاہتے ہیں کہ راست کے وقت یا دھنی ضرور کرنی چاہیے تو لکھتے ہیں:

”ایک دن ایک خواہ نے ایک لونڈی خریدی جب رات ہوئی، لونڈی سے کہا اے کینزک، میرا بچہ نادمہ دست کر دے کہ میں سو رہوں، لونڈی نے کہا، اے مولیٰ! کیا تمہارے بھی مولے ہیں، خواہ نے کہا ہاں، لونڈی نے پوچھا کیا وہ بھی سوتا ہے، خواہ نے کہا نہیں، لونڈی نے کہا تعین شرم نہیں آتی، تمہارا مولے تو جاگے اور تم سو رہو۔“ اسی طرح یہ یقین کرنی چاہتے ہیں کہ کسی کا محکوم ہونا نفس کے محکوم ہونے سے بہتر ہے، تو رقمطراز ہیں:

”ایک سجادہ نشین ہر جمعہ کو اپنی خانقاہ سے مسجد جانے کے لیے باہر نکلتے تھے جس کسی کو دیکھتے پوچھتے کہ مسجد کا راستہ کونسا ہے، ایک بار ایک شخص نے کہا تم کو برسوں مسجد جاتے ہو گئے، لیکن راستہ یاد نہیں، انھوں نے کہا میں جانتا ہوں، مگر محکوم ہو کے چلا جاؤں ہونے سے بہتر ہے، چاہیے کہ اپنی ذات کو دوسروں کے طفیل میں سمجھے، یہ انداز بیان اور بھی دلپذیر اور موثر ہو جاتا ہے جب ناصحانہ طریقہ پر ایک حکایت بشو سے شروع کی جاتی ہے، مثلاً

سنو سنو ایک دفعہ موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تمہاری قوم میں جتنے نیک جن، ان کو بدوں سے الگ کرو، موسیٰ علیہ السلام نے آواز دی، ہر نیکی الگ باہر آئے، حکم ہوا، ان میں سے نیکوں کو چن لو، موسیٰ علیہ السلام نے ان میں سے ستر کو چن لیا، فرمان ہوا،

موسیٰ ان میں سے بھی چنو، چنانچہ سترین سے سات چنے، پھر حکم ہوا کہ ان میں سے بھی چنو، تب ان میں سے تین چنے، حکم آیا، اسے موسیٰ میرے نزدیک یہ تینوں سب سے بہن، کیونکہ جب انھوں نے سنا کہ تم نیکوں کو پکارتے ہو تو یہ اپنے کو نیک سمجھ کر باہر آئے..... اسے عزت دیا، اگر کوئی عبادت نہ کرے تو اس سے بہتر ہے کہ عبادت کرے اور فر کرے، شریعت میں مدعا علیہ کو قید کرتے ہیں، لیکن طریقت میں مدعی کو قید خانہ بھیجا جاتا ہے۔ ایک حکایت اور ملاحظہ ہو:-

سنو سنو، ایک بقال نے ایک شخص کو شیر پر سوار اور سانپ کو کوڑا بنائے ہوئے دکھایا، دیکھ کر کہا یہ آسان ہے لیکن ترازو کے دو وزن پڑوں میں بیٹھنا مشکل ہے، ایک اور حکایت بدیہ ناظرین ہے:-

”سنو سنو، ایک بزرگ نے چاہا کہ بازار جا کر کچھ خریدیں، دینار کو گھر میں تو لا، جب بازار لے گئے تو دینار گھر کے وزن سے کم نکلا، رونے لگے، لوگوں نے پوچھا کیوں روتے ہیں، فرمایا جب گھر کی چیز بیان ٹھیک نہیں ہوئی تو قیامت میں دنیا کی باتوں کا کیا حال ہوگا؟ ان دلچسپ حکایتوں میں اور بھی زیادہ تاثیر سدا کرنے کے لیے جا بجا ان کو اپنے قطعات سے بھی مزین کرتے ہیں، مثلاً

”سنو سنو وہب بن منہ کہتے ہیں کہ کعب احبار مسجد میں سب صفوں کے پیچھے کھڑے ہوتے، ان سے پوچھا گیا کہ اس میں کیا بھید ہے، فرمایا، میں نے قریت میں دیکھا ہے کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے لوگ ہوں گے، کہ جب وہ مسجد میں سجدے کریں گے، اور انھوں نے سر بھی نہ اٹھایا ہو گا کہ ان سے پیچھے والوں کو خند بخش دے گا، میں ہی وہب سے ریک پیچھے کھڑا ہوتا ہوں، تاکہ ان کے سجدے سے میرا کام بن جائے، قطعاً

نخستی در میان بسین خود را قطرہٴ راجہ سیلے می خوانی

ہم کس در طفیل تو گردو گر تو خود را طفیل کس دانی

ایک بار ایک خلیفہ نے ایک بوڑھی عورت کے لڑکے کو قید کر دیا، بوڑھی عورت نے خلیفہ کے پاس پہنچ کر فریاد کی، اور کہا کہ میرے لڑکے کو رہا کر دیجئے، خلیفہ نے کہا کہ میں نے حکم دیا ہے کہ جب تک میں خلیفہ ہوں تیرا لڑکا قید سے رہا نہیں کیا جائے گا۔ بوڑھی عورت نے یہ سن کر آسمان کی طرف دیکھا، اور درد بھری آواز سے بولی، اے سلطان عالم! دنیا کی قید و رہائی تیری قدرت میں ہے، لیکن تیرے خلیفہ نے جو حکم دیا ہے، کیا تو نے اس کو سنا، نہیں معلوم کہ اب تو کیا حکم دے گا، بوڑھی عورت کی یہ بات خلیفہ نے سنی تو اس کے دل میں بڑی نرمی پیدا ہوئی، اور اس کے لڑکے کو قید خانہ سے باہر لانے کا حکم دیا، اس کو ایک خلعت دیا، اور گھوڑے پر سوار کر کے بغداد کی گلیوں میں بھرایا، اور ساتھ ساتھ یہ منادی کی جاتی تھی کہ ہذا اعطاء اللہ تعالیٰ علیٰ غنم خلیفہ و مقامہ و محلہ (یہ خلیفہ، اس کے درجے اور مرتبے کے علی الرغم اللہ تعالیٰ کی عطا ہے) قطعہ

نخستی حکم خلق چیزے نیست مرد این رہ کجا ست در عالم

در جهان گفت ہیکس نشود حکم خدا ست در عالم

سنو سنو! بنی اسرائیل میں ایک زاہد تھا، ستر سال عبادت کی، ایک دن کسی حاجت روائی کے لیے دعا مانگی، لیکن دعا قبول نہیں ہوئی، اپنے نفس سے برہم ہوا، کہ اے نفس! اگر تیری عبادت میں اخلاص ہو تا تو میری دعا ضرور قبول ہوتی، حق تعالیٰ کے یہاں سے اس زمانہ کے پیغمبر کے پاس فرمان آیا کہ اس زاہد سے کہو نفس پر ایک رحمت

کا عتاب ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔" قطعہ

نخشبِ در عتاب خودی باش در ز خود باطن تو خون گرو
ہر کہ بانفس خود عتابے کرد از عتاب ہمہ مضمون گرو

مولانا عبدالحی محمد شفیع دہلوی سلک السلوک کو بڑی شیریں و رنگین کتاب بتاتے ہیں

اخبار الاخیار میں رقم طراز ہیں :-

سلک السلوک ادبِ نبایت کتاب شیریں و رنگین است بزبانِ لطیف مؤثر و شگفتا
شائع و کلماتِ ایشان و اکثر تصنیفاتِ دی مملوست بقطعہاے کہ ہمہ بیک طریقہ
یکہ نسخہ و تصنیف : (ص ۶۸-۶۹)

یہ تمام حکایتیں دارالمصنفین غلام گڑھ کے قلمی نسخہ سلک السلوک سے لی گئی ہیں، اخبار الاخیار ص ۹۸
میں ان حکایتوں کے بہت سے اقتباسات ملین گے۔

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی

نام و نسب | اسم مبارک محمود، نصیر الدین محمود گنج اور چراغ دہلی القاب تھے، جد بزرگوار شیخ عبداللطیف یزدی خراسان سے لاہور آئے، والد ماجد شیخ محمود کجی اسی شہر میں پیدا ہوئے اور سن شعور میں اودھ منتقل ہو گئے تھے، یہاں وہ پشمینہ کی تجارت کرتے تھے جس میں ان کو بڑا فروغ حاصل ہوا، ان کے پاس بہت سے غلام تھے،

حضرت نصیر الدین محمود کی ولادت باسعادت اسی خطہ میں ہوئی، بعض تذکرہ نگاروں نے مقام بدیش اجمودھیا، اور بعض نے بارہ بنگی لکھا ہے، اسی لیے نام کے ساتھ اودھی لکھا جاتا ہے، خزینۃ الاصفیاء میں ہے کہ نسباً سادات حسنی میں سے تھے،

ابتداء تعلیم | نو سال کے تھے کہ والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا، تعلیم و تربیت کا فرض والدہ نے انجام دیا، ان کے زہد و تقویٰ کے اثر سے بچپن ہی میں نماز باجماعت کے پابند ہو گئے تھے، جو کسی حال میں بھی فوت نہیں ہوتی تھی، خیر المجالس کے ایک ملفوظ میں ہے کہ فقہ کی مشہور کتاب نزہوی قاضی محی الدین کاشانی سے پڑھی، لیکن سیر العارفین میں ہے کہ ابتدا میں

۱۹ سیر العارفین ص ۴۸۸ سیر الاولیاء ص ۲۳۸ سے خزینۃ الاصفیاء ص ۳۵۳ کے مجلس چلنی و ششمین چراغ (اردو ترجمہ)

جناب خواجہ وکرہ اللہ تعالیٰ بانی خزینۃ قاضی محی الدین کاشانی کے ذکر میں تھے، فرمایا میں نے

یزدوی انہی سے پڑھی ہے، پھر ان کے طبع رسا اور وقت نظر کا بیان کیا کہ بڑے متقی تھے،

اس مجلس میں ایک مرتبہ جناب سلطان المشائخ کا ماضی تھا، اس نے یہ قصہ بیان کیا کہ
(باقی حاشیہ ص ۱۰۸ پر)

مولانا عبد الکریم شیروانی علامہ زمان سے ہدایہ اور ہزودی کو ٹرپھا، بعد وفات مولانا افتخار الدین محمد گیلانی سے جمیع علوم حاصل کیے، (جلد ۲ ص ۴۰)

ترک و تجرید | پچیس سال کی عمر میں ترک و تجرید اختیار فرمائی، اور محاسبہ نفس میں مشغول ہوئے، گرد و نواح کے جنگل و بیابان میں ایک درویش کے ہمراہ آٹھ سال تک گھومتے رہے، اس صحرا نوردی میں بھی نماز باجماعت کے پابند رہے، روزے بھی ترک نہیں ہوئے، برگ سنبھالو سے افطار کیا کرتے تھے، (سیر العارفین جلد دوم ص ۴۰)

بیعت | سیر العارفین اور مرآۃ الاسرار میں ہے کہ ۳۴ سال کی عمر میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا، بیعت کے ابتدائی زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ محمود حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کی قیام گاہ کے پاس ایک درخت کے نیچے تیر کھڑے تھے، حضرت خواجہ نظام الدین بالا خانہ سے نیچے اتر رہے تھے کہ شیخ محمود پران کی نظر ٹپری، خادم خاص کے ذریعہ غلوت میں بلا کر دل کی کیفیت پوچھی، عرض کیا درویش کی جوتیاں سیدھی کرنے آیا ہوں، اس جواب سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا نے شیخ محمود میں سچی طلب محسوس کر کے ان کی جانب توجہ فرمائی، اثنائے گفتگو میں فرمایا جب میں اپنے مرشد کی خدمت میں رہتا تھا، تو ابو دھن میں میرے ایک ہم سبق نے میرے پٹے کپڑے دکھاکر کہا تمھارا یہ کیا مال ہے؟ اگر تم اس شہر میں لڑکوں ہی کو بڑھایا کرتے تو بھی تمھیں فارغ البالی

لے (نقیہ حاشیہ ص ۳۹) ایک بار تھانی علی الدین کاشانی سخت بیمار ہوئے کہ یاروں نے انکی صحت دشنوا

جانی حضرت سلطان الاولیا سن کر انکی عیادت کو تشریف لائے وہ دیکھ کر اٹھے، اور اپنے

آپ کو سنبھال کر شیخ کی تنظیم کی، اسی وقت سمرقند میں تعین ہو گئی، جب حضرت شیخ لوٹ گئے

تو کہ شیخ بظاہر میری عیادت کو آئے تھے، مگر دیکھو کس طرح درپردہ سبب مرض کر گئے،

ہو جاتی، میں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا، اور مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے دیکھ کر فرمایا نظام الدین! اگر تمہارا کوئی دوست تمہارا یہ حال دیکھ کر تم سے پوچھے کہ آخر یہ کیا حالت ہے؟ تعلیم دینے سے تم کو فارغ البالی حاصل ہو جاتی، اس کو کیوں ترک کر دیا، تو اس کا کیا جواب دو گے میں نے عرض کیا جو ارشاد ہو، فرمایا یہ شعر جواب میں پڑھ دینا،

نہ ہم ہی تو مرارہ خویش گیر و برد

تر اسعاد تے باد امر انگون ساری

اس کے بعد ایک خوان طلب فرمایا، اور مجھ سے کہا اس کو سر پر رکھ کر جہان تمہارا دوست ہے وہاں لے جاؤ، میں نے ایسا ہی کیا، دوست میرا یہ حال دیکھ کر کہا تمہیں یہ صحبت اور یہ حالت مبارک ہو!

حضرت شیخ محمود نے یہ واقعہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، کی زبانی سنا تو دل میں عشق الہی کی آگ شعلہ زن ہونے کے ساتھ مرشد کی محبت بھی پیوست ہو گئی، اور بیعت کے بعد بڑی دل سوخی سے مرشد کی خدمت شب و روز کرتے رہے، اسی لیے تمام مدویش ان کو نصیر الدین محمود گنج کہا کرتے، اور محبوب رکھتے تھے،

حضرت نصیر الدین محمود کو اپنے مرشد سے جو الہامانہ شیفنگی تھی، اس کا ایک واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت محبوب الہی کی خانقاہ میں حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے ایک مرید خواجہ محمد گاندوئی آکر مقیم ہوئے، وہ تہجد کی نماز کے لیے اٹھے تو جامعۃ خانقاہ میں کپڑے رکھ کر وضو کرنے گئے، واپس ہوئے تو کپڑے غائب تھے، ان کی تلاش میں شور و شغب مچا دیا، حضرت شیخ نصیر الدین محمود خانقاہ کے ایک گونہ میں

عبادت میں مشغول تھے، خیال ہوا کہ اس شور و شغب سے مرشد کی عبادت میں خلل پڑ گیا، اس لیے خواجہ محمد گادرونی کے پاس پہنچے اور کہے "تاکر ان کو دیدیے، صبح کو جب یہ واقعہ حضرت محبوب الہی کو معلوم ہوا تو حضرت نصیر الدین عمود کو بلا خانہ پر طلب کر کے اپنی خاص پوشاک عطا کی، اور ان کے لیے دعائے خیر کی،

ریاضت | بیعت کے بعد مرشد کی ہدایت کے بموجب ریاضت و مجاہدہ جاری رکھا، دس دس روز گزار جاتے اور کچھ نہ تناول فرماتے، اور جب خواہشات کا غلبہ ہوتا تو لیمون کا عرق پی لیتے،

سیر العارفین میں ہے کہ کچھ دنوں مرشد کی خدمت میں رہنے کے بعد والد ماجد کے پاس چلے گئے، تمہیکین بیان خلق اللہ کے ہجوم سے یاد الہی میں سکون میسر نہیں ہوتا، اس لیے حضرت امیر خسرو کے ذریعہ مرشد کی خدمت میں عرض حال کر کے جنگل میں جا کر عبادت کرنے کی اجازت مانگی، حکم ملا کہ وہ خلق اللہ کے درمیان ہی میں رہیں، اور خلق کی جفاؤں کو برداشت کریں، اس اشارہ کا بدلہ ان کو ملے گا، اسی سلسلہ میں حضرت محبوب الہی نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مختلف افراد مختلف کاموں کے لیے موزون ہوتے ہیں، اسی لیے میں کسی سے تو یہ کہتا ہوں کہ اپنے لب کو بھی بند رکھے، اور اپنے دروازے کو بھی، کسی سے ہدایت کرتا ہوں کہ وہ مریدوں کی تعداد بڑھائے، کہ کسی کو یہ حکم دیتا ہوں کہ خلق اللہ کے درمیان ہی میں رہے، اور ان کی جفاؤں

سیر الاولیاء ص ۲۳۶، بعض تذکرہ دانین یہ روایت کسی اور موقع پر درج ہو، لیکن سیر الاولیاء میں یہ روایت ان الفاظ میں شروع ہوتی ہے، "وابتدایہ نظر خاص سلطان المشائخ طوفا گشتہ بود....." اور روایتوں میں بھی کہیں کہیں تاخیر ہو گئی ہے، اگر عاجز راقم سے بھی روایتوں کی ترتیب میں تقدیم و تاخیر ہو گئی ہو تو ردہ اطراف میں مذمت کا خواہاں

سیر الاولیاء ص ۱۴۱، اجناد الاخیار ص ۷۷، سیر العارفین ص ۴۰،

کو برداشت کرتے ہوئے ان سے حسن سلوک سے پیش آئے، یہی مقام انبیاء و اولیاء ہے،
حضرت شیخ نصیر الدین نے مرشد کے حکم کی تعمیل کی، اور آبادی میں رہ کر عبادت و ریاضت
کو جاری رکھا، ملفوظات خیر المجالس (مرتبہ حمید شاعر معروف بر قلندر) میں ہے:-

”سالہا سال مجبور آرزو رہی کہ ایک تربند و کترہ بن کر کلاہ سر پہ لگا کر کوہ و بیابان یا کسی مسجد
و فرار میں جاسیٹھوں، پھر شہر کو یاد کر کے فرمایا کہ وہاں بہت حطیرے و لپسندین، وہاں جھکھو خلوت
سے بہت راحت و تسکین ہوتی تھی، ان دنوں وہ فرار اور حطیرے نہیں رہے، منتا ہوں کہ
وہ سب مقامات و کوش خراب و بیا د ہو گئے ہیں، پھر فرمایا کہ خواجہ محمود والد حسین الدین
جو بچا نجام لانا کمال الدین کا ہے، میرے ہمراہ ہوا کرتا، ہمیشہ نماز صبح مسجد میں پڑھ کر نکلتے
اور وظیفہ پڑھتے جلتے، راہ میں جب کسی فرار پر پہنچتے، تو میں محمود سے کہتا اب تم جاؤ جو مکان
جاؤ، جاؤ کسی اور فرار پر تنہا مشغول ہو، وہ میرا کہنا قبول کر کے جدا کسی فرار پر تھر تک جا کر
مشغول ہو جاتا، پھر صبح نماز کے وقت طہارت کو نکلتے، اذان کہتے، دس بارہ دو ویش اپنے
مقام شغولی سے اکرجع ہو جاتے، نماز باجماعت پڑھتے، اور بجھو امام بناتے، پھر باقی روز
ذکر و شغل میں گذرتا، یہاں تک کہ نماز مغرب و عشاء میں صحران ہوتی، پھر وظیفہ پڑھتے
ہوئے گھبراتے، اور جب جنگل میں دن کو قیلو کر کرتے، تو گر و چند درختوں کے رستی
گھیر دیتے، اور درمیان میں سو رہتے، نہ زندے کا ڈر ہوتا، نہ چور کا کہ بدبنا یا لوٹا
لے جاوے گا، شب کو گھروں میں ایک جگہ مقرر تھی، وہاں مشغول رہتے، اسی راحت
و آرام میں چند سال گذر گئے، جناب خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت کا ذکر ہیے ذوق و
شوق سے بیان فرماتے تھے، پھر کہا کہ اگر مکہ حضرت پیر و مرشد کا نہ ہوتا کہ تو رفیق کے دریا

رہنا، جفا و قہارے خلق گوارا کرنا، تو کمان میں تھا، اور کمان پر شہر کسی کوہ و بیابان میں رہنے
رہنا، میں نے عرض کی کہ حق وہی ہے، جو حضور ارشاد فرماتے ہیں، مگر آپ کو یہاں
رہنے کی تاکید اس واسطے فرمایا کہ ہم لوگ سعادت حاصل کریں۔

حضرت شیخ نصیر الدین مرشد فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً وطن سے
دہلی آتے رہتے تھے، یہاں ہر جگہ ان کی بڑی پذیرائی ہوتی، یا ران طریقت جس لطف و کرم سے
ان کے ساتھ پیش آتے، اس کو اپنی زندگی کے آخری ایام میں بڑے ذوق و لذت سے یاد
فرماتے ہیں۔

”جب میں اودھ سے آیا کرتا، تو اکثر یامیری دعوت کیا کرتے، مولانا برہان الدین
غریب طاب ثراہ اور امیر خسرو اور امیر حسن وغیرہ احباب جب میرا آنا سنتے، تو دعا گوئی چند روز
تک متواتر دعوت کیا کرتے، اور شیخ سے استدعا کرتے، فلاں کو اجازت و دعوت کھانے کی ہو،
اور ایک دن پہلے مجھ سے کہتے کہ کل ہمارے یہاں دعوت ہے کہ اگر اسی دن غیاث پور
سے شہر کو جاؤں تو تھک جاؤں تو اس روز مولانا برہان الدین کے گھر میں رہا کرتا۔ دوسرے
دن ان کے ہمراہ جاتا، اور دعوت ظہر تک ہو کر تھی، کبھی عصر تک بھی رہنا ہوتا جب لوٹتا
تو بے وقت ہو جاتا تھا، غیاث پور تک پہنچنا نہ ہوتا، اس رات بھی مولانا برہان الدین کے
گھر میں رہنا ہوتا، کبھی تیسرے دن بھی صبح کو کوئی یاد آ جاتا، اور کتنا ذرا توقف کرنا شہر لانا ہو
غرض چاشت تک ٹھہرنا ہوتا، غرض وہ پھر کو غیاث پور پہنچتا، پھر اس دن بھی شیخ کی زیارت

لے دیکھو مجلس پناہ خیر المجالس کا اردو ترجمہ سراج المجالس کے نام سے مولانا احمد علی صاحب ٹوکنی نے کیا ہے
جو مسلم پریس دہلی میں چھپا تھا، نیز حیدر آباد پرنٹنگ پریس نے طرز کا ہے، لیکن عاجزراقم کو اس میں بڑی کیفیت و تاثیر نظر
آئی، اس لیے اس کو دیکھ کر کسی ترمیم کے ہر جگہ نقل کر دیا ہے،

کو نہ جاسکتا۔

جب مرشد کی زیارت نہ ہوتی، تو بڑی تکلیف محسوس کرتے، فرماتے ہیں :-
 ”ان دنوں میں ایسا ہی ہو کہ متواتر تین دعوتیں ہوئیں، اور ہر دعوت میں تین تین دن
 شہر وں میں رہنا پڑا، اور نور و زندک زیارت شیخ میسر نہ ہوتی، ہر جگہ سے پیام دعوت آتا،
 اور شیخ سے واسطے اجازت کے عرض کرتے، شاید ان دنوں یاد ہوتا ہے کہ خادم
 نصیر نامی تھا، فرماں شیخ پہنچا کہ فلان باد دعوت میں بہا، میں نے عرض کی کہ مجھ کو کچھ خدمت میں
 عرض ہے، اس پر مجھ کو طلب فرمایا، میں خدمت میں حاضر ہوا، تو فرمایا کیا کتب ہے، میں نے عرض کیا
 کی کہ غلام اودھ سے اس اشتیاق میں آتا ہے کہ چند روز زیر قدم خواجہ رہے، اور ہر روز آپ کو
 دیکھوں، یہاں ہر کوئی دعوت کرتا ہے، اور حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کرتا ہے، مجھ کو
 حکم آتا ہے کہ دعوت میں جا، صبح سے جاتا ہوں، اور مولانا برہان الدین غریب کے گھر میں بھی
 رہتا ہوں، دوسرا دن دعوت کا ہوتا ہے، اس دن بھی حضرت کی خدمت میں انہیں
 سکتا، تیسرے دن بھی لوگ روکتے ہیں کہ ذرا ٹھہرو، مامشتہ کر لو، دوپہر کو یہاں آنا ہوتا ہے،
 اس دن بھی زیارت نصیب نہیں ہوتی، تین دن مفت جاتے ہیں، یہ سن کر شیخ نے
 خادم سے فرمایا کہ جو کوئی مولانا کو بلانے آیا ہے اُسے لوٹا دو، اور کہہ دو کہ یا ان شہر کی
 دعوت کریں، اور ان کو مزدور رکھیں“

خود مرشد کو اپنے مرید کی راحت اور خاطر داری کا بہت خیال رہتا تھا، فرماتے ہیں :-

”ایک بار میں اودھ سے آیا تھا، اور بھائی یعنی پدر خواجہ یوسف بھی ہمراہ تھے، اور ان
 دنوں میں نے تقیل طعام کی تھی، بھائی نے مبشر سے کہا کہ یا کر نلانی نے کھانا چھوڑ دیا ہے“

اور معرض تلف میں پڑا ہے، خدمتِ شیخ میں عرض کر دے، مبشر نے خدمتِ شیخ میں او
 بڑھ کر عرض کی کہ جب رکابی بھر کر فلانے کے واسطے لیجاتا ہوں تو بلا کم و کاست دیسے ہی
 لوٹ آتی ہے جناب شیخ نے انظار کے وقت ایک قرص قریب دوسیر کا مجھے دیا، اور سب
 حلوا اس پر رکھا تھا، جن یاروں کا صوم دوام ہوتا، ان کو حضرت شیخ کے یہاں سے سوا
 رمضان شریف سحری ملا کرتی، چنانکہ مولانا فخر الدین زرا دی اور مولانا حسام الدین ملتان
 اور مولانا شہاب الدین کو یہ ہمیشہ روزہ دار ہوتے تھے، مگر مولانا بہان الدین غریب کے سبب
 ضعفِ جسم کے روزے سے معذور تھے، ان کو اہ رمضان میں سحری ملتی اور سحری کو کچھ سحری
 روغن پڑی ہوئی آیا کرتی، یا رجب ہوتے، اور ہاتھ دھو کر کچھ سحری کھاتے، غرض جب شیخ نے مجھ کو
 وہ قرص دیا تو میں حیران ہوا کہ اس کو کس طرح کھاؤں گا، بیمار نہ ہو جاؤں، یہ قرص تو میرے
 بیس دن بلکہ زائد کو کافی ہے، بعد عشاء قرص میں نے رو بہ در کھا، اور کچھ کھانا شروع کیا،
 بعد آدھی رات کے تھوڑی آنکھ لگی تھی، کہ فی الفور اٹھ کر وضو کیا، اور تہجد کی نماز پڑھی، پھر وہ
 قرص لے کر کھانے بیٹھا، برکت و ولایتِ شیخ سے صبح تک سب کھا لیا، اور کوئی زحمت
 نہیں ہوئی۔

قیامِ دہلی | والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد وطن چھوڑ کر مستقل طور پر دہلی تشریف لے آئے، اور
 مرشد کے خاص حجرہ میں سکونت اختیار فرمائی، یہ حجرہ جماعتِ خانہ میں تھا، مرشد کی صحبت میں
 فقر، صبر، تسلیم و رضا کی تمام درویشانہ صفیتیں پائیدگی کیل کو پہنچ گئیں، چنانچہ جیسا کہ سیر العارفین
 کے مولف کا بیان ہے

”حضرت شیخ نظام الدین اولیا کے خلفا اپنے مرشد اور شیخ فقیر الدین کی ذات پر فر

کیا کرتے تھے۔“ (ص ۲۲، ج ۲)

مرشد کی جانشینی | جب حضرت محبوب الہی نے حضرت شیخ نصیر الدین مین وہ تمام باتیں بدرجہ کمال پائیں جو جانشینی کے لیے موزون تھیں، تو ان کو دہلی میں اپنا جانشین مقرر فرمایا، اور وفات کے وقت ان کو خواجگان سے جو خرقہ، عصا، کاسہ اور نعلین ملی تھیں، ان کو عطا کر کے دہلی کے لوگوں کی جفاؤں کو صبر و سکون سے تحمل کرنے کی تلقین فرمائی، حضرت محبوب الہی کی وفات کے بعد جماعت خانہ ان کی بہن کی اولاد کو ترکہ میں ملا، اس لیے حضرت نصیر الدین نے اپنی قیام گاہ کے لیے وہ جگہ منتخب کی، جہاں ان کی ابدی خواجگاہ ہے،

نگلی ماش | جانشینی کا ابتدائی زیادہ بہت ہی تکلیف اور عسرت میں گزرا، اپنے ملفوظات میں ان ایام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار روزہ رکھا، دو دن گزر گئے، لیکن کچھ کھانے کو نہ ملا، میرا ایک آشنا ننھو نامی تھا، وہ دو روٹیاں اور ترکاری دسترخوان میں پیسٹ کر میرے پاس لایا، اس حال میں اس کھانے نے وہ مزہ دیا کہ بیان نہیں ہو سکتا، اکثر اتوں کہ میرے گھر میں چراغ روشن نہ ہوتا، چھ دن متواتر چوہا نہ سلگتا، میرے اعوہ سالانہ معاش کرنا چاہتے، لیکن میں ان کو کرنے نہ دیتا، وہ میرا مزاج پہچان گئے تھے، کہ میں مشقت اور بے سرو سامانی ہی میں غوش رہتا ہوں، اس لیے میرا خیال چھوڑ دیا، اگر کوئی دنیا دار مجھ سے ملنے آتا تو میں شیخ کا ہمہ پہن کر بیٹھ جاتا، جب وہ چلا جاتا، تو کھاروے کا لباس پہن لیتا، جائے شیخ نہیں کر رہتا، نہ کہتا، لیکن اس کو پہن کر لوگوں سے اپنا فقر پوشیدہ رکھتا تھا، فارغ البالی | کچھ دنوں کے بعد یہ نگلی جاتی رہی، اور اچھے دن آئے، مگر حضرت خواجہ نصیر الدین ان عسرت بھرے دنوں کو یاد پراہ کیا کرتے تھے، دودن کے فاقہ کے بعد ان کو جو رونی اور

ترکاری ملی تھی، اس کے مزے کو یاد کر کے سر ملاتے، اور فرماتے، سبحان اللہ یہ فقر بھی کیا نعمت ہے، اس کے اول اور آخر دو دن خوب ہین، وہ کیا عمدہ دن اور پُر ذوق زمانہ تھا، یہ کہہ کر دوتے گویا وہ ذوق پھر حاصل کر لیتے۔

فارغ البالی کے زمانہ میں مہمان اور مریدوں کے لیے دسترخوان پر اچھے اچھے کھانے ہوتے خود تو صائم الدہر ہوتے، لیکن مہمانوں کو بڑے لطف و کرم سے لذیذ کھانے کھلاتے، کبھی کبھی کسی مہمان کی خاطر افطار کر لیتے، ایک بار دسترخوان پر جلوسے کی کئی قمیصیں تھیں، ایک حاجی نے سڑک کے کھانے بھی اس موقع پر پیش کیے، حاضرین میں ایک صاحب نفل روزہ رکھے ہوئے تھے، حضرت خواجہ نصیر الدین نے ان کی خاطر افطار کر لیا، اور یاروں کو خوب کھانے کی تاکید فرمائی۔

تلقین | مہمانوں کو لذیذ کھانا کھلاتے وقت پند و نصیحت کا سلسلہ جاری رکھتے، ایک بار دسترخوان پر عمدہ پلاؤ تھا، حاضرین کو بڑی شفقت و محبت سے کھلا رہے تھے، دست مبارک سے پلاؤ پر تنوں میں ڈالتے جاتے، اور تاکید فرماتے یا ر خوب کھاؤ، جب لوگ کھا چکے تو فرمایا طعام حلال طیب وہ سب کھانا کھاتے وقت یہ خیال رہے کہ خدائے تعالیٰ دیکھتا ہے، خدا کے واسطے کھائے اور نیت کرے کہ جو قوت اس سے پیدا ہوگی، وہ طاعت و عبادت میں صرف ہوگی، تو وہ شخص عین عبادت و نماز میں ہوگا، فرمایا ایک دن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا، کہ یا رسول اللہ! ہم کھانا کھاتے ہیں مگر ہمارا پیٹ نہیں بھرتا، آپ نے فرمایا شاید تم تنہا کھاتے ہو، عرض کیا، ہاں، ہر شخص الگ الگ کھاتا ہے، آپ نے فرمایا، اب اکٹھا ہو کر کھایا کرو اور پہلے بسم اللہ کہا کرو، اللہ تعالیٰ برکت دے گا،

لے خیر الجالس مجلس شصت و سویم ۳۱۸ ایضاً مجلس ہفتاد و یکم ۳۱۹ ایضاً مجلس پنجاہ و سویم

ایک بار عید افغنی کے دن بہت سے نوگ ملنے آئے، ان کی خاطر دسترخوان بچھایا گیا جس پر اچھے کھانے اور اچھے حلویے تھے، حضرت خواجہ نصیر الدین نے اس موقع پر یہ حکایت سنائی کہ ایک بار ایک درویش شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کے سامانِ امارت میں بارگاہ شاہی، طنا بہائے ریشمی اور میخ ہائے زرین دیکھ کر سوچنے لگا کہ کیسی درویشی ہے، یہ تو کسی بادشاہ کو بھی میسر نہیں، حضرت ابوسعیدؒ نے اس کے خیال کو نوربان سے معلوم کر لیا، اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا، اسے درویش ہم نے خیمہ کی میخ دل میں نصب کی ہے، زمین میں گاڑی ہو، یہ بھی فرمایا کہ دنیا کی مثال تیرے سایہ کی ہے، اگر اس کی طرف توجہ کرے، تو تیرے پیچھے ہوگا، اور اس کی طرف پشت کرے تو تیرے آگے ہوگا، (مجلس) ایک اور موقع پر کچھ معتقدین حضرت خواجہ نصیر الدین کے سامنے پالودہ (فالودہ) نوش کر رہے تھے، حسب دستور ہند و مو عظمت شروع کی، اور فرمایا، ایک بار حضرت خواجہ ابراہیم ابن ادہم قدس سرہ العزیز ایک بادشاہ کے حضور میں پیش کئے گئے، بادشاہ نے ان کیلئے کھانا منگوایا، ایک آراستہ دسترخوان پر پہلے ان کے سامنے پالودہ کا پیالہ رکھا گیا، حضرت خواجہ ابراہیم نے پیالہ کو غور سے دیکھا، مگر اس میں سے کچھ کھانا بند نہ کیا، بادشاہ نے پوچھا، پالودہ کو آپ دیکھتے ہیں، لیکن کھاتے نہیں ہیں، حضرت خواجہ ابراہیم نے فرمایا، پالودہ سے قیامت یاد آتی ہے، بادشاہ نے پوچھا کس طرح، فرمایا، اس دن دو گروہ ہون گے، ایک پالودہ اور ایک آلودہ، "فریق فی الجنبہ و فریق فی السقیۃ" کا اشارہ اسی طرف ہے، جس نے اپنے آپ کو دنیا میں مجاہدہ، طاعت و عبادت میں پالودہ کیا، وہ تو بہشت میں جائیں گے اور

۱۔ حضرت ابراہیم بن ادہم ایک شہر کی مسجد میں مقیم تھے، رات کو دروازہ کھول کر باہر نکلے، جو کچھ اڑ رہا تھا سب کچھ کھینچ لیا، اور کوئی مال نے بادشاہ کے حضور میں پیش کیا،

جو آلودہ مصیبت ہیں، ان کو آتش و دوزخ میں پاک و صاف کر کے بہشت لے جائیں گے، انہوں نے یہ سن کر کہا کہ اسے درویش آپ کو اللہ سے میرا دل ہل گیا ہے۔

چراغِ دہلی ز نقب | رفتہ رفتہ حضرت خواجہ نصیر الدین کے رشد و ہدایت کی شہرت چاروں انک عالم میں پھیلی، جب حضرت مخدوم جانیان سید جلال الدین بخاری مکہ معظمہ تشریف لے گئے، تو وہاں کے شیخ امام عبداللہ دیمائی سے ایک عرصہ تک تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے، ایک موقع پر شیخ مکہ نے حضرت جلال الدین سے فرمایا، اگرچہ شہر دہلی کے بڑے بڑے مشائخ اٹھ گئے، تاہم ان کی برکت کا اثر شیخ نصیر الدین محمود کے اندر موجود ہے، ان کی ذات بابرکات بہت غنیمت ہے، وہ چراغِ دہلی ہیں اور مشائخ کی رسموں کو زندہ کرنے والے ہیں، حضرت سید جلال الدین بخاری نے جب یہ سنا تو ان کو حضرت خواجہ نصیر الدین محمود سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا، اور وہ مکہ معظمہ سے دہلی آئے، اور حضرت خواجہ نصیر الدین کی تربیت سے کر کے شیخ مکہ سے جو کچھ کہتا تھا، اس کو بیان کیا، اس کے بعد حضرت خواجہ نصیر الدین محمود کا نقب چراغِ دہلی بھی ہو گیا، اور اسی نقب سے مشہور ہوئے۔

رشد و ہدایت | مذہبی و روحانی استفادہ کے لیے ہند و بیرون ہند کے مختلف مقامات سے ہر طبقہ کے افراد آتے، اور حضرت چراغِ دہلی حسب مراتب ان کی تربیت فرماتے،

ایک مرتبہ ایک صاحبِ علم بیعت کے لیے آئے، یہ ہادیہ، بزودی اور کشتہ اپنے ساتھ لے گئے تھے، بیعت کے وقت حضرت چراغِ دہلی نے ارشاد فرمایا، جب کوئی ظرفیت میں داخل ہو تو اس کو چاہیے کہ اپنی آستین چھوٹی کرے، دامن اونچا رکھے، اور سر منڈائے، آستین چھوٹی کرنے سے یہ مراد ہے کہ اس نے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے، تاکہ اس کو مخلوق کے سامنے نہ بھیل سکے۔

لے مجلس مفادوم، سیر العارفین جلد دوم ص ۷۷،

و اس کو بچا کرنے سے یہ مطلب ہے کہ اس نے اپنا پاؤں قطع کر لیا ہے تاکہ کسی ایسی جگہ نہ جا سکے جو بری ہو، اور جو ان معصیت ہوتی ہو، سر نہ ڈالنے کے معنی میں کہ راہ حق میں اس نے ہنگام کاٹ لیا ہے، اور اس سے کوئی بات خلافت شرع ظہور میں نہ آئے۔

ایک ہزر گ بیعت کے لیے آئے، جو نبی سید اور جو ہری بازار کے داروغہ تھے، حضرت جراح دہلی نے کھانہ منگوائی، دست مبارک بیعت کے لیے آگے بڑھایا، اقرار لیا، دو گانہ نماز پڑھوائی، نماز کے بعد مخاطب کر کے فرمایا، ہر بات میں پیغمبر علی اللہ علیہ السلام کی متابعت کرنی چاہیے، اور تمھارے لیے اور ضروری ہے کہ تم آل رسول سے پیروی کی متابعت کرو چیزوں میں ہے، جو کچھ خدا اور رسول نے کہا، اس کو کرنا، اور جس سے خدا اور رسول نے منع کیا اس سے بچنا، پھر فرمایا خرید و فروخت میں ہر گز جھوٹ بات نہ لانی چاہیے مثلاً ایک چیز پانچ درم کی خریدی ہوئی ہے، جب کسی خریدار کو اس کے لینے پر راہ دیکھے تو یہ نہ کہے کہ میں نے چھ درم میں لی ہے، سناست درم میں دو روں گا، اس سے کچھ برکت حاصل ہوتی ہے، بلکہ نقصان ہوتا ہے، ہاں اگر یہ کہے کہ پانچ درم ایک دانگ میں دو روں گا تو ایک سو ام میں برکت ہوگی، اور اس کا مال اس طرح بڑھے گا کہ اس کو خود خبر نہ ہوگی کہ کہاں سے بڑھا،

ایک مرتبہ ایک عالم مومن نے کہا، حضرت جراح دہلی نے پوچھا کہ ان سے آتے ہو، عالم نے کہا سہاگے تھے، جہاں سے اکثر لوگ آپ کے دربار میں آتے تھے، جیسی سے بیعت رکھتے ہیں، اور وہ مردوں سے زیادہ صالح ہیں، پھر پوچھا کہ کتنے رکھتے ہو عالم نے کہا اکثر لوگ کوٹ پڑھانا ہوں، فرمایا یہ عمدہ کام ہے، مطلقاً کتب میں مشغول نہ ہونا اور

لے خیرا لوالس عینوں باز دم لے ایسا بہت دشمن،

دوسروں کو قرآن مجید پڑھانا اچھا بات ہے، لیکن جو دوسروں کو کلام پاک پڑھائے اُس کو ہمیشہ یاد ضرور ہونا چاہیے۔

ایک درویش مین سے آیا، حضرت چراغ دہلی نے اس کو اپنا پیرا بن عطا کیا، اور اپنے پاس بٹھایا، درویش نے کہا آج میں نے خواب میں دیکھا تھا، کہ کوئی مجھ کو پیرا بن عطا ہے، اور کہتا ہے یہ ہمہ شیخ محمود کا ہے، اسی موقع چراغ دہلی نے مریدوں کو جہان نوازی کی تلقین کی، اور فرمایا: مہمانوں کی تعظیم و تکریم سے ان کے دلوں میں یگانگت اور محبت پیدا ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک خاتون اُمین اور ایک شخص کی معرفت خرید ہوئے کا پیام کہلا بھیجا، حضرت چراغ دہلی نے پانی کا ایک کوزہ منگوایا، اس کو اپنے سامنے رکھ کر کچھ پڑھا، پھر اس میں اپنی آئینہ شہادت ڈبوئی، اور اس شخص کو کوزہ دیکر کہا کہ اس کو خاتون کے پاس لے جاؤ، ان سے سلام کہنا، اور کہنا کہ اپنی شہادت کی انگلی پانی میں ڈال کر کہیں کہ میں فلاں کی مرید ہوئی، اسی کے ساتھ خاتون کو یہ بھی کہلا بھیجا کہ وہ برابر نماز پڑھتی، چن، اور ایامِ مہین کے روزے رکھیں، غلام و لونڈی کو نہ ستائیں، مار پیٹ نہ کریں، اور اپنوں اور بیگانوں سے اخلاقِ سوسلیتی رہیں، ایک مرتبہ ایک کاشتکار آیا، تو اس سے پوچھا کیا کرتے ہو، اس نے عرض کیا زراعت

کرتا ہوں، فرمایا القمہ زراعت اچھا القمہ ہے، اور بہت سے کاشتکار صاحبِ حال گذرے ہیں، اس کے بعد ایک کاشتکار کی حکایت بیان فرمائی جس میں یہ نصیحت تھی کہ تخمِ ریزی کے وقت دلِ شاگرد زبانی نہ کر مونی جاہیے، اسی سلسلہ میں فرمایا کوئی کام بغیر نیک نیت کے نہ کرنا درست نہیں، اگر کوئی اس نیت سے نماز پڑھے کہ لوگ اس کو دیکھ کر نمازی کہیں تو اس کی نماز و انہیں، اور بعض کے نزدیک وہ کافر ہو جاتا ہے، اگر اس نے عبادتِ خدا میں

اور کو بھی شریک کیا،

ایک مرتبہ شاہ پور سے ایک بزرگ آئے، حال پوچھنے پر عرض کیا، کہ قناعت و توکل کی زندگی بسر کرتے ہیں، حضرت چراغ دہلی نے فرمایا ایک درویش کو جاہیہ کہ اگر اس پر فاقہ گذرے تو بھی اپنی حاجت غیروں سے نہ بیان کرے، اور اگر کوئی اس کے پاس آئے تو اپنے منہ پر طمانچہ لاد کر گالوں کو سرخ کر لے، کہ دیکھنے والا اس کے فقر و فاقہ سے مطلع نہ ہو، پھر بیان کیا کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھے تھے، فرمایا ہے کوئی جو ایک بات کی ذمہ داری لے، تاکہ میں اس کے لیے جنت کی ذمہ داری لوں، تو بان خسی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ! وہ مین ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کسی سے کچھ سوال نہ کرنا، تو بان نے اس حکم کو قبول کر کے کسی سے کوئی سوال نہ کرنے کا عہد کر لیا، ایک روز وہ گھوڑے پر سوار جا رہے تھے، کہ چابک ہاتھ سے گر پڑا، دوسرے سے اٹھا کر نہ مانگا، خود اتر کر اٹھایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے سوال کرنے سے منع فرمایا تھا، اس موقع پر حضرت چراغ دہلی کی مجلس میں ایک درویش نے پوچھا، جس چیز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کو منع کیا ہو، وہ اگر کیا اور وہ کس لیے بھی لازم ہو جاتا ہے، حضرت چراغ دہلی نے فرمایا، ہاں سب کے حق میں حکم ممانعت ہوتا ہے۔

ایک درویش آیا، اور کسی کے ظلم کی شکایت کی، حضرت چراغ دہلی نے فرمایا، تحمل و حکام لو اگر اور جنہا کرے تو بھی صاف کر دو، کیونکہ ایک درویش کا یہی شیوہ ہوتا ہے۔
ایک جوان عجب آیا، اس نے ایک کنگھی نذر کی، حضرت چراغ دہلی نے دست مبارک شانہ وان اٹھا کر پرانی کنگھی نکالی، اور اس میں نیوی رکھی، اور چہرہ رکھ لی، تو حاضرین سے پوچھا کہ

اے مجلس چل دہم، اے مجلس چل دہم، اے مجلس چاہ دو دو

انگلی پہلے کس طرف رہے گی، پھر خود ہی فرمایا زندانوں کی طرف سے پہلے رکھنا چاہیے، کیونکہ وہ بانوں کی تفریق کا باعث ہے، پس جو چیز باعث تفریق ہو اس کو دور رکھنا مناسب ہے۔

ایک مرتبہ عربستان ایک عالم آئے، حضرت چراغ دہلی نے پوچھا کیا کام کرتے ہو، عرض کیا موقع بانی کرتا ہوں، حضرت چراغ دہلی نے فرمایا، شیخ احمد نروال رحمۃ اللہ علیہ بھی ندر بانی کیا کرتے تھے، کبھی کبھی اگر گھر پر کام کر لیتے ہوتے ان پر ایسا حال طاری ہو جاتا کہ غائب ہو جاتے، اور جب موجود ہوتے تو کپڑا ہٹا ہوتا رہا کرتے، اس کے بعد کچھ حکایتیں بیان کیں اور فرمایا، کسب و ہنر کا تقریباً کچھ بڑا مال اللہ چھو کو ہستان میں رہتے ہیں، پہاڑ سے گاڑی لگھاس، جھکی ہوئیں، پہاڑ سے لگھاس، وغیرہ لاکھ شہر میں بیچتے ہیں، اور کھانا مول لے کر واپس جاتے ہیں، حضرت چراغ دہلی اپنی مجلسوں میں زیادہ تر کلام پاک اور احادیث نبوی کی تعلیمات پر گفتگو فرماتے، ایک موقع پر فرمایا کہ لوگوں نے قرآن و حدیث کو چھوڑ دیا ہے، اس عمل نہیں کرتے، اس لیے غریب و پریشان ہیں، اور اس کا اعادہ بار بار کیا، کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو قول اور فعل صادر ہوا وہ سزاوارت متابعت ہے، فرمایا ایک مسلمان کے ایمان کی بنیاد حضرت دو چیزوں پر ہے، جو خدا اور رسول نے فرمایا ہے، اس کی متابعت کرے، اور جس سے منع کیا ہے، اس کو ترک کر دے۔

سارک نماز کے متعلق مریدوں کو ہدایت کی کہ اگر وہ نفل میں اگر بیٹھے تو اس کی تنظیم نہ کریں، اور سلام کے جواب میں علیک نہ کہیں تاکہ اس کی اہانت ہو اور وہ شرعاً ہے، صرف نماز تکبیر نماز باجماعت کی بھی سخت تاکید فرماتے تھے، خود بھی تمام عمر نماز باجماعت

۱۰ مجلس، چارہ دو درم، ۱۱ مجلس فرد و نیم، ۱۲ مجلس سی و ام، ۱۳ مجلس ہفت و یکم، تہجد کھڑے مجلس شاد و نیم، ۱۴ مجلس پنجہ و یکم۔

کے پابند رہے، ایک مجلس میں یہ حکایت بیان کی کہ ایک بزرگ بڑے اچھے واعظ تھے، ان کے وعظ سے لوگ بکثرت تائب ہوتے، اور کپڑے بھاڑ کر بیہوش ہو جاتے، وہ بزرگ زیارت کعبہ کو تشریف لے گئے، وہاں سے واپسی پر ان کا وعظ سننے کے لیے لوگ اور بھی ذوق و شوق سے جمع ہوئے، لیکن ان کے وعظ میں پہلی سی تاثیر مطلق نہ تھی، لوگوں نے ان سے کہا کہ زیارت کعبہ کے بعد نہم تو متوقع تھے کہ وعظ میں صد گونہ تاثیر اور بھی پڑے گی، وہ بولے، سفر حج میں مجھ سے ایک تصور رہ گیا تھا، جب ہی جان لیا تھا، کہ مجھ سے یہ نعمت چھین لی جائے گی، وہ تصور یہ تھا کہ راستے میں مجھ سے ایک بار نماز باجماعت فوت ہو گئی، یہ محرومی اسی شامت کی بنا پر ہے، اس حکایت کو بیان کر کے حضرت چرخِ داغ و بلی اس قدر روئے کہ حاضرین بھی رونے لگے، اور جب آنسوؤں کے تو فرمایا، جو لوگ جماعت میں بالکل نہیں جاتے، ان کا کیا حال ہوگا، وہ کتنی نعمتوں سے محروم رہتے ہوں گے، اور پھر ایک اور حکایت بیان کی کہ ایک بزرگ کے پاس لوگوں کا ہجوم ہوا کرتا تھا، بزرگ نے دل میں خیال کیا کہ خداوند! مجھ میں نہ کچھ طاعت ہے، اور نہ عبادت ہے، پھر میرے پاس لوگوں کا اثر و عام کیوں رہتا ہے، آواز آئی کہ اسکا یہ سبب ہے کہ تو جماعت میں شریک ہونے کی کوشش کرتا ہے، اور اس خیال سے پریشان رہتا ہے کہ مبادا فوت نہ ہو جائے، یہ بات ہم کو پسند آئی، اور اسی لیے تجھ کو یہ مقبولیت عطا کی۔

نماز کے متعلق فرمایا، یہ حضور قلب کے ساتھ پڑھی جائے، نماز کے وقت اعضا کا قبضہ کعبہ شریف ہوتا ہے، اگر اعضا اس طرف نہ ہوں تو نماز درست نہیں ہوتی، اس طرح دل کا کعبہ ذاتِ پاک حق تعالیٰ ہے، اگر دل اپنے قبضہ سے پھر جائے، تو پھر یہ کسی نماز ہو گی نہ

شاہی ملازمین کی اصلاح | حضرت چراغ دہلی شاہی ملازمت کو روحانیت کے منافی سمجھتے تھے، لیکن شاہی ملازمین میں سے جس کسی کو سچی طلب ہوئی، اس کی خلاقی مذہبی اور روحانی حالت کو سنوارنے میں دریغ بھی نہیں فرماتے تھے۔

خیرالجالس مجلس ہفتاد و ششمین ہے کہ ایک سیامید ہونے آیا، وہ شاہی اہل قلم کے زمرہ میں شامل تھا، حضرت چراغ نے اس کو مرید کیا، اور فرمایا، نماز باجماعت پڑھا کرو، جمعہ کی نماز خود نہ ہو، ایام بیض کے روزوں کو لازم جانو، جو شخص ایام بیض کے روزے رکھتا ہے اس کی روزی بڑھتی ہے، میرے اور مرید کو بھی یہ وصیت ہے، کہ جو کام خدا اور رسول نے منع کیا ہے، وہ نہ کریں، پھر فرمایا دنیا کی دولت میں بے ثباتی ہے، تم یہ خیال کر لو کہ تمہارے بالکھارے کے گھوڑے تمہارے خدمت گار، تمہارے دینار و درم، یہ ساری چیزیں ایک روز تم سے چھوٹ جائیں گی، پھر چوٹنے والی چیزوں کا فکر اور غم کرنا بے فائدہ ہے، فکر اور غم اس چیز کے لیے کرنا چاہیے جو ہمیشہ باقی رہے گی، غور سے دیکھو، ہمارے سامنے کتنے تھے، اور کتنے چلے گئے، آخر ہم سے پہلے تھے، اور ہم سے پہلے چل دیے، پھر اس سید سے پوچھا کہ کیا کرتے ہو، جواب دیا، قرآن مجید پڑھتا ہوں، سید کے ایک ہمراہی نے کہا یہ حافظ ہیں، اور ان کے والد بھی حافظ اور صالح بزرگ تھے، حضرت چراغ دہلی نے فرمایا، اگر کوئی گھریا راہ میں شب و روز قرآن پڑھتا رہے اور ذکر خدا میں مشغول رہے، تو اس کے لیے نذری حجاب نہیں، وہ صوفی ہے، اور اسی کے بعد حضرت سعدی کا یہ شعر پڑھا،

مرا و اہل طریقت لباس ظاہر نیست کمر بنی برت سلطان بربند صوفی باش

ایک بار ایک عالم نے اگر عرض کیا، کہ فلان شاہی سردار (ملک) نے سلام عرض کیا ہے، حضرت چراغ دہلی نے پوچھا، اس کا کیا حال ہے، عالم نے کہا کہ زمر سرکاری کے مطالبہ میں

اس کو قید کر دیا گیا ہے، اور اس کو زود کو ب کی جاتی ہے، حضرت چراغ دہلی نے فرمایا، منغل و تبا
یسی پھل دیتا ہے، اگلے زمانہ میں کام کرنے والے صرف خدا تعالیٰ کے لیے کام انجام دیا کرتے تھے،
اور وہ معاملات میں جلدی و جلی ہو تے تھے،

ایک لشکری آیا تو اس کو مخاطب کر کے فرمایا، اگر طلب دنیا میں نیت اچھی ہو تو وہ فی الحقیقت
طلب آخرت ہے،

سیر الاولیا، (ص ۲۴۴) میں ہے کہ خواجہ قوام الدین حضرت شیخ نصیر الدین کے مرید صا
تھے، شاہی ملازمت میں داخل ہوئے تو کچھ دنوں کے بعد کسی الزام میں موقوف کر دیے گئے،
ان پر سخت وقت پڑا، عزیزوں اور دوستوں کی نظریں ان سے بدل گئیں، ضرورت کے وقت
اپنی کوئی چیز فروخت کرنے کے لیے بازار جاتے، تو کوئی خریدنے کے لیے تیار نہ ہوتا، اسی پریشانی
میں مرشد یاد آئے، چنانچہ وہ حضرت چراغ دہلی کی خدمت میں پہنچے، لیکن وہ اپنا مدعا کہنے بھی
نہ پائے تھے کہ حضرت چراغ دہلی نے یہ قطعہ پڑھا،

دنیا چمعت دراست، غروشی بہ رزقے تو رسد بوقت کم کوشی بہ
چیزے کہ نمی خرید، فسدوشی بہ گفت تو نمی کنند، خاموشی بہ

خواجہ قوام الدین کا خود بیان ہے کہ میرے دل میں جو بات تھی اس کو حضرت خواجہ نے
اپنے نور باطن سے اس قطعہ میں ظاہر کر دیا، اور میں نے سر جھکا کر عرض کیا کہ حضرت مخدوم نے
جو کچھ فرمایا ہے وہی بندہ کے دل میں ہے، خواجہ قوام الدین کا بھی بیان ہے کہ حضرت مخدوم
کی اس کرامت سے میرے دل کو بڑی تقویت پہنچی،

رجوع خلق سے ریاضت میں قفل | رشد و ہدایت کا سلسلہ اتنا بڑھتا گیا کہ حضرت چراغ دہلی کو ریاضت

لے مجلس بست پنجم لے مجلس ہشتاد و پنجم،

مجاہدین اگلی سے محنت شاقہ کرنے کے لیے وقت زملتا تھا، خیر المجالس کے مرتب مولانا حمید شاعر کو ایک روز مخاطب کر کے فرمایا، اب مجھ کو خلوت میں عبادت کرنے کی فرصت نہیں ملتی، دن بھر اللہ کی مخلوق کے ساتھ رہتا ہوں، اکثر قیلولہ بھی میسر نہیں آتا، قیلولہ کرنا چاہتا ہوں تو لوگ اگر جنگاویہ میں، اگر فلان آیا ہے، تم لوگوں کو فرصت ہے عبادت میں مشغول رہو، مولانا حمید شاعر نے یہ سن کر عرض کیا کہ ہر چند جناب کا ظاہر خلق اللہ سے مشغول معلوم ہوتا ہے، لیکن باطن شریف ہمیشہ حق سے مشغول رہتا ہے، حضرت چراغ دہلی نے فرمایا رات کو البتہ کچھ ذکر یا وظیفہ ہو جاتا ہے لیکن دن میں کچھ نہیں ہوتا، پھر بھی عنایت ربانی سے ناامید نہیں ہوں، مولانا حمید شاعر کا بیان ہے کہ یہ بات فرما کر حضرت خواجہ بنایت شکستہ دلی سے رونے لگے، اور پھر یہ شعر پڑھا،

ایں دولت کی کہ در چہ انداختہ ام نوا مید نیم کہ پر بر آید روزے

حضرت چراغ دہلی کی ذات اقدس سے فیض و برکات کا چشمہ برابر بہتا رہا، پھر بھی وہ فرماتے ہیں کہ میں کس لائق ہوں کہ شیخ بنوں، اب یہ کام بچوں کا کھیل ہو گیا ہے۔ اور اسی کے ساتھ حضرت ثنائی کا یہ شعر پڑھتے،

مسلمانان مسلمانان مسلمانی مسلمانی ازین آئین بے دنیا پشیمانی پشیمانی

شاہی دربار سے تعلقات | معاشرہ تار بخون میں تو نہیں لیکن بعض تذکروں میں ہے کہ سلطان

محمد تغلق نے حضرت چراغ دہلی کو ایذا پہنچانے کی کوشش کی، سیر العارفین میں ہے:

ایک روز سلطان محمد تغلق نے ابتداء زمانہ سلطنت میں حضرت شیخ نصیر الدین محمود

کو اپنے گھر بلا کر اپنی داہنی جانب بٹھلایا، اور التماس کیا میں خراسان کی طرف جانے والا

ہوں، مجھے منظور ہے کہ تم بھی میرے ہمراہ چلو، یہ سن کر شیخ نے فرمایا: انشاء اللہ تعالیٰ، تب شاہ

لہ جزا المجالس مجلس دوازدهم سے اخبار الاخبار ص ۶، یہ عبارت سیر العارفین کے ترجمہ کی نقل ہے، جلد ۲

نے کیا یہ نفاذ انشاء اللہ تعالیٰ کا واسطے تبعید کے واقع ہوا ہے، شیخ نے فرمایا، ہرگز یہ کلمہ کہنے
 کسی کام میں تبعید واقع نہیں ہوتی، بلکہ یہ نفاذ واسطے تاکید کے ہے، اس درمیان میں سلطان
 نے طعام طلب فرمایا، اور یہ قصد کیا کہ اگر شیخ کھاوین تو ان کو ایذا پہنچاؤں، جب دسترخوان
 بچھایا گیا، حضرت شیخ نے بکرا بہت تمام کھانا شروع کیا، اس کے بعد سلطان نے کہا شیخ
 مجھے کوئی نصیحت ایسی کیجیے جس پر میں عمل کروں، شیخ نے فرمایا کہ یہ روزہ ان کا کھانا غصہ جو
 تمہاری عادت اور طبیعت میں داخل ہے، اس کو چھوڑو، بعد اس کے سلطان نے ایک
 برہ زر سفید کا اور دو قطعہ صوف سبز اور سیاہ کے شیخ کے پیش نظر کئے، مقصود اس کا یہ
 تھا کہ شیخ یہ عطیہ خود اٹھاوین، لیکن شیخ بالکل متوجہ نہ ہوئے، اسی آستان میں خواجہ نظام الدین
 دبیر مقرب خاص سلطانی جو حضرت شیخ نظام الدین اولیا و قدس سرہ کامریہ تھا، اس نے
 حضرت شیخ کے آگے سے وہ صوف اور زر نقد اٹھالیا، اور کفش شیخ درست کر کے سامنے
 رکھ دیں، حضرت شیخ سلطان کی مجلس سے باہر آئے، مقرب سلطانی نے وہ صوف اور
 زر نقد خادم کے سپرد کیا، اور پیشانی اپنی شیخ کے خاکہ پڑ پر مل کر رخصت حاصل کی، بادشاہ
 مقرب نظام الدین براز حد غیظ و غضب میں ہوا، یہاں تک نوبت پہنچی کہ تلوار پر ہاتھ
 لے گیا، اور لال ہو کر کہا، اے پستک تیری کیا مجال اور قدرت تھی جو تو نے برہ اور صوف
 شیخ کے سامنے اٹھا کر ان کی کفشین میرے سامنے لا کر درست کر کے رکھ دیں، خواجہ
 نظام الدین مذکور میاں قد تھا، اور حضرت شیخ نظام الدین اولیا و قدس سرہ کا منظر نظر
 تھا، اور شعر گوئی میں حضرت خواجہ امیر خسرو علیہ الرحمۃ کا شاعر تھا، فی الفور بادشاہ کو
 جواب دیا کہ اگر میں اس صوف اور زر نقد کو نہ اٹھاتا تو وہ آج بے ڈولچہ ہی میں پڑا رہتا،
 اور شیخ ہرگز اپنا ہاتھ اس پر نہ بڑھاتے، اور کفشوں کا درست کر کے رکھنا یہ میرا عین فخر تھا،

واللہ اگر اس وقت سلطان عالم مجھ کو قتل بھی فرما دیں گے تو میں نہایت خوشنود
اور راضی ہوں گا، اس واسطے کہ آپ کی ننگ صحبت مجھ کو تیاہست تاکہ واسطے خدا
ہو جائے گی، یہ سب کچھ کہہ گیا اور شیخ کی برکت سے بادشاہ اس کا کچھ نہ کر سکا۔

حضرت خواجہ نصیر الدین کی طبیعت بڑی نرم اور میٹھی تھی، اس لیے سلطان کو ان کا جواب
جو اوپر نقل کیا گیا ہے، ان کی طبیعت اور فطرت کے خلاف معلوم ہوتا ہے، یہ روایت اس لیے
بھی مشکوک معلوم ہوتی ہے کہ یہ تمام باتیں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ایک دوسرے
خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین زراوی کے حالات میں بھی بیان کی جاتی ہیں۔ اخبار الاخیار میں ہے:

جب محمد تخلق نے دہلی کے لوگوں کو دیوگیر بھیجا تو ان ہی دنوں یہ جاہل ملک ترکستان
اور خراسان کو تسخیر کر کے وہاں سے جنگیز خانیوں کو نکال دے، شہر کے صدر اکابر
کو قلم دیا کہ جمع ہوں، اور ایک بڑا خیمہ نصب کر کے اس کے نیچے اپنے بیٹھنے کے لیے
ایک منبر رکھا، تاکہ اس منبر پر لوگوں کو جہاد کی ترغیب دے، اسی دن مولانا فخر الدین
زراوی، شیخ شمس الدین مجلی اور شیخ نصیر الدین محمود کو بھی بلایا خواجہ قطب الدین دیر
جو شیخ نظام الدین اولیاء کے مریدوں میں اور مولانا فخر الدین زراوی کے شاگرد تھے،
مولانا کو سب سے آگے سلطان کے دربار میں لے گئے، مولانا بار بار فرماتے تھے، میں اپنے
سر کو اس مرد کے سامنے پڑا ہوا دیکھتا ہوں، میں اس کی موافقت کرنی نہیں چاہتا،
جب سلطان سے مولانا کی ملاقات ہوئی، تو خواجہ قطب الدین دیر نے مولانا کی جوتیاں
اٹھا کر بغل میں لے لیں، اور گھڑے ہو گئے، سلطان نے یہ دیکھ کر کچھ نہ کہا، اور مولانا فخر الدین
زراوی سے باتوں میں مشغول ہوا، اس نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ جنگیز خانیوں کو
نکال دوں، آپ اس کام میں میرا ساتھ دیں گے، مولانا نے فرمایا، انشا اللہ تعالیٰ سلطان

نے کہا یہ تو کلمہ شک ہے، مولانا نے کہا اے والی بات کے لیے یہی کہا جاتا ہے، سلطان نے
 پہنچے و تاب کھایا، اور کہا آپ مجھ کو نصیحت کیجیے، تاکہ میں اس پر عمل کروں، مولانا نے فرمایا،
 اپنا غیظ و غضب روکو، سلطان نے کہا کون سا غیظ و غضب، مولانا نے کہا وختیہ، سلطان
 کو بڑا غصہ آیا، لیکن اس نے حکم دیا کہ کھانا لاؤ، جب کھانا لایا گیا تو مولانا نے کراہت کے ساتھ
 تھوڑا سا کھانا کھایا، جب کھانا ختم ہو چکا تو ان بزرگوں کو جو وہاں موجود تھے، ایک ایک
 جامہ صوف اور ایک ایک بدرہہ سیم پیش کیا گیا، شیخ نصیر الدین محمود اور مولانا شمس الدین
 ریحی اور دوسرے بزرگ جیسا کہ مشہور ہے، ان چیزوں کو ہاتھوں میں لے کر باہر نکلے لیکن
 مولانا فخر الدین کے جامہ و بدرہہ سیم کو خواجہ قطب الدین دبیر نے خود لے لیا، وہ جانتے تھے
 کہ مولانا نہیں لیں گے، اور ان کی ہتک ہوگی، جب یہ تمام بزرگ واپس گئے، تو سلطان
 محمد نے خواجہ قطب الدین دبیر سے کہا اے فریبی، بد بخت! تو نے یہ کیا حرکت کی کہ فخر الدین
 زراوی کو میری تلوار سے خلاصی دلا دی، خواجہ قطب الدین نے کہا وہ میرے است و ہیں،
 اور میرے مشد کے خلیفہ ہیں، مجھ پر لازم تھا کہ میں ان کا ادب کرتا، سلطان نے کہا، ایسے
 کفر آمیز عقیدوں کو چھوڑ دو، ورنہ تجھ کو مار ڈالوں گا، خواجہ قطب الدین نے کہا زہے
 کہ میں اپنے مخدوم کی خاطر مارا جاؤں، (ص ۸۶-۸۵)

اسی اخبار الاحیاء میں سلطان محمد تغلق اور حضرت خواجہ نصیر الدین کے ناخوشگوار تعلقات کا
 جو ذکر ہے، وہ سیر العارفین کے بیانات سے مختلف ہے، ملاحظہ ہو:-

”بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان محمد تغلق حضرت شیخ نصیر الدین محمود کو ان کے کمالات کے
 باوجود اذیائیں دیتا، اور اپنے ساتھ سفر میں لے جاتا، کہتے ہیں کہ سلطان نے ان کا ہنہار
 مقرر کیا تھا، وہ ان تمام باتوں کو اپنے پیر کی وصیت کے مطابق برداشت کرتے، اور دم

نہ مارتے تھے، ایک دفعہ سلطان محمد تغلق نے شیخ نصیر الدین محمود کے لیے سونے جاندی کے برتنوں میں کھانا بیچا، مقصد صرف تکلیف پہنچانا تھا، اگر وہ کھانا نہ کھائیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیوں نہیں کھایا، اور اگر کھالیا تو سوال کیا جائے گا، کہ سونے جاندی کے برتنوں میں کھا کر خلاف شرع کام کیوں کیا، جب کھانا شیخ کے سامنے پیش کیا گیا تو کچھ نہ بولے، لیکن سونے کے پیالے سے کچھ پانی نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھی، اور پھر اس کو چکھا، دشمن ناام واپس ہوئے، (ص ۷۵)

تاریخ فرشتہ میں تو بعض ایسی عجیب و غریب باتیں ہیں، جو اور تذکروں میں نہیں ملیں، چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

”بادشاہ محمد تغلق شاہ اپنے قتل و خون کی وجہ سے خونی کھلاتا تھا، اس کو درویشوں سے بھی سواہ ظن تھا، چنانچہ اس نے حکم دیا کہ تمام درویش خدمت گاروں کی طرح اس کی خدمت کریں، ایک اس کو بان کھلائیں، ایک اس کی دستار باندھیں، اسی طرح بہت سے مشائخ کو مختلف کاموں کے لیے مقرر کیا، شیخ نصیر الدین اودھی المشہورہ چراغ دہلی کو کپڑا پہنانے پر مامور کیا، لیکن انھوں نے اس خدمت کو انجام دینے سے انکار کیا، سلطان کو غصہ آیا، اور ان کو قید کر دیا، شیخ کو اپنے پیر شیخ نظام الدین اولیا کی بات یاد آئی، اور وہ مجبوراً سلطان کی خدمت کرنے پر راضی ہو گئے، قید سے ان کو نجات ملی، اسی مدت میں سلطان کو طرح طرح کے جھگڑے پیش آئے، اور اس کی صورت بگڑ رہی تھی، جس سے خدا کے بندوں کو نجات ہوئی۔“ (تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۳۹۹)

حضرت چراغ دہلی کے پیر عہدائی خواجہ سید مبارک امیر غزوہ اپنی تصنیف سیر الاولیاء میں حضرت چراغ دہلی اور سلطان کے تعلقات کا ذکر اس مختصر طریقہ پر کرتے ہیں:-

”سلطان محمد تغلق نے جس نے مملکت ہندوستان کے طول و عرض کو اپنے قبضہ میں لیا تھا، شیخ نصیر الدین محمود رحمہ اللہ کو جن کو تمام عالم بالاتفاق شیخ عصر تسلیم کرتا تھا، اور جن کے بہت لوگ مہمدیتھے، ایذا میں پہنچائیں، لیکن شیخ نصیر الدین محمود نے اپنے پیروں کے اتباع میں تمام باقون کو برداشت کیا، اور بدلہ لینے کی کوشش نہیں کی، بادشاہ اپنی عمر کے آخری زمانہ میں ٹھٹھہ کی حکم پر گیا، جو شہر دہلی سے ہزار کروڑ پڑا تھا، وہاں پہنچ کر شیخ نصیر الدین محمود کو ٹٹھہ، اور بزرگان دین کے ساتھ طلب کیا، اور بجا طور پر ان کا احترام نہیں کیا، ان لوگوں نے تحمل سے کام لیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کو تخت سلطنت سے اتار کر تختہ تابوت پر شہر لائے شیخ نصیر الدین محمود رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ آپ کو اس بادشاہ نے ایذا کیوں پہنچائی، تو انھوں نے فرمایا کہ یہ معاملہ میرے اور جی محل و علی کے درمیان تھا، اس کو اسی طرح میں نے برداشت کیا (ص ۲۴۶-۲۴۵)۔

مقبوض ہے کہ سلطان محمد تغلق نے حضرت شیخ نصیر الدین کو ایذا میں دین، کیونکہ اس کو خود سلسلہ جشتیہ میں حضرت شیخ علاء الدین نبیرہ حضرت شیخ فرید الدین سے ارادت تھی، اس کے علاوہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کا بھی عقیدہ ہا، ایک روایت کے مطابق ان کے جنازہ کو کاندھا بھی دیا، ان کے روضہ مبارک کی عمارت اسی نے بنوائی (سیر الاولیاء ص ۱۵۴)۔

ایسی حالت میں ان کے جانشین کو ایذا دینا موجب حیرت ہے، اس کو اولیاء اللہ سے عقیدت بھی تھی، چنانچہ حضرت شرف الدین بکٹی منیری کے لیے زبردستی خانقاہ بنوائی، اور ان کو جاگیر دی، اسی طرح حضرت شیخ رکن الدین کی وفات کے بعد ان کے مزار کے پاس ایک خانقاہ تعمیر کی، اور اس کے لیے کچھ گاؤں وقف کئے،

اور آپ کے اقتباسات سے بھی ظاہر ہو گا کہ دربارین بزرگان دین آتے تو ان کو خلعت اور مندر آنے بھی دیتا، حضرت پربان الدین غریب سے اس کی خوش عہدگی کا ذکر گزر چکا ہے۔ اسی طرح اس نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کے ایک دوسرے خلیفہ شیخ قطب الدین منور سے بھی اپنی عہد رست کا اظہار کیا، ان کے پاس چند گاؤں کا فرمان قاضی کمال الدین صدر جہان کے معرفت بھیجا لیکن انھوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور فرمایا میرے خواجگان ایسی چیز کو قبول نہیں کرتے تھے، ان گاؤں کے جو طالب ہوں ان ہی کو دو، سلطان محمد تغلق ایک مرتبہ پرہانسی گیا، یہاں حضرت قطب الدین کی خانقاہ تھی، لیکن سلطان ان سے مل نہ سکا تو ان کو دہلی آنے کی دعوت دی، چنانچہ رہ بادل ناخواستہ دہلی تشریف لے گئے، اور جب دربارین پہنچے، تو اخبار الاحیاء کے مصنف کا بیان ہے :-

”چون سلطان..... شیخ را دید طاقت نیافہد، تب تنظیم تمام پیش آمد و مصافحہ کر د، سلطان پر شیخ کا ایسا عجب طاری ہوا کہ وہ ان کا سجدہ معتمد ہو گیا، اور عرض کی کہ میں جب آپ کے شہر میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ کو تربیت نہیں فرمائی، اور ملاقات کا شرف بخشا، شیخ نے فرمایا، پہلے ہانسی کر دیکھو، پھر درویش بچہ ہانسی کو یہ درویش اپنے کو اس لائق نہیں سمجھتا، کہ بادشاہوں سے ملاقات کرے، ایک گوشہ میں بیٹھا بادشاہوں اور تمام اہل اسلام کے لیے دعائیں کرتا رہتا ہے، اس کو معذور رکھنا چاہیے، سلطان اس بات سے متاثر ہوا، اور شہر فیروزہ سے جو اس وقت موجود تھا، کہا:

”آنچنان کہ مقصود شیخ است ہچنان کنید“

شیخ نے فرمایا مقصود فقر اور باپ دادا کا گوشہ ہے، جب شیخ سلطان کے یہاں سے واپس تشریف لے گئے، تو اس نے شہزادہ فیروز اور مولانا ضیاء الدین ہنی کو ایک لاکھ تنکہ

یہ سکران کے پاس پہنچا شیخ نے اتنی بڑی رقم دیکھ کر فرمایا اور درویش ایک لاکھ ٹنکہ لیکر گیا کہ اس کا
شہزادہ فیروز اور مولانا ضیاء الدین برنی سلطان کے پاس واپس گئے سلطان نے پاس
ہزار ٹنکے دیکھ پھر دو ہون کر بھیجا شیخ نے ان کو بھی قبول نہیں کیا، بالآخر دو ہزار ٹنکے بھی
گئے لیکن ان کو بھی قبول نہیں کیا، اور فرمایا درویش کے لیے دوسیر کھجری اور ایک سیر دکن
کافی ہے، لیکن جب شہزادہ فیروز اور مولانا ضیاء الدین برنی نے بہت اصرار کیا تو دو ہزار
کی رقم لی لی، کچھ تو مرشد کے مزار کے لیے محفوظ رکھی، اور بقیہ فقراء میں تقسیم کر دی۔

مذکورہ بالا واقعات کا ذکر کرتے ہوئے تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ سلطان نے یہ تمام باتیں
حضرت شیخ قطب الدین منذر کو ایذا دینے کے لیے کیں، جو بطاہر قرن قیاس، نین، جہانگیر
سے تذکرہ نگار جب بوریا نشیندن اور تخت نشینوں کے تعلقات کا ذکر کرتے ہیں، تو کچھ نہ کچھ ایسا
باتیں ضرور قلمبند کر دیتے ہیں، جن سے ان کے خیال میں درویشی کی شان عظمت و جلالت بڑھ
جاتی ہے، اس لیے کیا عجیب کہ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود اور سلطان محمد تغلق کے تعلقات سے
دکھانے میں بھی یہی صورت اختیار کی ہو، اس قسم کے واقعات مغلیہ دور کی تصانیف میں آنا
پائے جاتے ہیں، جن کے مصنفین کو تیموریوں سے پہلے کے سلاطین کو کسی نہ کسی حیثیت سے
مجدد رح کرنے میں لطف حاصل ہوتا تھا،

تغلق
شمس سراج عقیق کی تاریخ فیروز شاہی سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ سلطان محمد
نے حضرت نصیر الدین کو ایذا دینے کے لیے کھٹھ نہیں بلایا تھا، بلکہ وہ ان اپنے ساتھ لے گیا تھا،
"چون سلطان محمد و نبال طغی دھمٹ رفت خدمت شیخ نصیر الدین را برابر خود برداراد"
اگے چل کر مقدمہ دوازہم میں ہے،

خدمت شیخ نصیر الدین محمود علیہ الرحمۃ والنفوس سلطان محمد درٹھٹھ بابا خود برد
 بود و اندران ایام کہ سلطان محمود دین ٹھٹھ بھنرت الہ پو ست و حضرت فیروز شاہ
 بعد ان اللہ بر باد شاہی نشست خدمت شیخ نصیر الدین محمود برادر سلطان فیروز گشت

حضرت چراغ دہلی مولانا ضیاء الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی (ص ۳۵) سے صرف اتنا
 سلطان فیروز شاہ پہ چلتا ہے کہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود ان علماء و مشائخ و اکابر کے
 ساتھ شریک تھے جنہوں نے ٹھٹھ میں بالاتفاق فیروز شاہ کو سلطان محمد کا جانشین بنایا، لیکن
 شمس سراج عقیف کی تاریخ فیروز شاہی کے بیانات نسبتاً زیادہ واضح ہیں، فیروز شاہ کی
 تخت نشینی کے سلسلہ میں ہے :

جب سلطان محمد تغلق طغی کی بغادت کو فرو کرنے کے لیے ٹھٹھ گیا، تو وہ حضرت
 شیخ نصیر الدین کو اپنے ساتھ لے گیا، سلطان محمد نے ٹھٹھ میں وفات پائی، اور سلطان فیروز
 بادشاہ ہوا، حضرت شیخ نصیر الدین نے سلطان فیروز شاہ کو پیغام دیا کہ آپ وعدہ کریں
 کہ خلق کے ساتھ عدل و انصاف کریں گے، ورنہ ان ہمیں بندوں کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ
 سے دوسرا فرما کر واپس کیا جائے، سلطان فیروز نے جواب کہلا بھیجا کہ میں خداوند تعالیٰ
 کے بندوں سے حکم و بردباری کے ساتھ پیش آؤں گا، اور ان پر انصاف و محبت سے
 حکومت کروں گا، حضرت شیخ نے یہ جواب سنا تو کہا، یا کہ اگر آپ خلق کے ساتھ خلق و
 مروت سے پیش آئیں گے تو ہم بھی اللہ تبارک و تعالیٰ سے آپ کے لیے چالیس سال
 کی حکومت کے لیے دعا کریں گے، اور آخر کار وہی ہوا، جو حضرت شیخ نے فرمایا تھا، سلطان
 فیروز نے چالیس سال تک حکومت کی، ایک روایت یہ بھی ہے کہ شیخ نصیر الدین محمود نے

سلطان فیروز شاہ کو رناتالیس خرمنے بھیجے، جو بشارت پر بشارت خیال کی گئی۔ (صفحہ ۲)

حضرت چراغ دہلی سلطان فیروز شاہ کالائی وزیر خانجہان حضرت چراغ دہلی کا مددیتھا، یہ نسباً اور خانجہان مانگی ہندو تھا، سلطان محمد تغلق کے پاس حاضر ہو کر ایمان لایا، اور اپنی

غیر معمولی استعداد اور صلاحیت کی بنا پر ترقی کر کے محمد تغلق ہی کے زمانہ میں وزارت کے عہدہ پر مامور ہوا، فیروز شاہ کے عہد میں بھی وزارت کی باگ اسی کے ہاتھ میں رہی، جب وہ

حضرت چراغ دہلی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا تو مرثیہ سے اپنے لیے عبادت و ریاضت کی تفصیل پوچھی، حضرت چراغ دہلی نے فرمایا، تم وزیر مملکت ہو، تمہاری عبادت یہی ہے کہ تمہارے کی حاجت برآری میں انتہائی کوشش کرو، خانجہان نے اور اوراد و وظائف کے لیے امر کیا تو فرمایا اگر تم ہمیشہ با وضو ہو تو تمہارے لیے یہی بہتر ہے، چنانچہ خانجہان مرشد کی ہدایت کے مطابق

ہمیشہ با وضو رہنے لگا، شمس سراج عقیق مصنف تاریخ فیروز شاہی کا بیان ہے کہ اس امر میں خانجہان اتنی احتیاط کرتا تھا کہ اگر دربار میں مندر وزارت پر اس کو وضو کی حاجت ہو جاتی تو فوراً اٹھ کر

وضو کر لیتا، اہلادت کہ جب اپنے بستر حریہ پر سونے کے لیے جاتا تو پلنگ کے پاس ایک آفتاب اور ایک طشت رکھوا لیتا، اور جب آنکھ کھلتی فوراً پلنگ سے اتر کر وضو کر لیتا، وفات کے

بعد حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کے قریب دفن ہوا، تمام خلعت خدانے اس کے لیے ماتم کیا، اور جب کہ شمس سراج عقیق کا بیان ہے کہ ہر شخص تغزیت میں مسجد ون اور مقبرون میں

جا بیٹھا، یہ کہنا غالباً صحیح ہوگا کہ خانجہان کی خدائری اور عدل پروری کی جلا حضرت چراغ دہلی ہی کی صحبت میں ہوئی، اس کے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے شمس سراج عقیق رقمطراز ہے،

”خانجہان وزیر صاحب تدبیر اور خدا ترس تھا، ہر وقت رعایا کی بہتری و نفع

کی کوشش میں لگا رہتا، کسی شخص پر ذرہ برابر بھی ظلم روا نہ رکھتا، اگر کوئی متغلب ظلم کرتا

اور مال لے کر آتا، تو خاندان مال کے اس اعنافہ کو پسند نہ کرتا، ہر وقت رعیت کی رحمت
 رسانی میں سرگرم رہتا، کام کرنے والے گروہ کی حمایت کرتا، اور دل و جان سے اس
 کے قصور کی پرورہ بخشی کرتا، اور اگر کسی عامل سے کوئی جرم سرزد ہو جاتا تو نہایت عمدہ
 طریقہ پر اس کا حال بادشاہ سے عرض کر کے اس کو شاہی باز پرس سے بری کر دیتا،
 خاندان کی وفات پر تمام خلقت خدا نے اُم کی حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام آثار اس کی
 مغفرت کی دلیل ہیں،

حضرت جبرائیل اور حضرت قطب الدین منور کی ملاقات

جب حضرت جبرائیل دہلی سلطان فیروز کے ساتھ ٹھہرے

واپس ہو رہے تھے تو انھوں نے حضرت قطب الدین منور
 کی ملاقات کے لیے ہانسی کا رخ کیا، حضرت قطب الدین منور کو جب معلوم ہوا کہ حضرت
 جبرائیل ان کی خانقاہ کے قریب پہنچ گئے ہیں، تو برہنہ پاؤں وڑے، اور دونوں ایک دوسرے
 سے بغل گیر ہوئے، حضرت منور نے حضرت جبرائیل کے قدموں کی جانب ہاتھ بڑھایا، اور
 حضرت جبرائیل نے شیخ منور کے قدم لینے کا ارادہ کیا، اس تو اضع کے بعد دونوں پری محبت
 و یگانگت کے ساتھ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے خانقاہ تشریف لائے، اور آپ
 پروردگار کو یاد کر کے بہت روئے، اس کے بعد محفل سماع منعقد ہوئی، جس میں دونوں
 ہند گون پہن کر کا عالم طاری ہوا، سماع کے بعد عصر کی نماز کا وقت آیا، تو حضرت شیخ منور نے
 حضرت جبرائیل کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ آپ امامت کریں، حضرت جبرائیل نے حضرت منور کا ہاتھ اپنے
 ہاتھ میں لے کر کہا، امامت آپ کے لیے زیادہ ہے، یہی فرمایا کہ اگرچہ پروردگار نے ہم دونوں بھائیوں
 کو ایک ہی روز خرقہ خلافت عطا کیا تھا، لیکن آپ کو جانشینت کے وقت خلافت ملی اور

مجھ کو ظہر کی نماز کے وقت اس سے منہ فرمایا، اس لیے امامت کے لیے بھی آپ ہی کا حق مقدم ہے۔
 کے ذکر پر حضرت شیخ منور امامت کے لیے آگے بڑھے شمس سراج عقیق کا بیان ہے کہ جب
 دونوں عارفان حق نماز ادا کر رہے تھے، تو معلوم ہوتا تھا کہ فرش زمین پر قرآن السجدین ہے،
 دونوں زندگان دین میں شروع سے آخر تک غیر معمولی محبت رہی، حضرت شیخ منور کے
 یہاں جب حضرت چراغ دہلی کا کوئی مرید آتا، تو فرماتے، آدمیرے قریب بیٹھو، تم میرے برادر
 ہو، پھر اس پر بے حد کرم فرماتے، اسی طرح اگر کوئی شخص ہانسی سے حضرت چراغ کی قدبوسی کیلئے
 آتا تو آپ اس کو اپنی آغوش شفقت میں لیتے، اور اپنی خانقاہ میں اعزاز و اکرام کے ساتھ
 رہا کرتے۔

ذوقِ سماع | خواجگانِ چشت کی طرح حضرت چراغ بھی سماع کا ذوق رکھتے تھے، ایک مرتبہ
 خانقاہ کی ایک مجلس میں حسب ذیل شعر بے وجد آیا،

جناہ عاشقان گنتی نحو اہم کردہم کردی قلم بے دلاں گنتی نہ خواہم ماندہم ماندی

مولانا فیض شاعر نے ایک رسالہ میں اس محفل کا پورا حال بیان کر کے یہ اعتراض کیا کہ
 اس شعر میں کوئی بات نہیں ہے، اگر جو روحِ جفا کی نسبت خداوند تعالیٰ کی جانب کی جائے،
 تو یہ کفر ہے، اس قسم کے اور اعتراضات بھی تھے، مولانا فیض نے یہ رسالہ مولانا معین الدین
 عمرانی کو دیا، انھوں نے حضرت چراغ دہلی کی خدمت میں پیش کیا، حضرت نے اس کو پڑھا،
 لیکن کچھ ارشاد نہیں فرمایا، اور رسالہ واپس کر دیا، کچھ دہزن کے بعد ایک مجلس میں حضرت
 چراغ کو ان شعروں پر بڑی بے قراری ہوئی،

ما طبلِ مغانہ دوش بے باکِ نویم عالیٰ علمش بر سرِ فلکِ نویم

لے تاریخِ فرودشاہی، ص ۸۷-۸۸ سے ایضاً ص ۸۸

ازہر یکے منع بچہ می خوارہ صد بار کلاؤ تو بہر خاکِ نرودیم
اور اسی بے قراری کے عالم میں چھت پر تشریف لے گئے، اور مولانا منیت کو بلایا جب وہ
سامنے آئے تو فرمایا:

”ہاں مولانا بنوئیں ابنِ جاحلِ بدور“

جب کبھی سماع کی وجہ سے سکر کا عالم طاری ہوتا تو بھی نماز قضا نہ ہونے پاتی، ایک بار
ظہر کے وقت وجد آیا، جو تہجد کی نماز تک قائم رہا، لیکن اس اثنا میں جب نماز کا وقت آتا، تو
ہر بار وضو کر کے نماز ادا فرماتے تھے

سماع کے ساتھ فرامیر سپہ نہیں فرماتے تھے، ایک روز حضرت محبوب الہی کے مریدوں
نے مجلس سماع منعقد کی، تو انہوں نے وقت کے ساتھ گانا شروع کیا، تو حضرت جبراع اسی وقت
اٹھ کھڑے ہوئے، لوگوں کے بیٹھنے کی درخواست کی تو فرمایا یہ خلاف سنت ہے، حضرت محبوب
کو یہ واقعہ سنا، انہوں نے فرمایا، وہ سچ کہتے ہیں، اور حق وہی ہے جو وہ کہتے ہیں،

ایک بار کسی نے مجلس سماع میں حضرت جبراع دہلی سے فرامیر دف، رباب اور قفص
کے متعلق استفسار کیا، تو فرمایا فرامیر بالاجماع مباح نہیں ہیں، اگر کوئی طریقت سے گرسے، تو
کم از کم شریعت میں رہے، اور اگر شریعت کا بھی نہ ہو گا، تو پھر کمان کا رب کا، اور نجات کی
کیا صورت ہوگی، اول تو سماع ہی میں علماء کا اختلاف ہے، اگرچہ کچھ شرائط کے ساتھ اس کو
مباح کہا گیا ہے، لیکن فرامیر تو بالاتفاق حرام ہیں کہ

سماع کے متعلق فرمایا:

لے جوامع الکلم ملفوظات حضرت گیسو دراز واجبالا اخیر ص ۶، لے مفتاح الماشقین ص ۳ لے اخبار الاخبار
لے خیر المجالس مجلس مشتم واجبالا اخیر ص ۶،

”داروے دروہندان است“

اور سماع میں ذوق و رول سے ہوتا ہے، نہ کہ فرامیر سے،

قاتلانہ حملہ | ایک روز حضرت چراغ دہلی نماز ظہر کے بعد جماعت خانہ سے اُکرا اپنے حجرہ خاص میں مراقبہ میں مشغول تھے، کہ ایک قلندر مسیحی تیراب وہاں پہنچا، اور چھری سے بے درپے حملہ کیے، خون حجرے کے باہر بہنے لگا، لیکن حضرت کے استغراق میں فرق نہیں آیا، خون دیکھ کر مریدین حجرے میں گئے، اور قلندر کو سزا دینی چاہی، لیکن حضرت چراغ نے روکا، اور اپنے مریدین خاص عبدالمقندر، شیخ صدرالدین طلیب اور شیخ زین الدین علی کو پاس بلا کر قسم دی، کہ کوئی شخص قلندر کو ایذا نہ پہنچائے، پھر قلندر سے معذرت کی کہ اگر چہ بیان مارتے وقت تمہارے ہاتھ کو تکلیف پہنچی ہو تو معاف کرنا، اور میں تنگہ زردے کر اس کو رخصت کیا، ان ہی اوصاف کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ چشتیہ سلسلہ میں صبر، رضا و تسلیم کا خاتمہ ان پر ہو گیا،

وصال | اس قاتلانہ حملہ کے بعد تین سال تک اور خلق اللہ کے رشد و ہدایت میں مشغول رہے ۱۸ رمضان المبارک شب جمعہ ۸۵۷ھ میں رحلت فرمائی،

وفات سے پہلے مولانا زین الدین علی نے عرض کیا، کہ آپ کے اکثر مرید اہل کمال ہیں کسی کو سجادہ نشین مقرر فرمادیں، تاکہ سلسلہ جاری رہے، فرمایا ان درویشوں کے نام لکھ کر لاؤ، جن کو تم اس لائق سمجھتے ہو، مولانا زین الدین نے تین قسم کے درویشوں کا انتخاب کیا، اعلیٰ، اوسط اور ادنیٰ، حضرت خواجہ نے ان کے نام دیکھ کر فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے دین کا غم کھائیں، لیکن دوسروں کا بار نہ اٹھا سکیں گے، اس کے بعد وصیت فرمائی کہ دفن کرتے وقت حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہ کا خرقہ مبارک میرے سینے پر، ان کا عصا میرے پہلو میں، ان کی

لے پوری بحث کے لیے دیکھو مفتاح العاشقین مجلس ہفتم، سیر العارفین ج ۲ ص ۳۴،

شیخ میری شہادت کی انگلی میں، ان کا کاسہ خشک کے بجائے میرے سر کے نیچے اور ان کی جبین
 ثعلبیں میرے نعل میں رکھ دی جائیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز نے
 غسل دیا، اور جس پلنگ پر غسل دیا گیا اس کی ڈوری ان پلنگ سے جدا کر کے اپنی گردن میں ڈالیں
 کہ میرے لیے یہی خرقہ ہے، اور یہی کافی ہے، فراراً قدس وہلی میں ہے،

لطافت طبع | طبیعت میں بہت پاکیزگی اور فراج میں بڑی لطافت تھی، حضرت سید گیسو دراز
 اپنے ملفوظات جوامع الکلم (ص ۱۱۲) میں فرماتے ہیں کہ جس جگہ آپ بیٹھے وہ بہت ہی پاک، صاف
 اور روشن ہوتی، وہاں ایک تنکے بھی دکھائی نہیں دیتا، کسی وقت یہ نہیں معلوم ہوتا کہ جسم بے
 پر جو کپڑا ہے، وہ کل زیب تن فرمایا ہے، یا آج پہنا ہے، دامن اور استینوں کی شکن سے کچا انداز
 ہوتا کہ دو دن کا پہنا ہوا ہے، دائیں بائیں پھولوں کا انہار لگا رہتا تھا،

تجرو | مرشد کی محنت کی پیروی میں تمام عمر از دو واجی تعلق سے آزاد رہے،

بزرگی | خیر المجالس کے مرتب مولانا حمید قلندر رقمطراز ہیں کہ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود
 علم میں ابو حنیفہ وقت اور زہد و ورع میں حضرت شیخ نظام الدین کی جگہ پر تھے، مفتاح المشفقین
 کے مرتب مولانا محبوب اللہ حضرت خواجہ کو عمدۃ الاولیاء، قدوة الاخیار، ملک السالکین، بہان المشفقین اور
 ختم المشائخ کے القاب سے یاد کیا ہے۔

لطائف اشرفی میں ہے :- (ص ۲۳۶۲)

”حضرت قدوة الکبریٰ می فرمودند کہ ہر چند کہ خلفاء حضرت سلطان المشائخ مہر پر
 مسند خویشیت و ارشاد و برہادہ شریعت و انقیاد و بوندہ، حضرت شیخ نصیر الدین محمود
 حق تعالیٰ ولایت کرست کردہ بود کہ بان و تہ بیج کس از خلفاء نتواند رسید و ان متقدار

لہ یلزامین ص ۵۴، ۵۵ خیر المجالس مجلس دوم ۳۵ مفتاح المشفقین، تمہید

آثار ولایت و کرامت و انوار پادشاهی و عظامت کہ از حضرت شیخ نصیر الدین طبرہ پورست
از ہیکل نظر نشاء، بلکہ در ہر ہندوستان ہر جہاں ولایت و مقامت ایشان نتوانست
سیر العارفین میں ہے کہ

”وہ مبارز زہر و جہاد اکبر، وہ شہید شہر و اطہر ظہور، وہ صہبر بر ریاض ریاضت، وہ نیلو فر
فیوض افادت، وہ مثال تنزیہ و تشبیہ، وہ عامل فتح و توفیق، وہ برگزیدہ مہر و عتق۔۔۔
وہ مشائخ کبار میں از و شفیق، خردوان روزگار میں اولی الاہتمام“

مولانا عبدالحی نے اخبار الاخیار میں حضرت خواجہ کہ مستغرق بہ بحر شہود کے لقب سے یاد کیا ہے
اور لکھا ہے کہ وہ اپنے شیخ کا بہت اتباع کرتے تھے، ان کا طریقہ فقیر صبر، صفا اور تسلیم تھا،
سفینۃ الاولیاء (ص ۱۱۱) میں ہے کہ حضرت خواجہ سے اتنی گراں تین صادر ہوئیں کہ
سلطان المشائخ نے کسی حدیث اتنی ظاہر نہ ہوئی ہوئی تھی، خزینۃ الاصفیاء میں ہے:
”صاحب الاسرار زبدۃ الاولیاء و عابد عظیم و زائد کریم بود“ (ص ۵۲)

ملفوظات | حضرت خواجہ کے ملفوظات کے دو مجموعے مشہور ہوئے (۱) خیر المجاہدین مرتبہ مولانا
حمید قلندر شاہ (۲) مضامین العاشقین، مرتبہ مولانا محبوب اللہ ان دونوں میں خیر المجاہدین
زیادہ مقبول ہوئی، اس میں ۱۰۰۰ سے زائد مضامین کی سہ مجلسوں کے ملفوظات ہیں، ہم صریحاً
در موز و نکات لذیذ نکات توحید کے پیرایہ میں واضح کیے گئے ہیں، اس لیے پوری کتاب شروع سے
آخر تک دلچسپ، گزشتہ صفحت میں اس کی تعلیمات کا ذکر حسبہ آچکا ہے، جبکہ کی قلت
کی وجہ سے ہم اس کے اور مسائل کو تفصیل کے ساتھ قلم بند کرنے سے معذور ہیں، پھر بھی کچھ مباحث
بہ نوازین ہیں

سیر العارفین ص ۲۵، اخبار الاخیار ص ۱۱۱

جذب سلوک | فرمایا سلوک میں ارادت ضروری شرط ہے، تاکہ مرشد طریقہ ذکر و فکر کی تعلیم دے سکے اور جہاں ایک سالک کو وقفہ عارض ہو، وہاں مرشد درست گیری کرے، ایک سالک مرشد کو بجزبہ اور ایک مجذوب متدارک بہ سلوک ہوتا ہے، سالک متدارک بجزبہ وہ ہے، جو علم عمل اور ارادت کی قوت سے پہلے سلوک پھر بعد میں جذبہ حاصل کرتا ہے، وہ اپنی اعمال میں خون جگر مینا ہے، رنج و تعب اٹھاتا ہے، اس کو نفس اور شیطان مصیبت میں آلودہ کرنا چاہتے ہیں، لیکن وہ تائب ہو کر عابد و زاہد رہتا ہے، اور مجذوب متدارک بہ سلوک وہ ہے، جو پہلے جذبہ اور آخر میں سلوک حاصل کرتا ہے، وہ جو کچھ کرتا ہے، جذبہ کی قوت سے کرتا ہے شیطان اور نفس دونوں کو اس کے بیان دخل نہیں، حضرت چراغ کی رائے ہے کہ سالک متدارک بجزبہ اور متدارک بہ سلوک دونوں کی متابعت کی جاسکتی ہے، لیکن مجذوب مطلق اور سالک نامتدارک جذبہ اتباع کے لائق نہیں ہوتے، حضرت چراغ کے نزدیک سالک متدارک بجزبہ مجذوب متدارک بہ سلوک سے افضل ہے، سالک کی ایک قسم واقف بھی ہوتی ہے، جو علم اور مجاہدہ کے زور سے سلوک حاصل کر لیتا ہے، لیکن کسی لغزش کی وجہ سے آگے نہیں بڑھنے پاتا، ایسی حالت میں مرشد مدد کرتا ہے، ورنہ اس کو شیطان طمانچہ مارتا رہتا ہے،

حال و قال | فرمایا ایک مبتدی تلاوت کلام پاک، نماز اور فکر میں وقت صرف کرتا ہے، اور جب وہ اپنے اوقات کو عبادت و ریاضت سے معمور کر لیتا ہے، تو وہ صاحب وقت کہلاتا ہے، اس کے بعد ایک حال قائم ہوتا ہے جس میں انوار نازل ہوتے ہیں، اس کا اثر دل پر پہنچتا ہے، اور دل سے اعضا میں سرایت کرتا ہے، لیکن اس حال میں دوم نہیں ہوتا،

لے خیر الجاس مجلس دہم و مجلس سی و نہم

اگر اس کو دوام حاصل ہو جاتا ہے، تو یہ مقام ہے، اور جب مقام کو دوام حاصل ہوتا ہے، تو قہری منتہی کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے، وہ صاحبِ انفاس کہلاتا ہے، اس کی ہر سانس پاکیزہ ہوتی ہے، اور وہ غیر کے تمام خیالات دل سے محو کر دیتا ہے،

صحتِ نفس | حضرت چراغ نے نفس کی تربیت پر بڑا زور دیا، فرمایا محافظتِ نفس کے لیے مخالفتِ نفس ضروری ہے، چنانچہ ایک موقع پر اپنی ساری تعلیم کا لب لباب اس شعر میں پیش کیا،

صحتِ نفس و قوتِ یکے زہ بہتر از تاج و تختِ فیروزہ

مفتاحِ عاشقین مرتبہ مولانا محب اللہ اٹھائیس صفحے کا ایک مختصر سا لہجہ مطبعِ مجتہبی دہلی میں چھپ گیا ہے، اس کے مطبوعہ نسخہ کے آخر میں ہے :-

”تمام شد ملفوظات حضرت سلطان المشائخ شیخ نصیر الحق والشرع والدین قدس سرہ العزیز تاریخ سیزدہم ماہ صفر ۱۳۰۷ ہجری نبوی روز پنجشنبہ وقت نماز ظہر،
۱۳۰۷ کتابت و طباعت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ حضرت چراغ کا وصال ۱۳۰۷ء

میں ہوا،

مفتاحِ عاشقین میں صرف دس مجلسوں کے ملفوظات ہیں، ان میں سے بھی کچھ باتیں پیش کی جاتی ہیں،

غسل کی قسمیں | فرمایا ایک مرید کے لیے تین قسموں کا غسل ضروری ہے (۱) غسلِ شریعت یعنی جسم سے ناپاکی کو دور کرنا، (۲) غسلِ طریقت، یعنی تجرد اختیار کرنا (۳) غسلِ حقیقت یعنی باطن کا توبہ کرنا (ص ۴)

چار عالم | فرمایا ایک مرید کو راہِ سلوک میں حسبِ ذیل چار عالم سے واقف ہونا ضروری ہے،

۱۔ خیر المجاہدین ۲۔ مجلسِ دہم و مجلسِ سی و نہم

اور اگر وہ واقف نہیں ہے تو وہ دروغ گو ہے۔

(۱) ناسوت، (۲) ملکوت، (۳) جبروت، (۴) لاہوت،

عالم ناسوت حیوانات اور نفس کی دنیا ہے، اس میں حواس خمسہ سے افعال صادر ہوتے ہیں، سالک اپنی ریاضت اور مجاہدہ سے اس عالم سے گذر کر عالم ملکوت میں پہنچتا ہے، جہاں اس کے افعال صرف تسبیح، تہلیل، قیام، رکوع اور سجود تک محدود ہوتے ہیں، اس عالم کو طے کر کے وہ عالم جبروت میں آتا ہے، جہاں صرف شوق، ذوق، محبت، اشتیاق، طلب و مجاہدہ، سکرا، سہو، مجاہد اور محو کے سوا کچھ اور نہیں ہوتا، اس کے بعد وہ عالم لاہوت میں داخل ہوتا ہے جو بالکل لامکان ہے، یہاں نہ گفتگو ہے اور نہ جستجو، عالم ناسوت نفس کی صفت، عالم ملکوت دل کی صفت، عالم جبروت روح کی صفت اور عالم لاہوت نظر رحمان کی صفت ہے۔

تجلیہ روح | ایک دوسری جگہ فرمایا کہ سالک جب تک تزکیہ، تصفیہ اور تجلیہ مہل نہیں کرتا، اس میں درویشی کا جوہر پیدا نہیں ہوتا، ان ہی کے ذریعہ سے شریعت، طریقت اور حقیقت کے مراتب مہل ہوتے ہیں، حصول شریعت سے تزکیہ نفس ہوتا ہے، اور اس کے لیے کم کھانا، اور رات کو نہ اٹھنا اور نہ بڑھنا ضروری ہے، حصول طریقت سے تصفیہ دل ہوتا ہے، اس کے لیے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور ذکر علی کرنا لازمی ہے، حصول حقیقت سے تجلیہ روح ہوتا ہے،

اس کے لیے روزہ رکھنا اور ذکر فنی کرنا ضروری ہے، تجلیہ روح سے مراد دل کے سات

گوہر کا روشن ہونا جو دس گہریاں ہیں:

(۱) گوہر ذکر، (۲) گوہر عشق، (۳) گوہر محبت، (۴) گوہر سر، (۵) گوہر روح، (۶) گوہر معرفت

(۷) گوہر فقر،

گوہر ذکر کی روشنی سے سالک موجودات کی کل چیزوں میں منفرد ہو جاتا ہے جس کے بعد

گوہر عشق روشن ہو جاتا ہے، اس میں شوق و اشتیاق، درد و اندوہ میرانی اور بنیادی رہتی ہے۔ اس کے بعد گوہر محبت میں روشنی پیدا ہوتی ہے، جس سے سالک کے دل میں خدا کے سوا کسی اور کی محبت نہیں رہتی ہے، اور وہ ہر حال میں راضی برضا ہوتا ہے، اسی انسان میں وہ واردات اور مواہبات الہی سے آگاہ و سرفراز کیا جاتا ہے، جس سے گوہر سرور روشن ہوتا ہے، اس کے بعد روح کا گوہر جگمگا ہوا جب کہ سالک کا کوئی لمحہ خدا کی طاعت سے خالی نہیں رہتا، پھر گوہر معرفت اور آخر میں گوہر فقر روشن ہوتے ہیں، گوہر معرفت کے روشن ہونے پر سالک جو کچھ سنتا ہے، خدا سے سنتا ہے، جو کچھ کہتا ہے خدا سے کہتا ہے، جب کبھی چلتا ہے تو خدا کے لیے چلتا ہے، اور جب فقر کا گوہر روشن ہوتا ہے، تو سالک دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے مستغنی ہو جاتا ہے،

اور جب سالک ان مراتب کو پہنچتا ہے تو انوار تجلی سے منصف ہو کر اٹھارہ ہزار دنیا و دلوں کی دوا انگلیوں کے درمیان پاتا ہے، اور وہ ان خدا کی قدرت سے چون اور جگمگون کا تماشا دیکھتا ہے اور قدرت خداوندی میں جو چیزیں ہیں، وہ اس کی روزی ہوئی ہے، مگر سالک کو احیاء رکھنا چاہیے کہ اس مساوت سے محروم (بے نصیب) نہ ہو جائے (ص ۱۲)

محبت کی قسمیں | ایک مجلس میں خالصہ محبت پر ارشادات ہیں، فرمایا کہ محبت کی دو قسمیں ہیں، محبت ذات، محبت صفات، محبت ذات وہی، اور محبت صفات کسی ہے، ابتدا میں سالک کو خلق، دنیا، نفس اور شیطان جاوہ محبت سے گمراہ کرتے ہیں، مگر خلق سے پرہیز کے لیے عزت نشینی، دنیا کو نظر انداز کرنے کے لیے قناعت پسندی، اور نفس شیطان سے بچنے کے لیے عبادت گزار ضروری ہے،

خاص محبت یہ ہے کہ دوست کے لیے دنیا کی ہر چیز پیش کر دے اور محبت میں صاف دہی ہے کہ اگر اس کو کاٹ کر دیرہ ریزہ کر دیا جائے، یا آگ میں جلا دیا جائے تو بھی وہ ثابت قدم

خلفا حضرت چرخی دہلی کے حلیہ القدر غلام الدین حضرت سید محمد بن جعفر المکی الحسینی بھی تھے، ان کے متعلق اخبار الاخبار میں ہے،

حضرت شیخ نصیر الدین محمود چرخی دہلی نور اللہ مرقدہ کے حلیہ القدر خلفا، میں سے ہیں، توحید و تقدیر میں مقام عالی رکھتے تھے، ان کا شمار منفرد اولیاء میں کیا گیا ہے، انھوں نے اپنے ظاہر و باطن کے جو احوال لکھے ہیں، ان کو بڑھ کر عقل حیران رہتی ہے، اگر بغیر کسی تاویل کے صرف ان کا ظاہر مراہ ہے، تو اپنے زمانہ کے بڑے کامل تھے، ان کی تصنیف بحر المعانی ہے جس میں حقائق توحید، علوم قوم اور اسرار معرفت بیان کیے گئے ہیں، طرزیان مستانہ ہے، اسی کتاب میں دو اور کتابوں دقائق المعانی اور حقائق المعانی کے لکھنے کا وعدہ کیا گیا ہے، خدا ہی جانتا ہے کہ دونوں کتابیں لکھی گئیں یا نہیں، ان کے علاوہ اور بھی تصانیف ہیں، ایک رسالہ روح کے بیان میں لکھا ہے، اس کا نام پنج نکات ہے، بحر الانساب نام کی بھی ایک تصنیف ہے، اس میں اہل بیت و رسالت کا نسب نامہ ہے، جس میں اپنے نسب کو بھی ملایا ہے، وہ صاحب دعویٰ کثیر ہیں، اور ان کے بیانات سے ان کے دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے، بڑی عمر بائی، محمد تعلق کے زمانہ سے سلطان بہلول لودھی کے زمانہ تک زندہ تھے، اس حساب سے ان کا سن سو سال سے زیادہ ہوتا ہے، آباؤ اجداد مکہ معظمہ کے اشرف میں سے تھے، وہاں سے دہلی آئے، پھر سرہند میں اقامت گزین ہوئے، اور یہیں دفن ہے، (ص ۱۲۸)

حضرت سید محمد کے مزید حالات اور ان کی تصنیف بحر المعانی کے کچھ اقتباسات مذکورہ بالا مذکورہ میں ملین گے، (دیکھو اخبار الاخبار ص ۱۳۳-۱۲۸)

حضرت چرخی کے بعض اور خلفاء کے اسماء گرامی یہ ہیں :-

حضرت میر سید محمد گیسو دراز (گلبرگہ شریف)، خواجہ کمال الدین (احمد آباد) گجرات بھیجے گئے، یہاں اطراف وجوانب کے لوگوں کو اسلامی تعلیمات کے ذریعہ اپنا عقیدہ بنایا، مراد علی ہی میں ہے، شیخ دانیال (سترگھ)، شیخ صدر الدین علم طب میں ان کی ایک تصنیف فصیح و متین مشہور ہے دہلی میں مدفون ہیں، خواجہ معین الدین خورد (مرگنا)، شیخ سراج الدین (ہاک پٹن)، شیخ یوسف حسینی (علم دین میں ان کی ایک کتاب فیض امتساب تحفۃ النصاب مشہور ہے) حضرت شیخ عبدالمقندر (مناقب الصدیقین میں اپنے مرشد کے فضائل تحریر کی ہیں، مراد جو پور میں ہے) حضرت شیخ سعد اللہ کسیدہ دار، حضرت مولانا خواجگی (کالپی) شیخ احمد تھانوی (کالپی) شیخ محمد متوکل کنتوری (ہراج) شیخ قوام الدین (لکھنؤ)۔

حضرت شرف الدین احمد منیریؒ

ولادت و نسب | حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد بن محی قہس سرہ العزیز کی ولادت باسعادت
۲۷ شعبان المعظم ۷۶۱ھ میں بمقام منیر شریف (ضلع پٹنہ) ہوئی، پیدائش کی تاریخ شرف الگین ہے
سلسلہ نسب یہ ہے شرف الدین احمد بن شیخ محی بن اسرائیل بن مولانا محمد تاج فقیہ بن ابی بکر بن ابی
ابن ابی القاسم، بن ابی الصائم بن ابی دہر بن ابی لیث بن ابی سہمہ بن ابی الدین بن ابی سعید
ابن ابی ذر بن زبیر مکنی بابی الصعب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف والدہ ماجدہ کا نسب
چودھویں پشت میں حضرت امام جعفر صادق سے ملتا ہے،

خاندان | حضرت شرف الدین احمد کا خاندان بیت المقدس سے آکر منیر ضلع پٹنہ میں آباد ہوا
یہ خاندان اپنے زہد و تقویٰ میں شروع ہی سے ممتاز تھا، منیر کے آس پاس کے علاقہ میں اسی
خاندان کی بدولت اسلام کی اشاعت ہوئی، حضرت شرف الدین احمد کی والدہ ان کو بغیر وضو
کے دودھ نہ پلائی تھیں،

تعلیم | بچپن میں گھر ہی پر تعلیم پائی، اس زمانہ میں مصاحف و مفتاح اللغات اور دوسری کتابیں در
میں رہیں، مفتاح اللغات کو حفظ کیا تھا، سن شعور کو پہنچنے تو والد بزرگوار نے ان کو مولانا شرف

لہ مناقب الاصفیاء اور منہا القلوب (مفہومات حضرت مخدوم احمد لنگر دیا) میں حضرت مخدوم الملک شرف الدین
کے کچھ حالات درج ہیں۔ میرے سامنے یہ دو نون کتابیں نہیں ہیں، مگر ان سے ضروری معلومات سیرۃ اشرف مرتبہ
ضمیمہ الدین احمد میں نے لیے گئے ہیں، یہ کتاب میرے پیش نظر ہے،
اسے محدث المعانی عن سہم مطبوعہ شرف الاخبار، بہار، اسی سلسلہ میں یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ کاش ان کتابوں
کے بجائے کلام پاک حفظ کرتا،

ابو توامہ کی حیثیت میں قرطبیہ کیلئے سنا کر کانوں پہ بھانپا، مولانا ابو توامہ اپنے بعد کے بڑے ممتاز عالم تھے، بعض اسباب کی بنا پر ہی
 چھوڑ کر نکال دی طرف رخ کیا۔ اس لئے سفر میں نہیں بھی قیام کیا، اور یہیں حضرت شیخ یحییٰ انکسلی تجرست نے جو
 مولانا شرف الدین ابو توامہ کے اوصاف کا ذکر خود حضرت مخدوم ملک خان پر
 میں فرماتے ہیں:

مولانا شرف الدین توامہ ہندوستان کے علماء میں اس قدر مشہور تھے کہ ان کے
 علم میں کسی کو شبہ نہ تھا، آپ ریشی سر بند اور ازبند استعمال کرتے تھے، آپ نے ایسی چیزیں
 لکھیں کہ دوسرے علماء کو بھی اس کی تقلید کرنی چاہیے، اگر سین پڑھانے میں مشکل پیش
 آتی تو فوراً کرتے اور فوراً کرتے وقت سر بند کا نہ بے بٹکتے، اور اس کو ہاتھ میں لے کر مشغول رہتے،
 یہاں تک کہ شکل حل ہو جاتی، اس کے بعد سر بند کو چھوڑ کر شکل کو بیان فرماتے،
 (ص ۱۱، مطبوعہ مطبع احمدی)

حضرت شرف الدین نے اپنے شفیق استاد سے کلام پاک، تفسیر، حدیث اور فقہ کے علاوہ
 علوم عقلی مثلاً منطق، فلسفہ اور ریاضی کی بھی تعلیم پائی، اس تعلیم کے زمانہ میں ریاضت و مجاہدہ میں
 بھی مشغول رہے، مناقب الاصفیاء میں ہے:

”در تحصیل علوم دین باقصی انفاذ کو شید، شب و روز در علم مشغول بود، و در ان
 مشغولی ریاضت و مجاہدہ داشت روز ہاے داشتے“

ریاضت و مجاہدہ کے ساتھ علم تصوف کی بھی کتابیں پڑھیں، اپنے ایک مکتوب
 میں تحریر فرماتے ہیں:-

احکام، مہب این طائفہ (صوفیہ) و کتب و تصانیف ایشان سامان باز مطالعہ

لہ مناقب الاصفیاء، مجد السیرۃ اشرف ص ۱۰۴

کر دہ شدہ است

تعلیم ہی کے زمانہ میں استاد کی دختر نیک اختر سے عقد نکاح کی رسم ادا ہوئی، جن سے تین اولاد ہوئی، ان میں سے حضرت شاہ ذکی الدین زندہ رہے اور ان ہی سے نسلِ حلیٰ تلاش مرشد | سنا رکاون کے قیام کی مدت میں حضرت مخدوم المک گھر کے خطوط انہیں کھولا کرتے تھے، تعلیم ختم کرنے کے بعد ایک دن ان کو کھولا، تو ان میں والد بزرگوار کے انتقال کی خبر پڑھی، اور والد کی یاد میں بے چین ہو کر وطن کی طرف مراجعت کی، گھر میں کچھ ہی دنوں قیام فرمایا تھا کہ طلب الہی کی آگ اتنی شعلہ زن ہوئی کہ گھر بار چھوڑ کر مرشد کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے، چھوٹے بھائی کی محبت میں بڑے بھائی شیخ طہیل الدین بھی ہمراہ ہو گئے، آپ وقتِ دہلی اور نواحِ دہلی بزرگانِ دین کے مرکز ہو رہے تھے دہلی پہنچ کر حضرت مخدوم المک وہاں کے تمام عابدوں، زاہدین اور سجادہ نشینوں سے ملے، حضرت نظام الدین اولیا، کی خدمت میں بھی پہنچے، لطافتِ اشرفی میں ہے،

جب حضرت شیخ شرف الدین علومِ شرعیہ کی تحصیل اور ریاضتِ اعلیٰ و فروعیہ کی تکمیل کر چکے تو حضرت سلطان المشائخ کے شرفِ ملازمت کے لیے دہلی تشریف لائے، اور ارادت و ارشاد کے لیے استادِ عاک (حضرت سلطان المشائخ نے) عالمِ غیبی اور قضاء و لاریبی سے استفسار فرمایا، اور استغراق میں سر جھکایا، پھر فرمایا، برادرِ شرف! دنیا! تمہاری ارادت اور تعلیمِ سلوک برادرِ نجیب الدین سے متعلق ہے، تم ان ہی کے پاس جاؤ، وہ تمہارے منظر ہیں، اور جب وہ (یعنی حضرت شرف الدین) شیخ نجیب الدین کے پاس جاتے

لے کتب و دوحی کتب، ۱۸۱۹ء لطافتِ اشرفی مطبوعہ نصرت المطابع دہلی (۱۳۳۰ھ) میں نجیب الدین کے بہائے نجم الدین صغریٰ ہر قوم سے، یہ کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے،

تو (حضرت سلطان المشائخ نے) فرمایا کہ فقیروں کے یہاں سے خالی نہ جاؤ، تم کو اس خاندان سے صفائی اور سماع مبارک ہو (حضرت شرف الدین) توفیم بجالائے، ان کے

خاندان میں سماع اور صفائی اسی وجہ سے ہے۔“

ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب حضرت مخدوم الملک سلطان الاولیاء کی خدمت میں گئے، تو ان کو دیکھ کر فرمایا:

سیمرغیت، نصیب دام یانست

اور بیت نہیں لی، بلکہ اعزاز و اکرام سے رخصت کر دیا،

جب سلطان المشائخ کی ہدایت کے مطابق حضرت مخدوم الملک حضرت شیخ نجیب الدین

کے حضور میں پہنچے، تو ان پر بڑی دہشت طاری تھی، اور ہم سیدہ سیدہ ہورہا تھا، لیکن حضرت شیخ نجیب الدین نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا، ”درویش! برسوں سے تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوں، تاکہ تمہاری امانت تمہارے سپرد کر دوں“، (اخبار الاخبار ص ۹) اور فوراً بیت لی، کچھ نصیحتیں لکھ کر رخصت کیا، رخصت کرتے

وقت فرمایا کہ تم کو راستہ میں کوئی خبر ملے تو واپس آنا، حضرت مخدوم الملک نے مرشد سے فیوضِ برکت حاصل کرنے کے لیے کچھ دنوں پاس رہنے کی خواہش ظاہر کی، لیکن اس کی اجازت نہیں ملی، مرشد کی ساری تعلیمات ان نصائح میں پائی جاتی ہیں جو انھوں نے ارادت کے وقت لکھ کر دی تھیں،

وصایا مرشد | وہ حدیثیں یہ ہیں:

بیت

”اے عزیز! یہ بات بڑے غور و فکر کے بعد ظاہر ہوتی ہے کہ ترک خودی میں مشغول

کے علاوہ دنیا کی کسی چیز میں مشغول رہنا غلطی ہے، انسان فی حرکات، سکناات، اقوال

اور افعال ہی سے خودی پیدا ہوتی ہے، کھانا، سونا، بولن، میل جول پیدا کرنا، سننا

دیکھنا وغیرہ انسانی طبیعت کا اقتضا ہے لیکن یہ تمام باتیں بقدر ضرورت ہونی چاہئیں۔
 اگر ضرورت سے زیادہ ہوں تو حق سے دوری ہو جاتی ہے، اس لیے دن راست
 اسی نکر میں رہنا چاہیے کہ خودی میں سے کیا چیز باقی رہ گئی ہے، یہاں تک کہ اللہ
 کے فضل سے خودی سے بالکل چھٹکارا ہو جائے، اگر بال برابر بھی خودی باقی رہ گئی
 ہے تو حجاب باقی ہے جب تک اس سے فراغت حاصل نہ ہو جائے دوسرے
 کام میں مشغول ہونا صحیح نہیں، کیونکہ خودی سے چھٹکارا پانے سے پہلے کسی کام میں
 مشغول ہونا شیطنت ہے، اس لیے کسی حال میں دوسرے کام کی طرف مشغول
 نہیں ہونا چاہیے، مجاہدہ اور ریاضت نفس اس طرح ہونی چاہیے کہ خودی بالکل
 جاتی رہے، اور انتہائی درجہ کا تقویٰ حاصل ہو، اور بشریت کی پوری صفائی ہو جائے،
 کسی وقت بے وضو رہنا مناسب نہیں، اگرچہ آدھی رات، ہاڑے کا موسم اور
 ٹھنڈا پانی ہی کیوں نہ ہو، وضو کے بعد دو رکعت نماز کسی حال میں قوت نہ ہونی
 چاہیے، کھانا کھانے اور پانی پینے سے صرف تین چیزوں کی بقا ہوتی ہے، حیات عقل
 اور قوت، کھانا اس وقت تک ترک کرتے رہنا چاہیے جب تک حیات اور عقل
 خلل پیدا ہو جائے گا اندیشہ نہ ہو، خشک روٹی، خشک چاول یا خشک کھجڑی
 جو کچھ بھی مل جائے ضرورت کے مطابق کھالیا جائے، نان خورش (جیسے سالن وغیرہ)
 کی فکر نہ کرے، اسی طرح پانی پینا بھی ترک کر دے، یہاں تک کہ جب اس کو
 معلوم ہو کہ زندگی یا عقل میں خلل پڑے گا، اس وقت تھوڑا سا پانی جو صرف استفادہ
 ہو جس سے حلق تر ہو سکے پی لے، تاکہ پیاس بجھ جائے، لیکن قوت کے کم ہونے کی
 وجہ سے ہرگز نہ کھائے نہ پیے، اور قوت کے زائل ہونے کی طرف ہرگز توجہ نہ کرے۔

اور یہ بات تجربہ سے معلوم ہو سکے گی کہ کھانے کی وجہ سے کتنے دنوں میں زندگی اور عقل میں خلل پڑنے کا خوف پیدا ہو گا، اور جب یہ تجربہ سے معلوم ہو تو اس کا لحاظ رکھے، رات اور دن میں کسی وقت نہ سوئے، اور نماز، قرآن کی تلاوت اور کتب کے مطالعہ سے نیند کو دور کر دے، اس کام کا تمام تر دار مدار اس پر ہے کہ رات اور دن میں کسی وقت نہ لیٹے، بلکہ بٹھکریا کھڑے ہو کر رات دن گزارے، کسی شخص سے بات چیت نہ کرے، البتہ سائل کا جواب دے سکتا ہے، لیکن سائل اگر عالم ہو تو اس کا جواب نہ دے بلکہ کبھی علمی جواب میں مشغول نہ ہو کیونکہ اس میں بہت سی آفتیں ہیں، لیکن اگر جواب علمی نہ ہو تو اس کے متعلق مختصر گفتگو کر دے، اور صرف ضروری بات کہے، اور وہ بھی اس وقت جب بحرِ نبولنے کے کوئی اور چارہ نہ ہو، تو جو کچھ ہو سکے گفتگو کرے، لیکن خود کوئی بات نہ کہے، کسی کے ساتھ بالکل ملاقات اور میل جول نہ کرے، اور ایک خالی گونٹے میں بیٹھا رہے، اور جو چیز موجود ہو اس کو باقی رہنے دے، اپنے کام کے لیے اپنے گوشے سے باہر نہ نکلے اور کسی کو اپنے پہلو میں آنے کی اجازت نہ دے، ہمیشہ نظریہ نجی زمین کی طرف رکھے، بے ضرورت دایم بائیں نہ دیکھے، کسی بات نہ سنے، اور نہ اس کی کوشش کرے کہ دوسرا کیا کہتا ہے، دل کو عمداً اور قصداً کسی چیز میں نہ لگائے، کوئی بات کان میں نہ پڑے اور سمجھ میں نہ آئے تو اس کی فکر بھی نہ کرے، ضرورت کے وقت سوکھی روٹی کھائے اور پانی پی لے، کوئی چیز اس لیے نہ کھائے کہ وہ موجود ہے، کیونکہ اس طرح محض غوری کا پابند ہونا ہے، دوسرے کے وقت روزانہ قضاے حاجت کے لیے جائے، اور اگر قلتِ طعام کی وجہ سے اس کی حاجت دہو تو بہتر ہے، لیکن اس سے زیادہ نہ جائے، اور وقت ضائع نہ کرے، اگرچہ اسکی

ضرورت محسوس ہو اور وضو مشکوک ہو، یہاں تک کہ اس کی عادت ہو جائے، اور تمام وقت ایک کبیل کے سوا اور کچھ نہ اوڑھے، لیکن جاڑے کے دن لباً لبیم کُغینہ (شاید آستین والا لبادہ مراد ہو) خرقہ کے اوپر پہننے، اور اس پر دن رات میں کسی چیز کا اضافہ نہ کرے کسی کے آنے جانے، بولنے اور کام کرنے پر ناخوش نہ ہو، اور نہ کوئی اعتراض کرے، یہ معلوم نہ ہونے دے کہ اس کو ظاہر و باطن کسی چیز سے انکار ہے، خواہ سر پر آگ ہی کیوں نہ رہے لیکن چون و چرا نہ کرے، اور نہ اپنی کسبت و کیفیت ظاہر ہونے دے، یہاں تک کہ اس کو مقام وحدت اور حال و ذوق حاصل نہ ہو، سماع کے وقت جہاں تک ممکن ہو، ابدیدہ نہ ہو، اور جسم کو حرکت نہ دے، یہاں تک کہ مغلوب ہو جائے، اور اپنی حفاظت آپ نہ کر سکے، لیکن سماع میں احوال کے ظاہر ہونے سے بڑی آفتیں ہیں، ان کا چھپانا بہت اہم باتوں میں سے ہے، قلب اور دل پر عینی بھی آگ بسے اس کی خبر نہ ہو، اور عینی مقام عظیم ہے، جو بڑی مشقت، بڑے مجاہد اور بے انتہا ریاضت کے بعد حاصل ہوتا ہے، تم اپنی طرف سے کوشش کرو، خدا عطا کرے گا، برسوں کے بعد مشقت اٹھانے والے کو راستہ ملتا ہے، اور اگر یہ سعاد حاصل نہیں ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر دیتا ہے۔

کارنازک تمنان رعنائست سنگ نیرین آسیا بودن

شجرہ شیدوخ | حضرت نجیب الدین فردوسی سے حضرت مخدوم الملک کے بیعت ہونے کے بعد شجرہ بیعت یہ قرار پاتا ہے:

شیخ شرف الدین احمد بکلی منیری، خواجہ نجیب الدین فردوسی، خواجہ رکن الدین فردوسی،

لے وصیت نامہ حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی، مطبوعہ مطبع مفید عام، آگرہ، ۱۳۲۱ھ

خواجہ نجم الدین کبری، خواجہ ضیاء الدین ابو نجیب، خواجہ وجیہ الدین ابو حفص، خواجہ محمد بن عبد اللہ المعروف بعمویہ، خواجہ احمد سپاہ و نیوری، خواجہ مشتاد علودینیوری، خواجہ ابو لطف سم جندی نبدادی، خواجہ سری سقطی، خواجہ معروف کرخی، سیدنا امام علی رضا، سیدنا امام موسیٰ کاظم، سیدنا امام جعفر صادق، سیدنا امام محمد باقر، سیدنا امام زین العابدین، سیدنا امام حسین، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ،

خواجہ نجم الدین کبری سے خواجہ ضیاء الدین ابو نجیب نے خلافت دیتے وقت فرمایا کہ تم مشائخ فردوس ہو (شما مشائخ فردوس ایما) اسی وقت سے اس سلسلہ کا نام فردوسیہ ہو گیا، صحراوردی | بیعت کے بعد کی کیفیت حضرت مخدوم الملک خود تحریر فرماتے ہیں،

من چون بخواجه نجیب الدین فردوسی پیوستم خرنے در دل من نہادہ شد کہ

ہر روز آن خرن زیادہ می شد

بیعت کے بعد دہلی سے رخصت ہوئے تھے کہ راستے ہی میں مرشد کے وصال کی خبر ملی، لیکن مرشد کی ہدایت تھی کہ وہ کسی حال میں نہ لوٹیں، اس لیے واپس نہ ہوئے، جب بہیا (ضلع اترہ) کے جنگل میں پہنچے تو مور کی جنگھاڑ سے دل میں ہوک اٹھی، جذب کی کیفیت طاری ہو گئی، اور گریبان چاک کر کے جنگل ہی میں غائب ہو گئے، بڑے بھائی شیخ جلیل الدین ساتھ تھے، ہر طرف ان کو تلاش کیا لیکن ان کا کہیں پتہ نہ چلا،

مناقب الاصفیاء کے مؤلف رقمطراز ہیں کہ حضرت مخدوم بہیا کے جنگل میں بارہ سال رہے، اس کے بعد راجگیر (ضلع پٹنہ) کے جنگلون میں بھی ایک بڑی مدت گذاری، عام روایت ہے کہ ۳۰ سال تک جنگلون میں عبادت کی، ایک بار ایک درخت کی شاخ پکڑے ہوئے عالم حیرت میں کھڑے ہوئے دکھائی دیے، چوہنثیان حلق میں آتی اور جاتی تھیں، لیکن ان کو

اس کی مطلق خبر نہ ہوتی تھی،

نفس کشی | اس ریاضت کے زمانہ میں کھانے پینے سے پرہیز کرتے، جب کبھی اشتہا کا غلبہ ہوتا، تو درخت کی پتیاں کھا کر بھوک کی شدت رفع کر لیتے، ایک بار علی الصبح منانے کی ضرورت پیش آگئی، غسل فرمانے کے لیے پانی کے قریب گئے، جاڑے کا موسم تھا، غیر معمولی سردی تھی، پانی بہت ٹھنڈا تھا، دل میں خیال آیا کہ تیمم کر کے نماز ادا کر لیں، لیکن پھر خیال ہوا کہ شرعی رخصت کی آڑ میں پناہ کیوں لی جائے، چنانچہ پانی میں اتر گئے، لیکن سردی کی وجہ سے بیہوش ہو گئے، آفتاب طلوع ہوا، تو اس کی تمازت سے ہوش آیا، لیکن اس وقت فجر کی نماز قضا ہو چکی تھی، بڑا رنج ہوا، اور فرمایا میں نے جو ریاضتیں کی ہیں، اگر بہاؤ کرنا تو پانی ہو جاتا، لیکن تشریف لے دینا کچھ نہ ہوا، کثرت ریاضت سے بدن میں خون باقی نہ رہا تھا، ایک بار حجام کے استرہ سے سر مبارک مجروح ہو گیا تو خون کے بجائے پانی بہنے لگا۔

راجگیر کی صحرا نوردی کے زمانہ میں دامنِ کوہ کے پاس ایک شخص کھانا کھا رہا تھا، اس کے زمانہ میں مورچہ چل ہلا رہے تھے، حضرت مخدوم الملک کی نظر پڑی تو اس کے کھانے کو مباح سمجھ کر اس سے اجازت لی، اور اس کے ساتھ کھانے کے لیے بٹھ گئے، اس کے ملازموں نے اس کو حضرت مخدوم الملک کے ساتھ کھانے پر ملامت کی، حضرت مخدوم الملک فرماتے ہیں، مجھ کو اس ملامت میں فرو ملا، میں پہاڑ پر چڑھ گیا، اور تین دن اور رات مجھ پر وجد طاری رہا،

اسی زمانہ میں ایک گنو سالہ کے پاس سے گزر ہوا، ایک گائے بھلی معلوم ہوئی، اس کو دیکھنے لگے، کسی سبب سے وہ گر کر مر گئی، چرواہے نے بڑھکر غصہ میں حضرت مخدوم الملک

لے آجیہ کا کو یہ سالہ حضرت مخدوم الملک، نیز دیکھو سیرۃ الشرف ص ۵۷، سکہ مؤنس القلوب، بحوالہ سیرۃ الشرف

کو ایک لاٹھی مار دی، فرماتے ہیں اس لاٹھی کی مار میں مجھے عجیب ذوق اور مزہ ملا۔
 اسی زمانہ میں بعض ہندوؤں اور جوگیوں سے روحانی معرکے بھی ہوئے، جنہوں نے منسوب
 ہو کر حضرت مخدوم الملک کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔
 بہار شریف کی اقامت | جب انوار الہی سے دل روشن ہو گیا تو آبادی کی طرف رخ فرمایا،
 بعض طالبانِ حق جنگل ہی میں آکر مستفید ہونے لگے تھے، جب لوگوں کا اشتیاق زیادہ بڑھ
 گیا، تو جمعہ کی نماز کے لیے بہار شریف کی جامع مسجد میں تشریف لائے، رشتہ رفتہ رفتہ لوگوں کے
 اصرار سے اسی قصبہ میں منتقل سکونت اختیار کر لی، جہاں تقریباً ۶۰ سال تک اپنے سرپرستہ فہن
 سے عوام و خواص کو سیراب کرتے رہے،

سلطان محمد تغلق نے جب حضرت مخدوم الملک کی درویشی اور بزرگی کی شہرت سنی
 تو مسجد الملک منقطع بہار کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ حضرت مخدوم الملک کے لیے ایک
 خانقاہ تعمیر کرا دی جائے، اور اس کے اخراجات کے لیے پرگنہ راجگیران کے حوالہ کیا جائے
 اگر وہ تبدیل نہ کریں تو زبردستی دیا جائے، حجاز الملک نے اس کی تعمیل کی، اور حضرت
 مخدوم الملک کو خانقاہ کی تعمیر اور راجگیران کی جاگیر جبر و اکراہ کے ساتھ قبول کرنی پڑی،
 خانقاہ کی تعمیر کے بعد اس میں سلطان کا بھیجا ہوا مصلیٰ بنواری بچھا گیا، اور اس پر
 حضرت مخدوم الملک کو جلوہ افروز کیا گیا، تو ارشاد فرمایا، ”میں تو اسلام ہی کے لائق نہیں
 لے اچوہ کا کوہ بھوارہ سیرۃ الشرف سے،“ اسے حضرت مخدوم الملک کے خاندان والوں سے
 اس عاجز راقم کو گہرا عزیزانہ لگاؤ رکھنے کا شرف حاصل ہوا، اس لیے اس خانوادہ کے بزرگوں سے
 حضرت مخدوم الملک کی زندگی کے بہت سے واقعات سننے میں آئے، جنکو
 ہم جگہ کی قلت کی وجہ سے لکھنے سے معذور ہیں،

چم جائے کہ مصطلح کے لائق ہوں، اس وقت مجلس کے ایک درویش نے کہا: ”مخدوم! آپ کو خانقاہ اور مصطلح کی وجہ سے کون جانتا ہے، ہم لوگ تو یہاں صرف آپ کی قوتِ باطنی کی وجہ سے آئے ہیں، یہاں آپ کی برکت سے اسلام ظاہر ہوگا، اور قوتِ پکڑے گا۔“ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور اس علاقے میں آپ ہی کے فیوض و برکات سے اسلام کی شمع صوفیوں میں رہی، لیکن جاگیر کو حضرت مخدوم الملک اپنے لیے بار سمجھتے رہے، آخر اس کی گرائی برداشت نہ فرما سکے اور جب سلطان محمد تغلق نے وفات پائی، اور فیروز شاہ تخت نشین ہوا تو بنفس نفیس دہلی تشریف لے گئے، درباریوں کو خیال ہوا کہ شاید حضرت مخدوم الملک جاگیر میں اضافہ چاہتے ہیں، فیروز شاہ کو جب اس کی خبر دی گئی تو اس نے کہا کہ اگر مخدوم تمام اقطاع بہار مانگیں گے تو میں دون گا، لیکن جب فیروز شاہ کے سامنے حضرت مخدوم تشریف لے گئے تو اس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ایک غرض لے کر آیا ہوں، اگر قبول فرمانے کا وعدہ ہو تو عرض کروں، سلطان نے بسر و چشم منظور کیا، حضرت مخدوم الملک نے جاگیر کی سند استین سے نکال کر سلطان کے ہاتھ میں دی، اور فرمایا، خدا کے لیے اس کو واپس لے لیجیے، یہ میرے کام کی نہیں، سلطان اور اس کے تمام امراء ششدر رہ گئے، سلطان نے پھر بھی کچھ خدمت کر کے سعادت حاصل کرنی چاہی، اور اصرار کے ساتھ اخراجات کے لیے ایک بڑی رقم پیش کی، اس کو قبول تو فرمایا، لیکن شاہی دربار سے نکلے ہی فقرا و مساکین میں تقسیم کر دیا اور درویشانہ استغفار کے ساتھ خالی ہاتھوں وطن کی طرف مراجعت کی۔

رشد و ہدایت | اور خانقاہ کے گوشہ میں بیٹھ کر تقریر و تحریر کے ذریعہ سے رشد و ہدایت کا سلسلہ برپا جاری رکھا، جس کا کچھ مجموعہ ملفوظات اور مکتوبات کی شکل میں محفوظ ہے، اور

آج تک معدن فیوض اور مخزن برکات ہے، غافقاہ میں سالکانِ راہِ طریقت کی مجلسیں برابر منعقد ہوتی تھیں، بعض اوقات علماء، فقہاء، محدثین اور متکلمین بھی جمع ہوتے، اور مختلف مسائل پر بحث و گفتگو اور رد و قدح بھی ہوتی، حضرت مخدوم ہر مسئلہ کی وضاحت اس طرح فرماتے کہ سامعین اور حاضرین کو پوری تشریح ہو جاتی، معدن المعانی کے دیباچہ میں ہے:

”ہر مجلس میں مریدوں، نیک بندوں اور سچی طلب رکھنے والوں کا مجمع ہوتا، ان میں سے ہر ایک اپنے حال اور کام کے مطابق ایک سوال کرتا، جس کا تعلق طریقت، شریعت، حقیقت اور معرفت سے ہوتا، حضرت مخدوم ہر سوال کا شافی جواب دیتے، ان کا بیان دلپذیر اور ان کے اشارے کنایے بے نظیر ہوتے، ہر بیان میں سینکڑوں معانی، ہر اشارہ میں ہزاروں لطیفہ لاریبی، اور ہر مسمیٰ میں بے انتہا مفہوم اور ہر لطیفہ میں لائقہ اور اکات، اور ہر مفہوم میں بے شمار حالات اور ہر اوراک میں بہت سے مقامات، اور ہر حال میں ناقابل بیان ذوق اور ہر مقام میں اتنی خبریں ہوتیں جن کی گنجائش دنیا میں نہیں،

مولانا مظفر ملکی شروع میں جب حضرت مخدوم الملک کی مجلس میں شریک ہوئے، تو مختلف مسائل پر نہایت تیز اور تند لہجے میں مناظرے کرتے، مگر حضرت مخدوم الملک ٹھنڈے طریقے پر ان کی ہر بات کا جواب دیتے، یہاں تک کہ وہ حضرت مخدوم الملک کے ایسے گرویدہ اور شیفتہ ہوئے کہ زندگی بھر ادنیٰ غلام بنے رہے، حضرت مخدوم الملک کو بھی ان سے بڑی محبت ہو گئی تھی، اور ان کو دوسو خطوط لکھے تھے جن میں ایسے اسرار خفہ کہ ان کے سوا کسی اور کو بتانا پسند نہیں فرمایا جیسا کہ آگے آئے گا،

مولانا زین بدر عوی کی ابتدائی زندگی رندی اور بادہ خواری میں گزری، لیکن حضرت

مخدوم الملک کی صحبت کیمیا اثر سے ان میں ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ وہ حضرت مخدوم الملک کے مقربین خاص میں ہو گئے، اور ان کے بہت سے ملفوظات مرتب کیے، جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت مخدوم الملک کے تقریباً ایک لاکھ مرتبے تھے، جو مجلسوں میں میں شریک نہ ہو سکتے تھے، ان کو مکتوبات کے ذریعہ سے تعلیم دی جاتی تھی، ان تعلیمات کا خلاہ آئندہ صفحات میں پیش کیا جائے گا، حضرت مخدوم الملک نے خواص و عوام دونوں کو سدھارنے کی کوشش فرمائی۔

سلطان وقت کو تلقین | سلطان فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں حضرت مخدوم الملک سے خواجہ عابد ظفر آبادی نے فریاد کی کہ ان کا مال ظلم و تعدی سے تلف کر دیا گیا ہے، حضرت مخدوم الملک نے سلطان فیروز شاہ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی، اور بہت ہی مبلغ پیرایہ اور عالمانہ انداز میں عدل و انصاف کی تلقین کی، سلطان کو اس سلسلہ میں جو مکتوب تحریر فرمایا وہ حسب ذیل ہے، شاید مرتب مکتوبات نے القاب حذف کر دیے ہیں، پورا متن یہ ہے:

حضرت بلال مؤذن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت رسالت مآب علیہ السلام کے ساتھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں مکہ میں بیٹھا تھا، کہ ایک شخص آیا، پیغمبر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: باہر جا کر دیکھو، جب میں باہر آیا، تو ایک نصرانی کو کھڑا دیکھا، اس نے پوچھا: محمد یہاں ہیں، میں نے کہا: ہاں، وہ گھر کے اندر آیا اور کہا: یا محمد تم کہتے ہو کہ میں خدا کا رسول ہوں، اور خدا کا بھیجا ہوا ہوں، مجھ کو اور لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دیتے ہو، اگر تم رسول برحق ہو تو اس کو دیکھو کہ قومی ضعیف و ظلم نہ کرے، پیغمبر علیہ السلام نے پوچھا: تم پر کس نے ظلم کیا ہے، اس نے کہا: ابوجہل نے میرا مال لے لیا ہے، یہ وقت

آپ کے قیلو کہ تھا اور بڑی گرمی پڑ رہی تھی، لیکن آپ اسی وقت روانہ ہوئے، تاکہ
 مظلوم کی مدد فرمائیں، میں نے (یعنی حضرت بلالؓ نے) عرض کی، یا رسول اللہ! قیلو
 کا وقت ہے، گرمی پڑ رہی ہے، ابوہل بھی قیلو کہ کر رہا ہوگا، وہ برہم ہوگا، لیکن آپ نہ
 رُکے اور اسی طرح خشکیں ابوہل کے دروازہ پہنچیں اس کو کھٹکھٹایا، ابوہل کو غصہ آیا،
 اس نے اپنے بتوں لات وغری کی قم کھا کر کہا کہ جس نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے اس کو جا کر
 مار ڈالوں گا، باہر آیا تو دیکھا کہ حضرت رسالت مآبؐ کھڑے ہیں، بولا کیسے آئے، کسی
 آدمی کو کیوں نہ بھیجا، پیغمبر علیہ السلام نے غصہ میں فرمایا، اس نصرانی کا مال تم نے کیوں
 لے لیا ہے، اس کا مال واپس کر دو، ابوہل نے کہا اگر اسی کے لیے آئے ہو تو کسی بیچا
 کو کیوں نہ بھیجا، مال واپس کر دیتا، پیغمبر نے فرمایا، باتیں نہ بناؤ، اس کا مال واپس
 کرو، ابوہل اس کا تمام مال باہر لایا اور اس کے حوائے کیا، نصرانی سے پیغمبر نے فرمایا
 اب تو تمہارا مال تمہارے پاس پہنچ گیا، اس نے کہا لیکن ایک اونٹنی تھلا رہ گیا ہے،
 پیغمبر نے (ابوہل سے) فرمایا، تھیلہ بھی دو، ابوہل نے کہا کہ اے محمد! تم واپس جاؤ
 میں اس کو پہنچا دوں گا، حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا، میں اس وقت تک واپس
 نہ جاؤں گا جب تک کہ تم تھیلہ بھی واپس نہ کرو گے، ابوہل گھر کے اندر گیا، اس کو وہ
 تھیلہ نہ ملا، لیکن اس سے بہتر تھیلہ لایا، اور بولا وہ تو مجھ کو نہیں ملا مگر اس سے بہتر لایا
 ہوں، اور اسی کو اس کے بدل میں دیتا ہوں، پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اے نصرانی یہ تھیلہ
 بہتر ہے یا وہ بہتر تھا، اس نے کہا اے محمد! یہ بہتر ہے، پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اگر تم یہ کہتے
 کہ وہ بہتر تھا تو میں اس وقت تک واپس نہ جاتا جب تک میں قیمت لے کر تمہارے
 حوائے نہ کرتا،

داؤد ملک کے نام بڑی تواضع اور خاکساری کے ساتھ لکھا ہے، جس میں ان اوصاف کی علیٰ تعلیم بھی ہے، اور وہ یہ ہے :

لا الہ الا ہو، شرف میزنی جو کہ علماء کے آستانہ کا کتا ہے، نہایت خجالت، شرمندگی، اور معذرت کے ساتھ آستانہ صدر کی خدمت میں سلام و تحیت کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس سیاہ روکتے کی ہستی کیا ہے، جو صدر نے اس کی خدمات کا ذکر اس تواضع کے ساتھ کیا ہے، البتہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے شک سے کہا گیا کہ تجھ میں ایک برائی ہے، پوچھا دیا، کہا گیا تو سب کو خوشبو دیتا ہے، جواب دیا میں یہ نہیں دیکھتا کہ کون خوشبو پاتا ہے، میں دیکھتا ہوں کہ میں کیا ہوں، یہی حال میرا ہے، میری کیا حیثیت کہ صدر میرے مستعد ہوں اور مجھ کو ملک، المشائخ، قطب الاولیاء، لکھیں، افسوس ہے کہ اس بد بخت کا کام خاکساری، نگوں ساری، بت پرستی اور زنا و داری میں اہل ستیا و رت و عدت سے نہ باؤ نہیں بڑھا، پھر بھی اس بد بخت اور منافق کے متعلق لوگوں کا خیال اچھا ہے، کہتے ہیں کہ ایک بزرگ نے ایک شخص کے جنازہ کی نماز پڑھائی، نماز کے بعد کسی کی زبان سے سن کر وہ شخص شرمین نیک نام تھا، بزرگ نے کہا کہ اگر مجھ کو پہلے سے معلوم ہوتا تو میں اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھاتا، لوگوں نے پوچھا کیوں، تو انھوں نے کہا کہ جب تک کہ کوئی شخص منافق نہیں ہوتا، لوگوں میں نیک نام نہیں ہوتا، اگر آپ کی تواضع میری شہرت کی وجہ سے ہے تو دنیا میں اس بد بخت سے زیادہ مشہور شیطان ہے، اسے صدر بزرگوار اسلام ایسا دین نہیں ہے جو ہر گز دے اور ناپاک شخص کو اپنا جمال دکھائے، لا یمسہ الا المظلمون، (یعنی اس کو چھونین سکتے مگر پاکیزہ لوگ)، یہ آیت ایک دنیا کی حامل ہے، وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون (ان میں سے اکثر لوگ مشرک

ایمان نہیں لاتے، مگر بحالت شرک)۔ اس آیت نے ایک جان کو توحید سے ہٹا دیا ہے، دین کا کام اتنا آسان نہیں جتنا لوگوں کو معلوم ہوتا ہے، جو لوگ کہ دین پتا نہ ہیں، اور اس کی ہر چیز کی حقیقت سے واقف ہو گئے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ خدا یا ہم کو عدم بنا دے جس کا کوئی وجود نہیں ہے، بعض لوگ زنا را بازہ کر آتش خانہ میں آتے ہیں اور علم و عقل کو ایک طرف رکھ کر کہتے ہیں

اد علم نمی شنید لب بر بستم اد عقل نمی خرید دیوانہ شدم
اور جس شخص نے یہ کہا ہے کہ

با خدا دیوانہ باش و با شریعت ہوشیار

تو اس کا مطلب یہی ہے، اگر آج کوئی اپنی رسم و عادت کو اسلام کہتا ہے تو یہ بالکل الگ چیز ہے، اس کا جواب یہ ہے

فادات کنہ خمار کا مشبستی

اور جب موت کے دروازہ پر فکشفنا عنناک غطاؤناک (پس آج کے دن ہم نے تمھاری آنکھوں کا پردہ اٹھا لیا)، کا کشف ہوتا ہے، تو پھر تہ چلتا ہے کہ کوئی دستار رکھتا تھا، یا زنا را، خلاص یا نفاق، خانقاہ میں تھا یا تجار میں، اسی لیے کہا گیا ہے،

سوف تری اذا تجلے العبار احتات فرس امر حبار

یعنی جب عباد دور ہوگا تو تم دیکھو گے کہ تم گھوڑے پر سوار ہو یا گھوڑا (سہ صدی مکتوبات ص ۹۴-۹۳)۔

حضرت مخدوم الملک نے ایک ملک زادہ کو نفس کے فریب کی جس طرح تعلیم دی اس کی

تفصیل معدن المعانی (ص ۲۱۲-۲۱۰) میں اس طرح درج ہے

”مبارک قصوری نے زمین بوس ہو کر کہنا شروع کیا کہ جب میں اپنے پیر کا مرید ہوا

تو مجھ سے فرمایا کہ اب تمھاری کیا خواہش ہے، تم ملک زادے ہو، تمھاری طبیعت جاگڑی کی طرف مائل ہے یا خداوند تعالیٰ سے مشغولیت کی طرف، میں نے عرض کی، اب تو میں آپ کی خدمت میں ہوں، عبدیہ فرمائیں، دلیا کروں، فرمایا کہ اس راہ میں سب سے بہتر چیز یہ ہے کہ ہر چیز کو ترک کر دیا جائے، میں نے بھی اس کو قبول کر لیا، اور میری طبیعت میں بھی یہی بات ہے، حضرت مخدوم نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا، اس میں شک نہیں کہ تمام چیزوں کو ترک کر دینا بہتر ہے، اگر اس میں استقامت ہو، لیکن کچھ دنوں تمام چیزوں کو ترک کرنے اور ان سے باز رہنے کے بعد پھر ان کی طرف التفات ہو جائے تو پشیمانی ہوتی ہے، اور اس قسم کے ترک سے کوئی فائدہ نہیں، ترک اسی وقت بہتر ہے کہ پھر ترک کی ہوئی چیزوں کی جانب التفات نہ ہو، ایسی حالت میں کام میں استقامت اور سچائی ہوتی ہے، تم ملک زادے ہو، اپنے دوستوں کی مجلسوں میں بیٹھنے کے عادی ہو، ان کی صحبت میں جا کر تم میں پھر تبدیلی پیدا ہوئی تو ایسے ترک سے کیا فائدہ؟ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے تمام چیزوں کو ترک کر دیا، ہم زیادہ اور عابد ہیں، لیکن جب وقت آتا ہے تو جھوٹے ثابت ہوتے ہیں، نفس کے ایسے بہت سے دھوکے ہیں، دعویٰ بغیر امتحان کے قابل اعتماد نہیں، مبارک نے عرض کی، حضرت مخدوم! میرے دل میں اب کوئی آرزو باقی نہیں رہی ہے، حضرت نے فرمایا، یہ نفس کا فریب ہے، یہ اسی طرح دھوکا دیتا ہے، جس سے ایک شخص کو یقین ہو جاتا ہے کہ اس نے تمام چیزوں کو ترک کر کے آخرت کی طرف رخ کر لیا ہے، لیکن جو نفس کے فریب سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ سچ ہے یا جھوٹ، نفس کی صفت کذب ہے، اور دل کی صفت صدق، نفس جو کچھ کہتا ہے جھوٹ ہوتا ہے، دل جو کچھ کہتا ہے سچ ہوتا ہے، اب یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ جو کام کیا جاتا ہے،

اگر اس کا فرمان دینے والا دل ہوتا ہے، اور اعضا، اسی کو عمل میں لاتے ہیں جو دل کہتا ہے اور چونکہ دل کی صفت صدق ہے، تو عمل میں کذب کیوں پیدا ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ دل اور عمل میں جو ہم آہنگی نہیں ہوتی اس کی وجہ نفس ہے، نفس دل پر تانہ پالتا ہے اور اسکی جگہ بیٹھ کر چوری کرتا ہے، پھر وہ جو کچھ کرتا ہے دل کی طرف منسوب ہو جاتا ہے، اسی لیے دل اور عمل میں ہم آہنگی نہیں ہوتی، اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے تخت پر ایک دیو بیٹھ گیا، اور وہ جو حکم دیتا تھا، لوگ اس کو بجالاتے تھے، کسی کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ دیو ہے یا حضرت سلیمانؑ، حالانکہ دیو حضرت سلیمانؑ کی جگہ فرشتے سے بیٹھا تھا، نفس کی صفت کا یہی حال ہے،

ترا بملکت زان نیت فرمان کر دیوت ہست بر جانے سلیمان
اگر آدمی بدست انگشتری باز بفراں آیدت دیو و پرسی باز

اہل معرفت نفس کی تمیز سے واقف رہتے ہیں، دوسروں کو اس سے واقفیت نہ ہوتی، اگر نفس کو کسی چیز کی خواہش ہوئی، اور اس کو نہ پایا تو کہتے ہیں کہ قبض ہے، اور اگر پایا اور خوشی ہوئی تو کہتے ہیں ببط حاصل ہوا، حالانکہ قبض و ببط دل کے احوال ہیں نفس ہی کا نتیجہ ہے، مراد کے حاصل نہ ہونے سے رنج ہوتا ہے اور مراد کے پالنے سے نشاط طاری ہوتا ہے، اہل ترک و تجرید تمام چیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں، ان کے سامنے جو کچھ بھی ہوتا ہے اس کو خراب گردیتے ہیں، اگر ان کا دل پھر ان چیزوں کی طرف مائل ہوتا ہے تو وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا دل خراب ہو گیا، شیخ معزالدینؒ نے پوچھا کہ کیا نفس کی تمیز ہر مقام پر ہوتی ہے؟ تو حضرت مخدومؒ نے فرمایا، جب تک نفس مغلوب نہ ہو جائے، ہر مقام پر اس کا فریب چلا رہتا ہے، اور باب بصیرت نفس کی تمیز سے کسی مقام پر غافل

نہیں رہتے، خواہ نفس ان کا کتنا ہی مطیع اور فرمان بردار ہو گیا ہو، (معدن المعانی ص ۲۱۰-۲۱۲)

مطبوعہ مطبع شرف الاخبار، بہار

امراء میں قاضی شمس الدین حاکم چوسہ نے حضرت مخدوم الملک سے سب سے زیادہ استفادہ کیا، آپ کے مکتوب کا جو مجموعہ شائع ہوا ہے، اس میں زیادہ تر قاضی شمس الدین ہی کے نام مکاتیب ہیں، ان میں عرفان و تصوف کا شاید ہی کوئی ایسا مسئلہ ہوگا جس کی وضاحت نہ کی گئی ہو، باطنی تعلیمات کے ساتھ ساتھ ظاہری اخلاق کو بھی سنوارنے کی تلقین ہے، مثلاً پاکیزہ اخلاق کی تعلیم کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

برادر شمس الدین! خداوند تعالیٰ کی اطاعت میں مستقل مزاج رہو، کاتب حروف کے سلام و دعا کے بعد اسے برادر! یہ ضروری ہے کہ تم اپنے اخلاق کی بری باتوں کو اچھی باتوں میں تبدیل کرنے میں روزانہ ہر ممکن کوشش کرو، اور اس کو ایک اہم کام سمجھو، اس کام کو تم نے چھوڑ دیا یا اس سے غافل ہو گئے تو پھر بلائیں پیش آئیں گی، نعوذ باللہ منہا، اس دنیا کے جانوروں اور چوپایوں میں جو صفات ہیں، ان میں سے ہر ایک صفت انسان میں بھی پائی جاتی ہے، اور اس قسم کی جو صفت انسان میں غالب رہتی ہے، وہی قیامت کے روز صورت بنکر ظاہر ہوتی ہے۔۔۔ (مکتوبات ص ۲۵۵)

ایک مکتوب میں قاضی شمس الدین ہی کو تحریر فرماتے ہیں:

یہ ضروری ہے کہ کپڑا، جسم اور نقہ پاک اور ملال ہو، جو اس غصہ بھی مصیبت پاک ہوں دل بھی اوصاف ذمیر یعنی نخل اور حسد و غیروہ سے پاک ہو، پہلے کی باکی سے مرید ماہ دین میں دو قدم آگے بڑھ جاتا ہے، اور تیسرے کی (یعنی دل کی) باکی ماحصل ہوتی ہے تو مرید تین قدم آگے بڑھ جاتا ہے، اور مرید پر توہر کی حقیقت واضح ہوتی ہے اور وہ

حقیقتاً تائب ہوتا ہے، (ایضاً ص ۸۷-۸۸)

ایک مکتوب میں طمع و نفاق سے بچنے کی تلقین روحانی طریقہ سے فرماتے ہیں:
برادرِ شمس الدین! معلوم ہو کہ نفاق سے ایک کام کرنا اور صدیقوں کے رتبہ کی
طمع رکھنا دینداروں کی پہچان نہیں، تمھارا کوئی کام طمع سے خالی نہیں ہوتا ناخالص نیت
کارا ز اور ظہارِ عبودیت میں ہے، نہ کہ طمع میں، طمع اور جزیرہ، اظہارِ عبودیت اور جزیرہ، با
کچھ غور کرنے کے بعد معلوم ہوئی ہے، لیکن ہم تم ایسے ہیں کہ کچھ رشوت ہی لے کر خدا کی بندگی
کرتے ہیں، ع زبہ عشقِ ارشد رشوت دوست خواہی داشت جانان را.... (ایضاً ص ۷۰۵)
سعادت و شقاوت کے متعلق رقمطراز ہیں:

برادرِ شمس الدین! معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ کے دو فرزانے ہیں، سعادت اور
شقاوت، ایک کی کبھی طاعت ہے اور دوسرے کی کبھی معصیت ہے، جو کہ ازل سے السعید
من سعلنی بطن امدہ کے مصداق ہیں (یعنی سعید وہ ہیں جو ان کے پیٹ ہی میں سید ہیں)
ان کے ہاتھ میں سعادت کی کبھی یعنی طاعت دی گئی، اور جو ازل سے المشقی من شقی فی
بطن امدہ کے مصداق ہیں (یعنی شقی وہ ہیں جو ان کے پیٹ ہی میں شقی ہوئے) ان کے ہاتھ میں
شقاوت کی کبھی یعنی معصیت دی گئی، اور آج ہر شخص اپنے ہاتھوں میں دیکھ سکتا ہے کہ کونسی
کبھی اس کے پاس ہے، اور یہ بات سنت الہی کے مطابق ہے، سعید و شقی کو ملائے آخرت
دیکھتے ہیں، نہ کہ علماء دنیا،.... لیکن بندہ کی تمام عزت اور دولت اسی میں ہے کہ وہ طاعت
و عبادت میں مشغول رہے.... (ایضاً ص ۷۱۵)

معاملات کی تعلیم دیتے ہیں:

برادرِ شمس الدین! ہر وہ معاملہ جس کا ہوا قرآن میں نہیں ہے، ہر خواہش جو شر

میں نہیں باطل ہے، ہر ذلیل جو دین کی تائید میں لائی جائے لیکن دینی نہیں ہے محض باطل ہے

اور ہر استقامت جو دین کی خاطر کی جائے لیکن دینی نہیں ہے مردود ہے (ص ۲۵۵)

ایک مکتوب میں فرماتے ہیں، امراء، ملوک، اصحاب منصب ارباب قدر و منزلت کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنے کا سب سے نزدیک راستہ یہ ہے کہ وہ عاجزوں کی دستگیری اور حاجتمندوں کی حاجت روائی کریں، چنانچہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں پہنچنے کی راہیں تو بہت ہیں، لیکن سب سے نزدیک راہ دلوں کو راحت پہنچانا ہے، ان بزرگ سے یہ کہا گیا کہ جس شہر کے وہ رہنے والے ہیں اس کا بادشاہ شب بیدار ہے، نفل نمازین بہت پڑھتا ہے، نفل روزے بھی رکھتا ہے، فرمایا، اب چارے نے اپنے کام کو تو کھو دیا ہے، لیکن دوسروں کے کام میں لگا ہوا ہے، لوگوں نے ان بزرگ سے پوچھا کہ آخر اس بادشاہ کا اپنا کام کیا ہے، تو فرمایا اس کا کام تو یہ ہے کہ طرح طرح کے کھانے کھوائے اور بھوکوں کو پیٹ بھر کر کھلوائے، طرح طرح کے کپڑے سلوائے اور تنگن کو پہنوائے، اجڑے ہوئے دلوں کو آباد کرے، حاجتمندوں کی دستگیری کرے، نفل نماز اور نفل روزے تو دوشیزوں کا کام ہے، (مکتوبات سہ صدی ص ۴۰۹)

اسی طرح اور بھی تعلیمات ہیں، بن مین سے کچھ آئندہ صفحات میں پیش کی جائیں گی، اور دوسرے امراء جنہوں نے حضرت مخدوم الملک سے تعلیم و تربیت پائی، ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں: قاضی صدر الدین، ملک صفوح، ملک معز الدین، شمس الملک شمس الدین خوارزمی وغیرہ، ان امراء کے نام جو خطوط لکھے ہیں، ان میں کہیں درویشانہ عجز و انکسار ہے کہیں عالمانہ وقار و سنجیدگی، کہیں بزرگانہ محبت و شفقت، ہذا کہیں مرثیہ از زہرہ تویح، یہ مکتوبات آج بھی فیوض و برکات کے سرچشمے ہیں،

در ویشانہ زندگی | ارباب حکومت اور اصحاب دولت سے تعلقات کے باوجود حضرت مخدوم
 الملک کی زندگی میں در ویشانہ شان ہمیشہ قائم رہی، مرشد کی ہدایت کے مطابق خشک روٹی،
 خشک چاول یا خشک کھجور ہی تناول فرماتے، دن کے وقت گھر میں چولہا نہ جلتا، اپنی والدہ
 کو روزمرہ کے خرچ کے لیے ایک مقررہ رقم دیتے، لیکن ان سے یہ شرط تھی کہ دن کے وقت
 گھر میں دھواں نہ ہو، ایک بار گھر میں کوئی عزیز ہمان آیا، والدہ ماجدہ نے ہمان کی خاطر
 مرغ اور روٹی پکانی شروع کی، جس کی خبر حضرت مخدوم الملک کو نہیں ہوئی، گھر میں دھواں
 اٹھنے لگا، دیکھا تو خادم خاص کو بلا کر دریافت کیا، جب معلوم ہوا کہ مرغ اور روٹی کپ رہی
 ہے تو والدہ ماجدہ کے پاس پہنچے، اور عرض کیا کہ میں نے اپنا منہ کالا کر کے اسے شرط کی تھی،
 لیکن آپ اس کی پابند نہ ہو سکیں، مان نے بیٹے کی خاطر ساری چیزیں ہمان کو دیدیں کہ
 کر کہیں اور جا کر کچھ کھالو، ایک مرتبہ ایک شخص فالودہ لے آیا، حضرت مخدوم الملک نے اس کو
 سونگھ کر چھوڑ دیا، اور فرمایا کہ خیریت ہوئی، اگر کھالیتا تو اس فالودہ نے تو میرا کام ہی تمام کر دیا
 تھا، حضرت مخدوم الملک کا عمل اس اصول پر تھا کہ کھانا اس طرح کھایا جائے جس طرح
 دوا کھائی جاتی ہے،

لباس میں بھی سادگی تھی، تہ بند، مرزئی، کرتہ اور چادر کے علاوہ عمامہ بھی سر مبارک
 پر باندھتے تھے، لباس کا رنگ عموماً صندلی ہوتا، لباس کے کچھ تبرکات خانقاہ شریف میں
 موجود ہیں،

خشیت الہی و حب اللہ | عذاب الہی کے خوف سے ہمیشہ روتے رہتے، لیکن اس خوف کے ساتھ
 حب اللہ میں عجیب وارفنگی پیدا ہو گئی تھی، ایک بار ایک مرید مولانا نظام الدین نے

اپنے وعظ میں یہ دو شعر پڑھے :

اے قوم ہر حج رفتہ کجا ئید کجا ئید معشوق میں ماست بیا ئید بیا ئید
اُنانکہ طلب گار خدائید خدائید حاجت بطلب نیست شمائید شمائید

حضرت مخدوم الملک بھی مجلس وعظ میں تشریف فرما تھے، شعر سکران پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی، سر مبارک کو ستون سے اتنا لگرایا کہ مجروح ہو گیا،

اتباعِ مذمت | لیکن حب اللہ میں اتباعِ سنت کا بھی ہر حال میں خیال رہتا تھا، فرماتے تھے
کہ ”با خدا دیوانہ باش و با شریعت ہوشیار“

با شرع بہوش باش و با خدا دیوانہ با عشق آشنا باش و با عقل بیگانہ

خدمتِ خلق اللہ | حق تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر حق العباد ادا کرنے میں برابر کوشاں رہے،
خلق اللہ کی خدمت کو بہت بڑی دولت تصور فرماتے تھے، ارشاد ہے کہ

مسلمانوں کا کام انجام دینا اور ان کے کام میں لگے رہنا بڑی دولت ہے، یہ
کام پیغمبروں کا ہے، انھوں نے مسلمانوں کے کام کیے، اور انکی بلا میں اپنے پیڑھے رہے
ملکِ خضر کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

اس تاریک دنیا میں قلم، زبان، مال اور جاہ سے جہاں تک ممکن ہو محتاجوں کو
راحت پہنچاؤ، صوم و صلوة و نوافل اپنی جگہ پر اچھی ضرور ہیں لیکن دلوں کو راحت
پہنچانے سے زیادہ سودمند نہیں،

حضرت مخدوم الملک کا عمل بھی اس پر رہا، بہارِ شریف میں صرف اسی لیے اقامت
کی کہ خواص و عوام کے ظاہری و باطنی اخلاق کو سنواریں، اور اس کے لیے درس و تدریس

پند و موخطات اور تقریر و تحریر وغیرہ تمام ذرائع اختیار فرمائے، اس سلسلہ میں جو تعلیمات دین ان کی تفصیل آگے آئے گی،

دل جوئی و پردہ پوشی | خلق اللہ کی دلجوئی اور ان کے عیوب کی پردہ پوشی کا خیال ہر حال میں رکھتے، اگر نفل کا روزہ رکھتے ہوتے اور کوئی مدعو کرتا تو فوراً افطار کر دیتے، اور فرماتے کہ نفل روزہ کی ترقضا ہے، لیکن شکستگی دل کی قضا نہیں،

ایک روز ایک شخص امامت کے لیے آگے بڑھا، لوگوں نے حضرت مخدوم سے کہا یہ شراب خوار ہے، فرمایا، ہر وقت نہ پیتا ہوگا، لوگوں نے کہا ہر وقت پیتا ہے، فرمایا، ماہ رمضان المبارک میں نہیں پیتا ہوگا، اور اس کی افتدہ کر لی ہے

عجز انکار | عالم تھے، لیکن اپنے کو "سگ گرگین" استاذ علیہ السلام سمجھتے تھے، اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندہ تھے، لیکن اپنے آپ کو "مذہب" (ذلیل) اور مخدوم (بد بخت) وغیرہ لکھتے تھے، اپنی تعلق فرماتے کہ "یہ نہ شد" پہلے بھی ذکر آچکا ہے کہ ایک بار علی الصبح سرد پانی میں غسل کرتے وقت بہوش ہو گئے، جب ہوش آیا تو فجر کی نماز کا وقت جا چکا تھا، اتنا ہی رنجیدہ ہو کر اپنے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جتنا مجاہد دین نے کیا ہے، اگر بچاؤ نہ کیا ہوتا تو وہ پانی ہو جاتا، لیکن افسوس شرف الدین کچھ نہ ہوا، تمام معاصر مشائخ کو اپنے سے بلند تر اور بہتر تصور فرماتے، ایک بار حضرت سید جلال بخاری کی خدمت میں ایک کفش بھیجی جس سے یہ مطلب تھا کہ میں آپ کا کفش پاؤں، لیکن حضرت سید جلال بخاری نے اس کے بدلے میں اپنی دستار بھیجی جس سے مراد تھی کہ آپ میرے ستر تاج ہیں،

۱۵۱-۱۵۲-۱۵۱-۱۵۲ مکتوبات سعدی ص ۳۴۱-۳۴۲ ایضاً

۱۵۱-۱۵۲ مکتوبات سعدی ص ۳۴۱-۳۴۲ ایضاً

ذوق سماع | مرشد کی نصیحت تھی کہ سماع کے وقت باطنی احوال ظاہر نہ ہوں، اس لیے جب کبھی مجلس سماع ہوتی اور اس میں حضرت مخدوم الملک کو وجد آتا تو خلوت میں چلے جاتے، اور دروازہ بند کر لیتے، وہاں کسی کو آنے کی اجازت نہ ہوتی،

سماع کی علت و حرمت پر سعد بن المعانی باب ہفتم (ص ۷۱-۷۲) اور مکتوبات سہ صدی (مکتوب نو ذی سوّم ص ۷۱-۷۲) میں مستقل بحثیں ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر سماع سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی تحریک ہو، اور احوال شریف یعنی مکاشفات اور ملاقات ظہور پذیر ہوں تو یہ حلال ہے، اور اگر اس سے طبیعت فسق و فجور کی طرف مائل ہو تو یہ حرام ہے، سماع حلال بھی، حرام بھی اور مکروہ بھی ہے، اگر سماع کے سننے سے دل صرف حق کی طرف مائل ہو تو یہ حلال ہے، اگر مجاز کی طرف مائل ہو تو یہ حرام ہے، اور اگر کچھ حق اور کچھ غیر حق کی طرف متوجہ ہو، تو یہ مکروہ ہے، اور حق و مجاز دونوں کی طرف مائل ہو، لیکن حق کی طرف زیادہ رجحان رکھے، تو یہ مباح ہے، (سعد بن المعانی ص ۷۳-۷۴) سماع اہل حق کے لیے مستحب، اہل زہد کے لیے مباح اور اہل نش کے لیے مکروہ ہے، (مکتوبات سہ صدی ص ۷۶)

سماع اگر طلب منفعت کے لیے ہے تو یہ مذموم ہے، اور اگر طلب حقیقت کے لیے ہو تو یہ محمود ہے، (سعد بن المعانی ص ۷۶)

مجلس سماع کے لیے تین شرطیں ضروری ہیں، مکان، اخوان اور زمان، مکان یعنی جہاں مجلس سماع ہوتی ہو وہ مشائخ کی جگہ ہو، اور پاکیزہ، کشادہ، اور روشن ہو، اخوان یعنی مجلس سماع میں جو شریک ہوں، وہ درویش یا درویش کے دوست ہوں، اہل نیز، صحبت یافتہ اور مرتاض ہوں، زمان یعنی سماع کے وقت دل تمام چیزوں

سے خالی ہو،

مجلس سماع کے آداب کی پابندی بھی ضروری ہے، مثلاً شمر کا، دوز افر میٹھین، سرکواگے
جھکائے رکھیں، دائیں بائیں نہ دیکھیں، ہاتھ اور سر کو جنبش نہ دیں، پیاس معلوم ہو تو پانی نہ پئیں،
اُس میں گفتگو نہ کریں، قوال کی خوش گوئی کی داد نہ دیں، اشعار کو بہتر طریقہ پر پڑھنے کی فراہم نہ کریں
دل کو حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف مائل رکھیں، الخ (مکتوبات سہ صدی ص ۲۷۱-۲۷۰)

دوال | ۸۲ھ میں ۶ شوال شبِ پنجشنبہ کو بوقت نمازِ عشاءِ عالم ماودانی کی طرف رحلت
فرمائی، اس روز صبح کی نماز ہی کے وقت سے سفرِ آخرت کی تیاری شروع کر دی تھی، عربیوں کو پائے
بلاتے کسی کو گلے لگاتے، کسی سے مصافحہ فرماتے، کسی کی وارٹھی کا بوسہ دیتے، کسی کو آغوش میں لیتے،
کسی کو دعائیں دیتے، کسی کو خاص خاص وصیتیں کرتے، بار بار کلامِ پاک کی آیتیں اور کلمے پڑھتے،
مغرب کے وقت وضو کر کے نمازِ ادا کی، نماز کے بعد کلمہ طیبہ پڑھتے رہے، پھر مناجات کی دعائیں پڑھیں،
آخر میں امت محمدی کیلئے دعا کر رہے تھے کہ لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے جانِ جانِ آخرین کے سپرد کر دی۔
تاریخ دوال پر شرف (۵۸۲ھ) ہے، وصیت کی تھی کہ جنازہ کی نماز ایسا شخص پڑھائے جو صحیحاً
سید ہو، تاریک ملک ہو، اور حافظِ قرأت سید ہو، جنازہ رکھا ہوا تھا کہ میں اس وقت حضرت
اشرف جہانگیر سنائی گا ورنہ ہوا، یہ تینوں شرطیں ان میں موجود تھیں اس لیے جنازہ کی نماز
پڑھانے کی سعادت انہی کے حصہ میں آئی، فرار پر انوار بہار شریف میں مرجعِ خلافت ہے،
علوئے مرتبت | صوفیہ کرام میں مخدوم الملک، مخدوم عالم، سلطان العاشقین، سید المستکین،
برہان المتقین، الصالحین، تاج الاولیاء، سراج الاولیاء، اور کیتا سے روزگار کے القاب مشہور ہیں،

لے تفصیل کیلئے دیکھو راحت القلوب وفات نامہ حضرت مخدوم الملک قدس سرہ مطبعہ مفید عام اگرہ،

لے مخ المغانی ص ۲، سیر العارفین ص ۱۴۹، اخبار الانبیاء ص ۱۰۹

تصانیف | حضرت مخدوم الملک کے خاندان والے ان کی تصانیف کی تعداد سترہ سو بتاتے ہیں لیکن ہم کو صرف حسب ذیل کتابوں کا پتہ چل سکا ہے۔

(الف) مکتوبات: (۱) مکتوبات صدی (۲) مکتوبات دو صدی (۳) مکتوبات بست و ہشت۔

(ب) ملفوظات: (۱) سعدن المعانی (۲) فتح المعانی (۳) راحت القلوب (۴) خوان

پُر نعمت (۵) کنز المعانی (۶) مغز المعانی (۷) گنج لاغنی (۸) مونس المریدین (۹) تحفہ غیبی (۱۰)

ملفوظ الصفر (۱۱) برات المحققین،

(ج) تصانیف: (۱) فوائد رکنی (۲) شرح آداب المریدین (۳) عقائد شرفی (۴) ارشاد

الساکنین (۵) ارشاد الطالبین (۶) اجوبہ (۷) اوراد خور و (۸) اوراد اوسط (۹) فوائد المریدین

(۱۰) اجوبہ زبیر (۱۱) رسالہ اشارات (۱۲) رسالہ مکبہ (۱۳) اوراد کلام۔

مکتوبات صدی۔ یہ حضرت مخدوم الملک کے مرید قاضی شمس الدین عالم چوسہ کے نام

ہیں، قاضی شمس الدین اپنے فرائض منصبی کی مشغولیت کے باعث حضرت مخدوم الملک کی

خدمت میں حاضر ہونے سے معذور تھے، اس لیے ان کی تعلیم مکتوبات کے ذریعہ ہوتی تھی، حضرت

مخدوم الملک ان کو بہت عزیز رکھتے تھے، وصال کے وقت ان کو اپنے پاس بلا کر فرمایا، قاضی

شمس الدین کو کیا کہوں، قاضی شمس الدین میرے فرزند ہیں، متحدہ باریں نے کبھی ان کو "فرزند"

اور کبھی "برادر" لکھا ہے، ان ہی کی وجہ سے میرا علم درویشی ظاہر ہوا، ان ہی کے لیے مجھ کو کنا اور

لکھنا پڑا، ورنہ کون لکھتا، مکتوبات صدی میں تصوف کے تمام اہم مسائل پر مختصر مگر متفقانہ بحث

ہیں، یہ مکتوبات ۱۰۰۰ میں لکھے گئے، ان کو حضرت مخدوم الملک کے کاتب مولانا زین بدر

عربی نے جمع کر کے اپنے پاس رکھ لیا تھا، مکتوبات صدی کے نسخے چھپ گئے ہیں، ایک نسخہ

مطبوعہ نوکلستور میں چھپا ہے، جو بے حد غلط ہے، ایک اور نسخہ مطبع علوی محمد علی بخش خان نقشبندی
میں چھپا ہے۔

(۲) مکتوبات دو صدی۔ اس میں عام طور سے ۱۵۱ مکتوبات پائے جاتے ہیں، اسکو
مولانا زین بدر عربی نے مذکورہ بالا مکتوبات کے بائیس سال کے بعد ۱۶۹ھ میں ترتیب دیا تھا،
مگر خدا بخش خان لاہوری کے مخطوط میں مرتب کا نام محمد بن محمد بن عینی البغی المدعو بہ اشرف بن
رکن ہے، یہ مکتوبات بھی چھپ گئے ہیں، ایک نسخہ صدی مکتوبات کے نام سے کتب خانہ اسلامی
پنجاب لاہور سے بھی شائع ہوا ہے، جس میں مذکورہ بالا تین سو مکتوبات ایک ہی ساتھ ہیں،
یہ مکتوبات کسی ایک شخص کے نام نہیں ہیں، بلکہ اس زمانہ میں حضرت مخدوم الملک نے
مختلف مریدوں کے نام جو خطوط لکھے ہیں، ان ہی کا مجموعہ ہے، اس لیے بعض مباحث میں
تو رداور نکرا پیدا ہو گیا ہے،

(۳) انڈیا آفس میں حضرت مخدوم کے مکتوبات کا ایک اور مجموعہ ہے، جس میں ۱۲۵
مکتوبات ہیں، اس میں بھی خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم کے نام خطوط ہیں، ان دونوں کو
حضرت مخدوم الملک فرزند کہہ کر مخاطب فرماتے ہیں، جس سے انڈیا آفس کیٹلاگ کے مرتب کو
دھوکہ ہوا ہے کہ وہ دونوں حضرت مخدوم الملک کے صاحبزادے تھے،

(۴) مکتوبات بست و ہشت۔ یہ مولانا امام مظفر قدس سرہ کے نام ہیں، بیان کیا جاتا
ہے کہ حضرت مخدوم الملک نے ان کے نام دو سو سے زیادہ خطوط لکھے تھے، مگر ان کو وہ
(امام مظفر) عوام سے پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے، اس لیے انھوں نے وفات کے وقت وصیت
کی تھی کہ یہ خطوط ان کے ساتھ قبر میں دفن کر دیے جائیں، مگر اتفاق سے یہ اٹھائیس خطوط کہیں

لے دیکھو انڈیا آفس کیٹلاگ ص ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳

پڑتے رہ گئے، جو رفتہ رفتہ بالکل عام ہو گئے، اور اب کتاب کی صورت میں شائع کر دیے گئے ہیں،
حضرت مخدوم الملک کی تمام تصانیف میں مکتوبات بہت ہی مقبول ہیں، ابو الفضل
رقتراز ہے :

”و فراوان تصنیف از ویادگار از ان میان کتوبات او در سرشکنی نفس آزمون
دارد“
مولانا عبدالحق لکھتے ہیں :

”اور تصانیف عالی است از جملہ تصانیف او کتوبات مشہور و لطیف ترین تصانیف
است، بسیاری از کتب ادب طریقت و سرائفیت در آنجا اندراج یافتہ“
حضرت مخدوم الملک کے ملفوظات کی تعداد بہت زیادہ ہے، جیسا کہ اوپر کی فہرست سے
ظاہر ہوا ہو گا۔

(۱) معدن المعانی مرتبہ مولانا زین بدر عزیٰ جو جلدوں میں ۱۰۰۰ حصے میں ۱۰۰۰ حصے کے ملفوظات
ہیں، اس میں نہ صرف خالص صوفیانہ نکات ہیں، بلکہ مذہب، حدیث اور علم کلام پر بھی باریک
بین، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم الملک، کی خانقاہ کی مجلسوں میں نہ صرف تصوف
کے عقدہ آلائیں حل کیے جاتے تھے، بلکہ وعظ و نصیحت، ارشاد و ہدایت، ادا و نوازی، اوصافِ حمید
اور اخلاقِ حسنہ کی تعلیم بھی جاری تھی، ان ہی تعلیمات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت
مذہب اور تصوف الگ الگ چیزیں نہ تھیں، بلکہ دونوں ایک ہی شے کے دو پر تو تھے،
(۲) خواں پر نعمت (مرتبہ مولانا زین بدر عزیٰ) کہ معدن المعانی کی تیسری جلد سمجھا
چاہیے، اس میں زیادہ تر تصوف کے جزوی نکات اور فقہی و شرعی مسائل ہیں،

۱۰
لے دیکھو دیباچہ کتوبات بہت و بہت ص ۴۰۲ (مطبع اسلامی لاہور) لے آئیں کبریٰ ص ۳۵ ص ۳۷، اخبار لاخيار

(۳) مخ المعانی۔ اس کو شیخ شہاب الدین عمامہ نے مرتب کیا، اس میں مختلف مسائل مثلاً ماہِ رجب کے روزے کی فضیلت، توبہ، لیلۃ الرغائب، تلاوتِ کلامِ پاک، ادعیہ، کھانے کے آداب، شہیدوں کا مرتبہ، شبِ معراج، علم کسی وغیرہ کی، شبِ برات، لبسِ فعل، نماز تراویح، پیر مرد کامل، تعمیرِ خواب، توبہ موسیٰ، تفسیر و تزکیہ باطن، صلاہت، امیر المؤمنین حضرت عمرؓ، جوعِ عداوق، وقوف، رجوع، فکر، کدورت ہائے بشر وغیرہ وغیرہ پر ارشادات گرامی ہیں، کل ۱۰ جلدوں کے ملفوظات ہیں،

(۴) راحت القلوب (مرتبہ مولانا زین العابدینؑ) میں دس مجلسوں کے ملفوظات ہیں، یہ چھوٹا سا رسالہ ہے جس کی ضمیمہ ۲۰ صفحے کی ہے (مطبوعہ مفید عام پریس اگرہ) اس میں رضائے حق، مبداء و معاد، خواجہ ابوالحسن قرنی، سجدہ آدم صلی اللہ تعظیم تلامذت کلامِ پاک، نماز جمعہ کی فضیلت، روزہ عاشورہ پر مباحثہ علاوہ کلامِ پاک کی بعض آیتوں کی تفسیر بھی ہے۔

کنز المعانی، مغز المعانی، کنج لافینی، مونس المریدین، تحفہ غیبی، ملفوظ الصفا، اور برات المحققین غیر مطبوعہ ہیں۔ میری نظر سے نہیں گذرین۔

تصانیف میں فوائد کرنی، ارشاد الطالبین، ارشاد السالکین، رسالہ مکیمہ فدوسیہ، شرح آداب المریدین، فوائد المریدین، اجوبہ عقائد اشرفی، لطائف المعانی، اور آد کلان، اور آد اوسط، اور آد خورد و چھپ گئی ہیں،

(۱) فوائد کرنی۔ ۴۴ صفحے کا ایک رسالہ ہے جس میں حضرت مخدوم الملکؒ نے اپنے ایک مرید رکن الدین کو حج کعبہ کے وقت سفر و حضر میں مطالعہ کے لیے ہدایتیں دی تھیں، ان کی تعلیمات کا خلاصہ کہنا چاہیے۔

(۲) ارشاد الطالبین۔ ۱۶ صفحے کا ایک مختصر رسالہ ہے، اس میں حضرت مخدوم الملکؒ

نے طالب حق کو مختلف قسم کی ہدایتیں دی ہیں، انڈیا آفس کی فہرست میں اس کا نام
برہمن الہارین ہے، (ص ۱۰۲۰)

(۳) ارشادِ السالکین۔ یہ توحید پر ہم صفحہ کار سالہ ہے، جس میں حضرت مخدوم الملک
نے بتایا ہے کہ کائنات کی ساری چیزیں ایک ہی ذرہ کی مختلف صورتیں ہیں، نورِ عالم لاہوت سے
جبروت میں آیا، تو روح ہوا، اور جبروت سے ملکوت میں منتقل ہوا تو قالب کہلایا، اور ملکوت
سے ناسوت میں پہنچا تو جسم کے نام سے موسوم ہوا، اسی طرح نورِ عالم کثیف میں آیا تو نار
ہوا، نار کثیف ہو کر باد ہوئی، اور باد کثیف ہو کر آب ہوئی، اور آب کثیف ہو کر خاک ہوا،
پس انسان اور عناصرِ ربیعہ ایک ہی چیز کی مختلف صورتیں ہیں،

(۴) رسالہ مکبہ و ذکرِ فردوسیہ۔ یہ سات صفحہ کا ایک قلمی رسالہ ہے، جس میں ادکار
کے اقسام اور طریقے بتائے گئے ہیں،

(۵) شرح آداب المریدین۔ یہ حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقادر گیلانی
کی مشہور عربی تصنیف آداب المریدین کی شرح ہے۔

(۶) فوائد المریدین۔ یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں مریدوں کے لیے کلمہ طیبہ کی فضیلت
نماز، اجتماعت کی برکت، بعض امتوں کے فیوض، گورستان، منکر، نکیر، بہشت، دوزخ،
قیامت، ایمان، حقوق الوالدین، حقوق ہمسایہ، حقوق زوجین کے لیے کچھ ہدایتیں ہیں،
یہ بظاہر مذہب و اخلاق پر ایک رسالہ معلوم ہوتا ہے، مگر اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ
کا نقصان مذہب و اخلاق سے الگ... نہ تھا، بلکہ ایک صوفی اپنی روحانیت کے ساتھ
اخلاق و مذہب کا بھی اعلیٰ نمونہ ہوتا تھا،

(۷) اجوبہ۔ یہ سوالات و جوابات کا ایک مجموعہ ہے، جو زاہد بن محمد بن نظام اور دوسرے

مقرنین حضرت مخدوم الملک سے وقتاً فوقتاً سوالات کیا کرتے تھے اور وہ جو جوابات مرحمت فرماتے، ان کو اس رسالہ میں جمع کر لیا گیا ہے، تصوف کے بہت سے مسائل اس رسالہ میں پائے جاتے ہیں،

(د)، لطائف المعانی - یہ معدن المعانی کا خلاصہ ہے،

عقائد شرفی اور ادکلامان، اور آدوسط اور آدوخر کے سفاین ان کے نام سے ظاہر ہیں۔

تفہیمات | جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ حضرت مخدوم الملک کی تمام تصانیف میں مکتوبات سب سے زیادہ اہم ہیں، اور ان میں تصوف کے تمام رموز و نکتات پر مدلل اور محققانہ مباحث ہیں۔
توحید | سہ صریح مکتوبات کا مجموعہ لاہور سے شائع ہوا ہے، اس کے پہلے مکتوب میں توحید پر بحث ہے، حضرت مخدوم الملک فرماتے ہیں کہ توحید کے چار درجے ہیں (۱) زبان سے لا الہ الا اللہ کہنا، مگر دل سے اس کا انکار کرنا، یہ منافقت ہے (۲) دل سے لا الہ الا اللہ کہنا اور اتنا بھی رکھنا جیسا کہ عام مسلمان رکھتے ہیں، ان مسلمانین میں بعض اللہ کی وحدانیت پر سیکڑوں دلیلین بھی پیش کرتے ہیں، ان کو شکلیں اور علمائے ظواہر کہا جاتا ہے (۳) مجاہد اور ریاضت سے مشاہدہ کرنا کہ فاعل حقیقی وہی ایک ذات ہے، یہ توحید عارفانہ ہے جسکو ”تمام ملہ اوست“ کہتے ہیں (۴) مجاہدہ اور ریاضت کی کثرت سے سالک ایسا مستغرق ہو جاتا ہے کہ عالم جو آئینہ حیرت ہے، اس کو نظر نہیں آتا ہے، ساری ہستیاں اس کی نظر میں گم ہو جاتی ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ اور نہیں دیکھتا، اس پر فائیت طاری رہتی ہے، اس کو فنا فی التوحید (یعنی عہد اوست) کہتے ہیں، فنا فی التوحید کے بعد بھی ایک مرتبہ ہے جس کو نام ”الفنا عن الفنا“ ہے، اس مرتبہ میں سالک کو کمال استغراق میں اپنی

فنائیت کی بھی خبر نہیں ہوتی، اور وہ خدا کے جلال اور جمال میں کوئی فرق اور تمیز نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ تمیز باقی رہ جاتی ہے تو یہ تفریق کی دلیل ہے، عین الجمع اور جمع الجمع کا مقام اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب سالک اپنے کج اور کل کائنات کو خدا کے دریا سے نور میں غرق کر دیتا ہے اور اس کو خبر نہیں ہوتی ہے کہ کون اور کیا غرق ہوا،

تو در و گم شو کہ توحید این بود گم شدن گم کن کہ تفریق این بود
اس مقام تقرید میں پہنچ کر سالک کو وحدت الوجود کی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے اور وہ ایسا محو ہو جاتا ہے کہ اس کو اکم و رسم، وجود و عدم، عبارت و اشارت، عرش و فرش اور اثر و خبر سے کوئی واقفیت نہیں ہوتی، اس مقام کے سوا کہیں اور جلوہ گر نہیں ہوتا، یہاں کے سوا اس کا نشان کہیں اور ظاہر نہیں ہوتا۔

اس جگہ حضرت مخدوم الملک نے بطور انتباہ لکھا ہے کہ توحید و وجودی علم کے درجہ میں ہو یا شہود کے ابتدائی درجہ سے انتہائی درجہ میں ہو، ہر درجہ میں بندہ بندہ ہے، خدا خدا ہے، اس لیے انا الحق سبحانی ما اعظم شأنی دین خدا ہوں، میں پاک ہوں، اور میری شان کھڑے بڑی ہے، وغیرہ کننا کلمات کفر ہیں،

فنائی التوحید کے سلسلہ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سالک اپنی فنایت، محویت اور استغراق میں اس کو کیا دیکھتا ہے، کیا محسوس کرتا ہے، کیا لطف اٹھاتا ہے، وہ دل میں نور دیکھتا ہے، اور ان چیزوں کا اور اک کرتا ہے جو اس کے پہلے معلوم تھیں، وہ خدا کی تجلی کا شاہد کرتا ہے، اور خدا سے وصل کا لطف اٹھاتا ہے۔

یہ نور، اور اک، تجلی اور وصل کیا ہے؟

نور سالک کے دل سے صفات بشریت کی سیاہیاں اور تاریکیاں دور ہو کر اس میں جو

صفائی پیدا ہوتی ہے، اسی کا نام نور ہے، صفائی میں جتنا زیادہ کمال ہوگا، اتنا ہی دل کا نور زیادہ درخشان اور تابان ہوگا، اس درخشانی اور تابانی میں دل کے اندر ایک خاص قسم کی لذت، کیفیت اور ذوق محسوس ہوتا ہے جس کو تحریر میں لانا مشکل ہے، اسی لذت، کیفیت اور ذوق کو خداوند تعالیٰ کی ذات و صفات کا نور کہتے ہیں،

ادرب | سالک کا دل اس نور خداوندی سے منور ہو جاتا ہے، تو اس کو کشف یعنی دراصل ہوتا پہلے معقولات کے اسرار و رموز سے واقف ہوتا ہے، جس کو کشف نظری کہتے ہیں، کشف نظری سے گذر کر سالک کو کشف دلی حاصل ہوتا ہے، جس کو کشف شہودی بھی کہتے ہیں، اس میں مختلف قسم کے انوار کشف ہوتے ہیں، اس کشف کے بعد سالک کو کشف الہامی ہوتا ہے، جبکہ وہ تخلیق عالم کے اسرار، اور اس کی ہر چیز کے وجود کی حکمت سے واقف ہو جاتا ہے۔

کشف الہامی کے بعد کشف روحانی پیدا ہوتا ہے، جبکہ اس کی نظروں سے زمان و مکان کا حجاب اٹھ جاتا ہے، ازل اور ابد کا دائرہ اس کے سامنے ہوتا ہے، وہ بہشت، دوزخ اور ملائکہ کو دیکھ سکتا ہے، ملائکہ کی باتوں کو سن بھی سکتا ہے، ماضی، حال، اور مستقبل کے واقعات سے واقفیت حاصل کر سکتا ہے، چنانچہ اسی مقام میں اس کو کرامت بھی صادر ہو سکتی ہے، مثلاً وہ پانی یا آگ پر چل سکتا ہے، ہوا میں اڑ سکتا ہے، ایک لمحہ میں دوری اور مسافت کو طے کر سکتا ہے، نگر کرامت کوئی قابلِ اعظام چیز نہیں، اس کا اظہار جائز نہیں، بلکہ اس کو پوشیدہ رکھنا فرض ہے، کیونکہ اظہار سے فتنہ پیدا ہوتا ہے، کشف روحی سے کشف خفی پیدا ہوتا ہے، کشف خفی صفاتِ خداوندی کا واسطہ ہوتا ہے

یہی صفات خداوندی کا عکس روح پرہیزگار ہے، اس لیے اس کو کشف صفاتی بھی کہتے ہیں، چنانچہ
مکاشفات خفی میں سالک کو سعی صفت کا کشف ہوگا تو وہ اس پر خدا کا کلام ظاہر ہوگا، اگر بصیر
صفت کا کشف ہوا تو اس کو مشاہدہ حق حاصل ہوگا، اور صفت جمال کشف ہوئی تو اس کو
ذوق مشاہدہ نصیب ہوگا، اگر جلال کی صفت ظاہر ہوئی تو حقیقی فنا ظاہر ہوگی، اور اگر صفت
قیومی کا کشف ہوا تو حقیقی بقا نصیب ہوگی، الخ الخ

تجلی | جب سالک کا دل آمینہ کی طرح صاف ہو جاتا ہے تو نور تجلی کی شان میں ظاہر ہوتا
ہے، تجلی کی دو قسم ہیں: (۱) تجلی روحانی (۲) تجلی ربانی، تجلی روحانی میں صفات بشری زائل
تو ہو جاتے ہیں لیکن بالکل فنا نہیں ہوتے، اس میں شک و شبہ باقی رہتا ہے جس سے بعض
اوقات مغرور، پندار، عجب و خودی بڑھ جاتی ہے، مگر تجلی ربانی میں ہستی نیستی سے بدل جاتی
ہے، اور خداوند تعالیٰ جس صفت کے ساتھ چاہتا ہے اپنی تجلی سے سالک کو سرفراز کرتا ہے
مثلاً سالک حیات کی صفت میں تجلی سے متصف ہوتا ہے، تو وہ حضرت خضر و حضرت
ایسا س کی طرح حیات جاودانی پاتا ہے، اور اگر کلام کی صفت میں تجلی ہوتی ہے تو وہ حضرت
موسیٰ کی طرح خدا سے مکمل ہوتا ہے، اور اگر اخلاقی کی صفت میں تجلی پاتا ہے تو اس میں وہ بات
پیدا ہوگی جو حضرت عیسیٰ میں تھی۔

وصل | حق تعالیٰ سے وصل کے معنی اس سے ملنا اور پیوستہ ہونا ہے، مگر یہ ملنا ایسا نہیں ہے
جیسا کہ جسم کا جسم سے یا عرض کا عرض سے، یا جوہر کا جوہر سے، یا علم کا معلوم سے یا عقل کا معقول
سے یا شے کا شے سے ہے، بلکہ اس سے مراد دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے انقطاع اور قطع
ہوتی ہے، جس قدر غیر حق سے فراغت ہوگی، اسی قدر حق تعالیٰ کا تقرب ہوگا، اور حق تعالیٰ

سے جس قدر دوری ہوگی، اتنا ہی اس سے انفصال اور عید ہوگا۔
حضرت مخدوم الملک نے ان تمام ذرائع پر بھی بحث کی ہے، جن سے اللہ تعالیٰ کا
نور، تجلی اور وصل حاصل ہوتا ہے، ہم ان ذرائع کو سہولت کے لیے حسبِ قیل طریقہ سے
پیش کرتے ہیں۔

(۱) توبہ (۲) صدق ایمان (۳) معرفت (۴) تقویٰ (۵) مجاہدہ و ریاضت نفس
(۶) ترک دنیا،

توبہ | توبہ کے تین مراتب ہیں (۱) عوام کی توبہ اس لیے ہوتی ہے کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں،
خدا سے نافرمانی کرتے ہیں، اس لیے گناہوں کے عذاب سے بچنے کے خواہاں ہوتے ہیں (۲) خاص
لوگوں کی توبہ اس لیے ہوتی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ جس قدر ان کو نعمتیں عطا ہوئیں، اس اعتبار
سے ان کی خدمت کا حق ادا نہ ہو سکا (۳) خاص ان خاص لوگوں کی توبہ اس لیے ہوتی ہے کہ انھوں نے
اپنے کو عاجز و نیست کیوں نہ۔۔۔ خیال کیا، قوی اور موجود تو صرف خداوند تعالیٰ ہی ہے،
ان کی ہلاکت گنہ سے زیادہ توبہ اور استغفار کے ترک سے ہوتی ہے،

ایمان | ایمان کی سچائی خدا کو بڑا سمجھنے میں ہے، اور خدا کی بڑائی کے احساس سے خدا سے
شرم پیدا ہوتی ہے، اس شرم سے باطن اور ظاہر کی تنظیم پیدا ہوتی ہے، اسی کے بعد ملک
شاہد خدا ہو جاتا ہے، اور وہ اس کو مختلف صورتوں میں مشاہدہ کرتا ہے، جن کے اثرات بھی
مختلف ہوتے ہیں، مثلاً وہ خدا کے غنا، کے کمال کا مشاہدہ کرتا ہے، تو اس کے دل سے ساری
طمع جاتی رہتی ہے، اور خدا کی قدرت کا مشاہدہ کرتا ہے، تو پھر اس کے سوا کسی اور سے اسکو
انس پیدا نہیں ہوتا، وہ خدا کے فضل کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ اپنے افعال اور احوال سے بھی

لے مزید تفصیل کے لیے دیکھو سہ صدی کی کتابات ص ۳۴ و ۳۵ وغیرہ۔ ۳۵۰ ایضاً ص ۳۵۰ و ۳۵۱ کتاب دوم ص ۱،

بے نیاز ہو جاتا ہے، وہ خدا کے کرم کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کو خدا سے ایسا انبساط حاصل ہوتا ہے
 کہ کون و مکان اسی کے عاجز و ناتوان رہتا ہے، خدا کے قہر کا مشاہدہ کرتا ہے تو پھر اس کو اپنے
 کسی فعل پر اعتماد نہیں رہتا، اور اگر خدا کے جلال کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس پر خدا کا خوف ایسا
 طاری رہتا ہے کہ اس کو کبھی آرام نہیں ملتا (مکتوبات، سہ صدی ص ۱۱۲)

معرفت | ان ہی مشاہدات کے بعد سالک کو معرفت حاصل ہوتی ہے، جس کے بعد وہ جہل کا ناش
 کو مقہور اور عاجز تصور کرتا ہے، اور خدا ہی کی ذات و صفات کو تمام چیزوں پر محیط سمجھتا ہے،
 یہ درجہ عقل اور نہ صرف علم سے، بلکہ خدا کی ہدایت سے حاصل ہوتا ہے، (مکتوبات سہ صدی ص ۱۱۲)
 یہ ہدایت طلب حق سے پیدا ہوتی ہے، طلب حق میں معرفت نفس ضروری ہے، کبر و خجل
 حسد اور خشم کو معتوب اور مقہور کر کے تمام خواہشوں اور لذتوں سے پاک ہو جانا معرفت نفس ہے
 تقویٰ | یہ پاک تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے، تقویٰ سے مراد ان تمام چیزوں سے پرہیز ہے جن سے
 دین کو نقصان پہنچے کا خطرہ ہو، یہ نقصان دو طرح سے ہو سکتا ہے، حرام چیزوں اور معصیت کی نظر
 اٹل ہونے یا حلال چیزوں کی طرف زیادتی کے ساتھ رغبت رکھنے سے (مکتوبات سہ صدی ص ۲۳۴)
 مجاہدہ نفس و ریاضت | اس میلان اور رغبت کی زیادتی کو کچلنے کیلئے حضرت مخدوم الملک نے

مجاہدہ نفس پر زور دیا ہے، مجاہدۃ ہوا و الفراء عن النفس الشیطان (ارشاد الطالبین)
 مجاہدہ نفس میں اولین درجہ گرسنگی کا ہے، شکم تمام گناہوں کا منبع و معدن ہے، (مکتوبات ص ۲۳۶)
 دماغ المعانی ص ۱۱۲، شکم کی سیر ہی سے انسانی شہوت پیدا ہوتی ہے، اسی لیے گرسنگی اگ ہے،
 اور انسانی شہوت ایندھن، انسانی شہوت گرسنگی ہی سے جل کر خاک سیاہ ہو جاتی ہے، (دماغ المعانی ص ۱۱۲)
 چنانچہ جس شب کو درویش فاقہ کرتا ہے وہ گویا اسکی شب معراج ہے، گرسنگی سے اس کا ذہن تیز اور
 فہم صاف ہو جاتی ہے، (مکتوبات ص ۲۳۶) اور اسی سے اس کو اپنی ذات بزرگاری پیدا ہوتی ہے

جو خدا سے غور و جل سے آشنائی کا اولین درجہ ہے (مکتوبات سہ صدی ص ۲۳۸-۲۵۰)

ترک دنیا | اور جب اپنی ذات سے بیزاری پیدا ہو جاتی ہے، تو سالک کے پاس جو چیز ہوتی ہے اس کو اپنے سے علیحدہ کر دیتا ہے، اور جو چیز اس کے پاس نہیں ہوتی اس کی طلب نہیں کرتا، اسی کا نام ترک دنیہ ہے، (مکتوبات سہ صدی ص ۲۱۳)

ترک دنیا کا انحصار زہد پر ہے، زہد کی دو قسمیں ہیں، ایک تو وہ جس پر بندہ کا مقدر ہے، دوسرے وہ جس پر بندہ کا مقدر نہیں، اول الذکر زہد تین چیزوں پر مشتمل ہے (۱) اس چیز کی طلب نہ کرنا جو نہ ہو (۲) اس چیز کو دور کرنا جو ہو (۳) باطن میں دنیا کی تمام چیزوں کی خواہش کو ترک کر دینا، مومن الذکر زہد سے دنیا کی طرف سے دل سرور ہو جاتا ہے، جو اول الذکر زہد پر پابند ہونے سے خود بخود حاصل ہو جاتا ہے (مکتوبات سہ صدی ص ۲۱۳)

ترک دنیا کے سلسلہ میں حضرت مخدوم الملک نے جایجا اور بھی بحث کی ہے، ان کے نزدیک دنیا کی چیزوں کی تین قسمیں ہیں، ایک تو وہ جو صورت اور معنی میں دنیا کی چیزیں معلوم ہوتی ہیں، یہ معصیت کا سرمایہ ہیں، جو ہرگز خدا کے لیے نہیں ہو سکتی ہیں، دوسری وہ جو صورت اور معنی میں خدا کے لیے ہوں لیکن ان سے دنیا کا کام لیا جاتا ہو، مثلاً فکر، ذکر، مخالفت شہوت، فکر کر کے کوئی دنیاوی جاہ و مرتبہ حاصل کرنا چاہتا ہو، یا ذکر کر کے دنیا کے لوگوں کی نظروں میں پارسا بننا چاہتا ہو، یا مخالفت شہوت اپنے کو زاہد دکھانا چاہتا ہو، تو یہ بے حد مذموم ہے، تیسری وہ جو ظاہر میں دنیا کی چیزیں ہوں لیکن باطن میں خدا کے لیے ہوں، مثلاً کوئی اس لیے کھاتا، پیتا اور سوتا ہو کہ خدا کی عبادت کے لیے اس کی جسمانی قوت برقرار رہے، یا کوئی مال اس لیے طلب کرتا ہو کہ وہ خلق سے بے نیاز ہو تو قیامت کے روز اس کا چہرہ جو دہوین رات کی طرح چمکتا نظر آئے گا، (ایضاً صفحہ ۲۵۹)

ترک دنیا کے سلسلہ میں ترک خلق اللہ کی بھی بحث آتی ہے حضرت مخدوم الملک کا خیال ہے کہ

طالبِ حقِ حقِ الوجود کے لوگوں کی صحبت گزیر کرے، وہ دنیا کے لوگوں میں صرف جمعہ کی نماز یا نمازِ جامعیت ادا کرنے کے لیے آئے، اگر اس سے بھی اس کو حق کی راہ میں خلل پیدا ہو تو وہ کسی پہاڑ یا جنگل میں چلا جائے جہاں یہ چیزیں اس کے لیے فرضِ باقی نہ رہتی ہوں، مگر طالبانِ حق میں اگر کوئی ایسا شخص ہے جس کے رشتہ و ہدایت، ہند و نصیحت اور علمی رموز و نکات کے لیے دنیا کے لوگ محتاج ہو رہے ہوں تو اس کے لیے اس کی عزتِ نشینی کا رُتوب نہیں (مکتوبات صدی ۱۴۴۰ء)

ایسی حالت میں وہ لوگوں کے درمیان میں رہ کر ان سے الگ ہے یعنی انکی مدح و ذم سے بیگانہ ہے، اور اپنی مضرت و منفعت کو ان کے معیار کے مطابق نہ سمجھے (معدن المعانی ص ۲۲)۔

سوال کی مشغولیت | ترک دنیا اور ترک خلق اللہ کے بعد ایک سالک کی مشغولیت کا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی مصروفیتیں کیا ہوں، حضرت مخدوم الملک کے نزدیک ایک سالک کے اشتغال کی ترتیب یہ ہونی چاہیے، وہ نماز پڑھے، اگر نماز سے ملول ہو جائے تو تلاوتِ کلام پڑھے، اگر اس سے بھی ملول ہو جائے تو ذکر کرے، اگر اس سے بھی ملول ہو جائے تو فکر کرے، (ایضاً نوہ)

ذکر | ذکر سے مراد خداوند تعالیٰ کی یاد ہے، اس کی چار قسمیں ہیں: (۱) زبان پر ہو لیکن دل میں نہ ہو (۲) زبان اور دل دونوں میں ہو، مگر دل کسی وقت اسے غافل ہو جاتا ہو، لیکن زبان پر جاری ہو (۳) زبان اور دل میں برابر ہو (۴) دل میں ہو اور زبان خاموش ہو (معدن المعانی)

اصل ذکر وہ ہے کہ اس کی زبان ذکر میں مشغول ہو، دل خدا کی طلب میں ہو، روح خدا کی تجلیات کو دیکھتی ہو، اور اس کا سارا اندرونی راز مذکور کے ساتھ مدغم ہو جاتا ہو، تاکہ وہ کل مشغول ہو کر سن سکے، اور اس کا ہر بال اور روان، زبان ہو جائے، اس کے بعد ذکرِ فانی اقدیم ہوتا ہے اور اس کو اپنی ذات کا مطلق احساس نہیں ہوتا، وہ اپنے کو محض خداوند تعالیٰ کا مرقوق مشغول نامور اور مخلوق سمجھتا ہے، اور اپنے حزن و مسرت، مرض و صحت اور تنگی و فراخی کو عالمِ کمال

کی محض مشیت تصور کرتا ہے، اور نہ صرف صابر، شاکر اور قانع بلکہ مسرور رہتا ہے، اور اس کے احوال، اقوال اور افعال میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جو خدا کی مرضی کے خلاف ہو، اس طرح وہ غیر اللہ سے منقطع ہو کر مقام اکمل اللہ کو پہنچ جاتا ہے، اور خدا کے جلال اور جمال کو اپنے دل کے اندر محسوس کرتا ہے، اور اسکی ذات کو اپنی ذات میں دیکھتا ہے، اسی کے بعد اس پر ارادت غیبی مکشوف ہوتی ہے (ارشاد الطالبین ص ۵ و راحت القلوب ص ۳)

فکر | فکر سے مراد خداوند تعالیٰ کی آفرینش، زمین، آسمان، ازل اور ابد کے متعلق غور و خوض ہے۔ فکر میں مرید کو خدا کے متعلق سوچنا خطرہ سے خالی نہیں، کیونکہ تفکر کا درجہ محصور اور محدود ہوتا ہے اور خداوند تعالیٰ کی ذات محصور و محدود نہیں، اس لیے اس کے متعلق سوچنا گویا تعلیل و تشبیہ میں اپنے کو ڈالنا ہے، اس لیے سالک کو صرف خداوند تعالیٰ کی قدرت، حکمت اور اس کے ساتھ کمالات غیب کے متعلق فکر کرنا چاہیے، اس فکر میں سالک اپنے تعلقات و تمام پسندیدہ چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے، اور وہ اپنے ارادوں اور خواہشوں سے باز آتا ہے، اسی کو ”کون“ سے باہر آنا بھی کہتے ہیں، حضرت مخدوم الملک کے نزدیک اس قسم کی ایک ساعت کی فکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے (مکتوبات ص ۱۰۰، معدن المعانی ص ۲۴۶)

نسخ المعانی میں حضرت مخدوم الملک نے فکر کی تین قسمیں بتائی ہیں: (۱) ازل میں کیا ہوا، (۲) اب میں کیا ہوگا (۳) اور میں کیا پابندی ہوئی اور نوبہی کا کیا انتخاب ہوا، (ص ۱۴۹) سالک کا ظاہری اخلاق | حضرت مخدوم الملک کی مذکورہ بالا تعلیمات کا تعلق تو باطن سے ہے، لیکن انھوں نے سالک کو ظاہر کی بھی تعلیم دی ہے، جو حسب ذیل ہے،

سالک کا جسم، لباس، اور لقمہ طہیر اور علال ہوتا کہ اس کا دل بھی اوصاف ذمیرہ سے پاک ہو، (مکتوبات صدہ صدی ص ۸۰، معدن المعانی میں سالک کی طہارت کی چار قسمیں فرمادی ہیں،

(۱) طہارت جسم، یعنی بدن اور کپڑے پاک ہوں (۲) طہارتِ حواس، زبان سے جھوٹ بات نہ نکلے، نظرِ محرمات پر نہ پڑے، کان ایسی آواز نہ سنے جس کو نہ سنا جائیے (۳) طہارتِ دماغ از تخلیات - خدا کے سوا کسی اور کا تخیل نہ ہو (۴) طہارتِ دل - دل مذمومات اور محمودات سے پاک ہو، مذمومات کی پاکی بخل، ریا، حسد، رشک وغیرہ سے آزادی حاصل کرنا ہے اور محمودات کی پاکی سے مراد ہے کہ سالک کو اپنی عبادت، زہد وغیرہ کا خیال نہ ہونے پائے (معدن المعانی ص ۹) چنانچہ سالک کو اپنی نیت میں پاک ہونا چاہیے جب اسکی نیت دنیا کے شوائب سے پاک ہو جاتی ہے تو وہ زاہد کہلاتا ہے، اور جب آخرت کے شوائب سے پاک ہو جاتی ہے تو وہ عارف کہلاتا ہے، (مکتوبات ص ۸۴)

سالک کو ہر حال میں سعید ہونا چاہیے، کیونکہ سعادت طاعت کی کلید اور ثناعتِ معصیت ہے، اخلاقِ حمید میں وہ رسولِ اللہ کا پیرو ہو، مثلاً بدخون ہو، بلکہ ہمیشہ تازہ رو اور کم سخن ہو، سلام کرنے میں بسقت کرتا ہو، سخی ہو، غیبت، جھوٹ، فحش کلمہ زبان چڑھانا ہو، دانست، حقد اور طمع سے اپنے کو آلودہ نہ کرتا ہو، اپنے ہر فعل، قول اور حال میں خدا کی جانب نگاہ رکھتا ہو، مسلمانوں کے عیب پر پردہ ڈالتا ہو، کسی سائل کے سوال کو رد نہ کرتا ہو، اگر اس کے پاس کچھ ہو تو وہ دیدیتا ہو اور کچھ نہ ہو تو دینے کا وعدہ کرتا ہو، کسی حال میں اس کو غصہ نہ آتا ہو (۱۶۵) وہ کم بولتا ہو، تاکہ دل میں مشغول رہے، اور کم کھاتا ہو تاکہ فکرِ جامد ہی رکھے (ایضاً ص ۱۶۵) وہ متواضع ہو، کیونکہ خدا کے بند و ن سے تکبر گویا ہذا سے منازعت ہے (معدن المعانی ص ۳۲) حالتِ ابتساط و قرب میں نازیبا کلمات و دشمنیات منہ سے نہ نکالتا ہو، کیونکہ خدا کی شان میں برسرِ گستاخی ہے (معدن المعانی ص ۱۸۸) نہ کسی حال میں پوشیدہ اسرار کو ظاہر کرتا ہو (معدن المعانی ص ۱۸۸) سالک کو پیر کی تنظیم و تکریم ضروری ہے۔ خدا تک پہنچنے کی علت مشیتِ حق ہے،

پیر اس کا سبب ہے، گو بغیر علت کے صرف سبب کے ذریعہ سے منزل مقصود تک کوئی ناک نہیں پہنچ سکتا، لیکن پھر بھی سالک کے لیے پرکھ کا احترام ضروری ہے، اس کو اپنے پیر کی متابعت قولاً، فعلاً، قلباً اور قالباً کرنا چاہیے، (مدن المعانی ص ۱۵۶)

مگر حضرت مخدوم الملک نے نقیصہ میں دو چیزیں لازمی قرار دی ہیں، ایک علم، دوسری شریعت کا اتباع،

علم | کسی سالک کو بغیر علم کے اس راہ میں قدم نہیں رکھنا چاہیے، کیونکہ علم کے بغیر یا تو وہ کافر یا مجنون ہو جاتا ہے، بعض اولیاء جاہل گزرے ہیں، مگر ان کو رحمت خاص سے فیض ملا تھا، جس کی مثالیں بہت ہی کم ہیں، (خوان پر نعمت ص ۷۷-۷۸)

شریعت کی پابندی | اسی طرح شریعت کے بغیر راہ سلوک میں قدم رکھنا جہالت اور ہلاکت کا شریعت سے طریقت اور طریقت سے حقیقت معلوم ہوتی ہے، چنانچہ ایک سالک کو شریعت سے واقفیت نہیں تو وہ طریقت اور حقیقت آگاہی نہیں حاصل کر سکتا ہے،

اس سلسلہ میں شریعت، طریقت اور حقیقت کو واضح طور سے بتایا ہے، شریعت، توحید، طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد اور دامنِ نواہی کا نام ہے، اور مرنواہی کی تحقیق و تعمق اور ان کی روشنی میں ضمیر کی صفائی، اخلاق کی تطہیر اور نفس کے تزکیہ کو طریقت کہتے ہیں شریعت کا تعلق ظاہر سے اور طریقت کا تعلق باطن سے ہے، مثلاً نماز قبلہ رو ہو کر پڑھنا شریعت ہے، لیکن نماز میں خدا سے دل لگانا طریقت ہے، نماز کی جگہ کو نجاست سے پاک کرنا شریعت ہے، لیکن دل کو بشری کدورت سے پاک رکھنا طریقت ہے، مباحات کا اختیار کرنا شریعت ہے، لیکن ان کی تخفیف کر دینا طریقت ہے، راہ شریعت میں مباحات کے اختیار کرنے سے راحت اور آسائش میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے، طریقت اسی راحت کی تخفیف اور آسائش کی

مانعت کا نام ہے، لیکن شریعت کے بغیر راہ طریقت پر چلنا کوٹھے پر بغیر زینہ کے دیوار بچھانڈ کر پڑھنا
 شریعت سے طریقت اور طریقت سے حقیقت حاصل ہوتی ہے، علم حقیقت تین چیزوں
 پر مشتمل ہے: (۱) خداوند تعالیٰ کی ذات اور وحدانیت کا علم (۲) خداوند تعالیٰ کی صفات اور
 اس کے احکام کا علم (۳) اس کے فعل اور حکمت کا علم،

یہ چیزیں معلوم ہو جاتی ہیں تو ایک سالک عارف کہلاتا ہے، مگر حقیقت بغیر شریعت
 کے زندہ اور شریعت بغیر حقیقت کے نفاق ہے، بعض گروہ کا خیال ہے کہ حقیقت کا جب
 کشف ہو جاتا ہے تو پھر شریعت کی ضرورت باقی نہیں رہتی، لیکن حضرت مخدوم الملک نے
 ایسے اعتقاد اور مذہب پر لعنت بھیجی ہے، اور کتاب، سنت اور اجماع امت کی تقلید کو ہر
 حال میں ضروری قرار دیا ہے (مکتوبات صدی ص ۶۴-۶۳-۶۲، ۵۰۹، الخ و معدن المعانی ص ۱۷۷)



حضرت سید جلال الدین بخاری

مخدوم جہانیاں جہان گشت

اسم گرامی ولقب | اسم گرامی سید جلال الدین تھا، لیکن عام طور پر مخدوم جہانیاں جہان گشت کے لقب سے مشہور ہیں، اس لقب کی وجہ سیر العارفین کے مصنف نے یہ بتائی ہے کہ عید کے روز آپ نے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، حضرت شیخ عبدالدین اور حضرت شیخ رکن الدین کے مزاروں پر جا کر مراقبہ کیا، اور مراقبہ میں عیدی طلب کی، تو ان بزرگوں کی جانب سے عیدی میں مخدوم جہانیاں کا لقب ملا، اور جب وہ وہاں سے واپس ہوئے تو راستہ میں جو کوئی دیکھتا ہے اختیار کرتا کہ مخدوم جہانیاں آتے ہیں،

چونکہ سیاحت بہت کی، اس لیے جہان گشت بھی کہلائے، ان کی سیاحت کے متعلق اخبار الاخیار میں ہے:

”سیاحت بسیار کردہ، و از بسیار از اولیا و نعمت و برکت یافتہ“ (ص ۱۳۳)

مرآۃ الاسرار میں ہے:

”دکن سفر ربع سکون نمودہ، و جمیع مشایخ چہارہ سلسلہ و چیل یک کردہ ملاطفت“

خاندان | حضرت سید جلال الدین بخاری کے دادا کا اسم گرامی بھی سید جلال الدین تھا،

سیر العارفین ج ۲ ص ۴۹

حضرت سید احمد کبیر حضرت شیخ ابوالفتح رکن الدین سہروردی کے مرید تھے، حضرت
مخدوم جانیان نے اپنے ملفوظات میں اپنے والد بزرگوار کی بزرگی کا ذکر بار بار فرمایا ہے، ایک
موقع پر فرمایا:

”والد مخدوم کسی وقت خوف سے بستر پر نہیں سوتے تھے، سردی اور گرمی میں کوئی
چیز اوپر کھینچ لیتے تھے، اور اسی پر کھایت کرتے، ہر روز قرآن شریف دو بار ختم کرتے، ایک
دن میں، ایک رات میں، نہایت بزرگ آدمی تھے،
ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

”جس وقت مخدوم والد نماز ادا کرتے یا قرآن شریف کی آیت پڑھتے تو اس طرح
روتے کہ ان کے سینہ مبارک سے نعرے نکلتے تھے،
ایک اور موقع پر ہے:

”جس وقت والد دامت برکاتہ نماز فرض اور نفل میں کھڑے ہوتے تو نعرہ مارتے،
اور زار زار روتے تھے،“

حضرت مخدوم جانیان کے سگے بھائی شیخ راجہ قتال بھی ایک برگزیدہ بزرگ تھے،
اور وہ حضرت مخدوم کے مرید اور خلیفہ تھے،

ولادت و طفلی | حضرت مخدوم جانیان کی ولادت باسعادت اچہ میں کشتہ میں ہوئی،
سات سال کے ہوئے تو والد بزرگوار کے ساتھ اچہ کے ایک بزرگ حضرت شیخ جمال خندان

(بقیہ حاشیہ ص ۳۹۵) فرشتہ میں صرف علی اصغر بن جعفر بن امام علی (علیہ السلام) ہے،

۱۔ الدر المنظوم مطبوعہ دہلی ص ۵۰۶ ۲۔ ایضاً ص ۲۳۸ ۳۔ ایضاً ص ۵۶۶ ۴۔ ایضاً ص ۵۵
۵۔ تفصیل کے لیے دیکھو اخبار الاحیاء ص ۱۴۶،

کی ایک مجلس میں شریک ہوئے، مجلس میں حضرت شیخ جمال خندان کے ساتھ کچھ روزوں کا ایک طباق رکھا ہوا تھا، انھوں نے یہ کچھوین حاضرین میں تقسیم کیں، حضرت سید جلال الدین کو یہ ملین تو ٹھیلوں کے ساتھ کھا گئے، شیخ جمال نے یہ دیکھ کر دریافت کیا، میان صاحبزادے تم نے کٹھلیوں سمیت کچھوین کیوں کھالیں، جواب دیا آپ کے دست مبارک سے جو کچھوین ملین ان کی کٹھلیاں چھینک دینا مناسب نہیں سمجھا، یہ سن کر حضرت شیخ جمال خندان نے فرمایا، تم فقراور اپنے خاندان دونوں کے نام روشن کرو گے،

تسلیم | ابتدائی تعلیم اچھ ہی میں پائی، لطائف اشرفی (ج ۱ ص ۳۹۰) میں ہے کہ شروع میں تربیت اپنے چچا سید محمد بخاری سے حاصل کی، پھر اچھ کے قاضی علامہ بہاء الدین سے ہدایہ اور بزودی پڑھیں ان کی وفات کے بعد مزید تعلیم کے لیے ملتان آئے، خاندان پہلے سے سہروردیہ سلسلہ سے منسلک تھا، اس لیے اپنے والد ماجد کے مرشد یعنی شیخ بہاء الدین زکریا کے پوتے حضرت شیخ رکن الدین کی خانقاہ میں آکر مقیم ہوئے، حضرت شیخ رکن الدین خاص شفقت سے پیش آئے، اور ان کی تعلیم اپنے پوتے مولانا موسیٰ اور ایک دوسرے عالم مولانا مجد الدین کے سپرد کی، اور ان بزرگوں سے ہدایہ اور بزودی ختم کیں جب یہ کتابیں ختم کر چکے تو حضرت شیخ رکن الدین نے انکو اپنی کشتی پر سوار کر لیا کہ اچھ واپس بھیج دیا یہک اثنائے تعلیم میں کلام پاک کی ساتوں قرأتیں سیکھیں، تحصیل علم کا سلسلہ عرصہ دراز جاری رہا، مگر منظم اور مدینہ منورہ کے قیام کے زمانہ میں شیخ مکہ عبداللہ یافعی اور شیخ مدینہ عبداللہ مطری سے بھی مختلف کتابیں پڑھیں، دونوں شیوخ سے معارج ستہ اور حضرت

لے سیر العارفین ج ۲ ص ۴۶-۴۷ لے الدر المنظم ص ۵۵۰-۵۰۶ لے ایضاً ص ۲۴۲ لے الدر المنظم (مکتبہ)
میں ہے کہ ایک محدث و فقیہ ان کے والد بزرگوار کی خانقاہ میں آکر ٹھہرے تو ان سے مصابیح اور دیلمی
کتابیں پڑھیں لے ایضاً ص ۷۱-۷۰۶

شہاب الدین سہروردی کی تصنیف عوارف المعارف کے درس لیے، شیخ مدینہ عبد اللہ مطری
 کے ساتھ دو سال رہے، اور برابر تہجد کے وقت احادیث نبوی اور عوارف ان سے پڑھتے رہے،
 وہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ شیخ عبد اللہ مطری تہجد کے وقت میرے حجرے میں آتے
 ایک ہاتھ میں چراغ اور ایک ہاتھ میں کھانا ہوتا، میں نے ان سے ایک روز عرض کیا،
 اے شیخ! کیوں نہ میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کروں، آپ میرے مخدوم اور شاہ
 ہیں، لیکن انھوں نے فرمایا تم میرے پاس نہ آؤ، میں خود تمھارے پاس آیا کروں گا تم رسول
 صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہو، حضرت مخدوم جانیان اپنے ملفوظات میں شیخ مدینہ کی شفقت
 و محبت کا ذکر بار بار فرماتے ہیں، رمضان شریف میں مسجد نبوی میں اعتکات کرتے تو شیخ
 مدینہ افطار کے وقت ان کے لیے دو قرص لاتے، اور جب وہ مسجد نبوی کے احترام کی
 خاطر کم کھانے کی کوشش کرتے تو شیخ کہتے، اے فرزند رسول اللہ! تم مان رکھتے ہو، بیوی اور
 رشتہ دار والے ہو ان کے پاس تم کو واپس جانا ہے، کم کھاؤ گے تو کمزور ہو جاؤ گے، ان کے
 پاس واپس کیڑا کر جا سکو گے، وہ کھانے سے تمھارا دین کمزور نہ ہو جائے گا، بلکہ قوی ہوگا،
 شیخ مدینہ کی شفقت و محبت کی بنا پر مسجد نبوی میں ایک بار امامت کرنے کی بھی سعادت
 حاصل کی،

حضرت سید جلال الدین بخاری نے شیخ عبد اللہ مطری سے عوارف کا درس اس
 خاص نسخہ سے لیا جو خود شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے مطالعہ میں رہ چکا تھا، شیخ
 عبد اللہ مطری نے وفات کے وقت اس نسخہ کو شیخ مکہ عبد اللہ یافعی کے پاس بھیجا کہ
 اس کو حضرت سید جلال الدین کے پاس پہنچا دیا جائے، چنانچہ شیخ مکہ نے ایک حاجی کے ذریعہ

رکن الدین اپنے چوتھرہ کی دہلیز سے اتر کر کہیں تشریف لے جا رہے تھے، دہلیز کا زینہ نیچا تھا، حضرت سید جلال الدین بخاری وہاں آکر چپ لیٹ گئے کہ مرشد سینہ پر پاؤں رکھ کر آسانی سے اتر جائیں، مرشد نے یہ دیکھا تو اپنی شہادت کی انگلی منہ میں دبا کر اپنے شفیق مرید سے فرمایا، بنوست کا دروازہ تو ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے، لیکن اے سید، ولایت کی تعلیم پر تھا لا تصرف حدیث شریعت سے زیادہ ہوگا، یہ کہہ کر حضرت جلال الدین کو دست مبارک سے اٹھایا اور اپنے سینہ سے لگا لیا،

لطائف اشرفی (ج ۱ ص ۳۹۱) میں ہے:

”حضرت شیخ اشرف الدین مشہدی نوشتہ اند کہ حضرت مخدوم جہانیاں خلا و اجازت از حد و چہل و چند اولیاء را شیخ و مشائخ اہل ارشاد خرقہ معنف و سلسلہ با حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم یافتہ اند و علم شریعت و طریقت و حقیقت و نقیض از ایشان گرفتہ اند“

مرآۃ الاسرار میں سید جلال بخاری کے ذکر میں ہے کہ

اکثر سفر ربع مسکون نمودہ و جمیع مشائخ چارودہ سلسلہ چہل و یک کردہ را شیخ دریافت و ہم در کتاب مذکور شیخ را جو قتال نقل می کند کہ او از سی حد و چند مشائخ صاحب ارشاد و نعمت یافتہ و خرقہ اجازت از دست ایشان پوشیدہ بود“

مذکورہ بالا تذکرہ میں یہ بھی ہے کہ

مخدوم جہانیاں اول بخدمت شیخ رکن الدین ابوالفتح بن شیخ صدر الدین بن شیخ بہاء الدین مذکور یا قدس اللہ تعالیٰ ارواہم تربیت یافت و از دست مے خرقہ پیران

اخبار الاخیار میں بھی ہے کہ حضرت شیخ رکن الدین نے حضرت مخدوم جانیان کو اپنا خرقہ پہنایا^۱
 لیکن خود حضرت مخدوم جانیان اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ رکن الدین^۲
 نے خواب میں ان کو خرقہ پہنایا، اور قطب عالم کے لقب سے یاد فرمایا، جن بزرگوں اور مشائخ
 ان کو خلافت کے خرقے پہنائے، ان کی تعداد میں بتائی ہے، ان کے اسامے گرامی یہ ہیں:
 (۱) والد بزرگوار سید کبیر (۲) والد ماجد نے حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کا بھی خرقہ پہنایا
 (۳) حضرت شیخ رکن الدین (خواب میں) (۴) حضرت شیخ نظام الدین اولیا (خواب میں)
 (۵) حضرت شیخ قوام الدین خلیفہ حضرت شیخ رکن الدین (خط کے ذریعہ) (۶) حضرت شیخ
 قطب الدین منور (خط کے ذریعہ) (۷) حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی (۸) شیخ مکہ
 عبداللہ یافعی (۹) شیخ مدینہ عبداللہ مطری (۱۰) حضرت شیخ قطب عدنان فقیہ بکسال
 (۱۱) شیخ مرشد البواشاق کازرونی (۱۲) شیخ امام الدین برادر شیخ ابن الدین (۱۳) حضرت
 سید جہدہ حمید حسینی (۱۴) حضرت شیخ معمر شرف الدین عمود شاہ تیسری خلیفہ حضرت شیخ
 الشیوخ شہاب الدین سہروردی (۱۵) سیدی احمد کبیر رناعی کبیر (۱۶) حضرت شیخ نجم الدین
 صفائی (۱۷) حضرت شیخ نجم الدین کبری (خواب میں) (۱۸) حضرت خضر علیہ السلام (۱۹) حضرت
 اوجہ الدین حسینی (۲۰) حضرت شیخ نور الدین^۳

شریعت کی پابندی | لیکن تصوف و عرفان کے اعلیٰ مدارج طے کرنے کے باوجود زندگی
 شروع سے آخر تک پابندی شریعت اور اتباع سنت میں گزری، راہ سلوک کی خواہ
 کسی منزل میں رہے، لیکن شریعت کا دامن کسی حال میں نہیں چھوڑا، خود فرماتے ہیں کہ حقیقت

شرعیت ہے اور جب تک کوئی شریعت کو مضبوط نہ پکڑے گا ہرگز حقیقت کو نہ پہنچ سکے گا۔
ایک اور موقع پر فرمایا کہ جو شخص شریعت سے عاری ہے وہ طریقت و حقیقت کو نہیں جان
سکتا ہے، شریعت بمنزلہ میوے کے ہے اور طریقت و حقیقت اس میوہ کے مغز کے مشابہ ہیں۔
یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شیخ طریقت اور حقیقت سے آشنا ہے لیکن شریعت سے واقف
نہیں، تو وہ شیخ نہیں جاہل ہے، کوئی صالح اور نیک آدمی اس وقت تک ولی نہیں
ہو سکتا جب تک شریعت، طریقت اور حقیقت تینوں کا علم اس کو حاصل نہ ہوا ہے۔

ایک جاہل شیخ کو کسی حال میں برداشت نہ کرتے، ایک مرتبہ ایک شخص شہزادہ
میں وارد ہوا، وہ اپنے کو ولی اللہ کہتا تھا، اس کے پاس عوام و خواص کا ہجوم رہنے لگا،
حضرت سید جلال الدین بھی اس سے ملنے تشریف لے گئے، جب اس کے پہلو میں جا کر
بیٹھے تو اس نے کہا اے سید! ابھی ابھی حق تعالیٰ میرے پاس سے گیا ہے، حضرت سید جلال الدین
یہ سنا کر غضبناک ہوئے، اور فرمایا اے بد بخت، تو کافر ہو گیا، پھر سے کلمہ شہادت پڑھ، اور
اسی وقت اٹھ کر قاضی شہر کے پاس آئے کہ اس بد بخت کو طلب کرو، اگر وہ توبہ کرے تو
معاف کر دو، ورنہ اس کو قتل کرنے کا حکم دو، مقطع شہر اس شخص کا معتقد ہو چلا تھا، اس لیے
قاضی نے مقطع کے خوف سے سزا دینے میں پس و پیش کی، حضرت سید جلال الدین نے
مقطع کے پاس پیام بھیجا کہ ایک جھوٹا شخص کفر پھیل رہا ہے، اگر تم نے اس کو سزا نہ دلائی
تو پھر بادشاہ سے جا کر کہوں گا، بالآخر وہ شخص شہر بدر کیا گیا۔

تاریک صلوٰۃ کو بھی ولی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہوتے، اپنے ملفوظات میں فرماتے
ہیں کہ مکہ معظمہ سے بھکر واپس آیا تو لوگ مجھ سے ملنے آئے، انھوں نے کہا کہ قصبہ الور

کے پاس ایک پہاڑ کے غار میں ایک درویش رہتا ہے، جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے نماز معاف کر دی ہے، یہ سن کر میں اس کے پاس گیا، وہاں امرا، اور دوسرے اکابر کا ہجوم تھا، اس ہجوم سے گزر کر میں کسی طرح اس کے پاس پہنچا، میں نے اس کو سلام نہیں کیا، بلکہ جا کر بیٹھ گیا، اور پوچھا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے الفارق بین المؤمن والكافر الصلوة یعنی مومن اور کافر کے درمیان صرف نماز فرق کرتی ہے، درویش نے جواب دیا، سید! میرے پاس جبریل آتے ہیں، بہشت کا کھانا لاتے ہیں، خدا تعالیٰ کا سلام پیش کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ تمہارے لیے نماز معاف کر دی گئی، اور تم مقرب خاص ہو گئے، میں (یعنی حضرت سید جلال الدین) نے کہا کہ بیہودہ مست بگو، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تو نماز معاف ہی نہیں ہوئی، تجھ جیسے جاہل کے لیے کیسے معاف ہو سکتی ہے، وہ تو شیطان ہے جو میرے پاس آکر کہتا ہے کہ میں جبریل ہوں، جبریل وحی کے فرشتے ہیں، وہ پیغمبر کے سوا کسی اور کے پاس نہیں آتے، اور وہ جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے وہ غلیظ ہے، درویش نے کہا کہ وہ کھانا بہت ہی لذیذ ہوتا ہے، اس میں لذت محسوس کرتا ہوں، میں نے کہا کہ اب جب وہ فرشتہ آئے تو (حول ولا حقۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھنا، میں دوسرے دن جب اس درویش کے پاس گیا تو وہ میرے پاؤں پر گر پڑا، اور کہنے لگا کہ میں نے تمہاری بات پر عمل کیا، اور جب وہ فرشتہ آیا تو میں نے لا حول پڑھا، وہ میرے سامنے سے غائب ہو گیا، اور جو کھانا اس نے دیا وہ غلیظ ہو کر میرے ہاتھ سے گر پڑا، اور میرے سارے کپڑے نجس ہو گئے، اس کے بعد حضرت سید جلال الدین فرماتے ہیں کہ میں نے اس بے نمازی درویش سے توبہ کرائی، اور اسکی جو نمازین فوت ہوئی تھیں، ان کی قضا پڑھوائی،

اپنے مریدوں کو نماز باجماعت کی بڑی تاکید فرماتے، اور جماعت کے تارک کو ارشاد نبویؐ کی بنا پر ملعون اور بدعتی کہتے، اپنی ایک مجلس میں اس حدیث کی خاص طور پر تصریح کی کہ جو شخص محلے کی مسجد کی اذان سنے، اور نماز کے لیے حاضر نہ ہو تو اس کی قبر میں کپڑے نہ رہیں گے، اور اس کی قبر سے آگ نہ بجھے گی، وہ ہر وقت عذاب میں رہے گا، سفر و سیاحت میں تنہا ہوتے تو خود ان کا بیان ہے کہ میں نماز کے وقت کہیں سے اہل آل آجاتے، اور اس طرح جماعت کا ثواب مل جاتا،

اتباع سنت | اپنی ایک مجلس میں فرمایا کہ ایک سالک کو چاہیے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرے، اسی کے ذریعہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی قربت حاصل ہوگی، اہل بدعت بدعت کو قربت جانتے ہیں، اور وہ لوہا، تانبا پینتے ہیں، داڑھی مٹھاتے ہیں جیسا کہ قلذکر کیا کرتے ہیں، لیکن اس طرح قربت حاصل نہیں ہوتی، بلکہ بعد و ضلالت پیدا ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ لے فاتبعونی بالافعال والاقوال والاحوال، یعنی لے محمد تم لوگوں سے کہدو کہ اگر تم خدا کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو تم میرے افعال، اقوال اور احوال کی پیروی کرو، پس اللہ تم کو دوست رکھے گا،

حضرت مخدوم جہانیاں خود بھی ہر حال میں اتباع سنت کا خیال رکھتے، اسی لیے احادیث نبویؐ سے غیر معمولی شغف تھا، ان کے مافوظات کے ایک مجموعہ سراج الہدایہ میں "احادیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے ایک مستقل باب ہے جس میں مختلف حدیثوں کی تشریح و توضیح ہے، اپنی مجلسوں میں احادیث نبویؐ کا ذکر بار بار فرماتے، اور ان ہی

ان کو دیکھ کر فرمایا، اگر مشروع ہیں تو بہتوں کا، ورنہ نہ پہنوں گا، پھر یہ حدیث پڑھی کہ
 رشیم اور سونا رسول اللہ کی امت کے مردوں پر حرام اور عورتوں کے واسطے حلال کیا گیا،
 اسی طرح باریک کپڑوں کے متعلق فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ جس کا کپڑا
 باریک ہو اس کا دین باریک ہو، پیروی سنت میں گریبان کے بغیر کرتے پہنتے، گریبان
 کرتے پہننا بدعت سمجھتے، ایک باریک مرید نے جو تینوں کا ایک جوڑا خدمت
 میں پیش کیا، اس کو قبول کر کے فرمایا، تعین پہننا سنت ہے، میں نے مدینہ منورہ میں رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک کو دیکھا تھا، اور ان کو اپنی آنکھوں پر رکھا تھا، جب
 کوئی ہدیہ پیش کرتا تو کسی نہ کسی صورت میں اس کا بدلہ ضرور دیتے، اور فرماتے صحاح
 میں ہے کہ جو شخص تمہارے لیے کوئی ہدیہ لائے تو تم اس کو بدلہ دو، اگر بدلہ دینے کی
 قدرت نہیں رکھتے ہو تو اس کے واسطے دعا بخیر کرو، یہاں تک کہ تم کو معلوم ہو جائے
 کہ دعا ہدیہ کا بدلہ ہو گیا، اتباع سنت میں انہی میں بھی باہر سے لانے کی کوشش فرماتے،
 اسی طرح اور جزدی باتوں میں بی اتباع سنت کا لحاظ رکھتے، چنانچہ امراۃ الاسرار
 میں حضرت مخدوم جانیان کے ذکر میں ہے:

”در جمیع امور صوری و معنوی قدم بقدم حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رقت“

کرامات | حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی لطائف اشرفی میں فرماتے ہیں کہ حضرت
 مخدوم جانیان سے اتنی کرامتیں صادر ہوئیں کہ متاخرین صوفیہ میں کسی سے نہیں ہوسکتیں
 اسی لیے وہ ”مظہر العجائب“ اور ”عند الغرائب“ کہلاتے تھے، لیکن خود حضرت مخدوم جانیان ان

لے الدر المنظوم ص ۳۴۰ لے ایضاً ص ۳۴۶ لے ایضاً ص ۳۵۵ لے ایضاً ص ۳۵۸ لے ایضاً ص ۳۵۹

لے ایضاً ص ۳۵۵ لے لطائف اشرفی ج ۱ ص ۳۹۰

کرامتون کو اپنا کوئی شرف اور کمال نہیں سمجھتے تھے، فرماتے ایک ولی کے لیے ممکن ہے کہ وہ ہوا میں اڑے، پانی پر چلے، اس کے لیے زمین اور آسمان کی طنائیں کھینچ جائیں، لیکن وہ اس وقت تک ولی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی گفتار، رفتار اور کردار میں اپنے پیغمبر یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیرو نہ ہو۔

سیاحۃ | حضرت مخدوم جہانیاں کی سیاحت کی تفصیل ترتیب کے ساتھ کسی تذکرہ میں نہیں

ملتی، لطائف اشرفی میں حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی صرف اتنا فرماتے ہیں کہ بہت سے اولیاء اللہ نے معارف و حقائق کی تلاش میں سیاحت کی ہے، لیکن مخدوم جہانیاں کی طرح کسی نے سفر نہیں کیا، انھوں نے ربیع مسکون کی سیاحت کی، اوشاید

ہی کوئی درویش ایسا ہو جس سے انھوں نے فوائد حاصل نہ کئے ہوں اخبار الاخیار میں اور بھی اختصار سے کام لیا گیا ہے، اور اس میں صرف یہ مرقوم ہے کہ حضرت سید جلال الدین بخاری نے سیاحت بہت کی اور بہت سے اولیاء اللہ سے نعمت اور برکت حاصل کی

خزینۃ الاصفیاء میں ان کی سیاحت کا حال بڑھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اچھ سے

مدینہ منورہ تشریف لے گئے، وہاں دو سال رہ کر گازرون آئے، گازرون سے مصر

شام، عراقین، بلخ، بخارا اور خراسان کی سیاحت کی، اور چھ بار حج اکبر سے مشرف ہوئے

حضرت مخدوم جہانیاں نے اپنے ملفوظات میں اپنی سیاحت کا جتنہ جتنہ حال بیان کیا ہے، اس کی اور کچھ زیادہ تفصیل معلوم ہوتی ہے،

فرماتے ہیں، سلطان محمد تغلق نے مجھ کو شیخ الاسلام مقرر کیا، اور میرے تصرف

لے الدر المنظوم ص ۵۵ طائف اشرفی ج ۱ ص ۳۹ اخبار الاخیار ص ۳۲ خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۵۵ ایضاً ص ۵۶ میں ہے: در بعد سلطان محمد تغلق شیخ الاسلامی و سند خانقاہ محمدی دسیوتان با مصافات برے مخصوص گشت،

میں جالیں خانقاہین دین، میرے مرشد شیخ رکن الدین خواب بین نظر آئے اور فرمایا کہ تو حج کو چلا جا ورنہ غرق ہو جائے گا، صبح کو شیخ کے امام نے کہا کہ سید جلد روانہ ہو جاؤ، شیخ نے اشارہ کیا ہے، میں مخدوم والد دامت برکاتہ سے اجازت لینے روانہ ہو گیا، میرے پاس خرچ نہ تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے فتوحات پہنچائیں، ایک شخص حج کو جا رہا تھا، مگر اس کے گھروالوں نے اس کو لوٹا لیا، اس نے زاد راہ مچھکو دیدیا، ایک گھوڑا بھی نذ کیا، لیکن میں نے گھوڑا مولانا نظام الدین کو دیدیا، وہ مدقوق تھے، میں پاسپا دہ حج کو روانہ ہوا اور حج سے پہلے پہنچ گیا، اور انواع واقسام کی نعمتوں سے مشرف ہوا۔

ایک موقع پر فرماتے ہیں، میں سات سال مکہ معظمہ میں مجاور رہا، وہاں ایک مفسر اور محدث اپنے وعظ میں سات برس تک مسلسل سورہ فاتحہ کی تفسیر بیان کرتے رہے، میں تو وہاں سے چلا آیا، معلوم نہیں کتنے روزانہ تک اور انھوں نے اس تفسیر کو جاری رکھا، مکہ کے قیام میں شیخ مکہ عبد اللہ یافعی سے علوم ظاہری و باطنی دونوں حاصل کیے، اور ان سے فرقہ بھی پایا، اخراجات میں ان کا ذکر بار بار آتا ہے، پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مدینہ منورہ میں بھی دو سال تک رہے، اور شیخ مدینہ عبد اللہ مطری سے علمی و روحانی فیوض حاصل کر کے ان سے بھی فرقہ پایا، مدینہ منورہ کے قیام کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں تھا تو ایک وقت مسجد نبوی کے امام زادہ آئے تو شیخ عبد اللہ مطری نے مچھکو ابامست کا حکم دیا، اور فرمایا اسے سید تم امامت کرو، تاکہ یہ شرف انتھاری اقتدار میں ورنہ کبھی لے لے اللہ المنظوم ص ۲۵۵-۲۵۶ ایضاً ص ۵۷-۵۸ سے حضرت سید یافعی کے صاحبزادے ص ۵۷-۵۸

وطن میں تھا، لیکن تمام عمر حرمین شریفین میں رہے، مذہب شافعی رکھتے تھے، تاریخ یافعی در وقت الزیاد ص ۵۷-۵۸

کے مصنف ہیں، اولیاء اللہ بن شمار کیے جاتے ہیں،

اور کے پیچھے نماز پڑھیں گے، میں نے تکبیر تحریر کی تو ایک صف کھڑی ہو گئی اور جب میں نے سلام پھیرا تو دیکھا کہ تمام شرفاء میری اقتداء میں ہیں، شیخ مدینہ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر تم امامت نہ کرتے، تو وہ نماز پڑھتے، یا دوسری جگہ جا کر ادا کرتے، یا جب میں پڑھ لیتا تو وہ پڑھتے، وہ جانتے ہیں کہ تم شریف ہو، اور وہ کسی شریف ہی کے پیچھے نماز روا رکھتے ہیں، عجیب گروہ کے لوگ ہیں!

فرماتے ہیں کہ کے قیام کے ساتویں برس میں فقیہ بصال قطب عدن کی زیارت کے لیے عدن گیا، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے فرمایا اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ کی طرف لوٹ جاؤ، اور وہاں سے اس وقت تک نہ نکلو جب تک تم کو وہ شخص اجازت نہ دے جس نے تم کو وہاں بھیجا ہے، اور وہ شیخ قطب عالم رکن الدین ہیں، میں نے اپنے جی میں کہا کہ ان کو اس کی خبر کس نے دی، پھر میں نے سوچا کہ کرامت سے دریافت کیا ہوگا، وہ بیمار تھے، چند دنوں بعد وفات پائی، وفات کی تیسری رات میں نے حضرت شیخ رکن الدین کو خواب میں دیکھا، آپ مجھ کو خرقہ پہنایا، اور فرمایا کہ کل فقیہ بصال کی وفات کو تیسرا دن ہے، یہ خرقہ فقیہ بصال کے چھوٹے بیٹے کو پہنا دینا فرماتے ہیں شیخ مکہ عبد اللہ یافعی، شیخ عبد اللہ مطری اور دوسرے مشائخ نے مجھ سے کہا کہ عواقب میں شوکارہ ایک شہر ہے، وہاں شیخ الشیوخ شہاب الدین سروردی کے مرید رہتے ہیں، ان سے جا کر ملو، میں ان سے ملا، ان کا اسم مبارک شیخ شرف الدین محمود شاہ تیسری تھا، جب میں ان کی خدمت میں پہنچا، تو وہ ایک سو تیس سال کے تھے، لیکن ایسے تندرست تھے کہ جمعہ کے دن عصا ہاتھ میں لیکر نماز کو جاتے تھے، میں نے

ان سے عوارث پڑھی، میں ان کے پاس ایک مدت تک رہا، اور جب میں رخصت ہونے لگا تو انھوں نے خرقہ عطا کیا، اور خرقہ پہنانے کی اجازت بھی دی،

اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں، میں شیخ رکن الدین کے مرید شیخ امام الدین سے بھی گازرون میں ملا، ایک مدت تک ان کے پاس رہا، وہیں شیخ امین الدین گازرونی کے بھائی شیخ امام الدین سے بھی ملاقات ہوتی رہی، ان کو اپنے بھائی شیخ امین الدین سے جو سجادہ، مقراض اور عصا وغیرہ ملا تھا، وہ تمام امانتیں مہکودین سے

شیراز بھی تشریف لے گئے، فرماتے ہیں، جس زمانہ میں مکہ منظمہ سے شیراز پہنچا تو وہاں لوگ مجھ سے سبق پڑھتے تھے اور لو الامر کا ذکر کیا تو اس سلسلہ کی کچھ باتیں ابوشاہ شیراز کے کان میں پڑیں، وہ مجھ سے ملنے آیا، اور ایک چاندی کے کٹہرے میں سونے اور چاندی کے سکے لایا، اس نے مجھ سے کہا کہ بیت المال میں تمہارا بھی حق ہے، اسکو قبول کرو، میں نے مندرت کی، لیکن اس کا اصرار ہوا تو میں نے ان سکوں کو قبول کر لیا، میں نے لو الامر کے بارے میں گفتگو شروع کی تو گفتگوں کر بادشاہ نے کہا تم سے جو باتیں سنیں وہ کسی اور سے نہیں سنی تھیں، عجیب غریب ہیں، میں نے اس سے کہا کہ میں نے جو کچھ بیان کیا ہے، وہ مکہ منظمہ کے مفسرین، فقہاء اور مشائخ سے سنا ہے، میرے خدمت گزار سید شمس الدین خوش تھے کہ بادشاہ کے وسیع ہوئے سکوں کو جمع کریں گے، لیکن سید شمس الدین کے والد سید حمید الدین گئے، اور انھوں نے کہہ دیا کہ ایک سو چار سو ٹکے قرض ہیں، چار سو ٹکے تو اس کو دے دے، اور باقی مجھ سے یہ کہہ کر دے گئے کہ تم کو بہت فتوح پہنچے گی، واقعی مہکودین بارہ فتوح پہنچی رہی،

ایک جگہ فرماتے ہیں، جس زمانے میں سفر میں تھا، کہ میں میں ایک پہاڑ پر پہنچا تھا
 روز میں ادھر گیا، اور تین روز میں نیچے آیا، اس پہاڑ پر ایک غار دیکھا، اذان کی آواز
 سنی تو غار میں گیا، دیکھا کہ ایک بڑی جماعت نماز پڑھ رہی ہے، جب نماز ختم ہوئی
 تو میں نے ہر شخص سے مصافحہ کیا، اور حسب تمام لوگ پلے گئے، تو ایک شخص وہاں
 رہ گیا، اس کے نزدیک گیا، اور پوچھا کہ یہاں کوئی اور غار نہیں، پھر اتنے آدمی کہاں سے
 آتے ہیں، اس شخص نے کہا کہ میں تنہا اس غار میں رہتا ہوں، اور جو لوگ آتے ہیں وہ
 ابدال ہیں، وہ میری وجہ سے آتے ہیں تاکہ میں نماز جماعت کے ساتھ ادا کروں، تنہا
 نہ پڑھوں، میں نے اس سے پوچھا کہ تم شہر میں کیوں نہیں رہتے، تاکہ لوگ تم سے فائدہ
 اٹھائیں، اس نے جواب دیا کہ میرے پاس ایک موزی کتا ہے، اس کو میں نے قید کر لیا
 تاکہ وہ کسی کو کاٹ نہ کھائے، جب یہ نیک ہو جائے گا تو اس کو آبادی میں لے جاؤں گا،
 موزی کتے سے مراد اس کا نفس تھا، اس نے اپنے نفس کو برا کہا اور یہ نہیں کہا کہ لوگ
 برے ہیں، اس لیے میں خلوت میں آکر بیٹھ گیا ہوں،

ایک سفر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، سفر میں ایک روز ایک درویش کے
 پاس پہنچا، میرے پہنچنے سے تھوڑی دیر بعد وہ غائب ہو گیا، اور پھر تھوڑی دیر میں وہاں
 نظر آیا، اس کی آنکھیں اشکبار تھیں، میں نے پوچھا، تم کہاں گئے تھے، اس نے جواب دیا،
 عالم ملکوت میں تھا، میں نے دریافت کیا، تمہاری آنکھیں پر آب کیوں ہیں، بولا میں
 لوگوں کو دیکھ رہا تھا کہ وہ دنیا میں غرق ہو رہے ہیں اور اپنی خبر نہیں رکھتے، میری آنکھیں
 اشکبار ہو گئیں کہ وہ اپنی چند روزہ زندگی میں ایک مردار پر جان دیتے ہیں،

فرماتے ہیں، جب میں دمشق پہنچا، تو ایک بڑے درویش سے ملا، انھوں نے مجھ کو
پاس بلایا، اور فرمایا، ایک روز میں اصفہان میں تھا، وہاں ایک بزرگ تھے، جو بڑے
صاحب کشف و کرامات تھے، آٹھ سو سجادہ نشینوں کی زیارت کی تھی، اور ہر ایک سے
مستفیض ہوئے تھے، خواجہ شمس الدار فین کے نواسے سے بھی استفادہ کیا تھا، انھوں نے
ان کو نصیحت کی تھی کہ بادشاہوں، امیرون اور دولتمندوں کی صحبت سے پرہیز کرنا، تاکہ
آخرت میں نجات ہو۔

اسی کے بعد فرماتے ہیں، غوثی میں تھا تو ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی، وہ ایک
کتاب پڑھ رہے تھے، میں نے اس میں لکھا دیکھا کہ جو درویش عالم امیرون اور دولتمندوں
کی صحبت میں رہتا ہے، اس کو قیامت کے روز دوزخ میں جگہ ملے گی،

فرماتے ہیں، میں شاریستان (؟) میں تھا تو ایک چرواہا آیا، اور اس نے مجھ سے کہا،
اے سید جلال مجھ کو بیعت کیجیے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں سب کچھ رکھتا ہوں، لیکن کسی
سے بیعت نہیں ہے، میں نے اس کی بیعت لی، لیکن بیعت ہونے کے بعد وہ میرے سامنے
سے غائب ہو گیا، اس نے ابدال کی جماعت میں شرکت کر لی، لیکن جب میں مکہ منظم
پہنچا تو دیکھا کہ وہ مسجد حرام میں مشغول ہے، اس کو دین کے کاموں میں ہوشیار پایا،

مراجعت ہند [تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ ایک روز شیخ مکہ امام عبد اللہ یافعی نے حضرت سید
جلال الدین سے خانہ کعبہ میں فرمایا کہ دہلی سے بڑے بڑے مشائخ آٹھ گئے ہیں، تاہم ان کی
برکت کا اثر شیخ نصیر الدین محمود میں موجود ہے، ان کی ذات بابرکت بہت غنیمت ہے،
وہ چراغ دہلی ہیں اور مشائخ کی رسموں کو زندہ کرنے والے ہیں، حضرت سید جلال الدین

لے سراج الہدیہ علمی نسخہ کتب خانہ ریاست رامپور لے ایضاً لے ایضاً

نے یہ سنا تو حضرت شیخ نصیر الدین سے ملنے کے مشتاق ہوئے، اور مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر
دہلی پہنچے، حضرت شیخ نصیر الدین نے حضرت سید جلال الدین کو دیکھ کر فرمایا، شیخ عبد
یافعی کی بدولت تمہارے دیدار سے مشرف ہوا، حضرت سید جلال الدین نے عرض کیا
شیخ عبد اللہ یافعی پر اللہ کی رحمت ہو، کہ ان کی بدولت آپ کی خدمت بابرکت میں
پہنچا، حضرت شیخ نصیر الدین محمود نے خوش ہو کر ان کو خرقہ خلافت مشائخ چشت عطا
اور اسی کے بعد وہ یعنی حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے لقب سے مشہور ہوئے۔

رشد و ہدایت | ہندوستان میں زیادہ تر وطن مالوت اچان قیام رہا، کبھی کبھی دہلی
اور دوسرے مقامات کو بھی جایا کرتے تھے، لیکن جہاں بھی ہوتے رشد و ہدایت کا سلسلہ
جاری رکھتے، مجلسوں میں زیادہ تر کلام پاک، احادیث نبوی اور فقہ پر تقریریں کرتے،
اور سلوک و معرفت کی تعلیم خالصتہ شریعت کے مطابق دیتے، ان کے ملفوظات کا
مجموعہ چھاپے العلوم جس کا اردو ترجمہ الدر المنظم فی ترجمہ ملفوظ الحمدوم ہے، ایک عالم
ایک سالک کے دونوں کیلئے مفید اور پُر معلومات ہوا اور آج بھی خاص ذوق و شوق کی نگاہ سے مطالعہ کے
ایک دوسرے مجموعہ مراجع الدلیہ میں احادیث نبوی کی تشریح، فقہی مسائل کی تصریح، انبیاء کے قصے، اولاد
و وظائف کی تفصیلات۔۔۔۔۔ کے علاوہ روزمرہ کی ضروریات کے متعلق بھی بہت سی
مفید معلومات ہیں، مثلاً ایک باب میں چاول، گہیوں، خربا، انگور، امرود، خربزہ، انار،
اسفول، ملیہ، کشمش، پیاز، گوشت، بھینہ مرغ، سرکہ اور دودھ وغیرہ کے بھی فوائد
بتائے ہیں، جن سے عید متمتع ہوتے رہتے تھے،

صرف ہندوستان کے مختلف گوشوں بلکہ بیرونی مقامات سے بھی لوگ روحانی

باطنی تعلیمات حاصل کرنے کے لیے آتے، ایک بار خواجہ محمد ظہاری خوب سے آئے، اور
تجد کے وقت حجرے میں آکر عربی زبان میں عرض کیا، اے مخدوم میں ایک رات ذکر
خفی کر رہا تھا کہ ایک آنے والی میرے واسطے طرف سے آیا، اور اس نے مجھ سے کہا کہ توبہ دعا
پڑھ کہ اے رب تو مہربان عالم ہے، میں جاہل ہوں، مجھ کو علم دے، تاکہ علم کے ساتھ
تیری عبادت کروں، ورنہ ہلاک ہو جاؤں گا، خواجہ محمد ظہاری نے حضرت سید جلال الدین
سے پوچھا کہ اس واقعہ کی کیا تاویل ہے، جواب میں فرمایا، کہ تم ابھی دینی علوم
حاصل کرو،

ایک بار عراق کے سادات آئے، اور کچھ نذرانے ساتھ لائے، اس وقت
عوارف کا درس ہو رہا تھا، سادات نے عرض کیا کہ ہم کو قدس مہربانی کا اشتیاق تھا، یہ
شکر حضرت مخدوم جہانیاں نے اپنے خادم خاص سے شیرینی لانے کو کہا اور یہ حدیث
شریف پڑھی کہ جو شخص کسی زندہ آدمی کی ملاقات کو آئے اور اس کے یہاں کوئی چیز
نہ چکھے تو گویا اس نے کسی مردے کی زیارت کی، پھر سادات کو مخاطب کر کے فرمایا
تم کو ذوق معنوی و صوری دونوں حاصل ہو گئے، تم نے عوارف کا سبق سنا، اس سے
ذوق معنوی حاصل ہوا، پھر سکر اگر کہا تم نے شیرینی کھائی، اس سے ذوق صوری کی
تسکین ہوئی، شیرینی کھلاتے وقت فرمایا، جو شخص روزہ دار نہ ہو وہ کھائے، روزہ دار
نہ کھائیں، پھر فرمایا، حدیث صحیح میں ہے کہ جب روزہ داروں کے سامنے کھانا کھانا
جاتا ہے تو فرشتے ان کی مغفرت کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں، کیونکہ اسی حالت میں
روزہ دار اپنے دل پر جبر کرتے ہیں، اور اسی وجہ سے ان کو ثواب ملتا ہے،

ایک بار حدود بخارا سے شیخ زادہ معظم تیس ہمارا ہیون کے ساتھ خدمت میں دہلی آئے۔
حضرت مخدوم جانیان جہاں گشت بہت خوش ہو کر ان سے بھل گیر ہوئے، اور پوچھا
کس غرض سے آئے ہو، عرض کیا کہ قدمبوسی اور تربیت حاصل کرنے کے لیے، فرمایا:
مبارک ہو، لیکن بہتر ہے کہ (دہلی کے) شیخ الاسلام (یعنی سلطان فیروز شاہ کے
پیر شیخ علاء الدین) کے پاس ٹھہرو، وہ تمام مشائخ کے سردار ہیں، میں تم کو اپنے یہاں سے
جانے کو نہیں کہتا، لیکن جہاں تمہیں انشراح حاصل ہو، وہیں قیام کرو، شیخ زادہ معظم
نے کہا کہ میں تو آب ہی کے قدموں کے سایہ میں ٹھہرون گا، یہ سن کر حضرت مخدوم جانیان
نے خادم کو کہا کہ ان کو کچھ کھلاؤ، میں تو روزہ سے ہوں،

ایک بار کچھ درویش عرب سے آئے، حضرت مخدوم جانیان نے ان سے پوچھا
کس خاندان سے ہو، عرض کیا، سیدی احمد کبیر کے خاندان سے، فرمایا حضرت سیدی
احمد کبیر سے میں نے خرقہ پہنا ہے، اور انھوں نے مجھ کو خرقہ پہنانے کی اجازت دی
ہے، وہ صوفی تھے، اور سنت کے مطابق کپڑے پہنتے تھے، اس کے بعد درویشوں
کو نصیحت کی کہ تم علم شریعت پڑھو، سنت کے پابند رہو، اور بدعت سے بچو، پھر
ان کو توبہ کی تلقین کی، اور خرقہ پہنایا،

دربار شاہی سے تعلقات | پہلے ذکر آچکا ہے کہ سلطان مجرغلق نے حضرت مخدوم جانیان
کو شیخ الاسلام بنا کر ان کے تصرف میں چالیس خاتواہیں دین بھیجیں لیکن وہ انکو
چھوڑ کر حج کے لیے تشریف لے گئے، خود فرماتے ہیں کہ اگر میں ان خاتواہوں کو چھوڑ کر
حج کو نہ چلا جاتا تو مغرور ہو جاتا اور کپڑے میں پڑا رہتا،

جج اور سیاحت کے بعد ہندوستان واپس آئے، تو سلطان فیروز شاہ کو ان کی ذات اقدس سے بڑی عقیدت پیدا ہو گئی، چنانچہ شمس سراج عقیف اپنی تاریخ فیروز شاہی میں رقمطراز ہے:

حضرت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہر دوسرے یا تیسرے سال اوچ سے سلطان کی ملاقات کے لیے تشریف لاتے، دو دن کے درمیان بے حد محبت تھی، دونوں اس محبت میں اضافہ کرنے کی کوشش کرتے، جب حضرت سید جلال الدین اوچ سے تشریف لاتے، اور فیروز آباد کے قریب پہنچتے تو بادشاہ منہ تک استقبال کیلئے جاتا، اور جب دونوں میں ملاقات ہوتی، بادشاہ حضرت سید کو ٹہرے اخراجات و کھم سے شرمین لاتا، وہ کبھی تو منارہ سے متصل کو شک معظم کے اندر رشتا خانے میں، کبھی شہزادہ فتح خان مرحوم کے حلیے میں قیام فرماتے، جب سید السادات اپنی قیام گاہ سے مقررہ طریقہ کے مطابق سلطان فیروز کی ملاقات کے لیے تشریف لاتے اور جیسے ہی وہ محل حجاب میں پہنچ کر سلام کرتے، سلطان اپنے رتبہ کے باوجود تختہ نگاہ پر کھڑا ہو جاتا، اور بے حد تواضع کے ساتھ پیش آتا، پھر دونوں جام خانہ کے اوپر جا کر بیٹھتے، جب حضرت سید واپس ہوتے، اس وقت بھی فیروز شاہ جام خانہ کے اوپر عظیم کے لیے کھڑا ہو جاتا، اور جب تک کہ حضرت سید محل حجاب تک نہ پہنچ جاتے، اسی طرح کھڑا رہتا، یہاں پر حضرت سید سلطان کو سلام کرتے اور سلطان سلام کا جواب دیتا، جب حضرت سید نظرون سے غائب ہو جاتے، اس وقت سلطان اپنے تخت پر بیٹھتا، سبحان اللہ! کیا حسن ادب تھا جو سلطان حضرت سید کے لیے کیا لاتا تھا، سلطان بھی دوسرے تیسرے روز حضرت سید کی قیام گاہ پر ملاقات کے لیے جاتا، اور دونوں میں بڑی محبت آمیز گفتگو ہوتی۔

اوپر اور دہلی کے باشندے اپنی اپنی حاجت اور غرض حضرت سید کی خدمت میں پیش کرتے اور اپنے غلام کو حکم دیتے کہ ان باتوں کو قلمبند کر لیں، اور جب سلطان ملاقات کے لیے آتا تو وہ ضرور تمدن کے کاغذات اس کی خدمت میں پیش کرتے، سلطان ان کاغذات کو پڑھ کر ہر حاجت مند کی حاجت روائی کرتا، کچھ دنوں قیام فرما کر حضرت سید اوچہ واپس ہوتے تو بادشاہ ایک منزل تک ان کو پہنچانے کے لیے جاتا، (ص ۱۶-۱۷) ۱۱۴ھ میں سلطان فیروز شاہ جام اور بایجہ کے خلاف ٹھٹھہ پر حملہ آور ہوا، تو حضرت مخدوم جانیان ہی کی مساعی جلیلہ و سلطان اہل ٹھٹھہ کے درمیان صلح ہوئی شاہی فوج کے محاصرے سے ٹھٹھہ میں قحط پڑنے لگا تو وہاں کے لوگ حضرت مخدوم جانیان کی مداخلت کے خواہاں ہوئے، ان کی دعوت پر حضرت مخدوم اوچہ سے ٹھٹھہ فیروز شاہی لشکر میں تشریف لائے، عقیقت کی تاریخ فیروز شاہی میں ہے :-

حضرت سید جب لشکر میں پہنچے تو تمام اہل لشکر نے دل و جان سے قدمبوسی کی کوشش کی اھڑ سید نے ان کو فرمایا ابا اطمینان کھو، انشاء اللہ چند روز میں فتح ہوگی، جب آگے بڑھے تو سلطان فیروز نے نہایت خلوص اور عقیدت سے استقبال کیا، اور بہت ہی اعزاز و اکرام کے ساتھ لشکر میں لایا، وہاں نے مصافحہ کیا، حضرت سید جلال الدین نے فرمایا، ایک پارسا اور صاف عورت ٹھٹھہ میں موجود تھی، اس کی دعا کی برکت سے ٹھٹھہ فتح نہیں ہوتا تھا، میں خدا کی بارگاہ میں دعا کرتا تھا، لیکن وہ پاکہ و صوفیہ درمیان میں حائل ہو جاتی تھی، اب تین روز ہوئے کہ اس عورت نے جنت کی راہ لی اور امید ہو کہ ٹھٹھہ جلد فتح ہو جائے گا، اہل ٹھٹھہ کو معلوم ہوا کہ حضرت سید جلال الدین شاہی لشکر میں تشریف فرما ہیں تو ان کی خدمت میں متواتر بیانات روز کیجیے، اور اپنی مصیبتوں کا اظہار کیا،

حضرت سید نے بھی ان کی خاطر سلطان سے کہہ کر ان کو مطمئن کیا، اور سلطان فیروز شاہ

نے بھی اہل ہند کو ان کے مطالبات سے دوچند عطا فرمایا، (ص ۲۲-۲۴)

ایک بار سلطان حسین حضرت مخدوم جانیان نے دہلی کو اپنی آمد سے شرف بخشا، اس وقت سلطان فیروز شاہ سوات کی نعم میں دارالسلطنت بابر تھا اس لیے حضرت مخدوم جانیان کو سلطان کی ملاقات کے لیے دہلی میں دس مہینے رکنا پڑا، اس آشنائیں دہلی کے باشندے اور دوسرے مقامات کے لوگ خدمت میں حاضر ہو کر ہر قسم کے مذہبی اور دنیوی فیوض حاصل کرتے رہیں مجلسوں میں کبھی درس و تدریس ہوتی کبھی شرعی اور فقهی مسائل کی تشریح ہوتی کبھی اخلاق و معاشرت کو سنوارنے کی تعلیم دی جاتی، اور کبھی عموماً غرض مض و وقائے بیان کیے جاتے ان تمام محفوظات کو حضرت مخدوم جانیان کے ایک مرید سید علاء الدین علی بن سعد حسینی نے جامع العلوم کے نام سے مرتب کیا تھا، جس کا اردو ترجمہ دارالمنظوم ۸۵۵ صفحے پر مشتمل ہے۔

سلطان کی عدم موجودگی میں وزیر اور شعرا سے ہر قسم کی خاطر و تواضع میں لگے رہے، سلطان فیروز شاہ کا لائق وزیر خانجہان قدسوس کی لیے آیا تو اٹنا سے گشتگو میں اسکو نصیحت کی کہ وہ عدل و انصاف میں شریعت کا دامن کی سال میں نہ چھوڑے، خانجہان دوسری مرتبہ آیا تو بادشاہ کی طرف سے چونتیس جوڑے کپڑے لایا، حضرت مخدوم نے ان کو دیکھ کر فرمایا، اگر شروع میں تو پہنوں گا، ورنہ بچوں کی والدہ کے لیے رکھ چھوڑوں گا، خانجہان نے قسم کھائی کہ شروع میں حضرت مخدوم جانیان کو عجب اطمینان ہو گیا تو کپڑے قبول کر لیے، اور فرمایا میں بادشاہ کا دیا ہو کپڑا پہن لیتا ہوں کہ بادشاہ کا حکم بجالاؤ واجب ہے،

دہلی ہی کے قیام کے زمانے میں حضرت مخدوم جانیان کے ایک بھائی سید علاء الدین

سلطان فیروز شاہ سے جا کر شاہی لشکر میں لے، وہاں سے حضرت مخدوم جہانیاں کے پاس آ
تو عرض کیا کہ سلطان نے ان کو ایک گھاؤں، دو ہزار ٹیکے اور خلعت عطا کی ہے

ایک بار ایک شخص نے اگر عرض کیا کہ میں نے حج کی نیت کی ہے، آپ سلطان کو
لکھ دیں کہ مجھ کو زور راہ عنایت کرے، یہ سن کر مشیون سے فرمایا، سلطان کو لکھ دو، لیکن یہ بھی
فرمایا کہ فقہ میں ہے کہ جو شخص بادشاہوں سے خرچ لیکر حج کو جاتا ہے، اس کا حج قبول نہیں ہوتا،
اسی قیام کی مدت میں عید اضحیٰ بھی آگئی، حضرت مخدوم جہانیاں نے عید اضحیٰ کا دن جس
طرح گزارا، اس کی تفصیل ناظرین کے لیے دلچسپی سے خالی نہ ہوگی،

عید اضحیٰ کی صبح صادق ہوئی تو صبح کی نماز ادا کی، ننانوے اسمائے الہی کے ورد و سحر فارغ
ہوئے تو طلوع آفتاب سے پہلے صلیٰ سے اٹھے غسل فرمایا، اور جب آفتاب کسی قدر بلند
ہوا تو پاکی میں سوار ہو کر عید گاہ کی طرف روانہ ہوئے، مقتدرین بھی ساتھ تھے، تکبیر کہتے
جاتے، اور ہر امیون سے بھی تکبیر کھڑاتے، راستہ آہستہ آہستہ طے کرتے، عید گاہ کے قریب
پہنچے تو پاکی سے اتر پڑے، تازہ و ہنود کیا، ریش مبارک میں لنگھی کی، پھر مسجد میں داخل ہوئے،
اس وقت تک کچھ زیادہ لوگ نہیں آئے تھے، محراب کے سامنے پہلی صف میں جا کر تشریف
ہوئے، مقتدرین پیچھے بیٹھ گئے، فجر کی نماز کے بعد کے اوراد و وظائف پڑھتے رہے، خطیب نے
آنے میں تاخیر کی تو فرمایا بقدر عید کی نماز جلد ہوئی چاہیے تاکہ قربانی جلد ہو، اور جانور بے چارے
قید میں نہ بندھے رہیں، ذبح ہو کر وہ اپنی منزل مراد کو پہنچ جائیں، پھر خادم خاص کو بلا کر
کہا کہ داروغہ مطہر سے تاکید کر دو کہ سلام پھیرتے ہی جا کر قربانی کرے، تاکہ ہم یاروں کے
ساتھ قربانی کے گوشت سے انظار کریں، اس لیے کہ یہ مستحب ہے، اس اثنا میں سلطان

فیروز شاہ کا وزیر خاجان آیا، اس کو دیکھ کر پوچھا کہ تمھاری تباہی شروع ہے، جواب دیا، شروع ہی
پھر پوچھا مومے بند سوتی ہے یا ریشمی، جواب دیا سوتی، پھر فرمایا، تم اپنے بال کے جوڑے کھول کر
آگے ڈال دینا ورنہ نماز مکروہ ہو جائے گی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اپنے بال کو
کھول دو تاکہ وہ بھی تمھارے ساتھ سجدہ کریں، اسی سلسلہ میں فرمایا، بعض نادان ریشم کے کپڑے
پہن کر نماز پڑھتے ہیں، ایسی نماز اس کے منہ پر ماری جاتی ہے، اسی درمیان میں سلطان فیروز
شاہ کے قاضی القضاۃ مدجہان نے قدوسی محل کی اونماز کے بعد اپنے یہاں مدعو کیا، نماز شروع
ہوئی، تو خطیب سے دوسری رکعت کی تکبیروں میں سنو گویا، نماز کے بعد علماء نے سہو کے
بارہ میں حضرت مخدوم جہانان سے رجوع کیا، فرمایا، عیدین کی تکبیریں واجب ہیں، مناسب
تو یہ ہے کہ نماز پھر سے پڑھی جائے لیکن مجھے کثیر ہے، اعادہ میں لوگوں کو زحمت ہوگی، اس لیے
اعادہ کی ضرورت نہیں، خطیب کے خطبہ کے بعد حضرت مخدوم نے چار رکعت نماز پڑھی
اور اپنے ہمراہیوں سے بھی پڑھوائی، ابھی وہ نماز پڑھی ہے تھو کہ دست بوسی کے لیے لوگوں
کا ہجوم ہوا، ہر طرف ایک شور مچا ہو گیا، شکل سے پاکی لائی گئی، اور جب پاکی پر سوار ہو کر روانہ
ہوئے تو لوگ پاکی کے ساتھ دوڑتے تھے، کوئی پاکی کو چومتا اور کوئی پاکی اٹھانے والوں
کو چومتا، ہجوم زیادہ بڑھا تو مخدوم نے لوگوں کو منتشر کیا، کہ ہجوم کی کثرت سے کوئی ہلاک نہ ہو جائے
صدر جہان بھی پاکی کے ساتھ ساتھ تھے، اور جب ان کے گھر پہنچے تو وہاں ائمہ، علماء، قضا
صدر، اور دوسرے اکابر پہلے سے موجود تھے، جنھوں نے اٹھ کر تعظیم کی، اثنائے گفتگو میں
حضرت مخدوم نے صدر جہان کو مخاطب کر کے فرمایا، اکبر اکبر کہتے ہیں، ان کو منع کرو،
یہ لفظ کفر کا ہے، اکبر شیطان کے ناموں میں سے ایک نام ہے، پھر فرمایا، مستحب یہ ہے کہ موزن
صاحب علم اور مفتی ہوتا کہ فتویٰ بھی دے سکے، گفتگو مختلف موضوع پر ہوتی رہی، اس کے بعد

اشراق کی نماز پڑھی، اشراق پڑھ چکے تو صدر جہان نے شربت کا ایک پیالہ پیش کیا، شربت دیکھ کر فرمایا عید ضحیٰ میں قربانی کے گوشت سے افطار کرنا سنت ہے، صدر جہان نے فوراً گلاب کی ایک سیخیں کرائی، اسی سے افطار کیا، اور ہمراہیوں کو بھی افطار کرنے کو کہا، اس کے بعد صدر جہان نے دسترخوان بچھوایا، کھانے کے بعد تمام لوگ رخصت ہوئے۔

سلطان فیروز شاہ جب نعم سے واپس آیا، تو اس نے شہزادہ محمود خان کو حضرت مخدوم جانیان کے پاس بھیجا، کہ ان کو جا کر شاہی محل میں لے آئے، تاکہ ان کی زیارت جلد جلد ہو، لیکن حضرت مخدوم جانیان کے ساتھ بہت لوگ تھے، اس لیے انھوں نے شاہی محل میں جانا پسند نہیں فرمایا، شہزادہ محمود خان جب رخصت ہونے لگا تو حضرت مخدوم جانیان نے اس کو کلاہ پہنائی، اور کچھ شیرینی بطور تبرک دی، سلطان فیروز شاہ نے پھر اور دوسرے شہزادوں اور ارکان سلطنت کو بھیجا کہ وہ شاہی محل میں ضرور تشریف لائیں، چنانچہ اس اصرار کے بعد وہ شاہی محل میں منتقل ہو گئے، جہاں شہزادے اور عمائدین سلطنت برابر خدمت میں حاضر رہتے تھے، ایک روز شہزادہ مبارک خان اپنے لڑکوں کے ساتھ قدسوسی کے لیے آیا، تو اس کی ٹوپی پر نظر پڑی، فرمایا ایسی ٹوپی پہناروا نہیں، لڑکے بھی اسی طرح کی ٹوپی پہنے ہوئے تھے، ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ تو بچے ہیں، ان سے تو مواخذہ نہیں ہوگا، لیکن ان کے دلی سے باز پرس ہوگی۔

ایک روز جامع مسجد میں نماز پڑھتے تشریف لے گئے، تو موزن نے اذان میں اکبر کی جگہ ”اکبار“ کہا، فرمایا یہ کفر ہے، سیدہ انجباب اور صدر جہان کی توجہ اس طرف دلائی، سلطان کو خبر ہوئی تو موزن کو طلب کیا، اور اس کی جان کے لالے پڑ گئے، موزن حضرت مخدوم جانیان

کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہی عتاب کا ذکر کیا۔ حضرت مخدوم نے اس کی دلجوئی کی اور فرمایا
میں سلطان سے کہوں گا کہ تمھاری روٹی موقوف نہ کرے، لیکن اکبر نہ کہنا، اور نہ حمی علی
الصلوٰۃ کے بجائے حیا علی الصلوٰۃ کہنا، کیونکہ اس سے معنی بدل جاتے ہیں،

کئی بار سلطان فیروز شاہ نے بھی حاضری دی، پہلی دفعہ آیا تو حضرت مخدوم جہانیاں اشراق کی نماز
پڑھ رہے تھے۔ جب تک نماز پڑھتے رہے، سلطان کھڑا رہا، اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو
دونوں نے بڑی گرم چوٹی مٹھا کر دیا، سلطان نے پھولوں سے بھری ہوئی ایک ٹوکری پیش کی
حضرت مخدوم جہانیاں نے ان پھولوں کو حاضری میں تقسیم کر دیا، پھر سلطان کے آنے کا شکریہ
ادا کیا، اور دعائیں دیں، اس کے بعد ساتھیوں سے دو رکعت نفل نماز باجماعت ادا کرنے کو کہا
مولانا سراج الدین نے امامت کی، سلطان بھی جماعت میں شریک ہوا، نماز ختم ہو گئی تو حضرت
مخدوم جہانیاں نے فرمایا، امام شافعی کے نزدیک نفل نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جاسکتی ہے،
پھر فقہ کی کتاب کافی کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا عبادات میں غیر کے مسلک پر عمل کیا جاسکتا ہے،
یعنی اگر کوئی حنفی ہے تو شافعی کی عبادات میں شریک ہو سکتا ہے، لیکن معاملات میں غیر
مسلم پر عمل کرنا بالکل جائز اور درست نہیں، اس کے بعد سلطان سے نماز کی نیت،
خانہ کعبہ کی زیارت، حضرت شیخ بہاء الدین کی بزرگی، خرقہ مشائخ، دشمن نفس وغیرہ پر گفتگو
رہی، اسی اثنا میں حضرت شیخ بہاء الدین ذکر کیا کہ پوتوں اور دوسرے لوگوں کے لیے سلطان
سے کہہ کر وظائف مقرر کرائے، جب سلطان رخصت ہونے لگا تو اس نے حضرت مخدوم
جہانیاں سے اپنے پوتوں کے لیے دعائیں کرنے کو کہا، انھوں نے ان کے لیے وہی دعائیں
کیں جو حضرت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو دیا کرتے تھے، سلطان کو رخصت کرنے
کے لیے حضرت مخدوم جہانیاں نریبان سے نیچے آنا چاہتے تھے، لیکن سلطان نے دست مبارک

کپڑے کر نیچے آنے سے روکا، حضرت مخدوم نے کہا تم جب مجھ سے ملنے آئے ہو تو کچھ تو تمہاری
 تنظیم کرو، سلطان نے کہا واجب التنظيم تو آپ ہی ہیں، میں تنظیم کا مستحق نہیں، سلطان ہاجکا تر
 اس کے ساتھ آنے والے ارکانِ سلطنت بھی اسی طرح تنظیم و تکریم کا اظہار کرتے ہوئے رخصت
 سلطان دوسری دفعہ آیا، تو اس ملاقات میں کسی موقع پر حضرت مخدوم جہانیاں نے
 بعض اشعار پڑھے جو سلطان کو پسند آئے، ان کو خود بھی لکھا اور سیدہ محراب سے بھی لکھوایا
 وہ اشعار یہ ہیں :

ہمت بس بلند روزی کن	کر من از تو ہمین ترا خواہم
ہر آنکو غافل از مے بگزبان ست	در ان دم کا فرست امانان است
مبادا غائبے پیوستہ باشد	در اسلام بر مے بستہ باشد
حضوری بخش لے پروردگارم	کر من غائب شدن طاقت ندارم

فیروز آباد یعنی دہلی سے رخصت ہوتے وقت دور در پہلے لوگوں کے ہجوم سے
 بچنے کی خاطر سلطان خانہ کی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی، نماز کے بعد سلطان سے ملے،
 بعض فقہی مسائل پر گفتگو ہوئی، پھر لوگوں نے کچھ عرضداشتیں سلطان کی خدمت میں
 پیش کیں جن کو اس نے قبول کیا، اسی اثنا میں سلطان خانہ میں آخری ملاقات کے لیے
 لوگوں کا ہجوم بڑھا تو حضرت مخدوم جہانیاں نے ایک دریچہ سے روئے مبارک نکال کر
 لوگوں سے فرمایا، السلام علیکم، میں نے تمہارے بھائی (یعنی سلطان) اور جماعے دین
 کو خدا کو سونپا، تم بھی مجھ کو خدا کو سونپو، پھر لوگوں کے لیے دعائیں کیں، انوار کے
 روز اشراق کے بعد فیروز آباد سے نکل کر کوٹشک شکار عتہاں نہائے، اس وقت

سلطان کی طرف سے کھانا آیا، حضرت مخدوم جہانیاں نے ایام بیض کا روزہ رکھا تھا، لیکن اور لوگوں نے کھانا کھایا، اس موقع پر فرمایا مقطع اور دوسرے ملوک کو رشوت دینا یا ان کی مالی مدد کرنا بالکل جائز نہیں، بادشاہ کے لیے بھی یہ باتیں حرام ہیں، بد یہ لینا دینا بلکہ سنت ہے، بشرطیکہ یہ بد یہ رشوت نہ ہو، کسی احسان یا معاوضہ کی خاطر نہ دیا گیا ہو، صرف خدا کی خوشنودی کے لیے پیش کیا گیا ہو، البتہ بد یہ مین کفار کا کھانا قبول کرنا مسموع کچھ لوگ ساتھ تھے، اتہد کے وقت ان کو رخصت کیا، لیکن پھر بھی کچھ رہ گئے، چاشت کی نماز کے بعد چھوٹے شہزادے رخصت کرنے کے لیے آئے، ان کے جسم پر ریشم کا لباس دیکھ کر فرمایا ریشم کا لباس پہنا، حرام اس لباس کے پہننے کا وبال چھوٹے شہزادوں کے ولی پر ہوگا، پھر، در محرم ۱۰۸۷ھ کی صبح کی نماز کے بعد اچھ کی طرف روانہ ہو گئے، بعض معتقدین نے قدم چومنا جانا، لیکن چومنے نہ دیا،

فیروز شاہ پر بزرگان دین کے اثرات | حضرت مخدوم جہانیاں کی صحبت سے سلطان فیروز مین جو جلا ہوئی، اس کے اثرات اس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں مین ظاہر ہوتے رہے، وہ حضرت فرید الدین گنج شکر کے نواسے شیخ الاسلام شیخ علاء الدین کامرید تھا، لیکن اپنے تمام معاصر مشائخ و صوفیہ بھی بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ ملتا رہا، انھوں نے جو نصیحتیں مین ان پر عمل کرنے کی بھی کوشش کی، شمس سراج عقیف کی تاریخ فیروز شاہ مین ہے :

سلطان اپنے تمام عہد و حکومت مین اولیاء کرام کی متابعت کی، اور دامن مین ملوث بھی ہو گیا تھا، اس نے ہر وقت مشائخ کی پیروی کی اور انکی محبت کا دم بھرتا رہا۔ (ص ۳۳)

سلطان حضرت شرف الدین احمد شیری، حضرت چراغ دہلی اور حضرت قطب الدین منور کے
پند و نصائح سے بھی مستفیض ہوتا رہا، اور ان تمام بزرگان دین ہی کے فیوض و برکات کی وجہ سے
اس میں شریعت اور سنت کی پابندی کا جذبہ پیدا ہوا، اور اس نے اپنے دور حکومت میں
شریعت کے احیاء اور بدعات کے قلع قمع کرنے میں پوری کوشش کی، اسی سلسلہ میں اس
نے ایک رسالہ فتوحات فیروز شاہی قلمبند کیا، اس کا آغاز اس طرح کرتا ہے:

”حمد بے حد اور شکر بے شمار اس خالق غفور و شکور کا ہے جس نے مجھے بے جا رہے
مسکین فیروز بن رجب محمد شاہ بن تغلق شاہ کے غلام کو سنت رسول کو زندہ کرنے، بخیر
کو مٹانے، بری باتوں کو دور کرنے، حرام چیزوں کو روکنے اور فرائض و واجبات
کی پابندی کی توفیق بخشی۔“

فیروز شاہ نے شریعت کی پابندی کی خاطر جو اقدام کیے، اس کی پوری تفصیل فتوحات
فیروز شاہی میں ملے گی، ایک جگہ رقمطراز ہے:

گذشتہ زمانے میں بیت المال میں نامشروع اور حرام مال جمع کیا جاتا تھا، مثلاً
ترکاریوں کی منڈی، دلالوں کے بازار، نقاب، طرب و نشاط، پھولوں کے فرو
پان، غلہ، پھل، ندانی، صابون سازی، ریشمان فروشی، روغن گری، خشک چنے،
تربازی، قمار بازی، دادیگی، چرائی..... وغیرہ پر خنکی لی جاتی تھی، ہم نے
دخا تر دیوان کو ہدایت کدی کہ ان تمام چیزوں کی وصولی کو ختم کر دین، اور کوئی
وصول کرے تو اس کو سزا دیں، اور بیت المال میں جو مال آئے وہ شرع مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم اور کتب دینیہ کے مطابق ہو، اور وہ یہ ہیں، خراج اراضی،

عشور، زکوٰۃ، جزیہ، لاداد، خونِ کمال، غنیمت اور معدنیات کا غس، اور جو مال کلامِ پاک کے حکم کے مطابق نہ ہو، وہ بیت المال میں جمع نہ کیا جائے،
معاشرتی اصلاح کے سلسلہ میں اس کی مساعی جمیلہ ملاحظہ ہوں:

شہر کے مسلمانوں میں ایک ایسا رواج ہو گیا تھا جس کو اسلام جائز نہیں رکھتا ہے، متبرک دفنوں میں عورتیں ہالکی، پھکیٹے، ڈولے، گھوڑے اور اونٹ پر سوار ہو کر اور پامیاد جو ق جوق شہر سے باہر آتی تھیں، اور مزاروں پر جاتی تھیں، بد معاش اور اوباش لوگ اپنی نفسانی خواہشوں کی خاطر ان عورتوں کو چھیڑ کر فتنہ و فساد پیدا کرتے، عورتوں کا باہر جانا شرعاً منوع ہے، ہم نے حکم دیا کہ کوئی عورت مزار کی زیارت کو نہ جائے، اگر کوئی جائے تو اس کی سزا کی جائے، حق تعالیٰ کی عنایت سے اب محفدات اور مستورات باہر نہیں آتی ہیں، اور نہ زیارت کو جاتی ہیں اب یہ بدعت دور ہو گئی ہے

کھانے، پینے، لباس و پوشاک اور روزمرہ کی دوسری چیزوں میں بھی شریعت کی پابندی کا لحاظ رکھا، چنانچہ لکھتا ہے:

گذشتہ زمانے میں دستور یہ تھا کہ جاندی اور سونے کے برتنوں کو دسترخوان پر استعمال کرتے تھے، اور تلواریں کے قبضہ اور ترکش کو سونے سے مرصع کرتے تھے، اس کی ممانعت کر کے میں نے اپنے ہتھیاروں کو شکاری جانوروں کی ہڈی سے مرصع کیا، اور وہ برتن استعمال کیے جو شریعت میں جائز ہیں،

گذشتہ زمانے میں یہ دستور تھا کہ کپڑوں پر تصویر بناتے تھے، اور ان کو شاہی خلعت کے طور پر لوگوں کو پہناتے تھے، اسی طرح لگام، زین، سوار کی کپڑے، عود کی گلیٹھوں، ٹبٹ،

لے فتوحاتِ فیروز شاہی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ص ۱۰۷، فتوحاتِ فیروز شاہی ص ۱۰۷

پیارے، صراحی، لوہا، خمیون، پردون، تخت، کرسی اور تمام ساز و سامان پر تصویریں بناتے تھے۔ خدا کے حکم ہدایت کی پٹی میں نے حکم دیا کہ ان چیزوں سے ان تصویروں کو مٹا دیں اور جو چیزیں شریعت میں جائز ہیں ان کو بنائیں، اور گھروں اور محلوں اور دیواروں پر جو تصویریں بنائی گئی ہیں ان کو بھی مٹا دیں،

اس سے پہلے بڑے لوگوں کا لباس ریشمی اور زردوزی کا ہوتا تھا، جو شرعاً جائز نہیں، خدا کی توفیق سے تمام لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے موافق ہو گئے، اور زردوزی کے جھنڈے اور زربفت کی ٹوپیاں جن کا عرض چار انگلی سے زیادہ نہ ہو، جائز قرار دی گئیں، اور جو لباس خلاف شریعت تھا جائز نہ ہو وہ مٹا دیے گئے، مندرجہ بالا تمام حقائق کی تصدیق شمس سراج عقیق بھی کرتا ہے، اپنی تاریخ فیروز شاہی میں رقمطراز ہے:

”سلطان فیروز شاہ نے خدا کی عنایت و مہربانی سے ہمالک و مہوسے تمام غیر مشرک امور کو جو خلاف احکام شرع ملک میں رائج تھے، دور کیا، فیروز شاہ نے ہر ہم و روا کو جو خلاف شرع نظر آیا، قطعاً موقوف کر دیا۔

سلاطین کے خلوت خانہ میں مصور نقاشی کیا کرتے تھے تاکہ خلوت کے وقت بادشاہ کی نظر ان تصاویر پر پڑے، فیروز شاہ نے خوف خدا کی وجہ سے حکم دیا کہ اس خلوت خانہ میں اس قسم کی نقاشی نہ کی جائے، بلکہ بجائے تصاویر کے باغات و مناظر قدرت کے نقش و نگار بنائے جائیں،

سلاطین قدیم کے محلات میں لوہے، تانبے، چاندی اور سونے کے پت اور دوسری

مورین رکھی جاتی تھیں، بادشاہ نے ان کو خلاف شرع خیال فرا کر ان کو دور کیا،
 اسی طرح پہلے سلاطین سونے اور چاندی کے ظروف میں خورد و نوش کرتے تھے لیکن
 فیروز شاہ نے ان کو بھی خلاف شرع خیال کر کے اپنے یہاں سے علیحدہ کر دیا، اور پتھر
 اور مٹی کے برتن استعمال کرنے شروع کئے، اسی طرح مراتب کے علم و ثنائیات پر
 تصویریں بنائی جاتی تھیں، بادشاہ نے اس رسم کو بھی قطعاً موقوف کر دیا،
 وجہ یہ ہے کہ علماء و مشائخ ہر وقت بادشاہ کے قریب رہتے تھے، اسی لیے فیروز شاہ
 کو ہمیشہ مکروہ و حرام اشیاء و افعال کا علم رہتا تھا، بلکہ یہ مقدس گروہ ممالک
 محروسہ کے ہر محصول کے متعلق جواز و عدم جواز کی رائے سے بادشاہ کو مطلع کرتا
 تھا، اور فیروز شاہ ہر نامشروع محصول سے دست کش ہو جاتا اور اس طرح
 بے حد نقصان برداشت کرتا رہا۔

فیاضی | بادشاہ یا متقدمین کی طرف سے حضرت مخدوم جانیان کے پاس ہدیے آتے تو
 ان کو قبول کر لیتے، ایک موقع پر فرمایا کہ میں سے فتوح آجاتی ہیں تو میں قبول کرتا
 ہوں، کیونکہ شیخ مکہ عبداللہ فیاضی، شیخ مدینہ عبداللہ مطری اور دوسرے مشائخ نے فرمایا کہ فتوح
 قبول کر کے دوسروں تک پہنچا دو، اور کچھ اپنی ضرورت کے لیے بھی رکھو، اسی پر ابراہیم
 مکہ منظم سے شیراز تشریف لے گئے تو ابراہیم نے بادشاہ نے سونے اور چاندی کے سکے طشت میں پش
 لیکن یہ تمام سکے ان ہمراہیوں کو دیدیے جو مقروض تھے، شیرازی یہ ایک شاگرد جو حضرت مخدوم جانیان

سے تاریخ فیروز شاہی ص ۲۱۴ نیز دیکھو اردو ترجمہ (جامع عثمانیہ) ص ۲۴۲ بعض تذکروں مثلاً خزینۃ الاصفیاء
 (ج ۲ ص ۶۰) اور راۃ الاسرار (ص ۸۸) قلمی نسخہ دارالمنہجین میں ہے کہ سلطان ابراہیم شرقی والی جو بعد حضرت مخدوم
 جانیان کا حکم کرتا تھا، لیکن صحیح نہیں ہے کہ چونکہ سلطان ابراہیم تیسرے میں تخت پر بیٹھا اور حضرت مخدوم جانیان کی وفات ۸۵۷ھ میں
 ۸۵۷ھ دارالمنظم ص ۲۳۸ ۸۵۷ھ ایضاً ص ۶۶۲

سے مصایح پڑھتا تھا کئی ہزار دینار پیش کیے لیکن یہ تمام دینار ہمسوں کے حوالے کر دیے جن کو اپنی لڑکیوں کی شادیاں انجام دینی تھیں۔

رشد و ہر اسیت زمانے میں دن بھر تین بیڑیں آتیں رات تک تقسیم کر دی جاتیں، یہاں تک خانقاہ میں پانی بھی نہیں رہتا، فریادی بزرگ تجرید باطن میں محبت پیدا کرتی ہو، پھر محبوب کے سوا کسی اور چیز کی طلب نہیں ہوتی، جب کوئی چیز باطن میں ہوتی تو قرض لے کر مدد فرماتے، ایک بار ایک وظیفہ خواہشیں اللہ

مسعود عاتقی نامی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کی کہ آج ان کو وظیفہ نہیں ملا ہے خادم خاص کو بلا کر پوچھا تو اس نے کہا کہ ابھی تک کہیں سے فتوح نہیں آئی ہے، فرمایا بقال سے قرض لے کر وظیفہ دید و شنیدیں الدین مسعود عاتقی نے کہا کہ کافر سے قرض لینا مکروہ ہے، فرمایا حاجت کے وقت مسلمان اور کافر سے قرض لینا درست ہے۔

ایک بار ایک سید آئے، انھوں نے اپنے لیے کفن کا کپڑا مانگا، اس وقت کوئی کپڑا نہ تھا اور نہ دام تھے، جاڑے کا بستر موجود تھا، خادموں سے فرمایا جاڑے کا موسم ختم ہو چکا ہے، بستر سے روئی نکال لو، اور کپڑا کفن کے لیے دید و روئی بیچ کر رام کہہ لو تاکہ درویشوں کے وظیفے کے لیے کام آئے، یہ کہہ کر نماز پڑھنے لگے، خادم خاص نے ایسا ہی کیا، اور کہنے لگا قطب عالم کیسی شفقت رکھتے ہیں، پھر یہ آیت پڑھی وَمَا آتَا سَلٰمًا اِلَّا سَلٰمًا اِلَّا حَمْدًا لِلّٰہِ اَمین حضرت مخدوم جہانیاں نے یہ آیت سن کر تڑپ دی اور فرمایا یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہے، کسی اور کے لیے نہیں ہو سکتی ہے۔

ایک بار ایک عوب آیا، اس نے کہا کہ میں مکھنوتی کی طرف جانا چاہتا ہوں، بھگنوتی دار اور کپڑے دیکھئے، اسی وقت ایک مرید ایک ٹشت میں بھر کر مصری تمغہ لایا، حضرت مخدوم جہانیاں

نے عوب سے کہا کہ تم میرے لیے اس نے لے لیا اور پھر کپڑے کا طلب گار ہوا، جسم مبارک پر جو کپڑا تھا، وہ کسی نے عاریتہ پہنا دیا تھا، کہ وہ تبرک ہو جائے، اس لیے عوب کے فرمایا کہ یہ کپڑے میری ملک ہونے تو میں تم کو دیدیتا، لیکن وہ عوب کسی طرح راضی نہیں ہوتا تھا، خادموں نے اس پر غصہ کا اظہار کیا، عوب نے کہا اے مخدوم آپ کے خادم جھکوا کر مارنا چاہتے ہیں، فرمایا اگر وہ تمہیں ماریں تو مجھے مار ڈالنا، میں نے اپنا خون تجھے معاف کیا، اور اپنی گردن مبارک جھکادی، عوب یہ خلق دیکھ کر سجدہ شاکر ہوا، اور قدموں پر گر پڑا، حضرت مخدوم جہانیاں نے اس کو اپنے بیل میں لے لیا، اور اپنی ٹوپی پہنا کر رخصت کیا۔

جب کوئی بد پیش کرتا تو اس کا بدلہ کسی نہ کسی صورت میں ضرور ادا کرتے، ایک بار ایک متعلقہ نے سوئے اور چاندی کے ٹنگے پیش کیے، جب وہ رخصت ہونے لگا تو اس کو اپنی بارانی دیدی، اور فرمایا حدیث صحاح میں ہے کہ جو شخص تمہارے لیے کوئی بد یہ لائے تو تم اس کو بدلہ ضرور دو، اگر اس کی قدرت نہیں رکھتے ہو تو تم اس کے لیے دعا میں کرتے ہو، یہاں تک کہ تم کو یقین ہو جائے کہ بد یہ بدلہ ہو گیا۔

مہمان نوازی جب کوئی ملنے آتا تو اس کو کچھ نہ کچھ ضرور کھلاتے، فرماتے جو شخص کسی زندہ آدمی کی ملاقات کو آئے اور اس کے یہاں کوئی چیز نہ چکے تو گویا اس نے کسی مرنے کی نیابت کی، کہیں سے کوئی مہمان آتا تو جب تک مقیم رہتا اس کے لیے کھانے پینے کا سامان اور نفقہ و وظیفہ کا انتظام کروا کر ایک حجرہ علیحدہ کر دیا جاتا۔

عفو و درگزر عافہ اور قیام گاہ سے چرین اکثر جردی ہو جاتیں لیکن صبر و تحمل سے کام لیتے، ایک بار دہلی کے قیام کے زمانے میں کسی نے چادر چالی، ایک متعلقہ نے کہا کہ چور کے لیے آپ

بڑھا کریں، بار بار چیز چالے جاتے ہیں، فرمایا ہرگز بدعا نہ کروں گا، بلکہ چور اگر آجائے تو میں چادر اس کو بخش دوں گا، میری بہت سی چیزیں مثلاً ٹٹکا، اور سبجو وغیرہ چور اٹھا کر لے گئے لیکن میں نے کبھی بدعہ نہیں کی۔

غیر شرعی تنظیم سے پرہیز | مقتدینِ عامیت تنظیم و تکرم میں پاؤں چومنے کی کوشش کرتے، لیکن چومنے نہیں دیتے، بعض مریدین تنظیم میں سجدہ کرنے کی کوشش کرتے، لیکن ان کو سجدہ کرنے نہیں دیتے، فرماتے غیر حق کو سجدہ کرنا درست نہیں ہے، ہمارے مذہب میں سجدہ تحیت جائز نہیں، امام شافعیؒ کے یہاں پر، استاد، والدین اور خسر کے لیے سجدہ روا ہے، لیکن ہمارا ہی مسلک صحیح ہے۔

خاکساری | ایک مرید نے مدح لکھی، اور قطبِ عالم شیخ الشیوخ اور سید السادات کے نقاب لکھے، سبکو فرمایا، مجھ کو گداے عالم کہو۔

مناصرِ صدیقہ کا احترام | ایک بار حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد فیضی نے حضرت مخدوم جہانیاں کے پاس کنفش بھیجی جس کا مطلب یہ تھا کہ میں آپ کا کنفش پا ہوں جعفر مخدوم جہانیاں نے اس کے بدلے میں اپنی دستار بھیجی جس سے مراد یہ تھی کہ آپ میرے سرتاج ہیں، سمنان سے آکر حضرت جہانگیر سمنانی نے ان کی قدمبوسی کی تو بہت ہی شفقت سے ملے، اور فرمایا:

بقہ اذنتے بے طلب صادق بہ دماغ رسیدہ جہاد و زکات سے نیم اذکار سے سیاد و زید،

اس کے بعد حضرت جہانگیر کو سبکا حضرت شیخ علاء الدین لاہوری کی خدمت میں

لے الدار المنظوم ص ۴۱، لے ایضاً ص ۸۵۵ لے ایضاً ص ۲۶، لے ایضاً ص ۴۳

لے مونس القلوب بحوالہ سیرۃ الشریف ص ۱۵۱

بھیجا، اچہ میں حضرت شیخ جمال الدین بھی ایک بلند پایہ بزرگ تھے، ان کے فضائل و مناقب کا ذکر ملفوظات میں اکثر آیا ہے، حضرت مخدوم جانیان کے والد بزرگوار کو حضرت شیخ جمال الدین سے کچھ غلط تھی، لیکن حضرت مخدوم جانیان نے اپنے غفلت ان شباب میں درمیان میں پرہیز کر کے غلطی دور کر دی تھی، حضرت شیخ جمال الدین کی اولاد سے برابر شفقت و محبت سے پیش آتے رہے، اور ان کے لیے فیروز شاہ سے وظائف بھی مقرر کرائے گئے۔

سماع | سماع سے پرہیز کرتے اور فرماتے کہ سماع میں اختلاف ہے، لیکن اس شخص کے لیے مباح ہے جو اس کی اہلیت رکھتا ہے،

اشاعت اسلام | غیر مسلم خصوصاً ہندو خدمت میں حاضر ہو کر مشرت بہ اسلام ہوتے، ایک ہندو عورت مسلمان ہو کر ولیہ ہو گئی، تمام رات بیدار رہ کر عبادت کرتی، اور اکثر مکہ معظمہ جا کر خانہ کعبہ کے طواف میں روحانی لذت حاصل کرتی، حضرت مخدوم جانیان اچہ سے دہلی تشریف لاتے تو راستے میں بہت سے غیر مسلم ان کے دست مبارک پر اسلام لانے لگے،

ازدواجی زندگی | حرم محترم بھی بڑی عابدہ و زاہدہ تھیں، ایک موقع پر فرمایا "لوگون کی مان سجدہ کے وقت مجھ سے پہلے اٹھیں، اور جب وہ سجدہ کی نماز میں پڑھ لیتیں تو دعا گو کر بیدار کرتیں، بی بی ایسی ہی چاہیے۔"

ایک اور موقع پر ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ایک بار وہ عبادت میں مشغول تھیں کہ بیہوشی کی طرح سجدہ میں گر پڑیں، جب ہوش میں آئیں تو سجدہ سے اٹھیں، میں نے ان سے کہا جا کر وضو کر لو، کیونکہ بیہوشی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، کہنے لگیں مجھ کو بیہوشی

لے لطائف شریفی ج ۲ ص ۴۹ خزینۃ الاصفیاء، راج ۲ ص ۹۰ اور چراۃ الاسرار میں ہو کہ حضرت مخدوم جانیان نے حضرت شیخ علاء الدین کے جنازہ کی نماز پڑھائی، لیکن یہ صحیح نہیں، کیونکہ حضرت مخدوم جانیان کی وفات ۸۵۰ھ میں ہوئی، اور حضرت شیخ علاء الدین کا وصال سنہ ۸۰۰ھ میں ہوا، لہذا مدار المنطوق ص ۱۰۱ ۵۸۵ ایضاً ص ۹۸، ۵۸۵ ایضاً ص ۸۸، ۵۸۵ ایضاً ص ۸۸، ۵۸۵ ایضاً ص ۱۳۱

یعنی، میں نے دل کی آنکھوں سے حق تعالیٰ کو دیکھا، پھر نظم میں کیوں نہ سجدہ کرتی، بادشاہ مجازی کے لیے تو ہزاروں تعظیم کی جاتی ہے، بادشاہ حقیقی کی تعظیم سجدے سے کیوں نہ کرتی؟

بعض لڑکوں کے نام یہ تھے، سید شمس، سید باہ، سید صدر الدین، سید ناصر الدین، انکی قبریں سکرا اور بھکر میں ہیں، سید ناصر الدین کے متعلق حضرت خواجہ ابوالصفا میں ہے:

”جامع ہود میان علوم شریعت و طریقت و حقیقت و شرافت و سیادت و نجابت و خوارق و کرامات و ولایت و تہ عالی و مراتب بلندداشت، صاحب اولاد کثیر بود..... در طریقت نسبت ارادت بہ پدر بزرگوار خود داشت و از دے خلافت و اجازت حاصل فرمود“ (ج ۲- ص ۶۹)

مرآۃ الاسرار میں ہے:

”حضرت سید جلال کی بہت سی اولاد تھی، اور ان کے اکثر فرزند ولایت کے مرتبہ کو پہنچے، ان میں سے ایک شاہ جلال بھی تھے، جو اپنے بھائیوں کے جھگڑے کی وجہ سے اوچ سے قنوج آگئے تھے، اور اسی شہر میں سکونت اختیار کر لی، اپنے کشف و کرامات کی وجہ سے بڑی شہرت پائی، ان کے صاحبزادے بھی صوری و معنوی کمالات کی وجہ سے مشہور ہوئے، قنوج اور نواح قنوج کے لوگ ان ہی کے سلسلہ ارادت سے منسلک رہے، اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے، حضرت شیخ فرزند وہی کے نواح شکار پور میں محو خواب ہیں، ان میں شاہ عمر، شاہ محمود، اور شاہ کبیر بڑے صاحب کشف و کرامات تھے، اور بہت مشہور ہوئے، حضرت کے ایک فرزند شاہ قلب عالم کجرات میں دفن ہیں“

حضرت مخدوم جانیان کے پوتے حضرت شیخ کبیر الدین بڑے صاحب دل تھے، انکا

شمار برگزیدہ اولیاء اللہ میں کیا جاتا ہے،

وصال لطافت اشرفی میں ہے کہ رحلت کے وقت ہفتہ سال ایک مہینہ اور چھبیس روز کے تھے، سال وفات ۱۰۸۰ھ ہے، چار شنبہ کا دن تھا، اسی روز عید ضحیٰ بھی تھی، عید اضحیٰ کی نماز پڑھ کر طبیعت زیادہ خراب ہوئی، اور غروب آفتاب کے وقت مالک حقیقی سوجاٹے، مزار اقدس اچھ شریف میں ہے، جو ریاست بھاوپور میں ملتان سے شتر میل کے فاصلہ پر جنوب مغرب میں واقع ہے،

ملفوظات حضرت مخدوم جانیان کے مختلف ملفوظات کے مجموعوں کے نام یہ ہیں:

(۱) خزانہ جلالی (۲) سراج الہدایہ (۳) جامع العلوم،
خزانہ جلالی کا ذکر تہہ کروں اور کتب خانوں کی فہرستوں میں ہے، لیکن یہ مجموعہ سیر نظر سے نہیں گزرا، سراج الہدایہ کا ایک قلمی نسخہ ریاست رام پور کے کتب خانہ میں ہے، اس کے مرتب کا نام احمد برنی ہے، جو حضرت مخدوم جانیان کے مرید تھے، اس میں ۱۰۰۰ کے دس مہینوں کے ملفوظات ہیں، جو حسب ذیل مختلف ابواب میں منقسم ہیں،

باب اول در بیان احادیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، باب دوم در بیان روایت پروردگار و مسائل دینی، باب سوم در بیان فوائد و احکام شرع جملہ بصحت کتب و قصہ قوم لوط، باب چہارم حکایات، باب پنجم در بیان قصص انبیاء و بیان دعا و نماز برائے برآمدن حاجت، باب ششم در بیان احادیث مصابیح و فضائل میوہا و خضریات بر حکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و حدیث قطعات ثمان خزانہ، باب ہفتم در بیان اشعار

لے خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۶۵ لے لطافت اشرفی ج اول ص ۳۹۲ لے اخبار الاخیار ص ۳۳۲، فہرست

ملفوظات فارسی بنگال ایٹیاٹک سوسائٹی ص ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱

عربی و نظم و نضائل سورہ فاتحہ، باب نہم مسائل متفرقہ،

تمام ملفوظات میں سب سے زیادہ مفید، دلچسپ اور مفصل جامع العلوم ہے جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں بار بار آچکا ہے، اس میں دہلی کے قیام ۸ ربیع الآخر ۱۱۸۱ھ سے ۱۱۸۲ھ تک کے ملفوظات ہیں، اس کا اردو ترجمہ المذموم فی ترجمہ ملفوظ المذموم کے نام سے مولوی ذوالفقار احمد نقوی نے نواب سید نور الحسن صاحب کی فرمائش پر کیا، جو مطبع انصاری دہلی میں چھپا، اور ۱۸۵۵ھ میں پیش ہے، اس میں تصوف کے تمام حقائق و معارف ہیں، ان کے علاوہ بکثرت ایسے شرعی، فقہی، اخلاقی اور معاشرتی مسائل بھی ہیں جن کے مطابق ایک مسلمان آج بھی اپنی روزمرہ زندگی کو روحانی، مذہبی اور اخلاقی طور پر سنوار سکتا ہے،

تعلیمات | گذشتہ صفحات میں حضرت مخدوم جہانیاں کی زندگی کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے ان سے ان کی تعلیمات کا اندازہ ہوگا، ملفوظات میں ایسے اور اود و طائف بکثرت ہیں جن کی مداومت سے روحانی مدارج طے کیے جاسکتے ہیں، ان کے علاوہ بعض خاص خاص باتوں کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے،

فقر | فقر کے لیے حسب ذیل پنج چیزیں ضروری بتائی ہیں،

- (۱) توبہ (۲) علم (۳) علم (۴) عقل (۵) معرفت (۶) عافیت (۷) رحمت
- (۸) قناعت (۹) صدق (۱۰) یقین (۱۱) عبادت (۱۲) ذکر (۱۳) زہد (۱۴) تقویٰ
- (۱۵) توکل (۱۶) تفکر (۱۷) رجا (۱۸) صبر (۱۹) شکر (۲۰) سخاوت (۲۱) خلوت و عزلت
- (۲۲) رضا (۲۳) اخلاص (۲۴) بے چارگی (۲۵) اخلاق (۲۶) تواضع (۲۷) خوف
- (۲۸) اعتقاد (۲۹) افلاس (۳۰) تحمل (۳۱) شوق (۳۲) تجرد (۳۳) لطف (۳۴) یہ

(۳۵) خشوع (۳۶) (۳۷) (۳۸) ریاضت (۳۹) شرف (۴۰)
 (۴۱) مسرتی (۴۲) بہت (۴۳) محبت (۴۴) (۴۵) وصل (۴۶) قرب (۴۷) ادب
 (۴۸) اشتیاق (۴۹) تسلیم (۵۰) دیدار

اگر مندرجہ بالا تمام چیزیں حاصل نہ ہو سکیں تو حسب ذیل چیزوں کے لیے کوشش کرنی چاہیے :

(۱) توبہ (۲) توکل (۳) حمد (۴) صبر (۵) شرم (۶) زہد (۷) قناعت (۸) تسلیم
 (۹) صدق (۱۰) عطا (۱۱) دیدار (۱۲) تفکر (۱۳) ہیبت (۱۴) شکر (۱۵) عصمت
 اگر یہ بھی حاصل نہ ہوں تو پھر مندرجہ ذیل چیزیں اختیار کی جائیں :

(۱) توبہ (۲) عبادت (۳) زہد (۴) صبر (۵) عرفان (۶) شکر (۷) توکل (۸) طلب و دست
 ان میں ہر ایک صفت ایک ایک پیغمبر کے ساتھ منسوب ہے
 اگر یہ چیزیں بھی حاصل نہ ہوں تو ایک سالک کے لیے سجادہ پر بیٹھ کر مشائخ کے گرد
 میں شامل ہونا کسی طرح جائز نہیں

فقر کے ابتدائی دور میں مذکورہ بالا چیزوں کے حاصل کرنے میں مشکلات درپیش ہوں
 تو دل سے حریفیل چیزوں کو دور کرنا چاہیے :

(۱) غصہ (۲) حسد (۳) بغض (۴) عجب (۵) لہو (۶) شہرت پسندی (۷) حرام چیزوں
 کے کھانے، پینے، سننے اور دیکھنے کا خیال (۸) کاہلی (۹) انتقام، ان کو دور کر کے
 تواضع اختیار کرنا چاہیے

۲۰۲۰ء سراج الہدایہ کے قلم نویسین اتفاق پر مقرر ہوئے، تفصیل کے لیے دیکھو اس حقیر تالیف

کا صفحہ ۶۰ سراج الہدایہ علی نسخہ

شرائط ذکر | ذکر کے لیے چار شرطیں ضروری ہیں: (۱) تصدیق یعنی جو کچھ ذکر کی زبان پر ہو اس کا یقین اس کے دل سے بھی ہو، اگر یہ تصدیق نہیں تو ذکر منافق ہے (۲) تنظیم، یعنی زبان پر جو کچھ ہو اس کی عظمت بھی دل میں ہو، اگر یہ تنظیم نہیں تو ذکر بدعتی ہے (۳) علاوت، یعنی ذکر ذکر سے پوری لذت اٹھائے، ورنہ وہ ریاکار ہے (۴) حرمت، اگر ذکر کے وقت اس کی حرمت کا خیال نہ ہو تو ذکر فاسق ہے،

عقبات سالک | عقبات کے معنی گھاٹیاں ہیں، راہ سالک میں مختلف قسم کی گھاٹیاں آتی ہیں، پہلی گھاٹی دنیا ہے، جب سالک راہ سالک میں گامزن ہوتا ہے تو دنیا کہتی ہے تو کہاں جاتا ہے، لوٹ! میرے پاس کتنے لذائذ ہیں، یہ میوے، یہ کپڑے، یہ عورتیں ہیں، ان کو چھوڑ کر کہاں جاتا ہے، لیکن سالک ان سے منہ موڑ کر ان کو محض فانی چیزیں سمجھتا ہے، تو وہ منزل مقصود کی طرف بڑھتا ہے، ایک سالک کو ہمیشہ حق تعالیٰ سے الجا کرتے رہنا چاہیے، کہ اس کو گھاٹیوں سے پار کر دے،

مقامات سالک | سالک کے دو مقامات ہیں، ابتدا اور انتہا، مقام ابتدا توبہ ہے، توبہ دو طرح کی ہے، ایک توبہ کہ شریعت و طریقت کی معصیتوں سے توبہ کرے، یعنی حرام، مکروہ چیزوں، بے ادبی اور اخلاقِ نوحیمہ سے پرہیز کرے، اور دوسرے ماسوائے اللہ سے توبہ کرے، مقام انتہا تکلیف مع اللہ ہے، اور یہ قدیم معنی باری تعالیٰ کو حاصل کرنے اور محدث یعنی دنیا کو چھوڑ دینے سے حاصل ہوتا ہے، وہ شخص کبھی عاقل نہیں جو نعمتوں سے لطف اٹھائے، اور نعمتوں کے دینے والے یعنی باری تعالیٰ سے غافل ہو جائے،

حالات سالک | ان مقامات کو طے کر کے ایک سالک میں تین حالتیں پیدا ہوتی ہیں،

سلوک، وقوف، رجوع، سلوک سے مراد وہ حالت ہے جس سے منزل مقصود کے مقامات طے ہوتے ہیں، ان مقامات کو طے کرنے میں توقف بھی ہوتا ہے، جس کو وقوف کہتے ہیں، سالک جب کسی مکروہ یا حرام چیز کی طرف مائل ہو جاتا ہے، یا اس میں کسل پیدا ہو جاتا ہے، یا وہ دنیا سے اختلاط شروع کر دیتا ہے، تو پھر مقامات طے نہیں ہوتے، وقوف کا علاج رجوع ہے، یعنی سالک کو صابر و شاکر رہ کر پھر ایک بار تائب ہونا چاہیے اور وقوف کو دور کرنے کے لیے مفید مشاغل مثلاً درس و تدریس امامت، مساجد، کتب، مکاسب اور تعلیم صبیان اختیار کر لینا چاہیے، لیکن ان مشاغل میں اللہ اور اسکے رسول کے احکام کو بجا لانے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو،

منازل سلوک | ایک سالک کی چار منزلیں ہیں، ناسوت، ملکوت، جبروت، لاہوت، منزل ناسوت نفس کی جگہ ہے، جب ایک سالک کے نفس سے اوصاف ذمہ زائل ہو جاتے ہیں، تو وہ عالم ملکوت میں پہنچتا ہے، یہ دل کی جگہ ہے جس میں فرشتوں کی صفعتیں پائی جاتی ہیں، اس منزل سے گزر کر سالک عالم جبروت میں پہنچتا ہے، جو روح کی جگہ ہے، اس میں روح کی وہ تمام صفعتیں پائی جاتی ہیں جو حق تعالیٰ کی ذات سے قریب کرتی ہیں، اس منزل کے بعد لاہوت ہے، جہاں "خود" سے رہائی حاصل ہو جاتی ہے،

یہ تمام منزلیں نفس، دل اور روح کے ذریعہ سے طے ہوتی ہیں، نفس شیطان کی جگہ ہے، دل فرشتوں کا مقام ہے، اور روح محل نظر حق ہے، جو نفس کی پیروی کرتا ہے، وہ دوزخ کی آگ میں جلتا رہے گا، جو دل کی متابعت کرے گا، اس کی جنت نیم حاصل ہوگی، اور جو روح کی فرمانبرداری کرتا ہے، اس کو خداوند کریم کے پاس جگہ ملے گی،

معرفت جس کو معرفت حاصل ہوتی ہے وہ خداوند تعالیٰ کی حکمت کے لطائف اور اس کی محبت کے حقائق سے واقف ہو جاتا ہے، معرفت کا نور ہر قسم کے انوار پر غالب آتا ہے، نہ اس پر گناہوں کی تاریکیاں چھا سکتی ہیں، نہ اس کو شہوتوں کی خواہشیں کثیف بنا سکتی ہیں، نہ اس کو انکار اور غفلت کا غبار چھپا سکتا ہے۔

خلفاء | حضرت سید اشرف جہانگیر نے اپنے آپ کو حضرت مخدوم جہانیاں کا بھی خلیفہ بتایا ہے، ان کا ذکر آگے آئیگا، بعض اور دوسرے خلفاء کے اسماء گرامی یہ ہیں:

سید صدر الدین راجو قتال، حضرت مخدوم جہانیاں کے سکے بھائی تھے، ان کی تعلیم و تربیت میں صاحب کرامت ہوئے، وفات ۸۲۵ھ میں ہوئی، مرزا دہلی میں ہے،

شیخ اخئی راجگری، خزینۃ الاصفیاء میں ہے:

”مرید و خلیفہ حضرت مخدوم جہانیاں بود، آنحضرت دے راجخطاب اخئی یاد می فرمود، وطن اصلی دے موضع زہرا از اعمال پر گنہ دریا باد سرکار اودھ است بعد عطائے خرقہ خلافت صاحب ولایت دیار قنوج شد چون در آنجا رسید از دھام خلق بسیار شد آنجا موضع راجگری کہ بر آب دریاے گنگا است متوطن شد“ (ج ۲ ص ۶۴-۶۳)

حضرت سید علم الدین، سادات ترمذ میں تھے، قنوج وطن تھا، حضرت مخدوم جہانیاں سے مرید ہو کر ان کے حکم کے بموجب جو بنہور آئے سلطان بہلول شہر قنوج کی ملازمت میں منسلک ہو کر امرا میں داخل ہوئے۔ پٹہ بلاؤن (?) جاگیر میں ملا، خزینۃ الاصفیاء

مین ہے :-

از کامل ترین خلفاء و مریدان حضرت مخدوم جہانیاں است (ج ۲ ص ۶۴)

شیخ سراج الدین، حافظ قرآن تھے، حضرت مخدوم جہانیاں نے ان کے پیچھے
برسون نماز پڑھی تھے، وفات ۸۳۵ھ میں ہوئی، مزار کالپی میں ہے،

سید اشرف الدین مشہدی، شیخ بابو تاج الدین بکبری، سید محمود شیرازی
سید سکندر بن مسعود، سید علاء الدین بن حیدر سینی (مرتب جامع العلوم)، سید شرف الدین
سامی اور مولانا عطاء اللہ بھی اکابر خلفاء میں تھے،

لے خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۶۸ لے لطائف اشرفی ج ۱ ص ۳۹۲

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ

لقب | سید محمد اشرف آئم گرامی اور جہانگیر لقب تھا۔

وطن و خاندان | آل سمنان میں تھے، ولادت باسعادت سمنان میں ہوئی، والد بزرگوار محمد ابراہیم سمنان کے سلطان تھے، والدہ ماجدہ خدیجہ بیگم خواجہ احمد یسوی کی لڑکی تھیں ان کے زہد و عبادت کا حال یہ تھا کہ ان سے تہجد کی نماز کبھی قصا نہ ہوئی، پوری رات عبادت میں گزارتین، اور صائم الدہر رہیں۔

تعلیم | تین بہنوں کے بعد حضرت ابراہیم مجددی کی دعاؤں کی برکت سے حضرت سید اشرف پیدا ہوئے، سات سال کے ہوئے تو سات قرأتوں کے ساتھ کلام پاک حفظ کیا، چودہ سال کی عمر میں معقولات و منقولات کی تعلیم ختم کی جس سے تمام عراق میں مشہور ہو اوزنگ نشینی | والد بزرگوار کی وفات کے بعد سمنان کی عنان حکومت سنبھالی، ان کے زمانہ حکومت کے عدل و انصاف کے بہت سے قصے مشہور ہیں، لطائف اشرفی کے مؤلف نے اس عدل و انصاف کا ذکر اشعار میں کیا ہے،

چون اوزنگ سمنان بد و تازہ گشت جہان از عدالت پُر آوازہ گشت
بدورانِ عدلش ہمہ روزگار گلستان شدہ عدل آور بار
زہے عدل و انصاف آن دادگر کہ بر پیش گرگے نہ بند و دگر

لے لطائف اشرفی ج ۲ ص ۸۸، لے ایضاً ج ۲ ص ۹۰ لے ایضاً ص ۹۱

بشاہین زندبال بازی کلنگ کبوتر سوے باز آور و جنگ
اگر فیل بر فرق موری گذر کسند مور بر فیل آرد و نظر
کہ این دور سلطان اشرف بود چنان ظلم تو بر سر من رود

تبرک سلطنت | حکومت کے زمانہ میں بھی حضرت سید محمد اشرف فرائض و سنن اور واجبات
نوافل کے پابند تھے، راہ سلوک کی طرف طبیعت صغریٰ سے مائل تھی، اس لیے خواب میں
بزرگان دین ہی کو دیکھتے، اور ان سے فیوض حاصل کرتے، بالآخر ایک رات خواب
میں دیکھا کہ حضرت خضر فرما رہے ہیں کہ سلطنت الٰہی چاہتے ہو تو یہ دنیاوی سلطنت
چھوڑ کر ہندوستان جاؤ، اس خواب کے بعد والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر
ہوئے، اور اپنا ارادہ ظاہر کیا، والدہ نے فرمایا تمھاری پیدائش سے پہلے میرے والد
بزرگوار نے بشارت دی تھی کہ میرے گھر میں ایک فرزند پیدا ہوگا، جس کے نور ولایت
سے تمام عالم منور ہوگا، اللہ کا شکر ہے کہ وہ وقت آ پہنچا، سفر مبارک ہو،
والدہ ماجدہ کی اجازت سفر کے بعد سلطنت اپنے بھائی سلطان محمد کے سپرد
کر کے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے،

سفر | تین منزل تک بارہ ہزار سپاہی اور قورچی رخصت کرنے آئے، ان کو وداع کر کے
حضرت سید محمد اشرف ماوراء النہر ہوتے ہوئے بخارا پہنچے، بخارا سے مرقند آئے، مرقند
تک کچھ گھوڑے سواری میں ساتھ تھے، لیکن ان گھوڑوں سے راحت کے بجائے
رسوائی محسوس کی، اس لیے فقرا کو دیکھتے، مرقند سے اوچہ دارہ ہوئے، جہاں حضرت
سید جلال الدین بخاری مخدوم جانیان جان گشت کی خدمت میں پہنچے، حضرت

جہانیاں جہان گشت نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا:

بعد از مدتی بوسے طالب صادق بدماغ رسیدہ، بعد از روزگارے نسیم از
گلزار سیادت وزیدہ، فرزند بسیار مردانہ برآمدہ، مبارکباد، زود قدم در دامنہ کہ
برادر م علاء الدین غنمظر مقدم شریف ہستند زینما، درواہ جائے نمائی، (لطائف اشرفی

جلد دوم ص ۹۴)

حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت سے فیضیاب ہو کر دہلی میں نزول اجلال فرمایا۔
یہاں کے مشائخ سے منتقم ہو کر بہار کی طرف رخ کیا، قصبہ بہار شریف اس وقت پہنچے
جب حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد کبھی منیرؒ کا جنازہ رکھا ہوا تھا، حضرت مخدوم
نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کے جنازہ کی نماز وہی شخص پڑھائے جو صحیح النسب سید ہو،
تاریک ملک سے ہو، اور سات قرأتوں کا قاری ہو، یہ تمام شرطیں حضرت سید محمد شرف
میں موجود تھیں، اس لیے انہی نے حضرت مخدوم کے جنازہ کی نماز پڑھانے کی
سماعت حاصل کی، کچھ دنوں حضرت مخدوم کے مزار اقدس پر مراقبہ کر کے روحانی
فیوض و برکات بھی حاصل کیے، اس کے بعد بنگالہ کی طرف آگے بڑھ گئے۔

بیعت | اس زمانہ میں اہل بنگالہ حشمتیہ سلسلہ کے بزرگ حضرت شیخ علاء الدین علاء الحق بن
الاسلام ہوسنی بنگالی کی مذہبی و روحانی تعلیمات سے فیضیاب ہو رہے تھے، یہ حضرت خواجہ
نظام الدین اولیاء کے مشہور خلیفہ حضرت شیخ سراج الدین انجی عثمان کے خلیفہ تھے، حضرت
شیخ علاء الدین کے خاندان کے لوگ دزانت اور دوسرے بڑے بڑے شاہی عہدوں
پر مامور تھے، لیکن خود انھوں نے درویشی اختیار کی تھی، جید عالم بھی تھے، اس لیے مذہبی

اور روحانی تعلیمات کے لیے ان کے پاس لوگ بکثرت آتے، ان کی سخاوت بھی مشہور تھی، ان کی خانقاہ کے اخراجات پر سلاطین کو بھی رشک ہوتا تھا، روضہ شریف پنڈو شریف (ضلع مالہ) میں ہے، لیکن قیام سدا گاؤں اور بنگال کے دوسرے مقامات پر بھی رہا، لطائف اشرفی میں ہے کہ حضرت سید اشرف کے آنے سے پہلے حضرت علاء الدین نے اپنے مریدوں کو نثارت دی تھی کہ

آن کے کہ از دو سال انتظار آدمی کشیدہ ایم و طریقی مواصلت آدمی دیدیم

امروز فردا می رسد (ج ۲ ص ۹۵)

اور جب حضرت سید اشرف پنڈو کے قریب پہنچے تو حضرت علاء الدین قیلو فرما رہے تھے، لیکن یکایک بولے

”بوسے یار می آید“

اور اس محافظہ پر شہر سے باہر نکلے جو حضرت سراج الدین انجی سے ان کو ملا تھا، شہر سے ان کو باہر جاتے دیکھ کر مریدوں اور معتقدوں کا ہجوم بھی ان کے ساتھ ہو گیا بعض باباؤں اور بعض گھوڑوں پر سوار تھے، حضرت سید اشرف کے استقبال کے لیے یہ جلوس شہر سے ایک کوس باگہلچپ حضرت سید اشرف کی نظر حضرت شیخ علاء الدین پر پڑی تو دور سے دوڑے اور ان کے قدموں پر جا گرے، حضرت شیخ علاء الدین نے والہانہ انداز سے ان کو اٹھا کر گلے سے لگایا، اور فرمایا،

چہ خوش باشد کہ بعد از انتظار
بامید رسد امید دارے

حضرت علاء الدین کے محافظہ خاص پر حضرت سید محمد اشرف خانقاہ تشریف لائے

تفصیل کیلئے دیکھو انبلا و لیا ص ۱۳۵، لکھ لطائف اشرفی میں بند و رزم قوم ہے جو نابالگ کتابت کی غلطی ہے،

جہان ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی گئی، اور جب مرشد نے بیعت سے مشرت کیا تو حضرت سید محمد اشرف نے فی البدیہہ یہ اشعار کہے،

نماۃ تاج دولت بر سر من علاء الحق والدین گنج ناباست

زہے پرے کرتک از سلطنت داد بر آردہ مرا از چاہ آفاست

مرشد کی خدمت میں بارہ سال رہے، خرقہ خلافت کے علاوہ ان ہی سے جہانگیر

کا لقب پایا، خود فرماتے ہیں

مرا از حضرت پیر حبان بخش خطاب آمد کہ اے اشرف جہانگیر

کنون گیرم حبان معنوی را کہ فرمان آمد کہ از ستہم جہانگیر

ایک موقع پر حضرت اشرف جہانگیر کو باندھ رہے تھے کہ مرشد نے پوچھا کیا کرنا

ہو، حضرت جہانگیر نے جواب دیا،

میان براسے خدمت می بندم

یعنی خدمت خلق کے لیے کمر کس رہا ہوں، مرشد نے فرمایا:

اگر می بندی محکم بہ بند کہ بیج در میان نہ اری،

یعنی اگر کمر کس رہے ہو تو مضبوط کسو تا کہ پھر در میان میں کوئی چیز باقی نہ رہے، حضرت اشرف

جہانگیر نے عرض کیا:

آرزو سے نفس از میان بیرون کشیدہ ام تا زندہ ام

یعنی اپنی میان سے نفس کی آرزو کو دور کر دیا ہے، جب تک تودہ ہوں نفس

کی آرزو کو دور رکھوں گا، مرشد نے پینکر فرمایا مبارک باد،

نواح جو بنور کا سفر | جب ہر قسم کے روحانی فیوض سے متمتع ہو چکے تو مرشد نے اپنے جلیل
المرتب خلیفہ کو نواح جو بنور کی طرف جانے کا حکم دیا، حضرت جہانگیر دل پر جبر کر کے
مرشد سے رخصت ہوئے، سفر میں اونٹوں اور گھوڑوں کی کافی تعداد ساتھ رہی، سب
میں لوگوں نے ان کی درویشی میں یہ امارت دیکھ کر اعتراض کیا تو فرمایا،

مخ طویلہ در گل زدہ ام نہ در دل لہ

قیام محمد آباد گمنہ | مزید ہوتے ہوئے قصبہ محمد آباد گمنہ (اعظم گڑھ) پہنچے، یہاں کے تمام علماء و فضلاء نے
آئے تو رسولؐ کے چار بار پر گفتگو ہونے لگی، حضرت اشرف جہانگیر نے خلفاء و اشراف
کی مدح میں ایک رسالہ لکھا تھا، اس میں حضرت علی رضی کرم اللہ وجہہ کی مدح اور
خلفاء سے نسبت زیادہ کی تھی، محمد آباد گمنہ کے علماء نے اس پر بحث کرنی شروع کی اور

حضرت اشرف جہانگیر پر فیض کا الزام عائد کیا، دوسرے دن جمعہ تھا، جمعہ کی نماز کے بعد علماء کا محضر ہوا، انھوں نے حضرت اشرف
جہانگیر کے خلاف فتویٰ دیا، لیکن قصبہ کے مفتی اور سر حلقہ علماء مولانا سید خان نے تمام علماء سے
اختلاف کیا، اور حضرت اشرف جہانگیر کی حمایت میں کہا کہ وہ سید ہیں، اگر انھوں نے
اپنے جدا مجد کی شان میں کچھ کلمات استعمال کیے تو اس میں کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا
ہے، یہ سُن کر علماء شرمندہ ہوئے، حضرت اشرف جہانگیر نے سید خان کو دعائیں دیں،
رفتہ رفتہ اور دوسرے علماء بھی حضرت اشرف جہانگیر کی بزرگی کے قائل ہوتے گئے،

قیام ظفر آباد | غالباً محمد آباد گمنہ سے ظفر آباد پہنچے، ظفر آباد میں پہلے تو لوگوں کا سلوک
اچھا نہ رہا، لیکن آہستہ آہستہ بعض کرامتیں دیکھ کر لوگ ان کی طرف ملتفت ہوئے،
یہیں حضرت شیخ کبیر سرور پوری مرید ہوئے، جو بڑے صاحب علم اور صاحب ثروت

تھے اور آگے چل کر حضرت اشرف جہانگیر کے محبوب خلیفہ ہوئے۔

قیام جوپور | کچھ دنوں کے بعد حضرت اشرف جہانگیر ظفر آباد سے جوپور آئے، اور وہاں
کی ایک عین نزل اجلال فرمایا، ان کی تشریف آوری پر ملا قاضی شہاب الدین دولت آبادی
ملنے آئے،

قاضی شہاب الدین دولت آبادی | قاضی شہاب الدین اپنے زمانہ کے بڑے جید عالم تھے، ان کو
اپنے زمانہ میں جو شہرت اور مقبولیت حاصل تھی ان کے معاصر علماء میں کسی اور کو نہ ہوئی،
اصلی وطن تو غوین تھا، لیکن دولت آباد وکن میں نشوونما پائی، وہلی اگر اس عہد کے
متاثر علماء مثلاً قاضی عبدالقادر اور مولانا خواجگی دہلوی سے مختلف قسم کے علوم و فنون
کی تعلیم حاصل کی، قاضی عبدالقادر کو ان کی ذات پر فخر تھا، ان کے بارہ میں
ایک بار فرمایا کہ میرے بیان ایک طالب علم آیا ہے جس کا پرست بھی علم ہے،
مغز بھی علم ہے اور استخوان بھی علم ہے، امیر تیمور کے ہنگامہ کے زمانہ میں مولانا
شہاب الدین نے وہلی کو خیر آباد کہا، سلطان ابراہیم شرتی کی دعوت پر جوپور
پہنچے، سلطان نے ان کی بڑی تعظیم و توقیر کی، اور قاضی القضاۃ کے عہدہ پر
ماور کیا، انھوں نے بہت سی کتابیں لکھیں مثلاً (۱) شرح کافیہ جو شرح
ہندی کے نام سے ان کی زندگی ہی میں بہت مقبول اور مشہور ہوئی، کہا جاتا
ہے کہ ملا عبدالرحمن جامی نے جب کافیہ کی شرح لکھی اور قاضی شہاب الدین
دولت آبادی نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ ملا جامی نے میری شرح ہندی کا خلاصہ
لکھا ہے (۲) ارشاد در نحو جو ایک نئے طرز پر نحو کی ایک کتاب ہے،

(۳) بدیع البیان، علم بلاغت پر ایک رسالہ ہے (۴) بحر المواجہ، یہ فارسی زبان میں کلام پاک کی ایک تفسیر ہے (۵) اصول ابراہیم شاہی، اس میں عربی زبان میں اصول شرح پر بحث ہے، یہ ابراہیم شاہ کے نام سے موسوم ہوئی (۶) رسالہ تفسیر علوم (۷) رسالہ در صنائع (بزبان فارسی) شعر گوئی میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے، قاضی شہاب الدین جب حضرت اشرف جہانگیر سے ملے تو ایسے گردیدہ ہوئے کہ کبھی تو روزانہ، اور کبھی دوسرے تیسرے دن خدمت میں حاضر ہوتے، حضرت اشرف جہانگیر نے بھی ان کے علم و فضل کی بڑی قدر دانی کی، اور ان کی تصنیف ارشاد در نحو کے متعلق فرمایا،

”انکہ می گویند کہ سحر از ہندوستان راست آمد غالباً این راست
سحر بودہ“

قاضی شہاب الدین نے حضرت اشرف جہانگیر کی صحبت میں باطنی اور روحانی کمالات بھی حاصل کیے، چنانچہ حضرت اشرف جہانگیر نے ان کو خرقہ خلافت اور ملک العلماء کا خطاب عطا کیا، لطافت اشرفی میں ہے،

حضرت قاضی خدمتے شایستہ و ملازمتے بایستہ شد و لباس خرقہ گردند و
بخطاب ملک العلماء مخاطب گردند و مہین خلفاء ولایت آب و بہترین نماز
اصحاب اند، جامع بودہ میان علوم ظاہری و باطنی، صاحب معاملات یقینی و
جامع واردات دینی شدہ بود، تشرع بسیار داشت، ریاضات شدیدہ و مشاہدات

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھو اخبار الاخبار ص ۱۶۹، خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۳۹۰ و مشاہیر جوہر ص ۳۳-۳۴

۲۔ لطافت اشرفی ج ۲ ص ۱۰۶

جدیدہ کشیدہ کثرت خلافت و اجازت یافتہ

”قاضی شہاب الدین ہی کی وساطت سے سلطان ابراہیم شاہ اپنے خزانہ و امراء کے ساتھ کئی بار حضرت اشرف جہانگیر کی قدسوسی کے لیے آیا، ان ملاقاتوں کی تفصیل لطافت اشرفی میں اس طرح درج ہے :

”حضرت قاضی نے عرض کیا کہ آج سلطان اشرف ملاقات سے کثرت ہونا چاہتے ہیں، لیکن اس خادم کی خواہش ہوئی کہ آج یہ فقیر غریب مست میں حاضر ہوئے توکل پھر سلطان کے ساتھ قدسوسی کا شرف حاصل کرے گا، (حضرت قدوۃ الکبر یعنی حضرت جہانگیر نے) فرمایا اس فقیر کے نزدیک تم سلطان سے بہت بہتر ہو، اگر سلطان آتے ہیں، آئے ہو، وہ حاکم ہیں، جب قاضی کو رخصت کیا تو فرمایا کہ ہندوستان میں انہی فضیلت (یعنی کہ قاضی میں ہے) کم دیکھی گئی ہے، دوسرے دن حضرت قدوۃ الکبر اپنے وفات میں مشغول تھے کہ معلوم ہوا کہ سلطان خزانہ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ آ رہا ہے، جب مسجد کے دروازے پر یہ جماعت پہنچی تو حضرت قاضی نے سلطان سے عرض کی کہ اتنے ازدحام کے ساتھ حضرت سید کی ملاقات کے لیے جانا مناسب نہیں، ان کو تکلیف ہوگی، آخر سلطان نیچے اترا آیا، اور اپنی جماعت سے پس اہل فضیلت و اہل فراست کو منتخب کر کے پائے بوسی کے لیے حاضر ہوا، اس نے حضرت کے دل کو ہاتھ میں لینے کے لیے حد سے زیادہ ادب اور احترام کیا، اس نے قلعہ جادہ کی فتح کے لیے ایک بہت بڑا لشکر بھیجا تھا، اس کے لیے وہ مترود تھا، اس نے حسب حال حضرت قدوۃ الکبر کے سامنے یہ اشعار پڑھے،

لہ لطافت اشرفی ج ۱ ص ۱۰۴

دلی کان انور است از جام جمشید روان روشن تر از خورشید باشد

چہ حاجت عرض کردن بر ضمیرش کے کور ایقین امید باشد

حضرت قدوة الکبراء نے فرمایا

اگر بر یقین شد قدمت استوار گرد ز در باجم از آتش بر آ

اور جب سلطان رخصت ہونے لگا تو حضرت نے ایک منہ عطا کی جس سے وہ

بہت خوش ہوا، اور جب قیام گاہ پر پہنچا تو بولا

”تجہ سیدیت عالی جناب و مقاصد آب الحمد للہ کہ در ہندوستان جنین مردم

در آمادہ اند“

تین روز کے بعد سلطان تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ حضرت قدوة الکبراء

کی خدمت میں پھر آیا، روٹی کا ٹکڑا اور شربت ساتھ لایا، لوگوں نے قلعہ کی فتح پر

مبارک باد دی، لیکن حضرت نے فرمایا، سلطان کو مبارک باد دو کہ بندہ وازے

کو کھولے، اس مرتبہ سلطان کی عقیدت ہزار گنی زیادہ ہو گئی، اور عرض کیا کہ

بندہ تو جناب کے ہاتھ پر بیعت ہو چکا، بندہ زادے بھی حلقہ بیعت میں داخل ہو گئے،

اور اسی روز تین شہزادے شرف بیعت سے مشرف ہوئے، سلطان نے بہت سے

نذرانے دینے کی کوشش کی، لیکن حضرت نے قبول نہیں فرمایا، پھر حضرت سے وہیں

مستقل اقامت کے لیے بہت ہی اصرار کے ساتھ استدعا کی، لیکن حضرت نے

فرمایا، تمہاری سلطنت کے حدود سے باہر نہ جاؤں گا، اس جو اب سلطان

بہت ہی پُر امید ہوا، حضرت قدوة الکبراء، وہاں دو مہینے سے زیادہ

مقیم رہے، چھوٹے بڑے لوگ شرف بیعت سے مشرف ہوتے رہے،

میں ایک جگہ ٹھیکر حضرت اشرف جہانگیر اصحاب خاص کے سامنے سلوک و عرفان کے رموز و نکات بیان کیا کرتے تھے، اسی لیے اس جگہ کا نام دارالامان رکھا گیا، اور اس کے شمال میں ایک پردہ ولی جگہ روح افزا کے نام سے مشہور ہوئی، جہاں اگر بزرگان دین روحانی فیوض حاصل کرتے تھے،

فیومن | حضرت اشرف جہانگیر کا معمول تھا کہ وہ مختلف مقامات پر جا کر رشد و ہدایت فرماتے، چنانچہ کچھ چھپ کے اُس پاس اور کبھی دور کے قصبوں اور قریوں میں نزول اجلال فرما کر خواص و عوام کی اصلاح و تربیت کرتے، جب اودھ یعنی اجدھیا تشریف لے گئے تو وہاں کے ملوک و امرا و مرید ہو کر متمتع ہوئے، خود اودھ کے حاکم نواب سیف خان کو حضرت اشرف جہانگیر سے بڑی عقیدت ہو گئی، چنانچہ تربیت پاکر صوری و معنوی اوصاف سے متصف ہوئے، اور حضرت اشرف جہانگیر نے ان کو خزانہ خلافت عطا کیا، اودھ ہی میں حضرت شمس الدین نے جن کا شمار علمائے نامدار اور فصحاء و زکات میں ہوتا تھا، حضرت اشرف جہانگیر کی صحبت کی کیا اثر سے راہ سلوک کے تمام مدارج بہت جلد طے کر لیے، اور وہ حضرت اشرف جہانگیر کے بڑے محبوب خلیفہ ہوئے، حضرت جہانگیر کو ان پر بڑا ناز تھا، فرماتے تھے، "اشرف شمس و شمس اشرف از ہم جدا نہ اند"۔
 ردودی پنچ تو شیخ صفی الدین صفی اور شیخ سہار الدین صحبت خاص سے فیضیاب ہوئے شیخ صفی الدین علوم ظاہری میں بلند مرتبہ رکھتے تھے، خود حضرت اشرف جہانگیر نے ان کے متعلق فرمایا،

در بلاد ہند کے راکر بقون درخندہ غریب و شیون عجائب پیراستہ و یم

لے لطائف اشرفی ص ۱۰۸ لے ایضاً ص ۱۱۱ لے ایضاً ص ۴۰۲

وی بودہ۔" (ج ۱ ص ۴۰۴)

حضرت اشرف جہانگیر کے ہاتھ پر جب شیخ صفی الدین نے بیعت کی تو حضرت جہانگیر نے ان کے لیے دعا کی کہ ان کو نور الانوار حاصل ہو، اور ان کی اولاد میں تحصیل علم کا سلسلہ برابر جاری رہے، پھر صرف ان ہی کی خاطر ردولی مین چالیس روز قیام فرمایا، اور اس موقع میں ان کو سلوک کی تمام تعلیمات دین، اور خلافت بھی عطا کی، ان کا شمار حضرت اشرف جہانگیر کے اجل خلفاء میں ہوتا ہے،

شیخ سہار الدین بھی حضرت جہانگیر کے ممتاز خلفاء میں تھے، ان کے بارے میں حضرت اشرف جہانگیر فرماتے ہیں:-

در طے انوار سب از یاران ما دو کس را واقع افتادہ بود یکے شیخ ابوالکلام
را کہ اہتمام تمام درخی او مہذول شد تا اذان در طے مملکہ بدر آمدہ دوم شیخ سہار الدین
را از محنت بسیار و کلفت بے شمار اذان در طے بدر آوردہ شد۔" (ج ۱ ص ۵۰۵)

ردولی کے پاس ایک گاؤں میں ایک ممتاز بزرگ مولانا کریم الدین رہتے تھے، مولانا جب حضرت اشرف جہانگیر سے ملے تو فرمایا، سبحان اللہ! سید اشرف جہانگیر ایک ایسے شہباز ہیں جس کے کونین دو بازو ہیں، وہ دریا ہیں جس کا کوئی ساحل نہیں ہے۔
حضرت اشرف جہانگیر کا ورد مسعود و اسمو (آسمو) میں ہوا تو وہاں ایک ہزار آدمی ان سے مرید ہو کر فیضیاب ہوئے۔

قصبہ جالس کو اپنی آمد سے شرف بخشا تو وہاں کے دو تین ہزار آدمی حلقۂ بیعت میں داخل ہوئے، چالیس کے ایک بزرگ مولانا غلام الدین تیسرے عالم اور فقیہ تھے۔

لے لطف اشرف ج ۲ ص ۸۲ ایضاً ۸۳ ایضاً ص ۸۴

انھوں نے حضرت اشرف جہانگیر سے تعلیم پا کر خلافت بھی پائی، یہاں ایک دوسرے بزرگ شیخ کمال بھی حضرت اشرف جہانگیر کے خلیفہ تھے، جو جالس کے لوگوں کو روحانی تعلیم تربیت دیتے تھے، ایک بار ان کے یہاں دعوت تھی، دعوت کا انتظام قصبہ کے کچھ لوگوں کے سپرد تھا، لیکن میں وقت پر شیخ کمال کو معلوم ہوا کہ دعوت کا انتظام نہ ہو سکا، غصہ میں بدعادی کر یہ جل کر خاک ہو جائیں، اتفاق سے اسی روز قصبہ میں آگ لگی، اور تقریباً چار ہزار آدمی جل کر ہلاک ہو گئے، حضرت شیخ کمال کو بڑی زحمت ہوئی، مرشد کے پاس روح آباد یعنی کچھوچھو پہنچے، لیکن مرشد نے ان سے یہ کہہ کر ملنے سے انکار کر دیا کہ وہ میرے فرزندوں کو نذر آتش اور خانان برباد کر کے مجھ سے ملنے کیا آئے ہیں ایک مدت تک معذرت رہے، مگر مرشد کے آستانہ سے علیحدہ نہیں ہوئے بعض لوگوں کی سفارش پر ایک طشت میں ہزار چنگاریوں کی راکھ سر پر رکھ کر مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور تقصیر کی معافی چاہی، مرشد نے یہ کہہ کر صاف کر دیا کہ تمہارا ایمان تو سلا رہے گا، لیکن تم اور تمہاری اولاد پریشان رہے گی۔

جب قصبہ انہوں نے پہنچے تو وہاں کے تمام سادات نے بیعت ہونے کی سعادت حاصل کی، حضرت اشرف جہانگیر نے ان کے لیے دعا کی کہ وہ ہمیشہ آرام سو رہیں، جب قصبہ مدھورہ میں نزول احوال فرمایا تو وہاں شیخ خیر الدین اور قاضی محمد مدھوری نے پر جوش استقبال کیا۔

شیخ خیر الدین اپنے وقت کے جید علماء میں شمار کیے جاتے تھے، لیکن اصول وفقہ کے بعض مسائل پر علماء وقت سے سوالات کیے تو کسی سے تشفی بخش جواب نہیں

حضرت اشرف جہانگیر سے ملاقات کے بعد ان مسائل کی تشریح چاہی، تو حضرت نے ان کی تشریح اس طرح کی کہ شیخ خیر الدین کو پوری تسکین ہو گئی، اور اسی وقت حضرت جہانگیر کے ہاتھ پر بیعت کی، ان کے ساتھ بارہ اشخاص اور بھی حلقہ ارادت میں داخل ہوئے، ان ہی میں قاضی سدھوری بھی تھے، جن کے بارہ میں لطافت اشرفی میں ہے۔

”قاضی محمد سدھوری ہنونی علوم غریبہ دشین معلوم عجیبہ ہر راستہ بودند خضر“

در علوم اصول مشارالہ بودہ اند“ (ج ۱ ص ۱۰۹)

شیخ خیر الدین اور قاضی محمد سدھوری دونوں حضرت اشرف جہانگیر کے اجل خلفاء میں ہوئے، ان ہی کی وساطت سے سدھور کے چھوٹے بڑوں کی اولاد میں بھی حضرت جہانگیر کی تعلیمات سے مستفیض ہوتی رہیں، سدھور کے ایک اور بزرگ قاضی ابو محمد معین دین بھی روحانی تعلیم و تربیت پاکر متاخذ خلفاء میں ہوئے۔ (ج ۱ ص ۱۱۰)

ایک بار بنارس بھی تشریف لے گئے، اور وہاں کے بت خانوں کے پوجاریوں سے مناظرے کیے، دونوں طرف سے کرامت اور تہجد کے مظاہرے ہوئے اور آخر میں وہاں کے ایک ہزار ہندو حضرت اشرف جہانگیر کی کرامت سے متاثر ہو کر حلقہ گوبش اسلام ہوئے۔ (ج ۱ ص ۱۱۲)

ارباب ثروت کی اصلاح حضرت اشرف جہانگیر نے نواح جنوبی کے قیام کے زمانہ میں شرتی سلطنت کے معاصر حکمران اور اہل کبار سے گہرے تعلقات رکھے، ذکر آج کا ہے کہ سلطان ابراہیم شاہ اور اودھ کے حاکم نواب سیف خان اور وہاں کے امراء کس طرح حلقہ ارادت میں داخل ہو کر مستفیض ہوتے رہے، حضرت اشرف جہانگیر سلاطین، وزراء، اور امراء سے ارتباط رکھنے کے خیالات نہیں، لیکن فرمایا ہے کہ

کوئی درویش سلاطین و امراء سے خط فغانی اور لذت شہوانی کی غرض سے ملتا ہے تو وہ درویش نہیں، درویش کو ہر حال میں متوکل باللہ ہونا چاہیے، چنانچہ نواب سیف خان نے اودھ کا ایک قریب ذکر کرنا چاہا، جس کی آمدنی ایک لاکھ ٹنکہ تھی، تو اسکو قبول کرنا اپنی درویشی کی شان قناعت کے خلاف سمجھا اور فرمایا:

”کے را کہ قریر روزگار و پرگنہ ادوار سپردہ باشد او باین جزوی قریات مقید نشود“

حکمران طبقہ کے ظاہری اور باطنی اخلاق کیے سنوارنے میں برابر کوشاں رہے، ایک ملفوظ میں فرمایا جاندار سی اور شہریاری کو چار چیزوں سے نقصان پہنچتا ہے (۱) سلاطین کا لہذا دُنیا میں مستغرق ہو جانا (۲) اپنے مقربین کے ساتھ بد خلقی سے پیش آنا (۳) سزا دینے میں زیادتی کرنا (۴) رعیت پر ظلم کرنا ہے

بادشاہوں اور حکمرانوں کے اوقات کے نظم و نسق کی بھی تفصیل بتائی ہے کہ وہ اپنے روزمرہ کے مشاغل کو کس طرح ترتیب دیں، اور اسی کے ساتھ بعض مفید ہدایتیں بھی دی ہیں، فرماتے ہیں:-

بادشاہ اپنے اوقات کو اس طرح ترتیب دیں کہ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد اشراق تک وظیفہ پڑھیں، پھر علماء و صلحا کے ساتھ صحبت رکھیں، اور چاشت کے وقت تک ان سے عدل و انصاف کے متعلق قرآنی آیتوں کے مطالب پوچھیں، اسی جگہ وزیروں اور ندیموں کو بلائیں، اور یہ لوگ فوجوں کے جو معروفات پیش کریں ان کا مناسب جواب دیں، ہر شخص کے مدعا کو پورا کریں، اس کے بعد دربار عام ہو جس میں رعایا

اور مسلمانوں کے قصایا اور دعاوی پیش ہوں، اور شریعت کے مطابق انسان کے ساتھ فیصلہ ہو، مشائخ اور مالک کے معروضات کو حتی الوسع کسی کے تور سے سنیں، سادات قضاات اور مشائخ کی درخواستوں کو صدر پہنچائے، اس گروہ کے لیے ایک ایسے شخص کو مقرر کریں جو متدین اور سہرور ہو، بلکہ اس کو صوفی مشرب بھی ہونا چاہیے، وزیر تمام علوم و فنون سے آراستہ ہونے کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ دیندار ہو، وکالت کا منصب ایسے شخص کو دین جو پندیرہ اخلاق کا حامل، نہایت عقلمند، سریع الفہم اور حاضر جواب ہو، اس قسم کے ہر شخص کو کوئی نہ کوئی مناسب جگہ دین، حکومت کے چلاتے ہیں تخلیقات کے کام نہ لیں، ایک کے کام کے متعلق دوسرے سے نہ پوچھیں، قیلولہ کے وقت آرام کے لیے چلے جائیں، قیلولہ کے بعد نماز پڑھیں اور کبھی نماز نہ چھوڑیں، ظہر کی نماز کے بعد مستقر ہو سکے قرآن مجید کی تلاوت کریں، خصوصاً سورہ قدس اللہ کی مواظبت کریں، کیونکہ سلطان اس سورہ کی مواظبت کرتے آئے ہیں، سلطان محمود غازی انار اللہ برہانہ برابر اس سورہ کو پڑھا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ مجھ کو دولت اور شوکت اسی سورہ کی بدولت نصیب ہوئی، حضرت ابراہیم شاہؒ بھی ایسا ہی فرماتے تھے، خود میں نے جو سلطنت چھوڑی تو پہلی چیز جو میں نے اپنے برادر عزیز محمد شاہ سے کہی وہ یہی کہ اس سورہ کی تلاوت کریں اور رجال الغیب کے مقابلے سے اجتناب کریں، اور کوئی کام شریعت کے خلاف انجام نہ دیں، اور عدل و انصاف کے اصول میں ایک نقطہ سے بھی انحراف نہ کریں تاکہ سلطنت میں خلل واقع نہ ہو،

ایک اور موقع پر فرمایا:

لے اس سے مراد ابراہیم شاہ شہر قی جن ۷۷ لطائف اشرفی ج ۲ ص ۱۶۸-۱۶۹

تمام ارکان دولت اور اعوان مملکت ایک ایک عضو اور ایک ایک ذائقہ یا قوت کے مرتبہ میں ہیں، مثلاً مستولی، شرب، نافر، عارض، طغرائی، منشی، دبیر، حاجب، خازن، استاد دار اور دوسرے عہدیدار جو اس خمسہ و قوای بشری مثلاً آنکھ، کان، ناک، زبان، لس، نکر، خیال، وسم، حافظہ، ذاکرہ اور حس مشترک کے مانند ہیں، امرائے سلطنت اپنی قوت، شوکت، ہمت، رجائیت وغیرہ کے ساتھ اعضاء و ائیمہ ہیں، اور ادنیٰ درجے کے امراء مثل ہاتھ، بازو، ران، پنڈلی اور پاؤں کے ہیں، حاشیہ نشین، قوم اور عام رعایا وغیرہ اپنے مدارج کے مطابق رگ اور پٹھے وغیرہ ہیں، جس طرح ایک انسان اپنے ہر عضو کا محتاج ہے، اور ایک کے بغیر اسکے جسمانی نظام کو نقصان پہنچ جاتا ہے، اسی طرح ایک بادشاہ کو چاہیے کہ ارکان دولت و اصحاب مناصب کو ان کی اہلیت و استعداد کے مطابق ان کی دیانت اور نیک سیرت کو معلوم اور اچھی طرح پرکھ کر ان کو مختلف حصوں میں مقرر کرے اور اختیار دے کہ وہ اپنے کاموں کو پورے شرائط کے ساتھ ملک کے مصالح اور دربار کی بہبودی کے مطابق انجام دیں، اور بادشاہ ان کے کاموں سے باخبر رہے۔ (لطائف اشرفی ج ۲ ص ۱۱۴)

حضرت اشرف جہانگیر کی مذکورہ بالا تعلیمات کا اثر ان کے مرید سلطان ابراہیم شاہ شرقی پر نہایت گہرا پڑا، اوپر کے ایک اقتباس سے ظاہر ہوا ہو گا کہ یہ سلطان سورہ قدس اللہ کی مواظبت کیا کرتا تھا، چنانچہ اس سورہ کی برکت سے اس کی سلطنت گل گلزار اور لالہ زار بن گئی تھی، مورخین اور تذکرہ نویس اس سلطان کو دین پناہ، علمائے شریعت محمدی کا قدردان، درویش دوست اور رعیت پرور لکھتے ہیں، تاریخ فرشتہ میں ہے،

بریغ الدین دار کو سندوستان واپس آگئے، لیکن حضرت اشرف جہانگیر مدینہ منورہ کی
 زیارت کو چلے گئے، وہاں سے نجف اشرف اور کربلا معلیٰ آئے، پھر روم پہنچے، جہاں مولیٰ
 جلال الدین رومی کے سجاد و نشین اور لڑکے سلطان ولد اور دوسرے مشائخ سے ملاقات
 کی، روم سے شام آئے، دمشق میں شیخ فخر الدین عربی کی زیارت کی، وہاں سے پھر
 مکہ معظمہ اگر حج کی سعادت حاصل کی، حج کے بعد بغداد پہنچ کر حضرت غوث الاعظم، امام ابو
 اور امام احمد حنبل کے مزاروں کی زیارت کی، پھر کاشانی رونق افروز ہوئے، جہاں شیخ
 عبدالرزاق کاشانی سے ملاقات کی، کاشان سے اپنے اصلی وطن سمنان کو رونق بخشی،
 اس وقت ان کی ہمشیر زندہ تھیں، ان سے مل کر ان کی دجوبی کی، اور وہاں سوشند
 مقدس آئے جہاں حضرت امام علی رضا کے آستانے میں متعلق رہے، ان ہی دنوں
 امیر تمور گورگانی بھی حضرت امام علی رضا کے مزار کی زیارت کو آیا تھا، وہ حضرت اشرف
 جہانگیر سے بہت ہی عقیدتمندانہ طریق پر ملا، مشہد مقدس سے ہرات وارد ہوئے،
 ہرات سے جل کر اورا، النہر پہنچے، جہاں حضرت شیخ بہار الدین نقشبندی کی صحبت میں
 رہ کر خرقہ خلافت پایا، وہاں سے ترکستان تشریف لائے، اور اپنے نانا شیخ احمد سیوی
 کی اولاد سے ملے، ترکستان سے بخارا میں نزول اجلال فرمایا، پھر قندھار غزنی اور کابل
 میں قیام کرتے ہوئے ملتان پہنچے، ملتان سے اجودھن پہنچ کر حضرت گنج شکر کے مرقد مبارک
 کی زیارت کی، اجودھن سے دہلی اور دہلی سے اجمیر آ کر حضرت خواجہ معین الدین کے آستانے
 سے برکت حاصل کی، اجمیر سے دکن کی طرف بڑھ گئے، گاہر گریں حضرت خواجہ سید محمد گیسو
 سے ملے، گاہر گریں سے سمرقند پہنچے، وہاں سے گجرات آئے، پھر گجرات سے اپنی خانقاہ

حسب رجب سکون | دوسری بار میر کبیر سید علی کے ساتھ تمام دنیا کی سیاحت کی، لطائف اشرفی

جلد دوم (لطیف سی و پنجم) میں غالباً اسی سیاحت رجب مکون کا ذکر ہے، اس باب میں حضرت اشرف جہانگیر کی زبانی جن خاص خاص مقامات، جزیرے اور پہاڑی علاقوں کی تفصیل درج ہے، ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں، جزیرہ صہف، ایلاتی، سیلان، جبل النفع، بیت المقدس، دمشق، جبل لبنان، جبل النہاند، جبل الطور، جبل القدم، بندہ، گاڈرون، جبل القات، حضلان، جبل الابواب، ولایت جھنگھر، ولایت خضیا، جبل القرون، جبل البہ وغیرہ، تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ اس سیاحت میں ایک سو نوے اولیاء اللہ سے فیوض حاصل کیے، اس سیاحت کے زمانہ میں تیسری بار حضرت مخدوم جہانیاں جہانگیرؒ بھی ملے، حضرت مخدوم نے چار سو کا ملین وقت سے جو کچھ حاصل کیا تھا، وہ سب حضرت جہانگیر کے سینے میں منتقل کر دیا، اس سفر میں حضرت اشرف جہانگیر اپنے مرشد کے آستانے پر بھی پہنچے، اور وہاں سے تبرکات لے کر کچھ چھپے واپس ہوئے، جہاں آخر وقت تک قیام پذیر رہے،

سفر آخرت | وصال کی تاریخ، ۲۴ محرم ۱۰۳۵ء ہے، اشرف المومنینؒ سے مادہ تاریخ نکلتا ہے، وفات سے کچھ روز پہلے سکر کا عالم طاری رہا، نماز کے وقت عالم صومین آئے، مرض الموت میں بھی رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رہا، اسی زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے مولف لطائف اشرفی رقمطراز ہے،

ہمہ اہالی دیار و اعلیٰ نامدار و نواب کبار می آمدند، و ہر یک را بشارت و سعادت

می دادند، درین سرور و جہان غلای بشری توبہ و انابت و خلافت مشرف گشتند

کہ شرح آن خدائے داند، اشرف الملک والی ولایت بدو از وہ ہزار کس آمدہ

بشرت ارادت مشرف گشتند (ج ۲ ص ۴۰۸)

وفات کے روز حضرت نور العین، شیخ نجم الدین اصفہانی، شیخ محمد دریم، خواجہ
ابوالمکارم، شیخ احمد الزوالی، خاخرزمی، شیخ عبد السلام ہروی، شیخ ابوالواصل و شیخ
معروف ندوی، شیخ عبد الرحمن نقندی، شیخ ابوسعید خرمزی، ملک محمود، شیخ تھیں اردن
ادھی، اور دوسرے اکابر کو اپنے پاس بلا کر بٹایا، اور ان کے مراتب و مدارج کے مطابق
ان کو نصیحتیں کیں، اور تبرکات دیے، حضرت سید عبدالرزاق الملقب، بہ حضرت
نور العین کو حضرت جہانگیر نے اپنا بی فرزند بنایا تھا، اس لیے وصال کے وقت
ان کو اپنا جانشین اور سجادہ نشین مقرر فرمایا، اور ان کو وہ خرقہ عطا کئے جو ان کو دینی
حضرت اشرف جہانگیر کو، حضرت شیخ علاء الدین لاہوری، شیخ الاسلام شام اور حضرت
مخدوم جہانیاں جہان گشت سے ملے تھے، بزرگانِ چشت کے وہ تبرکات بھی دیے جو
ان کو ان کے مرشد کے زیر سے دستیاب ہوئے تھے، پھر حضرت نور العین کے لڑکوں کو بلا کر
ان کے لیے دعائیں کیں، اسی طرح اپنے مختلف خلفاء کو بھی نصیحتیں کر کے خاص خاص باتیں
دیں اور تبرکات دیے، پھر نظر کی نماز ادا کی، نماز کے بعد قوالوں کو طلب کر کے مغل سماع
کی خواہش کی، قوالوں نے سعدی کی غزل شروع کی جب انھوں نے یہ شعر گایا
گر بدست تو آمدہ است اہلم تدر ضیئنا بما جبرے العظم

تو انہر وجد طاری ہو اوجب قوالوں نے یہ اشعار پڑھے

خوب تر زین و گر نباشد کار یا رخسار ان رو بد بجا سپ یار
سیر بند حب جمال جانان را جان سپارد نگار خندان را

تو مرغِ بسمل کی طرح ترپنے لگے، اور اسی حالت میں جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی،
 وصال کے وقت عمر شریف ایک سو پینس برس کی تھی، روضہ مبارک کی تعمیر زندگی ہی
 میں ہو گئی تھی، اسی میں محو خواب ابدی ہیں، اور غم کے بارے میں مشہور ہے کہ جو کوئی
 آسیب زدہ بیان اگر کچھ دفون قیام کرتا ہے، اس کا آسیب جاتا رہتا ہے، چنانچہ
 آج بھی وہاں مختلف گوشوں پر آسیب زدوں کی ایک بڑی تعداد چم رہی ہے،
 روحانی مرتبہ حضرت اشرف جہانگیر صوفیہ کرام میں امام اسالکین، برہان العاشقین
 قطب ربانی، غوث الانام اور محی الاسلام کے القاب سے یاد کیے جاتے ہیں، لطائف
 اشرفی کے مؤلف نے ان کے لیے قدوة الکبرا کا لقب استعمال کیا ہے، صاحب
 اخبار الاخبار رقمطراز ہیں

از کا خان است صاحب کرامات و تصرفات (ص ۱۵۶)

خزینۃ الاصفیاء میں ہے

”از عثمانی اولیا و کبرائے اتقیا فی خطہ ہندوستان است“ (ج ۱ ص ۳۷۱)

مراۃ الاسرار کے مؤلف لکھتے ہیں

آن سلطان مملکت الدنیا والدین آن سر حلقہ عارفان ارباب علم و یقین آن
 محب و محبوب خاص ربانی غوث، لوقت حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ
 انبیا نظیر ان روزگار بود دستانے بنایت رفیع و ہیئت بلند و کرامتے وافر داشت.

(تلمی نسخہ دار المصنفین ص ۵۲۹)

علمی مرتبہ اعلیٰ حیثیت سے بھی حضرت اشرف جہانگیر کا مرتبہ بلند تھا، وہ مقولات و منقولات

لے تفصیل کے لیے دیکھو لطائف اشرفی ج ۲ ص ۱۱۲-۱۱۶

کے بھی جید عالم تھے، اور جب کسی علم، و فضلت سے علمی بحث کرتے تو اس میں بڑی گہری ہوتی، لطافت اشرفی میں بعض علمی مسائل پر بھی مباحث ہیں، ان مباحث سے ان کے علمی تبحر کا اندازہ ہوتا ہے، وہ صوفیانہ رموز و نکات بیان کرنے میں بھی عالمانہ انداز اختیار کرتے تھے، اور کسی حال میں بھی جاوہ شریعت سے ہٹ کر نا پسند نہیں فرماتے، تمام علوم و فنون میں علم شریعت کو زیادہ اہمیت دی ہے، اور علم کے ساتھ اس کی متابعت کی بھی پوری تاکید کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک ولی نہیں ہو سکتا جب تک وہ ظاہراً، باطناً، قولاً، فعلاً، اعتقاداً اور حالاً شریعت کا پابند نہیں ہے،

”اولیاء بنانی اللہ والبقا باللہ نمی رسند مگر متابعت شریعت آن پیشوای
تو اہل اصفا، معتقد طوائف اور لیائیہی محمد مصطفیٰ صلعم ظاہراً و باطناً، قولاً و فعلاً،
اعتقاداً و حالاً ہر کے وہ ظلمات نفس عادی و در رکات اسویہ باطنہ ہادی گشت و
در اسفل السافلین طبیعت مقید شہوت و اسیر ضلالت و افلاق ناپسندیدہ شدہ
اگر اہل علم است بقصد علم و عمل نمی کنند و بشرط علم در مجموع اوقات و احوال متابعت
شریعت نمی نمایند بدرجات رفیعہ جنانی و علمی علیین معارف ربانی و مقصد صدق عرفانی
عیانی نرسد و از مشرب عذاب آب معرفت رحمانی کو چون آب حیات و ظلمات طبیعت انسانی
شریبہ نچشد و جام شیرین شراب وجدانی بکام ایتقانی نلگند“ (ج ۱ ص ۱۳۵)

نماز جمعہ کی پابندی | زندگی کا زیادہ تر حصہ سیاحت میں گزارا، لیکن سفر میں بھی شریعت کی پابندی کا التزام رکھا، حتیٰ کہ نماز جمعہ تک ترک نہیں ہوئی، لطافت اشرفی میں ہے
حضرت تذوق الکبر، راقعہ مقرر و قانون سترہ بود کہ نماز جمعہ و سفر و حضر ترک نشد (ج ۱ ص ۱۲۹)

خلفاء | حضرت اشرف جہانگیر کے خلفاء میں زیادہ تر علماء و فضلاء تھے، ان میں سے ملک العلماء
 شہاب الدین دولت آبادی، شیخ شمس الدین اودھی، شیخ صفی الدین رودولوی، شیخ سہار الدین
 رودولوی، مولانا علم الدین جالسی، شیخ خیر الدین سدھوری، قاضی محمد سدھوری کے علم و فضل کا
 ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں، اور دوسرے خلفاء میں شیخ سلیمان نہایت ممتاز محدث اور فقیہ تھے،
 شیخ معروف الدیوبی کو ہر قسم کے علوم و فنون میں مہارت تھی، علم، زہد، تقویٰ، عبادت اور
 ریاضت کی وجہ سے اپنے وقت کے جدید و شبلی سمجھے جاتے تھے، حضرت قاضی حجت
 معقولات و منقولات کے منبر عالم تھے، کچھ چھپے کے پاس ہی ایک گاؤں میں رہ کر عوام الناس
 کی دینی اصلاح اور روحانی تربیت کیا کرتے تھے، شیخ الاسلام گجراتی کو اپنے علم کی وجہ سے
 بڑی شہرت حاصل تھی، شروع میں ان کو سہیت، نجوم، حکمت اور دوسرے فنون
 پر بڑا غور تھا، حضرت اشرف جہانگیر کا ورد و مسود جب احمد آباد میں ہوا تو شیخ الاسلام
 نے ان سے بڑی بے باکی سے علمی مباحثے کیے، اور ادب کا لحاظ نہ رکھا، لیکن پھر بڑی مذمت
 محسوس کی، تاہم ہو کر حضرت جہانگیر کے ہاتھ پر بیعت کی، اور روحانی مدارج طے کر کے
 حقائق و معارف کے سرخیم بنے، اس لیے خلیفہ بھی بنائے گئے، گجرات کے مریدوں کی
 تربیت ان ہی کے ذمہ تھی، انھوں نے ایک رسالہ بھی اشرف الفوائد و فوائد الاشرف
 کے نام سے لکھا، گجرات کے ایک دوسرے جید اور ممتاز عالم شیخ مبارک بھی حضرت
 اشرف جہانگیر کے خلیفہ تھے۔

تمام خلفاء شریعت کے پابند ہوتے، ان میں سے شیخ راجا کو زہد، تقویٰ اور شریعت
 کی پابندی میں بڑی شہرت حاصل ہوئی، وہ تارک صلوٰۃ سے ملنا جلنا، بولنا چالنا اور اسکے

ساتھ کھانا پینا کسی حال میں بھی پسند نہیں کرتے تھے،^۱

خلفاء میں حضرت سید عبدالوہاب کو اپنے مرشد سے بڑا دالمانہ لگاؤ تھا، ایک بار حضرت اشرف جہانگیر نے ان کو کسی کام سے دہلی بھیجا، وہاں سے واپس آئے تو ان کے باؤں میں آبلے پڑ گئے، حضرت اشرف جہانگیر نے ان کو اپنا جوتا عنایت کیا، حضرت سید عبدالوہاب نے غایت احترام میں جوتے کو اپنے سر پر رکھ لیا، اور اس کو اپنا تاج بنا کر چالیس روز تک گھومتے رہے۔^۲

بعض امراء بھی خلیفہ ہوئے، نواب سیف خان حاکم اودھ کی خلافت کا ذکر پہلے آچکا ہے، حضرت اشرف جہانگیر جب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی سے نیاز حاصل کرنے کے لیے ماوراء النہر تشریف لے گئے تو وہاں امیر علی بیگ کے گھریہ امیر تیمور صاحبقران کے ایک امیر شیخ ابوالکلام سے ملاقات ہوئی، پہلی ہی ملاقات میں شیخ ابوالکلام کا دل سلطنت کے کاروبار سے منحرف ہو گیا، اور امارت و شوکت چھوڑ کر راہ سلوک میں گامزن ہوئے، بارہ سال تک ریاضت شاقہ کی اور جب مکاشفات و واردات کی منزلین طے کر لیں تو مرشد نے ان کو خلافت دی، اپنے مکارم اخلاق کی وجہ سے ابوالکلام کہلائے، مرشد کے حکم کے بموجب سمرقند میں سکونت اختیار کئی جہاں ان کے مریدوں کا حلقہ بہت وسیع تھا، لطائف اشرفی میں ہے کہ ان کے مافوظات اور دوسری تصانیف حقائق و معارف کے رموز و نکات پر ہیں۔^۳

امیر تیمور کے ایک دوسرے امیر شیخ جمشید بیگ کو بھی حضرت اشرف جہانگیر نے خلافت دی، حضرت اشرف جہانگیر اپنی سیاحت کے زمانہ میں جب باغستان پہنچے، تو

ہزاروں اوزبک، برماک، خفایق، لاجپن اور توہین قبیلوں کے خواص و عوام ان کے حلقہٴ ارادت میں داخل ہوئے، اور ان کی خدمت میں گھوڑے اور دوسرے جانور پیش کیے، اس طرح ان کے ارد گرد ایک لشکر کا سامان جمع ہو گیا، اس زمانہ میں امیر تیمور سمرقند میں تھا، بعض لوگوں نے یہ خبر پہنچائی کہ حضرت اشرف جہانگیر ایک لشکر جمع کر کے تیمور کے خلاف فوج کشی کا ارادہ رکھتے ہیں، لیکن تیمور حضرت جہانگیر کو پہلے سے جانتا تھا، اس لیے اس خبر سے پریشان ہونے کے بجائے اپنے ایک درباری امیر جمشید بیگ کو نذرانے دے کر حضرت اشرف جہانگیر کی خدمت میں بھیجا، نذرانے میں بہت سے مال و اسباب تھے، لیکن جب یہ سامان حضرت اشرف جہانگیر کے پاس پہنچا تو انھوں نے تمام چیزوں کو فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا، جمشید بیگ حضرت اشرف جہانگیر سے مل کر اس قدر متاثر ہوئے کہ تیمور کے دربار سے علیحدہ ہو کر درویشی اختیار کر لی، اور مرید ہو کر حضرت کے ساتھ ہندوستان آئے، اور جب پوری تعلیم و تربیت کے بعد ان کو خلافت ملی تو کچھ چھپ سے پھر اپنے وطن واپس کر دیے گئے، جہاں انھوں نے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔

ایک علمی امیر شیخ حسین بھی ویناوی جاہ و حشم چھوڑ کر راہ سلوک میں گامزن ہوئے، اور حضرت اشرف جہانگیر سے خلافت پائی، دوسری (؟) میں رہ کر اطراف و جوانب کے لوگوں کے اخلاق و کردار سنوارتے تھے، بنگالہ کا ماسٹر حکمران ان کا بہت متفقہ تھا۔

خلفاء میں حضرت سید عبدالرزاق کہ حضرت اشرف جہانگیر کے دینی فرزند کہلاتے تھے

اس لیے ان کا لقب نور العین تھا، بارہ سال کی عمر میں بیعت کی، ۶۸ سال تک مرشد کی خدمت کی، چنانچہ مرشد کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے، ایک سو بیس سال کی عمر پائی،

سب سے زیادہ چہیتے خلیفہ شیخ کبیر سرور پوری تھے، جن پر حضرت اشرف جہانگیر استفادہ نظر اتفاقات رکھتے کہ خود حضرت سید عبدالرزاق نور العین کو ان پر رشک ہوتا تھا، ان کے فرزند شیخ محمد کو بھی خلافت ملی، حضرت اشرف جہانگیر ان کو اپنے حجرہ خاص میں روحانی تعلیم دیا کرتے تھے، ان کا لقب دریتیم تھا،

بعض اور دوسرے خلفاء کے اسماء گرامی یہ ہیں: سید عثمان، شیخ رکن الدین، شیخ قیام الدین (دو دنوں لاچین ترک تھے، عراق سے ہندوستان آئے تھے شیخ فہیل الدین)، شیخ جمیل الدین، مولانا ابو المظفر لکھنوی، شیخ فخر الدین، قاضی شیخ رکن الدین، شیخ آدم عثمان، شیخ تاج الدین، شیخ محمود کنٹوری، شیخ عبداللہ بنارس، شیخ کمال جاسی، ابو محمد عرف معین متھن سدھوری،

تعلیمات حضرت اشرف جہانگیر کی تعلیمات ان تین اکتوبوں میں پائی جاتی ہیں:-
(۱) بشارت المریدین (۲) مکتوبات اشرفی (۳) لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفیہ
لطائف اشرفی کے مولف کا بیان ہے کہ حضرت اشرف جہانگیر اپنے وصال سے پہلے ایک شبانہ روز قبر میں جا کر رہے اور وہیں اپنی کیفیات کو ظہن کیا، جس کا نام بشارت المریدین رکھا، (ج ۲ ص ۱۰۴)

۱۔ لطائف اشرفی ج ۱ ص ۱۰۴ میں وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ ہر سلسلہ و جمہر انوار از بحر قابلیت دی بہ ساحل ظہن سر پر آوردہ تسمیہ دی، در تسمیہ کردہ اند۔ ۲۔ ان خلفاء کے حالات کیلئے دیکھو لطائف اشرفی ج ۱ ص ۱۱۲-۱۱۴

مکتوبات کے بارہ میں اخبار الاخبار میں ہے:

”اور اکتوبات اسرشت مکمل بر تحقیقات غریب“ (ص ۵۷)

اخبار الاخبار میں ان کا ایک طویل مکتوب منقول ہے جو انھوں نے قاضی تھراپا
الدین دولت آبادی کو تحریر فرمایا تھا، اس میں فرعون کے ایمان کے متعلق بحث ہے،
حضرت اشرف جہانگیر کی تعلیمات واضح اور مبسوط طریقہ پر لطائف اشرفی میں
ملتی ہیں، جن کو حضرت نظام الدین میننی الملقب بہ نظام حاجی غریب المیننی نے مرتب کیا ہے
وہ حضرت اشرف جہانگیر کے مرید تھے، اور ان کی صحبت میں تیس سال رہے،

لطائف اشرفی ۱۲۹۵ھ میں نصرت المطالب دہلی میں چھپی ہے، اور نو سو صفحے پر
مشتمل ہے، یہ حضرت اشرف جہانگیر کی سوانح عمری بھی ہے اور ان کی تعلیمات کا بیج بھی ہے
یہ کہیں تصوف کی اصطلاحات کی پوری تشریح و توضیح ہے تو کہیں ذکر و فکر کی تمام تفصیلات
ہیں، کہیں صوفیانہ غوامض پر مباحث ہیں تو کہیں صوفیہ کرام کے مختلف خانواروں
کی مختصر تاریخ، کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کہیں آل رسول، کہیں خلفاء راشدین
اور کہیں ائمہ کبار کے حالات ہیں تو کہیں صوفی شعرا پر دلچسپ تبصرہ ہے، غرضیکہ اس کو
تصوف کا ایک قاموس کہا جاسکتا ہے،

حضرت اشرف جہانگیر چشتیہ سلسلہ سے منسلک تھے اس لیے ان کی تعلیمات
وہی ہیں جو اکابر بزرگان چشت کی تھیں، اور جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں، پھر بھی انھوں
نے بہت ایسے مسائل کی وضاحت اور تشریح کی ہے جن کو ہم اپنی حقیر تالیف کے
گذشتہ اوراق میں پیش نہیں کر سکے ہیں، ایسے ان کو ہم یہاں ظاہر کرتے ہیں:
علم کی اہمیت | حضرت اشرف جہانگیر نے حضرت خواجہ مودود چشتیؒ کے اس قول کی تائید

کی ہے کہ علم کے بغیر ایک زائد شیطان کا سخرہ ہے، اس لیے راہ سلوک میں توحید معرفت، ایمان، شرفیت، طریقت وغیرہ سے پوری واقفیت رکھنا ایک سالک کے لیے ضروری قرار دیا ہے، فرمایا کہ اگر کسی کو معلوم ہو کہ اس کی زندگی کے صرف سات دن باقی رہ گئے ہیں تو اس کو صرف علم فقہ حاصل کرنا چاہیے، علم دین کا ایک مسئلہ جاننا ہزار رکعت نفل سے بہتر ہے (ج ۱ ص ۱۰ و ۱۳)

توحید | حضرت اشرف جہانگیر نے مسئلہ توحید پر بڑی عمیق اور عالمانہ بحث کی ہے، جس شرح و بسط کے ساتھ یہ مباحث لطافت اشرفی میں ہیں ان کو ہو ہو بیان پیش کرنا آسان نہیں، پھر بھی ہم اپنی کم مائیگی کے باوجود ان کا خلاصہ درج کرتے ہیں، ان مباحث میں توحید کی کئی قسمیں بتائی گئی ہیں،

(۱) توحید الہیانی، یعنی قرآن مجید اور احادیث نبویؐ کی صداقت پر اعتماد کر کے یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا ایک ہے،

(۲) توحید علمی، ادراک باطن سے درجہ یقین تک پہنچنا کہ خداوند تعالیٰ کے سوا کوئی "موجد حقیقی" اور "مؤثر مطلق" نہیں، یہ توحید مراقبہ سے حاصل ہوتی ہے،

(۳) توحید رسمی، اپنی ذات، اسما، صفات، یا سنی سائی باتوں کی بنا پر خدا کو ایک سمجھنا، حضرت اشرف جہانگیر کے نزدیک توحید کا یہ تصور کوئی اثر نہیں رکھتا، یہ توحید اعتبار کے درجہ سے ساقط ہے،

(۴) توحید حالی، اس توحید میں مجدد واحد کے وجود کے جمال میں ایسا مستغرق ہو جاتا ہے کہ اس کو واحد کی ذات و صفات کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی، وہ واحد کی صفات کو اپنی تمام صفاتوں سے ماورا ہو کر دیکھتا ہے، اور ہر توحید میں اپنے کو صرف

ایک قطرہ پاتا ہے، توحید حالی کا یہ احساس مشاہدہ کے نور سے ہوتا ہے، اس میں بشریت کے اکثر لوازم فنا ہو جاتے ہیں، اور جو باقی رہ جاتے ہیں ان سے اقوال و افعال سبزو ہوتے ہیں،

لیکن حضرت جہانگیر کے نزدیک اصلی اور حقیقی توحید توحید الہی ہے، اور وہ یہ ہے کہ کوئی موجد ہو یا نہ ہو، مگر خدا ازل الازل سے بذات خود وحدانیت اور فردانیت سے متصف ہے، یعنی وہ تھا، اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی، اور وہ ہے، اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں ہے، اور ابد الابد تک اسی طرح رہے گا، اس حقیقت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ کوئی موجد اس کو واحد بنائے،

وحدت وجود | لطائف اشرفی کی جلد دوم میں ایک مستقل باب (لطیفہ بست و منعم) وحدت وجود پر ہے، حضرت اشرف جہانگیر حسب دوسری بار دنیا کی سیاحت کے لیے نکلے تو بنجارا کے اکابر سے ملاقات کے دوران میں ان کو معلوم ہوا کہ ان میں سے اکثر مشہور علماء و فضلاء وحدت وجود کے منکر ہیں، انھوں نے ان سے بحث کر کے دلائل و براہین سے ان کو وحدت وجود کا قائل کیا، اس بحث کو لطائف اشرفی کے مولف نے نقل کیا ہے، یہ دقائق و غوامض سے بڑے، پھر بھی اختصار کے ساتھ اس کو بدیہ ناظرین کرنے کی کوشش کی جاتی ہے،

فلسفیانہ طریقہ پر وحدت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وحدت مطلقہ من حیث الذات والصفات (۲) وحدت مقیدہ من

حیث الصفات لا من حیث الذات،

ذات اور صفات کی حیثیت سے وحدت مطلقہ یہ ہے کہ صرف ایک ذات

اپنی صفات کے ساتھ موجود ہو، اور دوسری تمام ذاتیں اپنی ذات و صفات کے ساتھ معدوم ہوں، مثلاً وحدت باری یہ ہے کہ جب خدا موجود تھا، تو اس کے علاوہ کوئی چیز موجود نہ تھی۔

صفات کی حیثیت سے وحدت کے مقید ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک ذات تنہا ایسی صفات کے متصف ہو کہ کوئی دوسرا ان صفات میں اس کا شریک نہ ہو، جیسے وحدت باری قدم اور تخلیق کی صفت کے ساتھ متصف ہے، وحدت مطلقہ میں غیر کا وجود بالکل معدوم قبل ہے، اور وحدت مقیدہ میں مثل کا وجود معدوم ہو جاتا ہے،

شرعیات میں صفات کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اطلاق اور اثبات چند طریقوں سے کیا جاتا ہے،

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اس حیثیت سے واحد ہے کہ اس کے علاوہ کوئی پرستش کے لائق نہیں، مشرکین اس توحید کے منکر ہیں،

دوسرا یہ کہ وہ اس حیثیت سے واحد ہے کہ وہی ساری اشیاء کا خالق اور کائنات کا موجد ہے، متویر، افلاکیہ، طالعیہ اس توحید کے منکر ہیں،

تیسرا یہ کہ وہ اس حیثیت سے واحد ہے کہ کوئی اس کا شبیہ نہیں، مشبہ اس توحید کے منکر ہیں،

چوتھا یہ کہ وہ اس حیثیت سے واحد ہے کہ کوئی اور ذات قدیم نہیں، اس کے علاوہ ہر چیز حادث ہے، دہریے اس کے منکر ہیں،

پانچویں یہ کہ وہ اس حیثیت سے واحد ہے کہ اس کی ذات ترکیب سے پاک ہے، کیونکہ ترکیب

اجسام کے عوارض سے ہے اور باری تعالیٰ جسم نہیں، مجسمہ اس توحید کے منکر ہیں،
شرعیت میں ذات و صفات دونوں حیثیتوں سے باری تعالیٰ کی توحید کا
اطلاق دو معنوں میں ہوتا ہے،

مجازی۔ یعنی باری تعالیٰ اس معنی میں واحد ہے کہ اس کے وجود کے مقابلہ میں
دوسری چیزوں کا وجود گویا نہیں ہے،

حقیقی۔ یعنی خدا کے سوا کوئی چیز موجود نہیں جو کچھ ہے وہی ہے، ہمہ اوست، عوام اور
بعض علماء اس توحید کے منکر ہیں، لیکن حضرت اشرف جہانگیر کے نزدیک حقیقی توحید
یہی ہے، اور انھوں نے اس کو آیات قرآنی، احادیث نبوی، اور دوسرے دلائل
سے ثابت بھی کیا ہے اسی سلسلہ میں وجود کی بھی بحث آگئی ہے، حضرت اشرف جہانگیر
نے وجود کی تین منزلیں قرار دی ہیں:

(۱) وجود بشرط شے، یا وجود مقید، یعنی ایک چیز کا پایا جانا، اس شرط کے ساتھ
کہ ایک چیز اور بھی ہو، اس میں ہمہ اوست کی گنجائش نہیں، اور کوئی اس کا قائل نہیں۔
(۲) وجود بلا بشرط شے، یعنی وجود تو ہے، لیکن اس کے ساتھ دوسری شے کا
وجود ضروری نہیں،

(۳) وجود بشرط لاشے، یعنی وجود مطلق، یہ وجود اس شرط کے ساتھ ہے کہ اسکے
علاوہ کوئی اور چیز نہیں، وجود کی اس منزل میں ہمہ اوست مانا جاتا ہے، حضرت اشرف
جہانگیر کے خیال کے مطابق اس پر سب کو اتفاق ہے، وجود بشرط لاشے کے ماننے پر
اعتراض ہوتا ہے، اور معترضین کو اسی سے غلط فہمیاں اور بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں
ولایت | توحید کا واقع اور اللہ کا واصل ولی کہلاتا ہے، ولی کے لیے ضروری ہر

وہ عالم ہو، جاہل نہ ہو (لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۰) اس کے افعال و حرکات پسند
ہوں اور شریعت و طریقت کے مطابق ہوں، وہ سیرت نبویؐ اور اوصافِ مصطفویؐ
کا قبیح ہو (ج ۱ ص ۶۴) اس میں لطافتِ زبان، حسنِ اخلاق، شگفتگی، فیاضی اور
بے غرضی ہو (ج ۱ ص ۶۴)، وہ اوصافِ زمیمہ کی پستی سے نکل کر اوصافِ حمیدہ کی
بلندی پر پہنچ گیا ہو، اور خدا کے علاوہ ہر چیز سے بے نیاز ہو چکا ہو، یہی اس کی معراج
ہے (ج ۱ ص ۶۹)

حضرت اشرف جہانگیر کا خیال ہے کہ اولیاء اللہ کی خواہ کوئی قسم بھی ہو، خواہ
وہ غوث ہوں یا امامان یا اوتاد یا ابدال یا اخیار یا ابرار یا نقبا یا نخب یا مکتومان
یا مفردات وہ فنا فی اللہ و البقا باللہ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے ہیں جب تک کہ وہ ظاہر، باطن،
قولاً، فعلاً اور حالاً محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع نہ ہوں (ج ۱ ص ۱۳۵) ایک موقع
پر فرمایا (ج ۱ ص ۲۶)

”ہرگز از میں طائفہ خلافِ روش نبوی و غیر متابعتِ مصطفوی پیش گرفتہ بقصد“

موسیدہ است

خلافِ پیغمبر کسے رہ گزیرد کہ ہرگز بمنزلِ خواہد رسید
خواستِ سعدی کہ راہ صفا تو ان رفت جز در پے مصطفیٰ

ولا یت کے شرائط | ایک ولی اللہ کے سجدہ فرائض میں ایک یہ ہے کہ وہ لوگوں کو
خدا کی راہ پر لے چلے، لیکن وہ یہ فرض اسی وقت انجام دے سکتا ہے، جب کہ
(۱) اس کے شیخ نے اس کو شیخوخت کی اجازت دی ہو (ج ۱ ص ۱۴۸) (۲) وہ دل میں

لطفِ اشرفی ج ۱ ص ۱۱۰-۹۶ میں ان اولیاء اللہ کی علحدہ علیحدہ خصوصیات ہیں،

خدا کا حضور اور آگاہی حاصل کر چکا ہو (۳) وہ اپنے مرید کے تمام سفوات کا مواخذہ کرتا ہو،
 لطائف الغریب (ج ۱ ص ۱۴۹) (۴) وہ اپنے مرید سے اس کے افعال کا محاسبہ کر سکتا ہو (ج ۱ ص ۱۵۱)
 (۵) اپنے مرید کے سامنے تقدس کی پوری شان میں ظاہر ہوتا ہو (ج ۱ ص ۱۵۲-۱۵۳)
 (۶) مریدوں کو دوسرے شیخ کی صحبت میں بیٹھنے کی اجازت نہ دیتا ہو (ج ۱ ص ۱۵۴)
 (۷) مریدوں کو ان کی قوت زکیہ کا یقین دلاتا ہو (ج ۱ ص ۱۵۶) (۸) اگر کسی شیخ کو
 اپنے سے برتر پاتا ہو تو اس کی صحبت اختیار کر لیتا ہو (ج ۱ ص ۱۵۷) (۹) وہ عالم ہو
 (ج ۱ ص ۱۶۱) (۱۰) مریدوں کے ساتھ جو بیس گھنٹے میں ایک دفعہ بیٹھا ہو (ج ۱ ص ۱۶۱)
 ارادت کے شرائط | مریدوں کے لیے حسب ذیل شرائط ضروری ہیں:

(۱) وہ اپنے شیخ سے کوئی بات پوشیدہ نہ رکھیں (ج ۱ ص ۱۶۲) (۲) وہ اپنے شیخ پر
 کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ کریں (ج ۱ ص ۱۶۳) (۳) طلبہ شیخ میں صادق ہوں (ج ۱ ص ۱۶۴)
 (۴) شیخ کو جو کچھ کرتے دیکھیں اس کی اقتداء بلا اجازت نہ کریں (ج ۱ ص ۱۶۵) (۵) شیخ کے
 کلام اور احکام کی تاویل نہ کریں (ج ۱ ص ۱۶۶) (۶) شیخ کے حکم کے خلاف کوئی بات
 نہ کریں (ج ۱ ص ۱۶۷) (۷) اپنے آپ کو ہر شخص سے کمتر سمجھیں (ج ۱ ص ۱۶۸)
 (۸) شیخ کے احکام میں خیانت نہ کریں (ج ۱ ص ۱۶۹) (۹) دونوں جہان میں سے
 کسی چیز کی خواہش نہ کریں (ج ۱ ص ۱۷۰) (۱۰) شیخ جس کو اپنے سے افضل سمجھے اسکی
 وہ بھی اطاعت کریں (ج ۱ ص ۱۷۱)

یہ تو شرائط ہوئے، شیخ و مرید کے آداب بھی الگ الگ بتائے ہیں، شیخ کے
 آداب حسب ذیل ہیں:-

شیخ کے آداب | (۱) مرید کی استعداد اس کی نظر میں ہو، یعنی اس کی انفرادی صلاحیت

- اور قابلیت کو پیش نظر رکھ کر راہ سلوک میں اس کی تربیت کرتا ہو (ج ۱ ص ۱۸۱)
- (۲) وہ مرید کے مال و متاع سے استفادہ کرنے کی لالچ سے بالکل پاک ہو (ج ۱ ص ۱۸۵)
- (۳) وہ صاحبِ ایثار ہو (ج ۱ ص ۱۸۶)
- (۴) اس کے فعل اور قول میں مطابقت ہو (ج ۱ ص ۱۸۸)
- (۵) وہ کمزورین کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہو (ج ۱ ص ۱۸۹)
- (۶) اسکی گفتگو فحاشیت کے شائبہ سے پاک ہو (ج ۱ ص ۱۹۰)
- (۷) وہ کمناہ میں گفتگو کرتا ہو اور تصریح سے اجتناب کرتا ہو (ج ۱ ص ۱۹۱)
- (۸) اسکے احوال کا غلبہ اسکے اعمال صالحہ کا مانع نہ ہو (ج ۱ ص ۱۹۲)
- (۹) وہ اپنے مرید سے تعظیم کی توقع نہ رکھتا ہو (ج ۱ ص ۱۹۶)
- (۱۰) وہ مرید سے نہ زیادہ قریب ہو اور نہ زیادہ دور (ج ۱ ص ۱۹۸)
- مرید کے آداب | مرید کے آداب حسب ذیل ہیں:

- (۱) وہ شیخ کی صحبت کو اپنے لیے فتح الباب سمجھتا ہو (ج ۱ ص ۲۰۰)
- (۲) وہ شیخ سے تسلیم و رضا کا تعلق رکھتا ہو (ج ۱ ص ۲۰۱)
- (۳) دنیا اور آخرت کا کوئی کام شیخ کی اجازت کے بغیر نہ کرتا ہو (ج ۱ ص ۲۰۲)
- (۴) شیخ کی جگہ پر نہ بیٹھتا ہو (ج ۱ ص ۲۰۳)
- (۵) اپنے خواب اور بیداری کے واقعات میں شیخ سے رجوع کرتا ہو (ج ۱ ص ۲۰۴)
- (۶) شیخ کی صحبت میں بلند آواز سے گفتگو نہ کرتا ہو (ج ۱ ص ۲۰۵)
- (۷) شیخ کی کسی موقع پر بھی کوئی بات دلیرانہ طریقہ پر نہ پوچھتا ہو اور نہ کہتا ہو (ج ۱ ص ۲۰۶)
- (۸) شیخ جس چیز کو مخفی رکھتا ہو اس کو افشاء نہ کرتا ہو (ج ۱ ص ۲۰۷)

(۹) شیخ سے اپنے اسرار بیان کر دیتا ہو (ج ۱ ص ۲۰۹)

(۱۰) شیخ کی کوئی بات نقل کرنا ہو تو اپنی فہم کا خیال رکھتا ہو (ج ۱ ص ۲۱۰)

شیخ کے اوصاف | شیخ میں حسب ذیل اوصاف ہونے چاہئیں:

(۱) اس میں خاص قسم کی عبدیت ہو (۲) اس کو خدا سے براہ راست حقائق

حاصل ہوں (۳) اس پر خاص قسم کی رحمت مقام عبدیت (یعنی قربت) سے ہو۔

(۴) علوم کی تعلیم خدا سے حاصل کی ہو (۵) علم لدنی کی دولت مالا مال ہو (ج ۱ ص ۲۵۵)

مرید کی تعلیم | مرید کی تعلیم دل کی صفائی سے شروع ہوتی ہے، اس کے دل کی تاریکی

عقبنی کم ہو جاتی ہے، اتنے ہی زیادہ اس کی روح میں نور پیدا ہوتا ہے، اور وہ اپنی خیمہ دنیا

سے دیکھتا ہے تو شروع میں یہ نور سرخ معلوم ہوتا ہے پھر دل کی صفائی کی زیادتی ہے،

سفید ہو جاتا ہے، آخر میں مزید صفائی سے سبز ہو جاتا ہے، اور جب دل بالکل صاف

ہو جاتا ہے تو یہ نور آفتاب کی مانند چمک اٹھتا ہے، اور اس پر مشکل سے نظر جمتی ہے،

اور جب اس نور کا عکس نور روح پر پڑتا ہے، تو دل اور روح کے سائے حجابات

نظر سے دور ہو جاتے ہیں، پھر ایسے نور کا شہود ہوتا ہے جس میں نہ رنگ ہی نہ کیفیت،

نہ حد ہے نہ مثل، نہ ممکن ہے نہ ممکن، اور اس کے لیے نہ طلوع ہے نہ غروب، نہ تحت

ہے نہ فوق، نہ مکان ہے نہ زمان، نہ قربت نہ بعد، اور نہ عرش ہے نہ فرش،

یہ منزل ذکر و فکر سے طے ہوتی ہے، ذکر و فکر کی پہلی شرط توبہ ہے،

توبہ | توبہ سے مراد افعال ناپسندیدہ یعنی غل غش، حسد، نفاق، کذب، بخل، حرص،

طمع، غضب، تلبیس کرنا، بہتان اور غیبت وغیرہ سے قطعی اعراض ہے (ج ۲ ص ۱۵۰)

پھر توبہ کے ساتھ شریعت کی ساری پابندیوں یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور جہاد

کو لازمی قرار دیا ہے، البتہ ان چیزوں میں ایک عامی مسلمان اور ایک سالک کی پابندی میں جو فرق ہے، اس کو بہت واضح طور پر بتایا ہے،

نماز | نماز کے لیے ایک سالک وضو کرتا ہے، تو اس لیے کہ (۱) اسکی جسمانی طہارت ہو (۲) اس کی دماغی طہارت یعنی اکاذہن ادہام و وساوس سے پاک ہو (۳) اس کے حواسِ باطن پاک ہوں (۴) اس کی روح پاک ہو (ج ۲ ص ۱۵۵)

نماز میں خضوع و خشوع ضروری ہے، ورنہ اس کی مثال قالبِ بے جان کی ہوگی، نماز میں حسبِ ذیل چیزوں سے لذت ملتی ہے :-

(۱) حضورِ قلب (۲) فہمِ معانی (۳) تنظیمِ ماہیت (۴) خوف ورجاء (۵) حیا،

لذت بھری نماز میں سالک نور کا مشاہدہ کرتا ہے، جو اس کے تمام جسم میں سرایت کر جاتا ہے، اس سے اس پر سکری کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے (ج ۲ ص ۱۵۶)

روزہ | سالک روزہ رکھتا ہے تو گویا وہ جو اس ظاہر و باطن کو منقلب کر کے ہو نفس کو اپنے سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس طرح اپنے باطن کو منور کر کے کشف حاصل کرتا ہے (ج ۲ ص ۱۵۸)

زکوٰۃ | شریعت کی زکوٰۃ کے علاوہ طریقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ سالک کا دل ذائقہ سے پاک ہو، ادویا، و مشائخِ عالم سلوک کو سمجھائیں، مرید کو دل کی صفائی، روح کی تجلی، عشق، محبت، معرفت، قربت اور حقائق و معارف کی تعلیم دیں،

حج | ایک سالک کا حج یہ ہے کہ وہ احرام باندھتا ہے تو دنیا کے علالت و دعوائت سے تجرید حاصل کرتا ہے، عرفات میں آتا ہے تو اسرار و معارف سے واقف ہوتا ہے، جب مزدلفہ پہنچتا ہے تو اس کی مرادین پوری ہوئی شروع ہوتی ہیں، اور جب طواف

کہتا ہے تو دل خدا کی طرف گردش کرنے لگتا ہے، جب صفا و مرہ میں سعی کے لیے جاتا ہے تو گویا بشری کدورت سے نکل کر ملکوتی صفات کی طرف منتقل ہوتا ہے، جب منیٰ آتا ہے تو اس کے خیالات تمام خطرون اور دسوسوچ چاک ہوتے ہیں، جب قربانی کرتا ہے تو اپنے نفس کے دیر کو ہمیشہ کیلئے ذبح کر دیتا ہے، الخ الخ (ج ۲ ص ۱۶۳)

جہاد | حضرت اشرف جہانگیر نے جہاد کے متعلق یہ تعلیم دی ہے کہ جب کفار مسلمانوں کے مقابلے میں خروج کریں تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے، لطائف اشرفی میں ہے :- (ج ۲ ص ۱۶۵)

”حضرت قدوۃ الکبراہی فرمودند جہاد کردن در راہ خداے تعالیٰ فرض است بر جمیع عباد و قتیکہ خروج کفار شود اما درون خروج کفار فرض کفایہ باشد“ اور اگر کوئی معذور ہو تو وہ حج کرے، اور وہ حج بھی نہ کر سکے تو جمعہ کی نماز میں شرکت کرے، کیونکہ جمعہ کی نماز مسکینوں کا حج ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تعلیم ہے۔

اسلام کے ان ارکان کی پابندی کے ساتھ توکل، تسلیم و رضا، جود و ایثار وغیرہ کی بھی تعلیم دی ہے،

توکل | اگر سالک ان چیزوں کو قبول کرتا ہے جو شریعت کی رو سے حرام ہیں تو وہ عاصی اور فاسق ہے، توکل کی علامت یہ ہے کہ کسی چیز کے لیے کسی سے سوال نہ کیا جائے، اور جب غیب سے فتوح آئے تو قبول کر لے، اور جب قبول کرے تو اس کو اپنے پاس نہ رکھے،

ایک سالک کا توکل یہ ہے کہ وہ سمجھے کہ خداوند تعالیٰ ہی روزی دیتا ہے،

اور واپس لے لیتا ہے، لیکن وہ ہر حال روزی پہنچاتا ہے، اس لیے اس کو یقین رکھنا چاہیے کہ روزی اس کے پاس پہنچے گی، لیکن اس کا دل روزی کے عدم وجود کو برا سمجھے (ج ۲ ص ۲۴۲) تسلیم و رضا خدا کی طرف سے کوئی نعمت ملتی ہو تو وہ خوش رہے، لیکن کوئی بلا نازل ہو تو اس سے غمگین نہ ہو، یہی تسلیم و رضا ہے، لیکن ہر حال میں روزی کے لیے کسب کرنا لازم ہے، اس سلسلہ میں حضرت اشرف جہانگیر کے ملفوظات ملاحظہ ہوں:

”حضرت قدۃ الکبرار نے فرمایا اثر شریح ہمیشہ کوئی پیشہ کرتے تھے، اور دل و جان سے اس کی طرف بڑھتے تھے، اگلے مشائخ و علما بھی پیشہ میں مشغول رہتے تھے اور ان کو موجب عزت سمجھتے تھے، ہندوستان میں پیشہ کرنا بدترین خلعت سمجھا جاتا ہے، اسی وجہ سے محتاجی اور فقری میں مبتلا ہو گئے ہیں، یہ نہیں جانتے کہ اکثر انبیاء، کسی نہ کسی پیشہ کی طرف منسوب ہیں، اس لیے پیشہ کی توہین کرنا ایک قسم کا کفر ہے، لوگوں نے کہا ہے کہ جو لوگ توکل کے آخری درجہ تک نہیں پہنچے ہیں، اگر وہ پیشہ میں مشغول رہیں تو ان کے لیے جائز بلکہ لازم ہے“ (ج ۲ ص ۲۴۳)

جو دو اشیاء کسب روزی کے ساتھ ضروری ہے کہ سالک میں سخاوت، جو داور ایثار ہو، وہ اپنے مال میں سے تھوڑا سا کسی کو دیدیتا ہو اور تھوڑا سا رکھ لیتا ہو تو وہ سخی ہے، لیکن اگر کچھ بھی نہ رکھتا ہو تو وہ جواد ہے، اور سب کچھ دیکر اپنے اوپر تکلیف اٹھاتا ہو تو وہ صاحب ایثار ہے، (ج ۲ ص ۲۴۴)

حضرت اشرف جہانگیر نے ایک سالک کو مباشرتی حیثیت سے بھی اعلیٰ قسم کے اوصاف سے متصف ہونے کی تلقین کی ہے، مثلاً کھانے پینے کے آداب یہ بتائے ہیں:

کھانے پینے کے آداب | (۱) زندہ رہنے کے لیے کھانا فرض ہے، خداوند تعالیٰ کی عبادت اور کسب معاش کے لیے کھانا سنت ہے، میر ہو کر کھانا مباح ہے، لیکن سیری سے زیادہ کھانا حرام ہے (ج ۲ ص ۱۸۶)

ایک سالک کے لیے کھانے میں چار چیزیں فرض ہیں (۱) جو چیزیں کھاتا ہو وہ حلال ہو (۲) کھاتے وقت یہ خیال رکھتا ہو کہ وہ چیز خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہے (۳) راضی برضا ہو کر کھاتا ہو (۴) کھانا عبادت و طاعت کے لیے کھاتا ہو،

اسی طرح اس کے لیے چار چیزیں سنت ہیں (۱) کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ کہے (۲) کھانا ختم کرنے کے بعد الحمد للہ کہے (۳) کھانے سے پہلے اور اسکے بعد ہاتھ دھوئے (۴) کھانے کے وقت دایان پاؤں اٹھاوے اور بایان پاؤں گراوے،

کھاتے وقت کھانا اس کے سامنے ہو، نغمہ چھوٹا ہو، اس کو خوب چباتا ہو، دوسروں کے نغمے نہ دیکھتا ہو، کوئی ٹکڑا اگر جاتا ہو تو اس کو اٹھا کر کھا لیتا ہو، نگلیں چاٹ کر صاف رکھتا ہو، کھانا سونگھ کر نہ کھاتا ہو، (ج ۲ ص ۱۸۷)

مہانداری | سالک پر مہانداری کے فرائض یہ ہیں:

وہ ہمان کو اپنے لیے باعث برکت سمجھے، وہ آئے تو ماحضریا شربت حاضر کرے، کھانے کے وقت جو موجود ہو ہمان کے سامنے رکھ دے، اس کی خاطر داری میں اپنے اوپر تکلیف نہ اٹھائے،

”فقد تکلیف نہ کند کہ موجب دشمنی می شود۔“

اگر قدرت ہو تو حسب طاقت تکلیف اٹھائے، اور اعزہ و اقرباء کو بھی بلائے۔

لیکن ان کو بلانے میں امیر و غریب کا امتیاز نہ کرے، مہمان سے یہ نہ پوچھے کہ کھانا لایا جائے
 بلکہ جو کھانا لے آئے، کھانے کا آغاز مہمان ہی کرے، کھانے میں مہمان کو جلدی کرنے کی
 فہمائش نہ کرے، مہمان کے سامنے بچوں پر غصہ کا اظہار نہ کرے، مہمان کو وضو اور استنجا
 کرنے کی جگہ دکھلاوے، (ج ۲ ص ۱۹۶ - ۱۹۴)

مہمان کو لازم ہے کہ وہ میزبان کے گھر پہنچ کر نفل روزہ نہ رکھے، دائیں بائیں
 نہ دیکھے، ہر چیز کو دیکھتا نہ رہے، اس سے ذمات کا اظہار ہوتا ہے، اور میزبان یہ
 سمجھتا ہے کہ وہ ان چیزوں کا طلب گار ہے، (ج ۲ ص ۱۹۵)



حضرت سید محمد گیسو دراز

اسم گرامی والقباب | اسم گرامی سید محمد، کنیت ابو الفتح، القاب صدر الدین ولی الاکبر
الصادق ہیں، عام طور پر خواجہ بندہ نواز اور خواجہ گیسو دراز کہلاتے ہیں، خواجہ گیسو دراز
کے لقب کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک بار اپنے مرشد حضرت شیخ نصیر الدین حرپر غدلی
کی پالکی اور مریدوں کے ساتھ اٹھائی، ان کے بال بڑے بڑے تھے پالکی کے پایہ
میں الجھ گئے، پالکی کو کندھے پر لیکر دو درنگل گئے، بال کے الجھ جانے سے تکلیف ہوتی
رہی، لیکن مرشد کے عشق و محبت میں خاموش رہے، اور غایت نظم میں بال کو پالکی کے
پایہ سے نہ نکال سکے، جب حضرت شیخ نصیر الدین کو اس کی خبر ہوئی تو اپنے مرید کی اس
محبت اور عقیدت سے بہت خوش ہوئے، اور اسی وقت یہ شعر بڑھا،

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد واللہ خلافت نیست کہ او عشق باز شد

اسی کے بعد سے گیسو دراز مشہور ہوئے،

نسب نامہ | خاندانی شجرہ یہ ہے: ولی الاکبر الصادق ابو الفتح محمد بن یوسف بن علی
ابن محمد بن یوسف بن حسن بن محمد بن علی بن حمزہ بن داؤد بن زید بن ابوالحسن الجندی
ابن حسین بن ابی عبد اللہ بن محمد بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید المظلوم بن علی الصغیر بن
العابد بن بن امام حسین بن سیدنا علی بن ابی طالبؑ

لے اخبار الاخبار ص ۳۳ اور خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۱۰۳ سیر محمدی مصنفہ مولانا شاہ محمد علی ساداتی مرید حضرت سید گیسو دراز
مطبوعہ یونانی دو خانہ پریس پبلیکیشنز، الدہ آباد

خاندان | حضرت گیسو دراز کے مورث اعلیٰ ہرات سے دہلی آئے تھے یہیں ۱۷۳۱ء میں منگلی ولادت باسعادت ہوئی، ان کے والد بزرگوار سید یوسف حسینی عرف سید راجا کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیا سے ارادت تھی، اپنے ملفوظات جوامع الکلم میں خود فرماتے ہیں،

پدر من زیارانِ خدمت شیخ نظام الدین بود (ص ۳۸)

ان کے نانا بھی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کے مرید تھے،

قیام دیوگیر | جب حضرت گیسو دراز کی عمر چار سال کی تھی تو ان کے والد بزرگوار سلطان محمد تغلق کے عہد میں دہلی سے دیوگیر منتقل ہو گئے، اس زمانہ میں دولت آباد کے صوبہ دار حضرت گیسو دراز کے مامون ملک الامرا سید ابراہیم مستوفی تھے، یہاں ایک بزرگ شیخ بابو رہا کرتے تھے جن کی صحبت میں حضرت گیسو دراز کے والد ماجد بابر شریک رہتے، والد بزرگوار کے ساتھ حضرت گیسو دراز بھی ان کی خدمت میں تشریف لے جاتے، یہ بڑی شفقت سے پیش آتے، چنانچہ انھوں نے بچپن ہی میں ان کے لیے اچھے کلمات استعمال کیے،

طفلی | آٹھ ہی سال کی عمر میں حضرت گیسو دراز سے دینی شفقت کا اظہار ہونے لگا، وضو اور نماز میں خاص اہتمام کرتے، چھوٹے بچے ان کی خدمت میں جمع رہتے، اور بہت ہی تنظیم و تکریم کے ساتھ ان کے سامنے اٹھتے بیٹھتے، اور وضو کے لیے پانی کا گھڑا بھر کر ان کے لیے رکھتے، حضرت گیسو دراز اس کم عمری میں بھی مشائخ کی طرح ان کو تبرک عنایت کرتے،

جب وہیں سال کے پورے ہوئے تو ان کے والد ماجد کا انتقال ۱۷۳۱ء میں دولت آباد

میں ہو گیا، اور یہیں سپرد خاک ہوئے، آج بھی ان کے مزار پر زائرین کا ہجوم رہتا ہے،

لے سیر محمدی ص ۶۷ ایضاً و ۷۷ ایضاً و ۷۸ ایضاً

ابتدائی تعلیم | ابتدائی تعلیم اپنے نانا سے پائی، اور پھر دوسرے استاد سے مصباح اور قدوری پڑھیں۔ نانا اور والد ماجد کی صحبت میں حضرت نظام الدین اولیاء اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کا ذکر برابر سنتے تھے، چنانچہ ایام طفلی ہی میں خواجگانِ حشت سے عقیدت پیدا ہوئی، اور حضرت چراغ دہلی کے دیدار اور ملاقات کے مشتاق ہوئے،

راجست دہلی | جب حضرت گیسو دراز کے والد ماجد کا انتقال ہوا تو کچھ دنوں کے بعد ان کی والدہ کو اپنے بھائی ملک لامرا، سید ابراہیم مستوفی سے رنجش پیدا ہو گئی، اول برداشتہ ہو کر دولت آباد کی سکونت چھوڑ دی، اور بچوں کے ساتھ ۳۶ھ میں دہلی چلی آئیں، اس وقت حضرت گیسو دراز کی عمر پندرہ سال کی تھی،

بیعت | دہلی پہنچنے کے بعد حضرت گیسو دراز جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے سلطان قطب الدین کی جامع مسجد میں گئے، وہاں حضرت چراغ دہلی کو دور سے دیکھا تو ان کے چہرہ مبارک کے جمال و انوار سے مسحور ہو گئے، اور ۱۶ رجب ۳۶ھ کو اپنے بڑے بھائی سید چندن کے ساتھ حضرت چراغ دہلی کے دست مبارک پر بیعت کی،

تربیت | بیعت کے بعد حضرت گیسو دراز کی خواہش ہوئی کہ مرشد کی جلد جلد توبہ کریں، لیکن بعض مجبور یوں کی وجہ سے یہ آرزو پوری نہیں ہوتی، پھر بھی مرشد ان سے بڑی شفقت سے پیش آتے، ایک مرتبہ مرشد نے ان سے فرمایا تم بھی میرے پاس آتے ہو تو بے وقت آتے ہو، میں اس وقت ملوں رہا کرتا ہوں، میرا جی چاہتا ہے کہ میں تم سے کچھ بات چیت کیا کروں، حضرت گیسو دراز اس شفقت کو اپنے لیے بڑی دولت تصور کرتے رہے۔

۱۰-۹ ھ جمادی الثانی، ملفوظات حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز مرتبہ سید حسین المعروف سید محمد اکبر حسینی، مطبوعہ انتظامی پریس عثمان گنج ص ۳۸

مرشد کی ہدایت کے مطابق عبادت و ریاضت میں تدریجی ترقی کی، اپنے
ملفوظات میں فرماتے ہیں :

”ایک بار اشراق کے بعد پابوسی کے لیے حاضر ہوا، (حضرت خواجہ نے) فرمایا
صبح کی نماز کے لیے جو وضو کرتے ہو، کیا وہ آفتاب کے طلوع ہونے کے بعد تک
باقی رہتا ہے، میں نے عرض کیا جی ہاں، آپ کے صدقہ میں باقی رہتا ہے، فرمایا
اچھا ہو جو اسی وضو سے دو گنا اشراق بھی پڑھ لیا کرو، میں نے کھڑے ہو کر عرض
کی، آپ کے صدقہ میں پڑھوں گا، پھر فرمایا اسی کے ساتھ شکر الہمار اور استعاذہ بھی پڑھ
لیا کرو، جب چند روز اس کی پابندی کر چکا تو ایک روز فرمایا دو گنا اشراق
پڑھتے ہو، میں نے عرض کیا بلاناغہ پڑھتا ہوں، ارشاد فرمایا اگر اس میں چاشت
کی بھی چار رکعت ملا دیا کرو تو نماز چاشت بھی ہو جایا کرے گی، میں نہیں کہتا کہ
کہ اگر کسی وقت پڑھو، بلکہ بعد اشراق اسی وقت چاشت پڑھ لیا کرو تو
چاشت بھی ہو جایا کرے گی۔

میں ہمیشہ رجب میں روزے رکھا کرتا تھا، ایک بار پوچھا کیا تم رجب میں
روزے رکھا کرتے ہو، میں نے عرض کیا جی ہاں، پھر پوچھا شعبان میں بھی، میں نے
کہا شعبان میں نور روزے رکھتا ہوں، فرمایا اگر اکیس دن اور رکھ لیا کرو تو
پورے تین مہینے کے روزے ہو جایا کریں گے، میں نے گزارش کی، آپ کے صدقہ میں
رکھوں گا، میں نے اپنی والدہ سے کہا، وہ اس وقت تک حضرت شیخ سے بیعت نہیں
ہوئی تھیں، محمد پرہیزم ہوئیں، کچھ سخت و سست بھی کہا، میں نے ان سے عرض کیا آپ
چاہیں کہیں لیکن شیخ نے جو کچھ فرمایا ہے، اس پر عمل کرنے سے باز نہیں آؤں گا۔

مین رمضان کے بدشش عید کے چھ روزے بھی رکھا کرتا تھا، ان ہی ایام میں ایک دن قدمبوسی کے لیے حاضر ہوا، ارشاد فرمایا ہمارے خواجگان صوم داند کی نہیں رکھا کرتے، بلکہ صوم دوام رکھتے تھے، تم بھی صوم دوام رکھا کرو۔ (جوانم ۳۸۳-۳۸۹)

باطن کو آراستہ کرنے کے علاوہ علوم ظاہری کی تعلیم کا بھی سلسلہ جاری رکھا، کچھ کنین مولانا سید شرف الدین کینغلی، کچھ مولانا تاج الدین بہادر اور کچھ مولانا قاضی عبدالمقتدر سے پڑھیں،

ریاضت | ذکر و فکر میں زیادہ لذت ملنے لگی تو گھر چھوڑ کر خطیرہ شیرخان جہان پناہ کے ایک حجرہ میں آکر مراقبہ کرنے لگے، اور یہاں دس برس تک ریاضت کی، یہیں سے مولانا قاضی عبدالمقتدر سے تعلیم حاصل کرنے جاتے، اور وہاں سے مرشد کی پابوسی کے لیے پہنچتے، علوم باطن کے حاصل کرنے میں علوم ظاہر کی تحصیل سے دل برگشتہ رہنے لگا، اس لیے مرشد سے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو علم ظاہر کی تعلیم اب چھوڑ دوں، اور علم باطن کی تعلیم حاصل کرنے میں مشغول رہوں، لیکن مرشد نے فرمایا بدایہ، بزودی رسالہ شمس، کشف اور مصباح خوب غور سے پڑھ لو، تم سے ایک کام لینا ہے، مرشد کے حکم کے مطابق تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا، اور انیس سال کی عمر میں تمام علوم کی تحصیل سے فارغ ہوئے، اور جب ان علوم سے فراغت ہو گئی تو ریاضت شاقہ کی طرف توجہ کی، پنجگانہ، وہ گانہ، پانزدہ گانہ ادا فرماتے، اور طہی کے روزے رکھتے،

حضرت چراغ دہلی اپنے مرید کی ریاضت سے بہت متاثر ہوئے، ایک موقع پر فرمایا کہ ستر برس کے بعد ایک لڑکے نے پھر مجھ میں شوریدگی پیدا کر دی ہے اور پہلے

لے سیر محمدی ص ۱۶، "تم سے ایک کام لینا ہے" سے مراد تصنیف و تالیف کا کام ہے،

مشغول رہتے، مغرب کی نماز اور اوہین ادا کر کے عشاء تک طالبانِ سلوک کو تسلیم دیتے، پھر بقدرِ سدرِ منقہ کھانا تناول فرما کر سو جاتے، اور نصفِ شب کو بیدار ہو کر پہلے خود وضو کرتے، پھر مرشد کو وضو کراتے، اور جب مرشد حجرہ میں داخل ہو کر حق کی یاد میں مشغول ہو جاتے تو خود بھی نماز تہجد ادا کر کے حجرہ کے باہر دروازہ سے پشت لگا کر ذکر و تفل میں مصروف ہو جاتے، اس وقت بھی پانی کا آفتابہ وغیرہ ساتھ رکھتے کہ جب مرشد صبح کی نماز کے لیے حجرہ سے باہر آئیں تو اس وقت وضو کے لیے سامان تیار ملے۔

شفقت مرشد | پہلے ذکر آچکا ہے کہ ایک بار مرشد کی بالکی اور مریدوں کے ساتھ اٹھائی گئی ان کے گیسو بالکی کے پایہ میں الجھ گئے، لیکن تکلیف کے باوجود مرشد کے عشق و محبت میں خاموش رہے، اور غایتِ تنظیم میں بال بالکی کے پایہ سے نکالنا پسند نہ کیا جب مرشد کو اس کی خبر ہوئی تو مرید کی اس محبت و عقیدت سے بہت خوش ہوئے اور ایک شعر پڑھا جس میں ان کو گیسو دراز کے خطاب سے مخاطب فرمایا تھا،

مرشد کو بھی اپنے مرید سے ہمیشہ بڑی محبت رہی، چنانچہ جب وہ اپنی وفات ایک سال پہلے باسور بادھی کے مرض میں مبتلا ہوئے تو غایتِ تکلیف میں حضرت سید گیسو دراز ہی سے اپنی صحت کے لیے دعا مانگا کرتا اور ان ہی کی دعاؤں کی بروکری سے شفا پائی۔

حضرت سید گیسو دراز اپنی عمر کے ۳۰ دین سال خلد کے مرض میں مبتلا ہوئے اور خون تھوکنے لگے، وہ اسی کے ساتھ ہچکچان بھی آتی تھیں، مرشد نے ان کیلئے دوا، طبیب اور تیمار دار بھیجے، اور روزانہ ایک آدمی ان کی خیریت دریافت کرنے

کے لیے روانہ فرماتے، اور جب ان کو شفا ہوئی تو ان سے مل کر بے حد خوش ہوئے اور اپنا کبیل عطا فرمایا، اس ملاقات کے بارہ مین سیر محمدی کے مولف رقمطراز ہیں:

”اپنا کبیل اپنے سامنے سے اٹھا کر حضرت مخدوم رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا اور حضرت مخدوم کے ہاتھ مضبوط پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی کسی کے لیے محنت و مشقت کرتا ہے تو کسی چیز کے واسطے کرتا ہے، اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ سید محمد اس کام کو میری طرف سے قبول کرو یعنی لوگوں سے بیعت لیا کرو، حضرت مخدوم نے سر نہ ہکا کر لیا، اور خاموش رہے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے قبول کر لیا؟ حضرت مخدوم نے عرض کیا، میں نے قبول کیا، پھر ارشاد فرمایا قبول کر لیا؟ حضرت مخدوم نے عرض کیا قبول کیا، اس کے بعد آپ نے دو وصیتیں ارشاد فرمائیں، ایک تو یہ کہ اپنے ظاہری اور ادنیٰ ترک نہ کرنا، دوسرے یہ کہ میرے متعلقین کے ساتھ رعایت و مراعات کرنا“ (ص ۲۳)

سجادہ نشین حضرت چراغ درہی کا وصال ہوا تو ان کی میست کر حضرت سید گیسو داز ہی نے غسل دیا، اور جس پٹنگ پچنسل دیا تھا، اس کی ڈوریاں پٹنگ سے جدا کر کے اپنی گردن میں ڈال لیں کہ یہ میرا فرقہ ہے، حضرت چراغ درہی کے سوانح حیات کے سلسلہ میں ذکر آچکا ہے کہ امھون نے کسی کو اپنا جانشین مقرر کرنا پسند نہیں فرمایا، لیکن سیر محمدی کے مولف کا بیان ہے کہ امھون نے رحلت کے وقت حضرت سید گیسو داز کو اپنی جانشینی کے لیے منتخب کیا، تفصیل کے لیے دیکھو سیر محمدی، ص ۲۵-۲۴، چنانچہ ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہو کر سجادہ ولایت پر طبرہ افروز ہوئے۔

سیر محمدی میں ہے:

”بہ زیارت سیوم بندگی شیخ رضی اللہ عنہ (یعنی حضرت چراغ دہلی) سجادہٴ خلافت
پر جلوہ افروز ہوئے، اور اپنا ہاتھ بیعت کے لیے بڑھا دیا، طالبانِ حق کو متقین و
ارشاد فرمانے لگے، چپے کہ حضرت بندگی شیخ نصیر الدین محمود رضی اللہ عنہ متقین
و ارشاد فرمایا کرتے تھے.....

زمانہ شیخوستان میں بہت سے علماء، علماءِ اسلامیین، خوانین اور قسم قسم کی مخلوق

آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی۔“ (ص ۲۶-۲۵)

علماء اور حضرت گیسو دراز | دہلی کے علماء میں جب مولانا حسین حضرت گیسو دراز کے حلقہٴ بیعت
میں داخل ہوئے تو مولانا حسین کی بہن کے ایک داماد نے حضرت گیسو دراز سے اپنی عقیدگی
کا اظہار کیا، اور مولانا حسین سے کہا کہ آپ سید محمد کے کیا مرید ہوئے، انھوں نے
جواب دیا تم نے سید محمد کو دیکھا ہی نہیں، اگر دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ وہ کیا چیز ہیں،
دوسرے دن مولانا حسین بہن کے داماد کے ساتھ حضرت گیسو دراز کی خدمت میں حاضر
ہوئے، وہ ایک تخت پر تشریف فرما تھے، سر پر عمامہ تھا ہاتھ میں سرخ چڑے کا پنکھا
لیے ہوئے تھے، مولانا حسین کے داماد کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر یہ صاحبِ نعمت
ہوں گے، تو پنکھا اور عمامہ مجھ کو عنایت فرمائیں گے، حضرت گیسو دراز کو کشف ہو گیا
کہ مولانا حسین کے داماد کے دل میں کیا خیال پیدا ہو رہا ہے، اسی وقت ان کو مخاطب
کر کے ارشاد فرمایا، مولانا سنا: بے ادب! ایک بازیگر تھا، وہ مجمع میں ایک گدھے کو
لا کر کھڑا کر دیتا اور اس کی دونوں آنکھیں کپڑے سے باندھ دیتا اور مجمع سے مخاطب
ہو کر کہتا کہ تم میں سے کوئی کسی کی کوئی چیز چرائے تو میں اس کو بکرا لون گا، اس تماشے
میں ایک شخص کسی کی کوئی چیز چالیتا اور وہ بازیگر گدھے کی آنکھ کھول کر اس سے کہتا کہ

فلان کی چیز کوئی چرا لے گیا ہے تو اس کو پکڑ لا، گدھا سب کو سونگھتا پھرتا، اور جب چور کے پاس پہنچتا تو چور کے کپڑے دانٹوں سے پکڑ لیتا، اور اس کو کھینچ کر بازی گر کے پاس لے آتا، اس قصہ کو بیان کر کے حضرت سید گیسو دراز نے فرمایا بڑی مشکل ہے، اگر کوئی اظہار کرامت کرے تو اس گدھے کے مانند ہے، اور اگر اظہار کرامت نہ کرے تو لوگ اسے بے نعمت کہیں، یہ کہہ کر مولانا حسین کے داماد کو نیکھا اور عمامہ دیا، اور فرمایا لیجیے اور لے جائیے، مولانا حسین کے داماد متحیر ہوئے، اور اسی وقت بیعت میں داخل ہو کر ذکر حق میں مشغول رہنے لگے۔

دہلی کے مولانا نصیر الدین قاسم اپنے علم اور تقویٰ میں بہت مشہور تھے، ان کے استاد مولانا مسین الدین کو ان پر فخر تھا، حضرت سید گیسو دراز کے بچے ان سے درسی کتابیں پڑھتے تھے، کبھی وہ مولانا نصیر الدین قاسم کے گھر پہلے جاتے، اور کبھی مولانا خود خانقاہ ہی میں آکر ان کو پڑھاتے، مولانا کو اپنی ابتدائی زندگی میں کسی سے اعتقاد نہ تھا، لیکن آخر میں حضرت سید گیسو دراز سے بیعت کر لی، مولانا مسین الدین عمرانی کو بیعت کی خبر ہوئی تو مولانا نصیر الدین قاسم کو بلا کر کہا تم خود عالم تھے، پھر سید محمد کے مرید کیوں ہو گئے، مولانا نصیر الدین نے عرض کیا پہلے عالم تھا، اب حضرت محمد دم کے سامنے مسلمان ہوا ہوں۔

ملک زادے بھی مذہبی اور روحانی استفادہ کے لیے برابر خدمت میں حاضر ہوتے رہتے، ایک بار ایک ملک زادہ آیا تو حضرت گیسو دراز کے اہل حق میں ان ہی کا کھانا ایک سالہ تھا، ملک زادہ نے اس کو مانگ کر دیکھا تو اس میں ایک جگہ لکھا تھا کہ

اللہ تعالیٰ کو ہمارے ساتھ معیت ذاتی ہے، ملک زادہ کو یہ بات کبھی نہ دہلی کے مولانا قاضی عبدالمقتدر کے پاس گیا، اور ان سے عرض کیا کہ حضرت گیسو دراز نے لکھا ہے کہ مخلوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت ذاتی ہے، حالانکہ کتابوں میں ہے کہ مخلوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت علمی ہے، مولانا قاضی عبدالمقتدر ملک زادہ کو کوئی تشفی بخش جواب نہ دے سکے، تو اس نے یہ بات سلطان فیروز شاہ تغلق کے کان تک پہنچائی، سلطان فیروز شاہ نے ملک عماد الملک کو بلایا، اور اس سے دریافت کرنے کو کہا کہ سید محمد جادہ شریعت سے بہت تو نہیں گئے، عماد الملک نے عرض کیا کہ میں حضرت مخدوم کو جانتا ہوں، میرے دو بچے میان جیون اور میان شاہین ان سے مرید بھی ہیں، پھر بھی حکم ہو تو تحقیق کروں، سلطان نے کہا کہ علما کو جمع کرو، اور مذکورہ بالا مسئلہ کی تحقیق کراؤ، جمعہ کے روز عماد الملک پرانی دہلی کی اس مسجد میں علما کے ساتھ گیا، جہاں حضرت گیسو دراز جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے تشریف لاتے، لیکن عماد الملک علما کے ساتھ مسجد میں اس وقت پہنچا جب حضرت گیسو دراز نماز پڑھ کر واپس جا چکے تھے، عماد الملک نے دہلی کے مشہور عالم مولانا سید علاء الدین کو حضرت گیسو دراز کی خانقاہ میں بھیجا کہ مسئلہ مذکور کے متعلق رد و قدرح کر لیں، چنانچہ مولانا علاء الدین خانقاہ آئے، اور حضرت گیسو دراز سے بحث شروع کی کہ بعض اشخاص کہتے ہیں کہ آپ نے معیت معیت ذاتی مراد لی ہے، حضرت گیسو دراز نے فرمایا ہاں یہی مراد ہے، علما نے معیت صفتی کہا ہے، صفت ذات سے علیحدہ نہیں ہے، اور نہ جدا ہو سکتی ہے، تو اللہ کی جو معیت از روئے صفت ہوئی وہ از روئے ذات بھی ہوئی، اسکے علاوہ یہ معیت صفتی اعتباری ہے حقیقی نہیں، پس اعتبار ذات میں ہو یا صفات میں، اس میں کیا ہرج ہے، مولانا علاء الدین کو اس جواب سے تشفی ہو گئی، اور ان کے ساتھی بھی اس دلیل کو رد نہ کر سکے،

فیروز تغلق اور حضرت گیسو دراز کی مجلس سماع

سیر محمدی کے مولف کا بیان ہے کہ بعض لوگوں نے سلطان فیروز شاہ تغلق کو یہ بھی خبر پہنچائی کہ حضرت گیسو دراز کی مجلس سماع میں

مریدین اپنا سر زمین پر رکھا کرتے ہیں۔ اور بڑا شور مچاتے ہیں، سلطان نے یہ سن کر حضرت گیسو دراز کو یہ کہلا بھیجا کہ اپنی مجلس سماع خلوت میں کیا کریں، اس کے بعد سے حضرت گیسو دراز اپنے حجرہ میں یہ مجلس منعقد کرنے لگے، بیچ میں ایک پردہ ڈال دیتے، پردہ کی دوسری طرف مریدین صف باندھ کر بیٹھتے، اور جب حضرت سید گیسو دراز پردہ طاری ہوتا، تو خادم حجرے کا دروازہ بند کر دیتا۔

سفر دکن | دہلی میں تقریباً چوالیس سال کے قیام کے بعد تیمور کے حملے کے زمانے یعنی ۸۵۰ھ میں گلبرگہ منتقل ہو گئے، دہلی سے گلبرگہ آتے ہوئے راستے میں بہادر پور، گوالیار، بھاندیر، ایرچہ، چندیری، کمبھایت، بڑودہ، سلطان پور، دولت آباد، اور آگدہ میں قیام فرمایا، دوران سفر میں ہر جگہ لوگ جوق در جوق استقبال کے لیے آتے، بھاندیر، کمبھایت اور دولت آباد کے ضابطوں یعنی حاکموں نے بھی پیشوائی کی، جان ٹھہرتے وہاں خواص و عوام دونوں حلقہ بیعت میں داخل ہوتے، اور حسب مراتب ان کو تلقین فرماتے، چندیری پہنچے تو وہاں کے مفتی کے صاحبزادے قاضی خواجگی نے بھی جوڑے ذی علم بزرگ تھے، بیعت کی، بیعت کے بعد ذکر کی تلقین کی خواہش ظاہر کی، تو حضرت گیسو دراز نے فرمایا ذکر کی تلقین میں میری ایک خاص روش ہے، اور وہ یہ کہ طالب ذکر اپنے سر پر جنگل سے لکڑی لائے تو اس وقت میں ذکر کی تلقین کرتا ہوں، تم خود شیخ ہو، شیخ زادہ ہو، بیان کے مدار ہو، جنگل سے لکڑی نہ لاسکو گے جس جنگل میں ہو اسی میں مشغول رہو،

حضرت سید گیسو دراز
فیروز شاہ بہمنی
جب گلبرگر کے قریب پہنچے تو سلطان فیروز نے اپنے خاندان امراء اور دربار کے علماء و سادات، اور شاہی لشکر کے ساتھ استقبال کیلئے

آیا اور ادب و احترام کے ساتھ گلبرگر لایا، تاریخ فرشتہ (ج ۱ ص ۳۱۶) میں ہے:
"فیروز آباد میں سلطان (فیروز شاہ بہمنی) کو یہ خبر پہنچی کہ دہلی سے ایک سید
عالی مقام عویش، اخترم میر سید محمد گیسو دراز دکن تشریف لائے ہیں، اور حسن آباد
گلبرگر کے قریب پہنچ چکے ہیں۔

چراغ ز شمع بنی تافتہ کر خورشید و مہ نور از دیافستہ
سلطان فیروز شاہ ہمیشہ ایسے بزرگون کا خواہاں رہتا تھا، اس خبر سے خوش ہوا اور
فیروز آباد سے حسن آباد گلبرگر آیا، اپنے امراء، ارکان دولت اور لڑکوں کو استقبال
کے لیے بھیجا، اور بہت اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ شہر میں تشریف لائے، فیروز شاہ
حکیمانہ مذاق رکھتا تھا، اس لیے جب سید محمد گیسو دراز کو علم ظاہری خصوصاً مقولات
سے خالی پایا تو آپ کی طرف توجہ نہیں کی،

فرشتہ کا یہ بیان بالکل صحیح نہیں کہ حضرت سید گیسو دراز علوم ظاہری سے خالی تھے،
کیونکہ ہم گزشتہ اوراق میں لکھ چکے ہیں کہ انھوں نے علم ظاہری میں بھی کمال حاصل کیا تھا،
برہان آثرین جو سلاطین بہمنی کے متعلق مستند اور اہم معلومات فراہم کرتی ہے، ایسے صاف
اور واضح بیانات ہیں جن سے فرشتہ کے بیان کی مطلق تصدیق نہیں ہوتی، ملاحظہ ہو،

اسی سال حضرت سید محمد گیسو دراز مدینہ اور کمال درویشوں کی ایک جماعت

کے ساتھ دہلی سے دکن تشریف لائے، اور گلبرگر کو بھی اپنے قدم مبارک سے سرفراز
کیا، سلطان (فیروز شاہ) کو بھی اس کی خبر پہنچی، اس کو سادات، عظام اور مشائخ عالی مقام

کی صحبت سے بڑی رغبت تھی، اور اہم معاملات میں اس گروہ کی رائے سے استفادہ کیا کرتا تھا، اسی اخلاص کی بنا پر وہ حضرت سید گیسو دراز کی تشریف آوری سے بہت خوش ہوا، اور خدمت ملاو کی ایک جماعت کو ان کی خدمت میں بھیجا، تاکہ ان کے حالات معلوم کر کے ان کی حقیقت سے اس کو مطلع کریں، وہ جماعت سلطان کی ہدایت کے مطابق ان کی خدمت میں گئی، اور ان کو تمام علوم ظاہری و باطنی کشف و کرامات اور مقامات میں ہر تہ کمال پر پایا، اور جو کچھ کہ دیکھا، سلطان کی خدمت میں آکر عرض کیا، اس کی وجہ سے سلطان کی عقیدت میں اور بھی اضافہ ہوا، اور اس کو ان کی صحبت کی بہت زیادہ خواہش پیدا ہوئی، اور تنظیم و تکریم میں کوئی بات اٹھا نہیں رکھی، چند اباد گاروں ان کے آستانے کے خدام کے لیے نہایت کیے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ پہلی ہی ملاقات میں سلطان کو حضرت سید محمد گیسو دراز سے ایسے تعلقات پیدا ہو گئے کہ وہ دیر دراز پڑھتے گئے، یہاں کہ سلطان گردش زمانہ سے تحت سے معزول ہو گیا، اور ان کی عدم توجہ سے جو کچھ اس کو دیکھنا پڑا، اس کا ذکر آگے آئے گا، (لمحضاً)

برہان ناتر کے مولف کا بیان ہے کہ حضرت سید گیسو دراز کو فیروز شاہ بہمنی سے "کلفت" ہوئی، اور ان کی نظر توجہ اس کی طرف سے ہٹ گئی، چنانچہ چوبیس ہزار لاکھ کی تسخیر کے لیے گیا تو اس کو شکست ہوئی، عام لوگوں کا خیال تھا کہ سلطان کو شکست محض اس لیے ہوئی کہ حضرت سید گیسو دراز کی توجہ اس کی طرف نہیں رہی تھی، خود سلطان فیروز شاہ بہمنی کا بھی یہی خیال تھا، برہان ناتر میں ہے:

لے برہان ناتر مولفہ سید علی طباطبائی شائع کردہ مجلس مخطوطات فارسیہ حیدرآباد دکن ص ۴۴-۴۳

”مردم این شکست را از اثر کلفت سلطان الاولیا، والمحققین زبدۃ آل ظہر ولین شہباز
بلند پرواز سید محمد گیسو دراز دانستند و بسبب این شکست صنعت قوای سلطان معظمت
گشتہ، بارہا بزبان الہام بیان می گذرانیدند کہ موجب شکست لشکر تغیر خاطر آن
فرز الاولاد سید البشر بود۔“

سیر محمدی بن حضرت سید گیسو دراز اور فیروز شاہ بہمنی کے تعلقات کے سلسلہ میں ضرر
اتنا ذکر ہے کہ جب حضرت سید گیسو دراز گلبرگہ کی طرف روانہ ہوئے تو سلطان
فیروز شاہ نے لشکر کے ساتھ شہر کے باہر آکر استقبال کیا، گلبرگہ پہنچ کر حضرت سید گیسو دراز
نے اس کی درازی عمر کے لیے دعا کی، حضرت سید گیسو دراز کے وصال اور اس کی
موت میں صرف چند دن کا فرق تھا۔“

احمد شاہ بہمنی	سلطان فیروز شاہ بہمنی کا جانشین سلطان احمد شاہ حضرت سید گیسو دراز
حضرت سید گیسو دراز	کا برابر مقتدر ہوا، اپنی تخت نشینی سے پہلے بھی ان کی خدمت میں

ماضی ہوتا تھا، ان کے لیے ایک خانقاہ بھی بنوئی تھی، اور خانقاہ کے درویشوں پر طرح
کی نوازشیں کیا کرتا تھا، کہا جاتا ہے کہ حضرت سید گیسو دراز کی دعاؤں کی بدولت تخت و تاج کا
مالک ہوا تھا اس لیے تخت پر بیٹھنے کے بعد حضرت سید گیسو دراز کا ادنیٰ غلام بن گیا،
تاریخ فرشتہ میں ہے:

سلطان احمد شاہ بہمنی سادات، علماء اور مشائخ کی تعظیم میں کوئی دقیقہ فرو گذار
نہ کرتا تھا، اس کے حق میں حضرت سید گیسو دراز کی بکراست ظاہر ہوئی اس کی بنا
پر وہ ان کی بہت عزت کرتا تھا، عوام اپنے بادشاہ ہی کے دین کی تقلید کرتے ہیں،

دکن کے لوگ ان کی طرت متوجہ ہوئے، اور تمام لوگ ان کے آستانے کا طواف کیا کرتے تھے، اور سلطان نے اپنے اسلاف کی روش کے خلاف شیخ محمد سراج کے خاندان سے ترک ارادت کیا اور حضرت سید محمد گیسو دراز کا مدد ہوا اور اس آباد گنبرہ کی سرکار میں ان کے لیے چند گاؤں اور قصبے وقف کیے، اور ان کے قیام کے لیے ایک عایشان عمارت شہر کے متصل بنوائی، اس وقت بھی جب کہ حسن آباد گنبرہ کی حکومت خاندان بہمنہ سے مارل شاہی خاندان میں منتقل ہو گئی ہے، احمد شاہ کے

وقف کردہ قصبات حضرت سید گیسو دراز کی اولاد کے تصرف میں ہیں۔ (رج اص ۳۰-۳۱)

گو حضرت سید گیسو دراز کا در سال سلطان احمد شاہ بہمنی کی تخت نشینی کے پہلے ہی سال میں ہو گیا، لیکن تخت نشین ہونے سے پہلے تقریباً اکیس بائیس برس تک ان کی صحبت میں رہ چکا تھا،

حضرت سید گیسو دراز کو شریعت کی پابندی کا بڑا خیال تھا، سیر محمدی کے مولف کا بیان ہے کہ اگر کبھی بمقتضائے بشریت آپ کے دل میں کسی نامشرع کام کے کرنے کا خطرہ پیدا ہوتا تو غیبی طاقت! منع ہو جاتی، احمد شاہ بہمنی کو بھی حضرت سید گیسو دراز کی صحبت میں شریعت کی پابندی کا خیال پیدا ہو گیا تھا چنانچہ اپنی بادشاہت کے زمانہ میں شریعت کی ترویج پر بڑا زور دیا، بہانہ آثر میں ہے:

ہمگی بہمت والا تھتہ برتر دیکھ شریعت سید المرسلین و اعلاء اعلام اسلام گماشتہ

در لوازم احکام شرعیہ و اوامر و نواہی دین مبین مصطفویہ بالند و اعتنا طایبہ

فرمودی و بر اسم امر معروف و نہی منکر نبوی قیام و اقدام نمودی کرد تمام ممالک کن

احمدی از کتاب منہیات بل تمہیل آن نہ توانستی نمود و

مقبولیت | دکن کے خواص و عوام دونوں حضرت سید گیسو دراز کے فیوض و برکات کے سرخیم سے سیراب ہوتے رہے، اور ان کو اس دیارین بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، تاہم فرشتہ میں ہے:

دکن کے باشندے حضرت سید گیسو دراز کے بہت زیادہ متقدّم تھے، اس حد کہ ایک شخص نے ایک دکنی سے پوچھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہیں یا سید محمد گیسو دراز، اس نے جواب دیا کہ حضرت محمد رسول اللہ اگرچہ پیغمبر خدا ہیں لیکن مخدوم سید محمد گیسو دراز چہرہ ہی اور ہیں، اس سے حضرت سید کی ذات سے اہل دکن کے حسن عقیدت اور اخلاص کا قیاس کیا جاسکتا ہے، (رج اص ۳۸) اگرچہ نقل کفر کفر نباشد، لیکن یہ اقتباس اس لیے دیا گیا ہے کہ اس سے حضرت سید گیسو دراز کی غیر معمولی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے، مولانا عبدالحی اخبار الانوار میں حضرت سید گیسو دراز کے ذکر کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں:

..... بدیار دکن رفت، و قبوی عظیم یافت اہل این دیار ہمہ متقاد

و مطیع او گشتند، (ص ۱۲۳)

ترجمہ الاصفیاء میں ہے:

..... در دیار دکن تشریف برد، و قبوی عظیم یافت و اہل آن دیار از

غور و کبار ہمہ مطیع و متقاد و ہی گشتند، و ہزار و ہزار طلباء سے صداقت شعار

تو جو مجھ کو سیدنا مدار بقرب حق رسیدند، و سلسلہ عالیہ سے در تمام دکن رائج و شائع

شہرہ (ج ۱ ص ۳۸۱)

مرآۃ الاسرار کے مؤلف لکھتے ہیں:

..... بدیار دکن تشریف برد و در شہر گبرگہ سکونت اختیار نمود و آنجا قبولیت

عظیم یافت، جمیع اہل آن دیار از خاص و عام مطیع و منقاد او گشتند، چنانکہ تا امروز

سلاطین آنجا دختران خود بفروزان میرسید محمدی دہند

طریقہٴ بیعت | حضرت سید گیسو دراز کے پاس جب کوئی مرید ہونے کے لیے آتا تو

اس کے ہاتھ پر اپنا دست مبارک رکھ دیتے، اور فرماتے تھے اس ضعیف، اس

ضعیف خواجہ، اور اس ضعیف کے خواجہ کے خواجہ اور اسی سلسلہ کے دوسرے مشائخ

کے ساتھ عہد کیا کہ اپنی نگاہ اور اپنی زبان کی حفاظت کر دے گے، اور جادہ شریعت پر

قائم رہو گے، کیا تم نے یہ قبول کیا، مرید عرض کرتا جی ہاں میں نے قبول کیا، اس کے بعد

ارشاد فرماتے الحمد للہ، پھر دست مبارک میں قنچی لیتے اور بکیر کہتے ہوئے داہنی طرف

سے کان کے قریب تھوڑے سے بال کاٹ لیتے، اسی طرح بائیں طرف کے چند بال

کاٹتے، پھر بکیر کہتے ہوئے اس کو ایک ٹوپی پہناتے، اس کے بعد مرید کو دو رکعت نماز

پڑھنے کے لیے کہتے، اور جب وہ نماز پڑھنے کے لیے جاتا تو فرماتے اگر اس شخص نے عہد

دل سے توبہ کی ہوگی تو اس کا نام توبہ کرنے والوں کی فہرست میں لکھا جائے گا، اور

قیامت کے روز توبہ کرنے والوں کے ساتھ اس کو جوائے گی، اور جب مرید دو رکعت

نماز پڑھ کر آتا تو اس کو بائچون وقت نماز باجماعت ادا کرنے کی تاکید فرماتے، جمعہ

کو غسل اور جمعہ کی نماز کی پابندی کی بھی سختی سے تلقین کرتے، پھر مختلف اوقات کے لیے

نمازین اور اوراد و وظائف بتاتے، ہر مہینہ ایام بیض کے روزے رکھنے کے لیے بھی ہدایت کرتے ان ہدایتوں کے دینے کے بعد فرماتے کہ جس طرح ایک سپاہی کے لیے کمان تیغ و سپرد وغیرہ ضروری ہے، اسی طرح ایک صوفی کے لیے ان باتوں پر عمل کرنا ضروری ہے، ورنہ پھر اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہے۔

اگر کسی عورت کو مرید فرماتے تو ایک بڑے پیالہ میں پانی لایا جاتا، اپنی شہادت کی انگلی پیالہ میں ڈالتے، عورت بھی انگشت شہادت پانی میں ڈالتی، اس کے بعد بیعت کرتے، وہ عورت پیالے کے پانی کو پی جاتی، پھر روال یاد میں اس کے سر پر رکھ دیتے، اگر عورت پردہ والی ہوتی تو اس کے سامنے ایک چادر ڈال دی جاتی پانی کا پیالہ درمیان میں رکھتے یا اس کے کسی محرم کو دیکھ دیتے، وہ بیعت کر دیتا، رط کے اور مریدین کو مرید نہیں کرتے،

استفادہ اور عرفہ کے دن تمام مرید حاضر ہوتے، ان سے تجدید بیعت کرتے اور پہلی بیعت سے زیادہ عبادت و ریاضت کرنے کے لیے حکم دیتے، اور زندہ گی بسر کرنے کے طریقے بتاتے۔

معمولات | گلبرگ شریفیہ کے قیام کے زمانے میں حضرت سید گیسو دراز کے معمولات حسب ذیل تھے:-

پانچون وقت کی نماز جماعت کے ساتھ ادا فرماتے، کسی وقت تنہا ایک آدمی کے ساتھ نماز ادا نہیں فرمائی، آخر عمر میں جب کھڑے ہونے کی قوت باقی نہیں رہ گئی تھی تو فرض، سنت اور نفل بیٹھے بیٹھے ادا فرماتے، ہر روز ان اوراد کو پڑھتے جو حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی پڑھا کرتے، مریدوں کو بھی ان کی مدد و مست کرنے کو

ارشاد فرماتے، فجر کی نماز کے بعد ۳۳ تین، اور چپسل اسم پڑھا کرتے، انور عمر
 میں ان کو اپنے ایک صاحبزادے سے باوازیلہ پڑھوا کر سنتے اشراق کی نماز کے بعد
 اپنے صاحبزادوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے، جوانی میں ہمیشہ روزے رکھتے تھے،
 لیکن انور عمر میں صرف اہام بعض کے روزوں پر اکتفا کیا تھا چاشت کی نماز کے بعد درس
 دیا کرتے، درس زیادہ تر تفسیر حدیث، اور سلوک، اور کبھی کبھی علم کلام اور علم فقہ بھی
 پڑھاتے، درس میں علم، اور شاہی حکام کے لڑکے بھی شریک ہوتے، دوپہر کو قیلولہ کرتے
 اور فرماتے جو صورتی قیلولہ نہیں کرتا ہے، وہ راستہ گمراہی میں گھٹکتا ہے، نیند نہیں رکھتا ہے،
 ساری رات جاگتا ہے کہ پڑا سو یا رہے، اگر کوئی کتاب یا رسالہ تصنیف فرماتے تو زوال
 کے بعد کسی سے لکھواتے، ظہر کی نماز کے بعد تلاوت کھام پاک کرتے، تلاوت کے ساتھ
 راقبہ بھی کرتے جاتے، انور عمر میں جب خود تلاوت نہیں کر سکتے تھے تو مولانا بہاء الدین
 امام سے پڑھوا کر سنتے، تلاوت کے بعد پھر درس ہوتا، عصر کی نماز کے بعد بلاناغہ دعا
 استغفار پڑھتے، نوز مغرب کے بعد ادا میں کی مناسک ادا فرماتے، مغرب اور عشاء
 کے درمیان ساکنوں کو ناس خاص تعلیم دیتے، پھر عشا کی نماز پڑھ کر مریدوں اور
 صوفیوں کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتے، وہ اپنے طرف رشتہ دار اور بائیں طرف
 دوسرے لوگ بیٹھے، اور شریک دسترخوان کے سامنے روٹیاں اور سالن ہوتے، لیکن
 خود آتش کے ایکس پال پر اکتفا فرماتے، اس میں سے تھوڑا نوش فرما کر جس پر کچھ نظر
 عنایت ہوتی اس کو مرحمت کر دیتے، کھانے کے بعد مریدوں سے تھوڑی دیر گفتگو کرتے
 اسکے بعد آرام کرتے پھر تہجد کیسے اٹھتے، تہجد کے بعد ذکر و مراقبہ کرتے، اور فرماتے کہ ذکر و مراقبہ
 سے بہت سی چیزیں معلوم ہوتی ہیں بعض لوگ برسوں روزہ، نماز اور تلاوت میں

گزار دیتے ہیں لیکن پھر بھی ان کو کوئی راہ نہیں ملتی، اور یہ اس لیے کہ وہ ذکر اور مراقبہ نہیں کرتے، تہجد ہی کے وقت اپنے مرشد کے خاص خاص اور ادو وظائف کی بھی مدد کرتے تھے،

جمعہ کے دن غسل فرماتے، اور بلاناغہ جمہ کی نماز کے لیے جامع مسجد تشریف لے جاتے۔ مسجد میں پہنچ کر تین سلام کے ساتھ چھ رکعتیں نماز ادا کرتے، اور پھر بیٹھ کر مراقبہ فرماتے، ہمیشہ نماز پر بیٹھا کرتے تھے، کسی کے لیے تعظیماً کھڑے نہ ہوتے، لیکن بادشاہ یعنی سلطان فیروز بھی آتا تو کھڑے ہو جاتے، اور اس کو مخاطب کر کے فرماتے تم ادنیٰ الامور پر اس لیے تمھارے واسطے کھڑا ہو جاتا ہوں، جب بادشاہ آنا چاہتا تو یکدم اٹھ کھڑا دیکھتا، جواب دیتا کہ فلاں دن آؤ، اس کے آنے سے پہلے زیادہ کھانا پکاتے کا حکم دیتے، اور جب وہ آتا تو دسترخوان بچھا دیا جاتا، دسترخوان پر اور لوگ بھی بیٹھ کر کھاتے، بادشاہ کھانا کھاتا اور کچھ تبرک بھی ساتھ لے جاتا، اس وقت پر دسترخوان پر ہر شخص کے سامنے چار درویشان رکھی جاتی تھیں، ایک گہری رکابیاں سالن ہوتا، دو دو آدمی ساتھ کھاتے، ہر شخص کے سامنے آتش کا بھی ایک ایک پیالہ ہوتا، کھانے کے درمیان پانی نہیں دیا جاتا، جب لوگ کھا کر فارغ ہو جاتے تو ہر شخص اپنا بیچا ہوا حصہ اور آتش کا پیالہ اٹھا کر ساتھ لے جاتا۔

سارے | خواجگان چشتیہ کی طرح سارے سے غیر معمولی شغف رکھتے تھے، فرماتے:

”فتح کار من بیشتر من تلاوت و سماع بود“

راہ سلوک کے ابتدائی زمانے میں ایک بار اپنے خاص خاص بارانِ طریقت کے ساتھ ایک ایسی مجلس کرائی جس میں ہر قسم کے مزامیر تھے، تین دن تک یہ مجلس جاری رہی

گو مکان کا دروازہ بند رہتا تھا لیکن اسکے ارد گرد لوگ جمع رہتے تھے مجلس کے بعد اپنے مرشد حضرت چراغ دہلی کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو انھوں نے فرمایا سید محمد! اس طرح کا سماع نہ سنا کرو، حضرت سید گیسو دراز کا بیان ہے کہ

”من اذان وقت باز مرا میرد شنیدم“

مجلس سماع میں خود ہنستا ہلایا جاتا تھا، اگر وائے ہوتی تو بکثرت روشنی کی جاتی، دوران سماع میں وجد کی حالت میں کوئی گر پڑتا، تو مجلس روک دی جاتی، اکثر فارسی کی غزلیں گائی جاتیں، فرماتے ہندی کی چیزیں نرم، لوجہ دار اور دل کو رقیق کرنے والی ضرور ہوتی ہیں، اور اس کا راگ بھی نرم ہوتا ہے اور عاجزی و انکساری کی طرت اہل کرتا ہے، اعام طور سے صوفیہ ہندی راگ ہی کو پسند کرتے ہیں، لیکن سرود کے ہر اور موسیقار کے جذبات کا اظہار فارسی ہی میں بہتر طریقہ پر ہوتا ہے، اس میں کچھ اور ہی ذوق اور لذت ملتی ہے۔

سماع کے وقت مرد و زن کو غیر معمولی کیفیت کے اظہار سے منع فرماتے، لیکن خود بعض اوقات سید محمد مضطرب اور بے چین ہو جاتے، اور غایت اضطراب میں رقص کرنے لگتے۔

ازدواجی زندگی | چالیس سال کی عمر میں سید احمد بن مولانا جمال الدین مغربی کی صاحبزادی بی بی رضا خاتون جبالہ عقد میں آئیں، ان کے بطن سے دو صاحبزادے حضرت سید حسین عونت سید محمد اکبر تیرہنی اور حضرت سید یوسف عونت سید محمد، صغیر حسینی، اور تین صاحبزادیاں تھیں، دونوں صاحبزادے جید عالم تھے، مقولات و منقولات کی تعلیم دہلی کے اساتذہ

لے سیر محمدی ص ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹

قاضی عبدالمتقندر، مولانا خواجگی نحوی، مولانا محمد بغرا اور مولانا نصیر الدین قاسم سے پائی، حضرت سید گیسو دراز اپنے بڑے صاحبزادے کے ظاہری و روحانی کمالات سے متاثر تھے، چنانچہ فرماتے، اگر محمد اکبر میرا لڑکا نہ ہوتا تو میں اس کے لیے لوٹے میں پانی بھر کر لانا،

حضرت سید محمد اکبر نے بہت سی کتابیں سریبی اور فارسی زبان میں لکھیں، مثلاً

(۱) معارف، علم نحو پر عربی زبان میں ایک رسالہ ہے (۲) شرح ملقط، اس میں اپنے والد بزرگوار کی تفسیر کلام پاک کی شرح لکھی ہے (۳) عقیقہ (۴) زبان فارسی (۵) اباحت سماع (۶) رسالہ اباحت پوشیدن کفش در مسجد (فارسی) (۷) مقامات صوفیان (عربی) (۸) تصرف مالکی (۹) شرح سوانح (۱۰) رسالہ مسئلہ فارسی زبان (۱۱) رسالہ علم صرف اپنے والد بزرگوار کے ملفوظات کے دو مجموعے بھی مرتب کیے، جن میں جوامع الکلم زیادہ مقبول اور مشہور ہوا، سلسلہ میں والد بزرگوار سے خلافت پائی، لیکن سات بیٹے کے بعد ہی رحلت فرماؤ، حضرت سید گیسو نے محبوب فرزند کی میت کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیا، ان کا مزار ایک علیحدہ گنبد میں گلبرگہ شریف میں ہے،

حضرت سید گیسو دراز نے اپنے دوسرے صاحبزادے سید یوسف کو بھی خلافت دی تھی اور اپنے والد کے جانشین ہو کر سجادہ ارشاد پر متمکن ہوئے، اور بعد وفات اپنے والد بزرگوار کے مزار شریف کے پائین میں دفن ہوئے۔

وصال | گلبرگہ شریف میں بائیس سال تک رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا، جب عمر شریف ایک سو چار سال کی ہوئی تو فیوض و برکات کا یہ سرچشمہ بند ہو گیا، وصال ۱۲ ذیقعدہ ۱۲۲۵ھ میں اشراق و چاشت کے درمیان ہوا، وفات کے موقع پر ان کے

۱۱۹ - ۱۳۰ - ۱۱۹

بنایت عالیشان یا فتم، و تصنیفات بسیار از آنحضرت سربرزده و در آخر مصنفات
حضرت میراست کہ در وحدت و جوہر مطلق ایمانی نسبت صاحب نصوص کردہ اند
این فقیر تغیر مزاج کردہ بالواسعہ دلائل عقلی و نقلی نشان خاطر آنحضرت نمودہ، اما فر
نیافت کہ در تصنیف اصلاح کردہ آید۔

برہان مآثر کے مؤلف نے حضرت سید گیسو دراز کو "قدوہ ارباب حال"، "سرد فہر
اصحاب کمال"، "قطب سپہر سیادت و معرفت"، "مرکز دائرہ حقیقت و طریقت"، شاہباز
بلند پرواز" لکھا ہے، (ص ۳۳)

مولانا عبدالحق اخبار الاحیاء میں حضرت سید گیسو دراز کے ذکر میں لکھتے ہیں:
"جامع است میان سیادت و علم و ولایت شانے رفیع و ربہ منبع و کلام عالی
دارد، اور در میان مشائخ چشت مشربے خاص و در بیان اسرار حقیقت طریقے
مخصوص است" (ص ۱۲۳)

خزینۃ الاصفیاء کے مؤلف رقمطراز ہیں:
"از عظمای اولیای حق بن و کبرای مشائخ متقدمین و خلیفہ راستین شیخ فطیر
محمود چراغ دہلی است" (ج ۱ ص ۳۸۱)

مرآۃ الاسرار میں ہے:
"مقبول عالم و عالمیان گشت و عالمی از حسن معاملات و فیض مند گردید،
وصیت کمالش از شرق تا غرب فرارسید۔"

تصانیف | پہلے ذکر آچکا ہے کہ جب حضرت سید گیسو دراز علم باطن کی طرف مائل ہوئے

لے بحوالہ مرآۃ الاسرار ذکر حضرت سید گیسو دراز

تو علوم ظاہری کو چھوڑ دینے کا ارادہ کیا، لیکن ان کے مرشد حضرت چراغ دہلی نے ان کو اس ارادہ سے باز رکھا، مرشد کی جو ہر شناس نکما ہونے نے یہ اندازہ کر لیا تھا کہ حضرت سید گیسو دراز اپنی تصنیف و تالیف کے ذریعہ سے بھی منبع فیوض و برکات بن سکتے ہیں، چنانچہ حضرت سید گیسو دراز نے عربی اور فارسی میں چھوٹی بڑی کتا بن بکثرت لکھیں، سیر محمدی کے مولف نے حسب ذیل تصانیف کے نام لکھے ہیں:

- ۱۔ ملقط، یہ صوفیانہ رنگ میں کلام پاک کی تفسیر ہے،
- ۲۔ تفسیر کلام پاک، یہ تفسیر کشف کے طرز پر لکھنی شروع کی تھی، لیکن صرف باپنج پاروں ہی تک تحریر فرما سکے،
- ۳۔ حواشی کشف - تفسیر کشف پر حواشی ہیں،
- ۴۔ شرح مشارق - حدیث کی مشہور کتاب مشارق الانوار کی شرح ہے،
- ۵۔ ترجمہ مشارق - یہ مشارق الانوار کا فارسی ترجمہ ہے،
- ۶۔ معارف - یہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی مشہور کتاب عوارف المعارف کی شرح ہے، عربی میں لکھی گئی،
- ۷۔ ترجمہ معارف - یہ عوارف کی فارسی شرح ہے، لیکن ترجمہ عوارف کا نام سہروردی کے
- ۸۔ شرح تعارف - شیخ ابو بکر محمد بن ابراہیم بخاری کی کتاب تعارف کی شرح ہے،
- ۹۔ شرح آداب المریدین (عربی) یہ حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقادر سہروردی کی مشہور و معروف تصنیف آداب المریدین کی عربی شرح ہے،
- ۱۰۔ شرح آداب المریدین (فارسی) آداب المریدین کی ایک فارسی شرح بھی لکھی، جسکو مولوی سید حافظ عطاسین نے اوٹ کر کے حیدرآباد سے شائع کیا ہے،

۱۱۔ شرح فصوص الحکم۔ یہ شیخ محی الدین ابن عربی کی مشہور تصنیف کی شرح ہے،

۱۲۔ شرح تمہیدات عین القضاۃ سہدانی، یہ حضرت ابوالمعالی عبدالقدیر المعروف بہ عین القضاۃ کی مشہور صوفیانہ تصنیف تمہیدات کی شرح ہے،

۱۳۔ ترجمہ رسالہ قشیریہ۔ یہ امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری کے رسالہ کا فارسی ترجمہ ہے،

۱۴۔ خطائر القدس۔ اس کو عشق نامہ بھی کہتے ہیں، اس کا ایک نسخہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں بھی ہے، (دیکھو فہرست مخطوطات فارسی مرتبہ ڈبلیو ایوینوڈ ۱۹۵۶ء)

۱۵۔ رسالہ استقامت الشریعت بطریقہ تحقیقت۔ اس میں شریعت، طریقت اور حقیقت کی بحث ہے، اس کا ذکر اندیا آفس کے فارسی مخطوطات کی فہرست میں بھی ہر (دیکھو ص ۱۸)

۱۶۔ ترجمہ رسالہ شیخ محی الدین ابن عربی،

۱۷۔ رسالہ سیر المعنی صلی اللہ علیہ وسلم،

۱۸۔ شرح فقہ اکبر۔ عربی و فارسی دونوں میں ہے،

۱۹۔ حواشی قوت القلوب۔ یہ حضرت ابی طالب محمد بن ابی الحسن بن علی کی مشہور کتاب قوت القلوب پر حواشی ہیں

۲۰۔ اسماء الاسرار۔ اس کتاب کو جناب مولوی سید عطا حسین صاحب کے حیدر آباد

سے شائع کیا ہے، اس کے متعلق خود حضرت سید گیسو دراز تحریر فرماتے ہیں:

میری کتاب اسماء الاسرار میں باطل کو نہ آگے سے آنے کا موقع ہے نہ پیچھے سے،

کوئی اس سے اختلاف نہیں کر سکتا، کیونکہ اس میں توحید کی تجرید اور تفریق کے افراد کے سوا کچھ نہیں،

مولانا عبدالحق اپنی کتاب اخبار الاحیاء میں: قطر ازہین:

”یکے از تصنیفات مشہور میر سید گیسو دراز کتاب اسماء است کہ حقائق و معانی بربان

(بروز ایا و الفاظ و اشارات بیان کردہ) (ص ۱۲۷)

اس کے بارہ میں مولوی سید عطا حسین لکھتے ہیں کہ اس کتاب کے متعلق بعض بزرگوں کا خیال بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے کہ فن تصوف و سلوک و معارف میں ہندوستان میں اس سے بہتر اور اعلیٰ تر کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی، ابتدائی، متوسط اور منتہی سب کے لیے مفید ہے، اس میں ذکر ہے، شغل ہے، مراقبہ ہے، مراتب سلوک کا بیان ہے، عشق ہے، توحید ہے، حقائق میں ساروف ہیں، غرض سب ہی کچھ ہے، (دیباچہ اسماء الاسرار ص ۲)۔

۲۱۔ دلائل الانس۔ اس میں معرفت کے کچھ اسرار بیان کیے گئے ہیں، حسب ذیل کتابوں کے موضوع ان کے نام سے ظاہر ہیں:

(۲۲) مغرب الامثال (۲۳) شرح قصیدہ المانی (۲۴) شرح عقیدہ حافیہ

(۲۵) عقیدہ چند در قرآن (۲۶) رسالہ در بیان آداب سلوک (۲۷) رسالہ در بیان اشارت مجاہد

(۲۸) رسالہ بیان ذکر (۲۹) رسالہ بیان رایت بیانی احسن صوره (۳۰) رسالہ در بیان معرفت

(۳۱) رسالہ در بیان برد و بہت و باشندہ

سیر محمدی کے مولف نے ان خلافت ناموں کو بھی تصانیف میں شمار کیا ہے،

جو حضرت سید گیسو دراز نے اپنے خلفاء کو لکھ کر دیے تھے ان تحریری خلافت ناموں کی تعداد چار ہے۔

بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے فارسی خطوط میں حضرت گیسو دراز کے کچھ رسائل

کے یہ بھی نام ہیں: رسالہ در تصوف، شرح بیت امیر خسرو دہلوی، رسالہ اذکار غائبانہ، چشتیہ، وجود العاشقین۔

سیر محمدی باب پنجم سے حضرت خطوط فارسی، بنگال ایشیاٹک سوسائٹی ص ۸۵-۸۶ وجود العاشقین کا ذکر آیا آئنس کے فارسی خطوط کی فہرست میں بھی ہے، دیکھو ص ۱۰۲۶

بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطات میں حضرت سید گیسو دراز کی ایک تصنیف خاتمہ کا بھی ذکر ہے، یہ بظاہر تو شروع آداب المریدین کا مکملہ یا ضمیمہ ہے، لیکن اب خود ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتی ہے، اس میں حضرت سید گیسو دراز نے اپنے زمانے کے حالات کے مطابق ایک سالک کے عبادات و معاملات کا لائحہ عمل پیش کیا ہے، جو آج بھی ذوق و شوق کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہے، اس کو بھی حافظ سید عطاء حسین صاحب نے بڑی محنت سے اڈٹ کر کے ایک پر مغز مقدمہ کے ساتھ حیدرآباد سے شائع کیا ہے،

مکتوبات | حضرت سید گیسو دراز کے مکتوبات کا ایک مجموعہ بھی بنگال ایشیاٹک سوسائٹی میں ہے جس میں ان کے ۶۶ مکتوبات ہیں، ان کے خلیفہ شیخ ابو الفتح علاء الدین نے اس کو مرتب کیا ہے،

ملفوظات | تذکرون میں حضرت سید گیسو دراز کے ملفوظات کے چار مجموعوں کا ذکر آتا ہے، سیر محمدی میں ہے کہ حضرت سید گیسو دراز کے بڑے صاحبزادے حضرت سید محمد اکبر نے دو مجموعے مرتب کیے، ایک دہلی میں اور ایک سفر گجرات میں، اخبار الاحیاء میں ہے: "خدمت میرا ملفوظات است مسمی جوامع الکلم کہ بعضی از مریدان او کہ از سیر محمد نام وارد جمع کردہ" (صفحہ ۱۰۲۵) اور برٹش میوزیم (صفحہ ۳۴۴)

بنگال ایشیاٹک سوسائٹی (ص ۷۰۷)، انڈیا آفس (ص ۱۰۲۵) اور برٹش میوزیم (صفحہ ۳۴۴) کے فارسی مخطوطات کی فہرست میں جوامع الکلم کے مرتب کا نام محمد اکبر حسینی بتایا گیا ہے، جو فہرست نگاروں کی رائے کے مطابق حضرت سید گیسو دراز کے مرید تھے، لیکن جوامع الکلم کا جو مطبوعہ اڈیشن حیدرآباد سے شائع ہوا ہے، اس میں حافظ محمد حامد صدیقی صاحب نے مرتب کا نام حضرت سید گیسو دراز کے بڑے صاحبزادے سید حسین المعروف بہ سید محمد اکبر حسینی لکھا ہے، جوامع الکلم کے اس مطبوعہ اڈیشن کے مقدمہ میں ایک جگہ یہ لکھا ہے:

”مؤلف ان جواہر شہین دور خوش آب بند و رنگان حضرت علیا محمد اکبر حسینی“ (ص ۱۸)
 بہر حال جوامع الکلم نے بڑی مقبولیت حاصل کی، اس کے متعلق خود حضرت سید گیسو دراز
 نے فرمایا:

”کار این ملفوظ بجائے است، از جهت تحقیق و تدقیق گو یا کہ گفتار خود را خود می
 نویسم و ملفوظ خود را خود جمع کنم“ (جوامع الکلم ص ۶)

اس میں ۸ ارب حباب ستارے ۲۳ ربیع الثانی ستارے تک کے ملفوظات ہیں،
 حافظ مولوی سید عطا حسین نے خاتمہ کے ویسا چہ (ص ۱۸) میں لکھا ہے کہ حضرت سید گیسو دراز
 کے مرید قاضی علم الدین بہر چچی نے بھی گلبہ گریں ۱۸۷۷ء کے بعد ملفوظات کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا
 دیوان | کبھی کبھی بے ساختہ غزلین اور رباعیان بھی کہہ دیتے تھے، ان کی غزلوں اور رباعیوں
 کو ان کے پوتے سید ید اللہ عزت سید قبول اللہ نے ایک دیوان کی شکل میں مرتب کیا تھا۔

تعلیمات | حضرت سید گیسو دراز کی تصنیف اسماء الاسرار اور ان کے ملفوظات جوامع
 الکلم میں تصوف کے بعض دقائق اور غوامض پر مبسوط اور مفصل عالمانہ بحثیں ہیں، لیکن
 ان مباحث کا اجمالی ذکر خواجگانِ حشت اور دوسرے صوفیہ کرام کی تعلیمات کے سلسلہ
 میں ہو چکا ہے، اس لیے ان کے اعادہ کے بجائے حضرت سید گیسو دراز کی تصنیف
 خاتمہ سے ان ضوابط و قوانین کو پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جن کو حضرت سید گیسو دراز
 کے نزدیک سالکوں کی زندگی کا لائحہ عمل ہونا چاہیے، خاتمہ ۱۹۵ صفحہ ۱۰۰ پر ہے، اور
 اس کی ہر سطر لائق مطالعہ ہے، لیکن ان اوراق میں ان سب کو نقل کرنے کی گنجائش نہیں

۱۷۷ حضرت سید گیسو دراز نے اپنی تعلیمات کو عام لوگوں کے سمجھانے کے لیے بعض رسالے لکھنے اور دو میں تصنیف
 ان میں سے ایک رسالہ معراج الماشقین کو مولوی (اب ڈاکٹر) عبدالحق سکرپری انجمن ترقی اردو نے
 ۱۹۷۷ء میں اورنگ آباد سے شائع کیا تھا،

ہے، اس لئے صرف اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

وضو | اس کا کون کو ہمیشہ با وضو رہنا چاہیے، ہر فرض نماز کیلئے تازہ وضو کرنا بہتر ہے۔ وضو کے بعد تحیۃ الوضو

ادا کریں، بے وضو نہ سوئیں، اگر رات کے وقت بیدار ہو جائیں تو وضو کر لیں، اور دو گنا ادا کریں،

وضو کرنے میں کسی سے بات چیت نہ کریں، اور اس کا خیال رکھیں کہ انکسار ہر وضو دوسرے سے علیحدہ بھی ہوا کرتا ہے۔

نماز فجر | صبح ہونے سے پہلے اگر رات کی تائید کی باقی ہے تو رات کی باقی ماندہ نفلوں کو پورا کر لیں،

فجر کی نماز اول وقت ادا کریں، فجر، عشا اور مغرب کی نمازوں میں قرأت لمبی نہ ہو، نماز میں حضور قلب

مقدم ہے، فجر کی سنت پڑھنے کے وقت اشراق کی نماز پڑھنے تک حتی الوسع کسی سے نہ بولیں۔

اشراق | اشراق سے پہلے ہلکی سی غیندے کر آرام کریں، تاکہ بیداری شب کی تکان دور ہو جائے، او

دوسرے وقت کے اور او وظائف میں گرائی پیدا نہ ہو، اور متشغل نہ رہیں، کچھ آرام کے بعد اشراق کی نمازیں ادا کریں

چاشت | اشراق کے بعد اور چاشت سے پہلے اور او وظائف میں مشغول رہیں، تلاوت کلام پاک

بھی کریں، تلاوت کے بعد سلوک کی کتابیں پڑھیں، پھر چاشت کی نمازیں، اس طرح ادا کریں کہ چار کشتیں تو

اشراق متشغل پڑھی جائیں، چار چاشت پر وقت گزر جانے کے بعد اور چار چاشت کے زوال پر ادا کی جائیں،

قیلولہ | زوال کے وقت قیلولہ کریں، تاکہ شب بیداری میں سہولت ہو۔

نماز فی زوال | زوال کے وقت دو رکعت نماز ادا کر کے اور او میں مشغول ہوں، اس کے بعد تلاوت

یا مراقبہ کریں، مراقبہ بہتر ہے۔

ظہر، عصر، مغرب | ان میں سے ہر نماز اول وقت ادا کریں، طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب کے

بعد مخصوص وظائف پڑھیں، عصر کی نماز سے ادا بین کے ادا کرنے تک کسی سے نہ بولنا بہتر ہے۔

عشا | مغرب کی نماز کے بعد اور نمازوں کے پڑھنے سے اگر طبیعت میں کچھ گرائی محسوس ہو تو تھوڑی

دیر آرام کر لیں، پھر عشا کی نماز پڑھیں، بعض صوفیہ کے نزدیک عشا کی نماز کے لیے آدھی رات مستحب وقت جو آرام کے بعد عشا کی نماز پڑھنے میں نشاط پیدا ہوتا ہے، البقیہ تمام رات نفل پڑھنے، ذکر اور فکر کرنے میں ذوق حاصل ہوتا ہے۔

معمولات شب | رات کو تین حصوں میں تقسیم کریں، پہلے حصہ میں اوراد و وظائف میں مشغول رہیں، دوسرے حصہ میں سوئیں، تیسرے حصہ میں ذکر اور مراقبہ کریں۔

بعض صوفیہ مغرب کے وقت صرف پانی سے ڈوڑھ کھول لیتے ہیں، پھر عشا تک نوافل میں مشغول رہتے ہیں، عشا کے بعد کچھ کھاتے ہیں پھر سو رہتے ہیں۔

سالکوں کی فہم بھی ایک خاص قسم کی ہوتی ہے، وہ سوئیں آپنے وجود سے باخبر رہیں، اور سوتے وقت یہ سوچیں کہ نیند اللہ تعالیٰ سے متعلق ہے، اللہ کی توفیق سے ہے، اور اللہ ہی کے لیے ہے، اور اللہ ہی کی جانب سے ہے، جو نیند اللہ کو بھلائے وہ قابلِ بندت ہے، بعض صوفیہ کو نیند میں ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن سے وہ بیداری میں مطلع نہیں ہوتے،

کم سونے کے لیے کھانے اور پینے میں تعلیل ضروری ہے، رات آخری حصہ میں اٹھ کر تہجد پڑھیں، تہجد کے بعد اوراد و وظائف، تلاوت کلام پاک، ذکر اور مراقبہ میں مشغول رہیں، لیکن ان سب میں مراقبہ عزیز ترین مشغلہ ہے،

اگر کوئی سالک شہرت کی خاطر عبادت و ریاضت کرتا ہو تو وہ کافر ہے، اور اگر شہرت کے واسطے عبادت و ریاضت کو ترک کرتا ہے تو وہ ریاکار اور منافق ہے،

اگر ایک سالک کمالات کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائے تو بھی اپنے اوراد و وظائف کے معمولات کو ترک نہ کرے،

روزے | روزہ ارکانِ نصرت میں ہے، اس لیے صوفی کے لیے روزہ رکھنا ضروری ہے، روزے سے نفس منسوب ہوتا ہے، اور اس میں غرور اور عجب پیدا نہیں ہوتا، صوم دوام بہترین قسم کا روزہ ہے، حضرت داؤد علیہ السلام ایک روز کے وقفے سے روزے رکھا کرتے تھے، کیونکہ صوم دوام ایک عادت بن جاتی ہے جس سے پھر کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے، بعض مہینے میں تین روز یعنی دشنبہ، پنجشنبہ اور جمعہ اور بعض صرف دو روز یعنی پنجشنبہ اور جمعہ، بعض مہینے کے شروع اور آخر میں، بعض مہینہ کی بیسویں تاریخ اور بعض سال میں تین مہینے، بعض شوال کے پہلے چھ روز، اور بعض ایام بھی یعنی مہینے کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں تاریخ میں روزے رکھتے ہیں۔

طی کے روزے | جب ایک طالب حقیقی پر عشق الہی کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ طی کے روزے رکھتا ہے، اس میں وہ افطار کے وقت پانی تو پی لیتا ہے، لیکن کبھی متواتر تین دن، کبھی دس دن، کبھی ایک مہینہ کبھی چھ مہینے اور کبھی ایک سال تک کچھ نہیں کھاتا۔

اعتکاف | اعتکاف رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتا ہے، لیکن صوفیہ کبھی چالیس دن، کبھی اسی اور کبھی ایک بیس دن اعتکاف میں بیٹھتے ہیں، چالیس دن کا اعتکاف شعبان کی آخری بیسویں تاریخ اور پورے رمضان پر مشتمل ہوتا ہے، اس کو اربعین محمدی (علیہ السلام) کہتے ہیں، اسی دن کا اعتکاف جب سے شروع کیا جاتا ہے اس کو اربعین عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں، اسی طرح ایک بیسویں دن کا اعتکاف اور بھی پہلے سے شروع ہوتا ہے، اعتکاف میں ذکر اور مراقبہ برابر کرتے رہنا چاہیے۔

آداب طعام | اس لکون کیلئے تغذیہ طعام ضروری ہے، اور جب وہ کھائیں تو ہر فقرہ کے ساتھ بسم اللہ کہیں، بلکہ سورہ فاتحہ پڑھیں، جو چیز کھائیں وہ بالکل حلال ہو، اپنی روزی کو حلال ثابت کرنے کیلئے کوئی تاویل نہ کریں، اگر کسی جاگہ دعوت ہو اور اس میں وہ شرکت کریں، لیکن کھانے کا ارادہ نہ رکھتے ہوں۔

یا تھوڑا ہی کھانا چاہتے ہوں تو اس کو اپنے بیٹھنے کے انداز سے ظاہر نہ ہونے دین، اس سے تکبر کا اظہار ہوتا ہے، کھانے کے وقت بائیں پاؤں پر بیٹھیں، اور دائیں پاؤں کو اٹھائے رکھیں، یہ سنون طریقہ ہو، کھانا شروع ہونے پہلے خود لغزہ اٹھائیں، بڑے لقمے سے پرہیز کریں، لقمے کو تین انگلیوں سے اٹھائیں، اور جب تک دوسرے لوگ بھی کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں، اپنے ہاتھ اور منہ کو حرکت دیتے رہیں، ہاتھ کی انگلیوں اور منہ کو کھانے کی چیز دن سے آلودہ نہ کریں، پہلے روٹی اور گوشت کھائیں، اسی کے ساتھ ترشی ملا لیں، پھر میٹھی چیز کھائیں، آتش ہو تو شروع یا آخرین پئیں، روٹی کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے دسترخوان پر نہ چھوڑیں، یا تو پوری کھائیں یا آدھی، زیادہ سیر ہو کر کھانے کے بجائے کچھ بھوک باقی ہے تو کھانا چھوڑ دین، دعوت کے کھانے کی زیادہ تعریف کریں اور نہ برائی بیان کریں، کھانے کے بعد مسلسل پانی نہ پئیں، لوگوں کے سامنے کھانے کے درمیان یا کھانے کے بعد دھار نہ لیں مجلس میں خلل نہ کریں، (غائے ص ۵۱-۵۸)

میزبانوں کو اپنے ہمانوں کے سامنے زود ختم کھانے پیش کرنے چاہئیں، لیکن ہمانوں کے سامنے جیسا بھی کھانا آئے اس کو دیکھ کر خوش ہوں اگر میزبان صاحب احتیاج ہو تو ہمان اسکی خدمت میں کچھ زلفت پیش کریں، (غائے ص ۵۲)

آداب سماع | مجلس سماع کے لیے ایک علیحدہ مکان ہو، ارباب دنیا، امرا کے لڑکے اور بچے اور عورتیں اس میں شریک نہ ہوں، اس میں سالکوں اور مریدوں کو غسل کر کے، ظاہر اور باطن ہو کر، اور سفید کپڑے پہن کر شریک ہونا چاہیے، اور وقار کے ساتھ بیٹھیں، اور مراقبہ میں رہیں، لگانے والوں پر فطر نہ رکھیں، اور نہ انکی موسیقی پر وہ بیان دین، اشتهار کی ترکیب کو بھی خیال میں نہ لائیں، نہ ہر لمحہ داد واد کریں، اور نہ آہ آہ، گریہ طاری ہو تو۔ ضبط کریں، زبان سے کچھ کہنا چاہیں تو اس سے پرہیز کریں، غصہ میں پیاس حلیم ہو تو پانی نہ پئیں حتیٰ الصبح پھر دھوا میں جنبش پیدا نہ ہونے دین،

فرامیر کے متعلق (۱) ان فقہاء کے نزدیک حرام ہیں ایسے ان کو سختی کیساتھ احتراز کرنا چاہیے، (ص ۳۲)
 سماع کو پیشہ نہیں بنانا چاہیے، سماع کے بعد دل کو سماع کے مقصد کی طرف متوجہ کرنا ضروری ہے
 اسی کے بعد بہت سے راز معلوم ہوتے ہیں، (خانہ ص ۴۸-۷۰)

اقرام شیخ | ایک مرید جب اپنے پیر کی مجلس میں حاضر ہو تو اسکو اس طرح دیکھیے جیسے کوئی اپنے محبوب کو دیکھتا ہو
 پیر کے سامنے کسی قسم کی بے ادبی نہ کہے، پشت اسکی طرف نہ ہٹنے دے، اسکے ڈر نہ کھڑا ہو تو نظریں اپنی پاؤں
 پر رکھے ہٹا ہو تو دائیں بائیں نہ دیکھے، زور سے نہ بولے، اور نہ کسی کو زور سے بکائے، پان نہ کھائے، ہان
 اگر پیر کی طرف سے عطا ہو تو کھالے، اگر کھانا کھانے کا اتفاق ہو تو نفیہ چھوٹا اٹھائے، اور کھاتے وقت ایک دن
 بھی نیچے نہ گرنے دے اپنی انگلیوں کو کھانے سے آلودہ نہ کرے،

ایک مرید دنیاوی کاموں میں اپنے پیر کو اپنی ہی طرح یا اپنے سے بھی کمتر سمجھے، لیکن امور الہی میں
 اس کو سنبھریں اور احمد خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام سمجھنا چاہیے،
 پیر کی مجلس میں جس تصور کرنا چاہیے، ایک مرید اپنے پیر کی باتوں کو نثر نبوت کی میزان پر تولے، اگر اس کے
 مطابق ہوں تو ان پر عمل کرنا ضروری ہو، اور اگر کوئی بات بظاہر شرع کے خلاف ہو تو اس پر غور و تامل کئے
 اور اگر اس میں کوئی خاص غریب یا راز معلوم ہو تو اس پر عمل کئے، کیونکہ پیر بعض ایسے حقائق سے واقف
 ہوتا ہے جن سے ایک مرید بالکل ناواقف ہوتا ہے،

ایک مرید پیر کے سامنے مراقبہ یا ذکر میں مشغول نہ ہو، لیکن کسی حال میں بھی پیر سے غافل نہ رہے، پیر سے
 غافل رہنا بڑی محرومی ہے، ایک مرید جہاں بھی ہو، اسکا دل پیر کے تصور سے خالی نہ ہو، پیر کا نام ہر وقت زبان
 پر ہو، اور رفتار گھٹا، وضع قطع میں اس کا اتباع ضروری ہو، اسکا ایک حکم بجالانے سے مرید ایسے مقام پر
 پہنچ جاتا ہے جہاں وہ سو سال کی عبادت کے نہیں پہنچ سکتا، پیر جس کام کا حکم دے مرید سمجھے کہ حکم اللہ تعالیٰ
 کی اجازت سے صادر کیا گیا ہے،

اگر کوئی شخص اپنی گفتگو میں اشارۃً کوئی یہ بھی کہی کہ پیر کی اہانت کرتا ہو تو اس کو مرید اسی طرح دوسرے جس طرح کہ ایک زاہد شیطان سے دور رہتا ہے،

اگر پیر کی طریت کوئی لباس یا کپڑے تو اس کو ٹپے احترام سے کہے، پیر کے بیٹھنے کی جگہ کا بھی پورا احترام کہے، پیر کی زندگی میں کوئی مرید کسی دھمکے پیر کی تلاش نہ کہے، اگر پیر مرید کو ناشروع کاموں کی دعوت دیتا ہو تو مرید ایسے پیر کو چھوڑ دے لیکن اس طرح کہ پیر کو معلوم نہ ہو کہ اس نے بدعتقاد کی وجہ سے علمی کی اختیار کی ہو۔

احترام شریعت | ایک مہینہ حقیقت و طریقت کو شریعت کا ضد نہ سمجھے، بلکہ ان میں سوہرا ایک کو دوسرے کا خلا تصور کرنے جس طرح اخروٹ کا مغز اخروٹ کے چھلکے سے بظاہر مختلف معلوم ہوتا ہو، پھر بھی مغز کا جز چھلکے میں اس طرح ملا ہوتا ہو کہ اس کو بھی تیل نکالا جاتا ہو، اسی طرح حقیقت، طریقت اور شریعت تینوں ایک ہی ہیں،

تزکیہ اخلاق | جب تک ایک شخص تمام دنیاوی چیزوں سے فارغ نہ ہو جائے راہ سلوکیں گافرن نہ ہو اور جب وہ کسی کام پر ہو کہ خلوت میں بیٹھے تو اپنے اور دوسروں کے تمام حقوق ادا کرے، اسکے پاس عزیزین اور

بیویاں اور کیزین زیادہ نہ ہوں، اس میں مطلق ریا اور غصہ نہ ہو، دنیا داروں کی مجلسوں اور محفلوں سے دور رہے، وراثت میں جو مال اور دولت ملنے والی ہو، اس سے بھی باز آئے، اگر کوئی اس کا مال بھی لے لے تو اسکے لیے

شور و غوغا نہ کرے (ص ۱۱۱) وہ کسی دھمکے کے پیڑ شریعت سے واسطہ نہ رکھے (ص ۱۱۳) اسکے دل میں جتنی ہوس ہو اس کو دور کرے، اگر دور نہ ہو تو مجاہدہ و ریاضت کرتا ہے (ص ۱۰۴) اس کو ہمیشہ اپنی موت کا منظر رہنا چاہیے

(ص ۱۱۱) ایسی تعریف سے جو جائز بھی ہو پیر کرے (ص ۱۱۵) آج کا کام کل پر اٹھانہ رکھے (ص ۱۱۶) کسی حال میں اپنے نام کی شہرت نہ دے (ص ۱۲۱) بازار صوفیہ ضرورت کے وقت جائے (ص ۱۲۴) فقہانے طہارت و لطافت کی جو باتیں بتائی ہیں ان پر عمل کرے، ان سے زیادہ پر عمل کرنا بے کار ہو (ص ۱۲۴) گرسنگی،

شنگی، اور شب بیداری کو دوست رکھے (ص ۱۲۶) غلاموں اور کیزینوں سے سختی تو پیش نہ آئے (ص ۱۲۶) لوگوں کی آمد و رفت اپنے بیان زیادہ نہ ہونے دے (ص ۱۲۶) میروں کی صحبت گریز کرے (ص ۱۲۶) اگر کوئی دوزخ

مسئلہ اسکو کھانا لاکر دے تو تیسرے وقت اسکی صحبت اختیار کرے کیونکہ فائز نفس کی تسکین کیلئے ضروری ہے (ص ۱۳۵)
 مصیبت کے وقت مضطر اور مضطرب نہ ہو کسی حال میں نہ رہے، رہے بھی تو اسکے لیے کہ کسین منزل مقصود تک پہنچنے
 سے پہلے اسکو موت نہ آجائے (ص ۱۳۶) اپنی درازی عمر کیلئے خداوند تعالیٰ سے دعا کرے، تاکہ راہ سلوک میں اسکو
 ترقی و درجات حاصل ہو (ص ۱۳۷) سخت ضرورت کے وقت مثلاً مہمان کے آنے یا حقوق ادا کرنے یا صلہ رحمی کیلئے
 یا غایت گرسنگی کی حالت میں قرض لے سکتا ہو لیکن قرض ادا کرنے کی کوشش میں لگا رہو (ص ۱۳۸) پسند و
 نضاح کا قرض انجام نہ دے، کیونکہ یہ کام کاملوں کا ہے سلوک پر کوئی گت تب کھنے کی بھی کوشش نہ کرے،
 کیونکہ یہ کام عارفوں کا ہے (ص ۱۳۹-۱۴۰) زیادہ تر خاموش رہو (ص ۱۵۱)

شرکت جہاد | ضرورت کے وقت ایک سالک جہاد میں بھی شرکت کر سکتا ہے لیکن اس نیت شرکت ہو کہ اسکو درجہ
 ملے گا، اوزندہ رہ گیا تو توبہ ملے گا، یہ نیت حسن ضرور ہے لیکن ایک سالک کی نیت اس سے ماوراء ہونی چاہیے،
 وہ جہاد میں صرف خداوند تعالیٰ کی خاطر شریک ہو، وہ جہاد میں اپنی تلوار کو سیف اللہ، اپنی تیر کو سهم اللہ اور اپنے
 ستان کو ستار اللہ سمجھے، (ص ۸۷-۱۸۱)

شاہی ملازمن کا اخلاق | اگر کوئی سالک بادشاہ کا ملازم ہو اور اسکو کوئی نامشروع کام کرنے کو کہا جائے تو ایسی ملا
 مت
 اس کیلئے حرام ہے، سالک اگر ملازمت میں ہے تو رعایا کیساتھ معاملات میں ایسی طرح پیش آئے جیسے وہ بیرون
 باپ کے ساتھ پیش آتا ہو، رات کو ذکر و فکر میں مشغول ہے لیکن دن کو مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا کوئی کام نہ چھوڑے،
 اپنی ملازمت کو اسلیئے برقرار رکھے کہ اس کے ذریعہ مسلمانوں خصوصاً کمزوروں اور عاجزوں کو نجات دلا سکے گا، مال
 دولت کی ہوس نہ کرے، نامشروع کپڑے مثلاً ریشمی، تبا، ریشمی مونیہ اور کلاہ نہ پہنے، اگر بادشاہ نامشروع کپڑے عطا
 تو اس کے سامنے پہن لے، پھر باہر آکر اتار دے، اگر تیسرے روز بادشاہ کے سامنے ایسے کپڑے پہنکر جاوے تو اس کے
 لیکن فقہاء کے نزدیک یہ بھی مروج ہے، (خاتمہ ص ۱۸۷-۱۸۸)

بادشاہ کا اخلاق | اگر کوئی بادشاہ راہ سلوک میں گامزن ہو تو وہ سلطان ابراہیم اوچم، معاویہ ثانی اور عبداللہ (ابن زبیر)

بن سکتا ہے، لیکن اگر بادشاہی کیلئے موزون ہو تو پھر اسی فرض کو انجام دے، سلوک کی طرف مائل نہ ہو، اور حکومت میں ایسے متدین اوصاح لوگوں کو عہد دار مقرر کرے جو شرعی احکام کو نافذ کر سکیں، اور اسکو باخبر رکھیں کہ حکام شرعی کا عمل ہو رہا ہے، اگر اسکی حکومت میں کوئی مسلمان زکوٰۃ نہ دیتا ہو تو سختی سے وصول کرے، اور اگر زکوٰۃ دینے میں حیلہ کرتا ہو تو چند تازیانے بھی لگائے، وہ اس پر نظر رکھے کہ اسکی سلطنت میں کوئی شراب یا دوسری نشہ آور خیرین نہ پی سکے اگر کوئی پیتا ہو تو اس کو اسی کوٹے لگائے، فقیروں، کمزوروں، یتیموں اور عاجزوں، بنگلہ روں، گونگوں کو بیویوں کی پوری خبر گیری کرے، ان کو برباد ہونے سے بچالینے سے زیادہ کوئی مشکل کام نہیں،

بادشاہ اگر راہ سلوک میں کامزن ہو تو اپنی نفس اور ہم کو اعلیٰ کلمۃ الدین کیلئے وقف کرے اور دل کو خداوند تعالیٰ کے جلال و عظمت اور قدر کے تصور میں مشغول رکھے، وہ اپنی کوتاہی ہی زیادہ دلیل سمجھے گا اتنا ہی زیادہ خداوند تعالیٰ سے قریب تر ہوگا، **حنفا** | حضرت گیسو دراز کے بعض خلفائے اسماعیلی گرامی ہیں: مولانا علاء الدین گوالیری (ابتداء میں سلطان محمد تغلق کو پڑھایا کرتے تھے، گوالیر میں فتویٰ نویسی کے عہد پر مامور تھے، آخرین کالپی چلے گئے تھے اور میں علت فرمائی) شیخ صدر الدین خوندیز (انکے والد بزرگوار اور دادا ایرچہ کے شیخ الاسلام تھے)، قاضی اسحق محمد (چھترہ کے مفتی تھے)، قاضی محمد سیمان، قاضی علیم الدین بن شرف (مراپاک ٹپن میں ہی) حضرت سید محمد اکبر (حضرت سید گیسو دراز کے بڑے صاحبزادے) حضرت ابوالمعالی بن سید احمد حضرت سید گیسو دراز کے سائے اور خادم تھے، مرزا گلبرگہ شریف (میں ہی) خواجہ احمد دبیر (سلطان فیروز بہمنی کے دبیر تھے)، مولانا ابوالفتح بن مولانا علاء الدین گوالیری (خرنیتہ الاصفیٰ ج ۲ ص ۳۹ میں ہو کر صاحب تصنیف تھے) انکی کتابوں کے نام یہ ہیں: بحارف المعارف، مکملہ در نحو و مشاہدہ در تصوف، مرزا کالپی میں ہی، حضرت سید یوسف (حضرت سید گیسو دراز کے صاحبزادے تھے) حضرت سید الدین (حضرت سید گیسو دراز کے پوتے تھے) قاضی (گلبرگہ کے صاحبزادے) شیخ زادہ شہاب الدین، مولانا بہا الدین دہلوی (حضرت سید گیسو دراز کی ناز و نوا کی امامت کرتے تھے) ملک زادہ عز الدین اور ملک شہاب الدین

غلام احمد برقم صوفیہ

صفحہ سطر	غلط	صحیح	صفحہ سطر	غلط	صحیح
۱۵	۸	مستوف	۲۶۳	۲	گلشن زار
۲۶	۱۵	شیخ امین الدین	۱۹۹	۳	ایک طرف سے
۵۵	۷	رکن ستون	۱۱	۱۱	سچائی اختیار کرنا
۶۷	۱۲	یہ واقعہ	۲۱۹	۱۲	اس وقت بھی
۷۰	۸	معرض خطرہ	۲۱۹	۱۱	چھو
۷۶	۱۲	رہے	۲۲۹	۱۰	قلمزد کر دیجیے
۷۸	۱۵	پاؤن	۲۳۱	۱۲	ابو الحسن
۹۰	۴	بارہ سال ہوئے	۲۳۳	۱۱	موجودہ سجادہ نشین
۱۰۰	۱	سلطان ایتیمش	۲۴۱	۳	سید نور الدین
۱۰۳	۱۵	خازنہ کی نماز پڑھی	۲۴۱	۱۱	کرتا ہوں
۱۲۰	۱	گنج شکر	۲۵۱	۱۳	ایتیمش
۱۴۲	۵	سیر الاولیاء	۲۹۴	۴	ابن بزرگ
۱۴۴	۵	سیر الاولیاء	۳۰۰	۱۸	میں تہی
۱۴۹	۵	اور ان تمام	۳۰۳	۱۴	سنائی
۱۰	۱۰	صوفی کی زندگی	۳۲۱	۴	نسباً

پیر کے تمام
یہ سطر سطر پر چکی گئی
ذکر حق ہونی چاہیے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۵۰	۱۸	سیرۃ اشرف	سیرۃ اشرف	۴۶۲	۵	معروف الدینوی	معروف الدینوی
۳۵۱	۱۸	سیرۃ اشرف	سیرۃ اشرف	۴۶۲	۵	فجندی	فجندی
۴۱۳	۱۲	ایک لاکھ دو دن	ایک لاکھ دو دن	۴۶۴	۹	زیادتی ہے	زیادتی ہے
۴۱۵	۱۶	دین تھیں	دین تھیں	۵۰۸	۱۲	ترجمہ عوارف	ترجمہ عوارف

نقطے اور مرکز کی غلطیوں کو ناظرین خود ہی درست فرمالین،

اس کتاب کے جملہ حقوق نقل و ترجمہ و تصنیف کے حق میں محفوظ ہیں ہر قسم کی اجازت کے بغیر کوئی اقدام نہ فرمایا جائے



